قُل هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ط

الحمد للہ کہ وہ کتاب کہ جو نادر تفاسیر کا لُبِّ لُباب اور جسمین بعد ترجمہ با محاورہ و ترکیبِ نحوی و ربطِ آیات

و حلِ لغات و بیانِ نکات و اظہارِ خلاصۂ مراد و شانِ نزول کے مخالفون کا جواب ہے اعنی

تفسیرِ فتح المنّان

مشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

کی جلد ثانی جو پارۂ اول کی تفسیر ہے اور جسمین یہود و نصاریٰ و مجوس اور حکماء قدیم اور حکماء حال

اور دہریون اور نیچریون اور آج کل کے انگریزی تعلیم یافتون کے تمام اعتراضات کا جواب تحقیقی و الزامی ہے

در مطبع حامی اسلام دہلی کوچہ رائمان باہتمام منشی فیض الحسن خان طبع شد

تصحیح

غلطنامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۵	زمانہ	زمانہ
۲۸	۱۷	اورنہ	اورنہ
۲۹	۱۹	تقناطیسی	مقناطیسی
۳۴	۱۳	ایاک نعبدالخ	مکرر ہے
۳۵	۶	میرے	تیرے
۴۴	۱۳	کو	ہر
۴۴	۲۳	سیچے	مسیحی
۴۶	۵	ہے	یہہ
۵۱	۷	زنیۃ التی	زنیۃ اللہ التی
۵۳	۲۲	نکارت	اکارت
۵۴	۱۶	عرض	غرض
۵۶	۱۱	روانی	روحانی
۶۲	۳	درا	ذرا
〃	۱۵	القلوب	القلوبُ
۶۳	۲۳	بیجہ	نتیجہ
۶۶	۱	حقیقت	حقیقت مین
۶۸	۱۴	ان فی	ان فی خلق الخ
〃	۲۶	واذکرا اللہ کثیرا	ذکرا کثیرا
۶۹	۱۹	الار	الارند
۷۲	دیباچہ ۸	حق کی	حق
۷۲	انجیل ۱۹	اوراخیم الیہود	اوراخیم سے الیہود
۷۶	۲-۱۰	اوس ذات کی	اوس ذات کی قسم
۷۸	۵	شعری	اشعری
〃	۲۳	چپ کرے	چپ نہ کرتے
۷۹	۲	لیجائے	کیجائے
۸۱	۹	دنیویہ مین	دنیویہ
۸۵	۱۰	تہجی	متہجی
۸۶	۱۳	جانتے	جانتے ہون
۸۸	۷	کوئی	کسیکو
۹۸	۱۷	سہا	سمجہا
〃	۲۰	ہین	مین
۱۰۱	۱۱	ہر	ہنر
۱۰۲	۶	برس	برس بعد
۱۰۷	۱۴	اعفال	اغفال
۱۰۸	۱۰	سشرعین	شرع مین
۱۲۳	۲۰	شرطیہ	شرط
۱۱۳	۱۹	اصول ہین	اصول یہ مین
۱۳۳	۱۴	قریب	قرب
〃	۱۵	ہین	ہین نہین
〃	۱	تو	و

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۵	۲	لہ	کہ
۱۴۷	۳	الاہیت	الماہیت
۱۵۴	۲۲	عبادت	عبارت
۱۵۶	۹	اشفقنا	اشفقن
۱۵۷	۱۱	اجسام	انسان
۱۶۷	۱۲	اوراوراوصاف	اورصاف
۱۷۱	۲۳	صافت	اضافت
۱۷۲	۲۱	ے	ت
۱۷۸	۲	جانیوالون	پڑجانیوالون
۱۸۵	۸	خداتعالے	خداتعالے سنے
۱۹۱	۳	والصلوۃَ	والصلوۃِ
۱۹۲	۵	کسیقدر	کسقدر
〃	۱۰	اونکو	اورونکو
〃	۱۷	اسمیہ انشائیہ	انشائیہ
۱۹۵	۱	بخنتکم	بجنتکم
۱۹۷	۲۱	پس	اوس
۱۹۹	۱۵	ہو	ہوا
۲۰۲	۱	کریگا	کرونگا
۲۰۴	۶	خیر	خمیر
۲۰۶	۱۶	چہوڑے	چہوئے
۲۰۷	۱۱	ابلیس	ابیس
۲۱۲	ا کالم ۲	سے	اسنے
۲۱۹	۲۰	وہ مرگیا	پس وہ مرگیا
۲۲۱	۱۳	مین	طین
۲۲۳	۳	مرنے کے	مرنے کے بعد
〃	۱۷	قول	اس قول
۲۲۴	۶	کے	نے
۲۳۲	۷	کر	ایک
۲۳۴	۲۲	کرنے	مکرنے
۲۳۶	۱۵	ت	تی
۲۳۸	۱۰	اسکے مین	اسکی
۲۳۹	۳	قبل	قتل
۲۴۰	۲	فضل	فضل کو
۲۵۰	۲۱	غبطہ	غبطہ
۲۵۴	۴	کر	کرہو
۲۶۲	۱۳	ہوی	تہوی
۲۶۵	۰	اس صفحہ کو غلطی سے ۲۶۹ لکہا ہے اور اخیر تک یہی غلط ہندسہ چلا گیا ہے	
۲۹۲	۱۳	یا نصرانیت	یہودیت یا نصرانیت

الحمد للہ الحنان کہ جلد دوم تفسیر

فتح المنان

مشہور بہ

تفسیر حقانی

کہ جس میں مطالب قرآنیہ کی وضاحت کر کے

خطبه

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی اسبغ نعمہ علی العباد ؛ فارسل الانبیاء الهداة الی سبیل الرشاد ؛ بالحجج البینات والبرہان ؛ وآتاہم الآیات الباہرات و انزل علیہم الصحف والقرآن ؛ حتی محقت دجیة الضلال ؛ واشرقت الارض بنور ربہا ونارت الجبال ؛ فیا واجب الوجود ویا غایة کل مقصود صل وسلم علے جمیع انبیاءک وعلی جملة اصفیاءک خصوصًا علے سید المرسلین وتاج النبیین الذی ترشح من لسانہ امطار الحیات ؛ وسالت من بیانہ انہار النجات ؛ الذی نوّر الارض بعد ما ملأت من الظلمات ؛ وافشا التوحید بعد ما عُبدت المخلوقات سیدنا ومولانا محمد ؐ خاتم فص الرسالة فص خاتم العدالة ؛ الذی افحم مصاقع الخطباء من العرب العرباء بقصر سور القرآن واعجز بکلمة من الکلم الحکمیة حکماء الزمان ؛ صاحب مفاتیح الناسوت والملکوت ؛ ناظورة دیوان الجبروت واللاہوت صلعم لا یدرک لو اصف المطرے خصائصہ ؛ وان یک سا بقا فی کل ما وصف ؛ وعلی آلہ الابرار وصحابہ الاخیار الذین حرکاتہم سکناتہم وافعالہم وکلماتہم معیار لتہذیب الاخلاق ؛ والذین ہدوا العالم ودعوا الناس الی دین الاسلام بالکرامات التی مثل معجزات انبیاء بنی اسحاق ؛ حتی وضحت الطرق وانکشف المحجة ولم یبق للمنکرین حجة ؛ **اما بعد** فقیر حقیر **ابو محمد عبد الحق** بن محمد امیر یہہ کہتا ہے کہ اہل اسلام کی خیر خواہی اور دین و دنیا کی بہلائی ہر زمانہ اور ہر ملک مین جلّ الله ہے ؛ کبہی زبان تلوار کا کام دیتی ہے اور جبکہ کجرو کج فہم تقریر سے نہین سمجہتے تو (جسطرح شفقت پدر بچے کو امور مصلحت پر مجبور و مقہور کرتی ہے اسیطرح) '' غیر متناہی بوسیلہ خاصان درگاہ سیاست سے کام لیتی ہے جب بنی العباس کے عہد مین حکمت **یونانیہ** وفلد اسلام پر حملہ کیا تو علماء کلام کے اقلام نے نیزون کا کام دیا جب صحابہ اور

جسطرح مدرسہ اندلس مین صدہا علوم دنیویہ کا اپنے اور بیگانون کو درس دیا گیا اسیطرح قرآن مجید کے متعلق بیشمار علوم کو مدون کیا گیا کہ جسکا دسوان حصہ بھی عہد آدم سے لیکر ابتک کسی قوم نے اپنی کتاب الہامی کے لیئے ایجاد نہین کیا اسی لیئے زمانہ نزول سے ابتک جسطرح قرآن مجید محفوظ ہے کوئی کتاب نہین - اور جسطرح اسلام کا شجر طوبے اثر زمین پر ابر رحمت کیطرح پھیلتا گیا ہر ملک و ہر شہر کو اُسنے اپنے حیات بخش پھلون اور پھولون سے بہرہ ور کیا اور اپنے ظل عاطفت سے بہرہ یاب فرمایا تو وہین خدا تعالےٰ نے اہل سیف و قلم کو اُسکا حامی بنایا - جنہون نے بوم منش اور موش طبع لوگون سے اسکو ہر طرح بچایا چنانچہ جو ہندوستان [illegible] تاریکی جہالت و بت پرستی سے چھوڑایا اور اپنے قدرتی نور سے منور فرمایا تو یہان [illegible] حامی اور مددگار پیدا کر دیئے جسقدر [illegible] خاصان خدا اسکو نسیم لطف اور ابر رحمت سے بجھاتے رہے ۔ پس جسطرح آمد بہار سے پہلے درختون پر خزان آتی اور باغ مین ہوا صرصر چلتی [illegible]

۱ چنانچہ علم ریاضی کے متعلق زیج اور اُکر اور صطرلاب اور مرایا و مناظر کہ جسکا اثر آج کل فوٹو گراف و نقشہ نویسی ہے اور جبر و مقابلہ وغیرہ علوم زندہ کیا اور رصد بنائی اور ستارونکی چال وغیرہ فنون ہیئت مین صدہا ایجاد کیئے - حساب و ہندسہ کے اصول کو ازسرنو قائم کیا ۔ فن عمارت و فلاحت مین یہ لوگ استاد زمانہ مانے گئے - مساحت کے اصول سب سے بیشتر عرب نے قائم کیئے - جہازرانی اور ستارون کے حساب سے سمندر مین سفر کرنا اول اسلامیون ہی نے رواج دیا ۔ پھر طبعیات مین علم العناصر کہ جس سے ہوا اور پانی اور زمین اور کرہ نار کے عجائب حالات معلوم ہوتے ہین اور پھر علم الجمادات کہ جس سے زمین کے معدنیات کی کیفیت اور جواہرات اور زمین سے سونا چاندی نکالنے کی کیفیت اور پہاڑون اور دریاؤن اور چشمون کے پیدا ہونیکے حالات منکشف ہوتے ہین اور علم ( ) کہ جسمین درختونکے سرخ سبز پہول آنے اور اونکے ثمرات کے مختلف مزہ ہونے اور زمین کی جڑی بوٹیونکے خواص سے بحث ہوتی ہے ۔ اور علم الحیوان کہ حیوان کے انواع و اصناف کے عجائب حالات سے گفتگو کیجاتی ہے اور علم کیمیا کہ جسکو کمسٹری کہتے ہین جسمین استحالات عناصر سے بحث ہوتی ہے وغیرہ علوم اہل اسلام ہی استاد ہین - پھر جسقدر منطق اور فلسفہ کو حکماء اسلام نے ترقی دی وہ بھی ظاہر ہے ۔ قدمائے یونان کی کتابون مین ایساغوجی یعنی کلیات خمس وغیرہ چند سڑے بُسے مسائل مذکور ہین لیکن اسلامیون نے تو اوسکو اس حد تک پہنچایا کہ جسکے بعد پھر ترقی کا کوئی مرتبہ ہی باقی نرہا ۔ اور اسیطرح علم حکمت نظریہ کو از سرنو زندہ کیا اور حکماء یونان کے اغلاط پر بحث کرکے ایک نیا فلسفہ قائم کر دیا کہ جسکو علم کلام مین بطور مبادی کے ذکر کیا جاتا ہے اسیطرح حکمت عملیہ مین تہذیب اخلاق اور سیاست مدن اور تدبیر منزل کے وہ اصول قائم کیئے کہ جنکو اسوقت کے فلاسفر بھی مانتے ہین ۔ پھر جغرافیہ اور تاریخ مین بھی حکماء اسلام استاد مانے گئے ہین - اور اُن عجائب صنعتون کے ذکر کی تو یہان گنجایش ہی نہین کہ جنکو اسلامیون نے اپنے زمانہ مین ایجاد کیا تھا چنانچہ ہارون رشید کے حکم سے بغداد کے دو عالمون نے کوفہ اور سنجار کے صحرا کا ایک درجہ محیط ناپ کر زمین کا محیط تخمیناً ساڑہے چوبیس ہزار میل ثابت کیا اقلیدس اور مجسطی کی شرح کی بطلیموس کے زیچ کو درست کیا ۔ منطقۃ البروج کی تعدیل کا حساب لگایا ۔ سمرقند مین رصد بنائی ہیبت اللہ بن حنین بغدادی نے نور کی رفتار کا اندازہ نکالا اور اسیطرح توپ و بندوق کا ایجاد بھی انہین کے زمانہ مین ہوا ہے او جر ثقیل کا بھی اور فن طب مین بھی جو کچھ ترقی اونکے عہد مین ہوئی وہ بیان سے باہر ہے + اور فن عروض و قوافی تو خاص انہین کا حصہ ہے چونکہ اس بیان کی تفصیل کو بڑی ضخیم کتاب درکار ہے لہذا اس بیان کو مین صرف دو باتون پر تمام کرتا ہون (۱) یہہ کہ اسوقت مین جن چیزونمین ترقی اہل یورپ نے کی ہے جیساکہ تار برقی ریل گاڑی دخانی جہاز تار پیڈو ڈائنامیٹ وغیرہ عمدہ صنعتین اور کپڑا بنانے کے کارخانے اور دیگر کارخانجات یہہ سب تخمیناً پچاس ساٹھہ برس سے مختلف ملکون مین مختلف لوگون کے ہاتہ سے مروج ہوئے ہین - روم او مصر کے اہل اسلام بھی انہین شریک ہین اور لندن کی کچھ خصوصیت نہین فرانس جرمن روس وغیرہ کل ممالک مین ہین انکے اصول پہلے ہی اہل اسلام مین تھے اور یون ہمیشہ ہر زمانہ [illegible] مین ترقی و تنزل ہوتا آیا ہے (۲) یہ کہ یورپ کے بڑے بڑے محقق بھی اس شاگردی اہل اسلام کے مقر ہین - چنانچہ سدلیو کہ جو علم [illegible] کے ملک مین بڑا مدرس تھا [illegible] ہسٹری آف اسلام مین کہتا ہے کہ قوم عرب بلاشک ہمارے یعنی یورپ کے استاد ہین جس سے انکار نہین ہوسکتا اور انہون نے وہ سامان مہیا کیئے کہ جن سے [illegible] یہ تاریخین ہین اور انہون ہی نے حالات سفر کو قلمبند کرنا شروع کیا الخ اور وہی صناعی اور دستکاری مین

چند عرصہ سے اس شجر اسلام پر بہی خزان کے جہوکے چل رہے ہین جسسے دشمن خوش اور دردمند کف افسوس مل رہے ہین: جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ اسکے انصار و مددگار شراب غفلت و نفاق پیکر بیہوش اور مست بخواب خرگوش ہوئے تو مخالفون نے میدان خالی پاکر اپنا کام کیا۔ اسکی دولت اور اسکی شوکت اور اسکی سلطنت و حکومت اور اسکے علوم و فنون کا کام تمام کیا۔ تخمیناً سو برس کے عرصہ سے بڑی دور و دراز سے ایک قسم عیسائی دانشمند آزادی پسند دنیاوی کامون اور صنعتون مین ہوشیار کاروبار مملکت مین پر فن و بیدار ہندوستان مین آئی اور اپنے ساتہہ ہی صدہا جہاز در آگبوٹ الحاد اور شراب خواری و زنا وغیرہ کے لائی اول تو یون ہی مسلمانونکی حالت خراب تہی اوسپر اس آزادی اور الحاد کی برانڈی نے تو وہ آفت ڈہائی کہ ؎ ازان افیون کہ ساقی در مے افگند ❊ حریفانرا نہ سر ماند و نہ دستار ❊ جس سے غفلت اور باہمی نزاع اور بیدینی نے ہر طرف سے لہر کر دینی و دنیوی ترقیون سے محروم کر دیا۔ اور مخالفونکا دل خوش کرنیکو ایک قسم نے تو وہ طرز اختیار کیا کہ گویا اہل یورپ کا پورا جامہ ہی پہن لیا۔ جسطرح وہ لوگ برائے نام عیسائی ہین اور درحقیقت سخت ملحد نہ خدا کے قائل نہ ملائکہ و حشر و نشر ثواب و عقاب و حلال و حرام طاہر و نجس کے مقر نبی کون ایک ریفارمر (ناصح) الہام اور کلام ملائکہ کیا مجنونونکی خیالی بڑ ہے اسیطرح یہ لوگ

سا مرتبہ کمال کو پہنچے جسکی انتہا نہین الخ اور جہانتک ہمکو معلوم ہے۔ گویا وہ ایک شمہ عرب کی اوس اصلی فضیلت کا ہے کہ جو آجتک ہمکو معلوم ہی نہین ہوئی ہر کیف عرب کی قوم ہمارے جملہ فضل و کمال کا اب بہی سرچشمہ ہے۔ اور جن کمالات کو ہم یہہ سمجہتے تہے کہ یہ اور لوگونکی ایجاد ہونگے وہ اب ہمکو اونکی ن کے دیکہنے سے معلوم ہوتا چلا جاتا ہے کہ اصل مین سبکے موجد عرب ہی ہین۔ پہر یہہ مورخ اپنی تائید مین سکندر ہمبالٹ جرمنی کا یہہ قول نقل ماہے عرب کی قومونکو خدا تعالےٰ نے اسلیئے پیدا کیا تہا کہ وہ علوم و فنون اور اسباب تمدن کو ان مختلف قومون تک پہونچادین جو فرات کے کنارہ سے ہسپانیہ کی وادی کبیر تک پہیل رہے ہین۔ چنانچہ ان تمام قومون نے جملہ کمالات اسی قوم عرب سے حاصل کیئے تہے الخ اور ما نیا کی قوم نے باب تمدن مین جو کچہ حاصل کیا اوسکو اوسکو آباد عرب ہی کے فتوحات کے زمانہ طویل کے بعد آیا۔ اور عرب ہی سے اوسنے سیکہا عرب جہان جاتے تہے اپنے طریق تمدن کو گویا ساتہہ لیجاتے تہے اور جہان وہ قیام کرتے تہے وہان اونکی طریق تمدن پہیل جاتا تہا چنانچہ اونکی عادت تہی کہ جس ملک مین رہ گئے وہان انہون نے اپنی زبان اور اپنے علوم اور اپنا دین اور اپنے اخلاق مہذب کو شائع کرنا شروع کیا الخ انتہے ملخصاً اور تاریخ ڈروی مین جسکا مصنف فرانس کا وزیر عظم ہے یہہ لکہا ہے کہ ایک زمانہ مین اہل یورپ تاریکی جہالت مین ٹکرین مارتے پہرتے تہے کہ دفعتاً اون پر سمت اسلامیہ کی جانب سے ایک نور علوم ادبیہ اور فلسفیہ اور فنون صناعی اور دستکاریون وغیرہ کا پرتو افگن ہوا کیونکہ اوس زمانہ مین شہر بغداد اور بصرہ اور سمرقند اور دمشق اور قیروان اور مصر اور فارس اور غرناطہ اور قرطبہ وغیرہ علوم و فنون اور صناعی کے مرکز تہے اور جہان کہین کمالات علمی اور عملی پہیلے انہین شہرونمین سے پہیلے اور قرون متوسطہ مین اہالیان یورپ انہین شہرون میسے علوم و فنون کو اوڑا لیگئے انتہے۔ اور گاڈفری ہیگنس کہتے ہین (۱۱۰) مین بخوبی جانتا ہون کہ عیسائی لوگ مسلمانون اور اونکے مذہب اور انکی ہر ایک شے پر نظر حقارت سے دیکہتے ہین مگر وہ تحقیق کرین تو معلوم ہوجائے کہ اہل اسلام اپنے مذہب پر قائم ہونیکے تہوڑے ہی عرصہ کے بعد تمام روے زمین پر سبسے زیادہ فیاض اور سبسے زیادہ باعلم قوم ہوگئی۔ اور متقدمین کے علوم مفیدہ بہی ہمکو بیشتر اونہین کے ذریعہ سے پہونچے۔ مسلمانون کے مذہب مین فیاضی اور تہذیب اخلاق کے اکثر مسائل ہین۔ اور جاہل متعصبون کا اونکے مذہب پر الزام لگانا جیسا کہ وہ اس زمانہ مین رسوا ہے محض بیجا ہے جیسا کہ دین عیسوی کو اوسکے پادریون اور اوسکے معتقدون سے ہے (۱۱۱) فرنگی اوس فوقیت پر (کہ جو اونکو مسلمانون پر علوم اور فنون اور فوج مین ہے) بڑے نازان ہین اور جو کوئی اونکی گفتگو سُنے تو یہی جانے کہ زمانہ سابق مین کوئی قوم اس سے عمدہ اور مفید تحصیل مین کبہی فائق نہین ہوئی حالانکہ یہ دہوکا ہے کیونکہ بجز چند فروعات اوس حکمت عملی کے کہ جو تجربہ سے متعلق ہے اور سوائے کارخانون کے اور کوئی بات ایسی نہین کہ جو خلفاء کی رعایا مین نہ تہی اور اب گریٹ برٹن مین حاصل ہے انتہے ملخصاً اور جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب مین مؤشم مورخ کا یہہ قول نقل کرتے ہین یہ بات یقینی ہے کہ اوس زمانہ مین اہل عرب نے ملک ہسپانیہ دائمی

نبی اور ملائکہ اور الہام اور جبرئیل اور خرق عادت انبیاء علیہم السلام کے معجزات نعماء جنت اور جہنم کے وہ عقوبات
کہ جو نصوص قرآن سے ثابت ہین ان سب باتون کے منکر اور حلال وحرام وطہارت ونجاست وغیرہ جملہ احکام اسلام
نافرمان ہین اور سپر نام کے مسلمان پھر ان کفریات اور پادریون اور ملحدان یورپ کے معتقدات کا نام تحقیق اور ترقی
اسلام رکھکر صدہا دولت مندون آزادی پسندون کو تفسیر کے پیرایہ مین ملحد وگمراہ بلکہ حقیقی اسلام کا بدخواہ بنادیا حیف
صدہا کو روحانی زہر کا پیالہ پلا دیا **لہذا** اس فقیر کو بھی حمیت ایمانی اور اہل اسلام کو نفع رسانی نے مجبور اور الہام الٰہی نے
مجھ سے بے لیاقت کو اُردو مین ایسی تفسیر لکھنے پر مامور کیا۔ اے الٰہ العلمین تو قادر مطلق اور تیرا کلام مقدس اور
تیرے سب انبیاء برحق مین تیرے وعدہ مین کوئی شک وشبہ نہین مجھکو وہ بات اس کتاب مین تلقین فرما کہ
کہ جو تیرے نزدیک حق اور بجا ہو اور لغزش وخطا سے بچا۔ انک علی کل شیٔ قدیر وبالاجابۃ جدیر انت حسبی ونعم الوکیل ؎

بہت سے مدرسہ جاری کئے تھے اور ان مدرسون مین ہزارون طالب عربی فلسفہ اور حکمت کی تعلیم پاتے تھے اور یہ ان علوم نوادر سیسا ن
تھے۔ ہمین اسبات کا یقین کرنا چاہئے کہ تمام قسم کے علم یعنے طب وطبعیات اور فلسفہ اور ریاضی چودہوین صدی سے یورپ مین جاری ہوئی یہ سب اصل مین عرب
کے مدارس فلسفہ سے سیکھے گئے تھے بالخصوص **اندلس** کے اہل اسلام تو فلسفۂ یورپ کے بانی خیال کئے جاتے ہین الخ اہل روما اور گوتھہ لوگون نے ہسپانیہ کو دو سو برس
مین فتح کیا تہا مگر اہل عرب نے صرف بیس برس مین اس ملک کو فتح کیا اور کوہ پرنیز سے اوتر کر اوس طرف فرانس مین پہنچ گئے اونکو علمی ترقی بھی ایسی جلد حاصل ہوئی
جیسی اونہین فتحین حاصل ہوتی تہین انتہے ملخصاً اور **ہنری لوئیس** کی تاریخ فلسفہ مین یہ لکہا ہے مسلمانون ہی کی وجہ سے یورپ مین علم اور فلسفہ پہنچا
اس امر خاص مین یورپ ... اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہہ ہے کہ انہون نے علم ہندسہ اور **طب** اور کیمیا
مین بڑی کوشش کی اور انہین کی ... سے اپین سے فرانس ہوکر فرنگستان مین علم پہیلا انتہے اور ڈاکٹر **ٹیلر سکندر فریزر** اپنی کتاب
حصہ مین کہتا ہے کہ فرنگستان مین جو علوم کا چرچہ ہوا سو وہ عربون سے ماخوذ ہوا ہے الخ عربون نے خاص اون کتابون پر التفات کی ... سی
او طبعی اور الٰہی مندرج تہے۔ اور فرنگستان کے ممالک مغربی بھی عرب کے ترجمون کے وسیلہ سے ان علمون سے آگاہ ہوئے شاہ ... ہ فرانس نے
ان علمونکو زبان عربی سے لاطینی مین ترجمہ کردایا۔ دستکاری کے صنائع بدائع ممالک فرنگستان مین بہت کم تہے مسلمانون ... و ترقی بخشی اور علم
معماری بہی اہل فرنگ نے عربون سے حاصل کیا جسمین بڑی شان وانداز اور پاکیزگی نمایان ہوتی ہے انتہے ملخصاً۔ اسکے ... ہت سے مورخین اہل یورپ کے
اقوال ہین جنکے ذکر کا یہان مقام نہین۔ مگر سبکی تصدیق کے لئے **لارڈ ڈفرن صاحب بہادر** ویسرائے ... ہیچ کہ جو اونہون نے چندروز
ہوئے جہاز سے اوترتی ہی بمبئے مین اسلامیون کی بابت بیان کی ہے۔ اور جسکو جنوری ۱۸۸۵ء مین انگریزی ... ا**اعیان** دیسی اخبارات نے چہاپا ہے} کافی وافی
ہے۔ اس بیان سے میری غرض یہ نہین کہ اہل اسلام کے سوا اور کسیکو دنیاوی امور مین ترقی نصیب نہین ہوئی ... یہ مقصود کہ جن لوگون کا
یہ خیال ہے کہ (پابندی ملت اسلامیہ دنیاوی ترقیون سے مانع ہے) محض غلط ہے اور اسپر کوٹ پتلون پہنکر اسلام کو بنظر حقارت ... دیکہنا اور دنیاوی ترقی
کی طمع دیکر سادہ لوح مسلمانونکو ملحد بنانا اور کچہہ ٹوٹی پہوٹی انگریزی زبان سیکہکر بہ تکلف یورپین بنا سخت بیوقوفی اور بڑی حماقت ہے اگر پابندی اسلام مانع
ترقی ہوتی تو اہل اسلام ترقی مین سب پر سبقت نہ لیجاتے۔

حاشیہ متعلق صفحہ ۹ وہ علوم کہ جو قرآن مجید سے متعلق ہین اور جنکو خاص علماء اہل اسلام نے ایجاد کیا ہے بہت سے ہین مگر یہان بطور نمونہ کے چند علوم ذکر کرتا ہون
(۱) **صرف** کہ جس مین مصدر سے ماضی مضارع بنانا وغیرہ باتین مذکور ہوتی ہین (۲) **علم نحو** کہ جس مین لفظ عربی سے باعتبار اعراب وبناء کے
بحث ہوتی ہے اور ان دونون علمون بغیر زبان عرب پر واقفیت مشکل ہے۔ (۳) **علم معانی** کہ جس مین کلام عرب کے اون حالات سے بحث
ہوتی ہے کہ جنکی وجہ سے کلام مقتضے حال اور مقام کے مطابق ہوتا ہے کہ جسمین اسناد خبری اور مسند الیہ اور مسند اور متعلقات فعل اور قصر
اور انشاء اور فصل وصل ایجاز اطناب مساوات کے احوال بیان ہوتے ہین (۴) **علم بیان** کہ جس سے ایک مطلب کو باعتبار وضاحت وخفاء کے
چند طور سے ادا کرنا معلوم ہوجاتا ہے اور اسمین تشبیہ اور مجاز اور کنایہ واستعارہ وغیرہ ان امور سے بحث ہوتی ہے کہ جن سے انسان کلام مین تعقید
معنوی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہہ دونون علم فصاحت وبلاغت کلام سے متعلق ہین جو اہل زبان ہین وہ تو اپنے ذوق سلیم سے جانتے ہین مگر اس علم کی

سورۂ فاتحہ

یہہ سورۃ مکیہ ہے یعنی آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام پر مکہ مین سورۃ اقرا اور نون و مزمل و مدثر کے بعد نازل ہوئی تہی نزول مین گو موخر ہے مگر قرآن مجید مین سبسے اول یہ سورۃ ہے اور اسی سے قرآن شروع ہوتا ہے اور اسی لیئے اسکو فاتحہ کہتے ہین ۔ اسکا یہی نام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے روبرو قرار پاکر صحابہ مین مشہور و معروف تہا ۔ گو اسکے اور بہی نام ہین جیسا کہ سورۃ شفا کہ اسکی تاثیر سے روحانی اور جسمانی شفا حاصل ہوتی ہے ۔ اور ام القرآن کہ یہہ تمام قرآن کی اصل ہے اور سب علوم قرآن اسمین جمع ہین ۔ اور تعلیم المسئلہ کہ اسمین خدا تعالے نے بندونکو سوال کرنا سکہایا اور آداب دعا کو بتلایا ہے ۔ اور سبع المثانی کہ اسکی سات آیت ہین اور ہر نماز مین دوبارہ پڑہی جاتی ہے ۔ لیکن الحمد تو اسکا (اسلیئے کہ اسمین خدا کی حمد ہے) مشہور نام بین العوام ہے ۔ اور اسیطرح کافیہ اور کنز اور اساس وغیرہ بلحاظ صفات اور بہی نام ہین کہ جن سے اس سورۃ کی فضیلت اور عظمت ثابت ہوتی ہے +

وجہ سے قرآن کے اسرار فصاحت و بلاغت ظاہر ہوتے ہین اور اعجاز ثابت ہوتا ہے (۵) علم بدیع کہ جس سے کلام کی معنوی اور لفظی خوبیان معلوم ہوجاتی ہین جیسے استخدام اور ترصیع و تجنیس وغیرہ امور سے بحث ہوتی ہے (۶) علم مفردات کہ جسمین باعتبار معنی اصلی کے الفاظ سے بحث ہوتی ہے ۔ (۷) علم رسم الخط کہ جسمین قرآن کی طرز کتابت سے بحث ہوتی ہے کہ فلان لفظ کو یون اور فلان کو یون لکہنا چاہیئے (۸) علم تجوید کہ جسمین طرز تلفظ قرآن سے بحث ہوتی ہے اس علم مین آنحضرت کے لب لہجہ کو جو ادا قرآن سے متعلق ہے محصور کیا ہے کہ یہ اور لو لو نکما وغیرہا عمدہ عمدہ باتین اس فن مین مذکور ہوتے ہین (۹) علم عروض و قوافی اس علم کو خلیل وغیرہ نے ایجاد کیا ہے گرچہ قرآن کا نظم سے ہے مگر فواصل آیات کی پوری کیفیت اسی علم سے معلوم ہوتی ہے ۔ (۱۰) علم کلام کہ جسمین ادلہ عقلیہ و نقلیہ سے مبدء و معاد کے بابت جو کچہہ قرآن یا پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہے درج ہے اس فن مین باری تعالے کی ذات و صفات و نبوت و ملائکہ و عالم آخرت وغیرہا کے متعلق جو کچہہ اہل اسلام کے عقائد ہین اونسے بحث ہوتی ہے (۱۱) علم فقہ کہ جسمین قرآن و احادیث و اجماع و قیاس سے جو مسائل کہ قوت عملیہ کے متعلق ثابت ہین مذکور ہوتے ہین اس فن مین نماز و روزہ و حج و زکوۃ و بیع و شراء کے متعلق جو کچہہ قرآن مین آیا ہے اونکا خلاصہ مذکور ہوتا ہے جسطرح کہ کلام مین خلاصہ عقائد (۱۲) علم فرائض بہی اسیکی ایک شاخ ہے (۱۳) اصول فقہ کہ جس سے ادلہ اربعہ قرآن و حدیث اجماع و قیاس سے مسائل فقہ استنباط کرنیکا سلیقہ حاصل ہوتا ہے اس فن مین عام خاص مشترک ماؤل ۔ عبارت النص اشارۃ النص دلالۃ النص اقتضاء النص محکم و متشابہ خفی و مشکل ماؤل ظاہر و نص وغیرہ امور سے بحث ہوتی ہے ۔ منطق اور علم کلام اور لغت کے مسائل بہی اس فن مین بطور مبادی کے جانتے ہین حسن و قبح عقلی کی بحث بہی اس فن مین ہوا کرتی ہے ۔ یہہ علم دریا بیکنار ہے اسکی شاخ (۱۴) علم الجدل والخلافیات ملحق ہین اور باب قیاس سے از حد ارتباط ہے اور (۱۵) علم مناظرہ کہ جسمین بحث کے قواعد مذکور ہین اسی فن کی ایک شاخ ہے (۱۶) علم اصول حدیث کہ جسکی وجہ سے نقل اور روایت مین جو کچہہ غلطیان اور جہوٹے لوگونکی ملونیان ہین اسطرح جدا ہوجاتی ہین کہ جسطرح دودہ سے پانی اس فن مین متواتر اور مشہور اور عزیز و غریب وغیرہ اقسام روایت مذکور ہوتے ہین اور (۱۷) علم اسماء الرجال بہی اسکی ایک شاخ ہے جسمین راویون کی تاریخ اور اونکی راست گوئی اور دیانت داری اور حافظہ وغیرہ وہ حالات کہ جو روایت سے متعلق ہین مذکور ہوتے ہین ۔ (۱۸) علم حدیث کہ جسمین نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اقوال و افعال و سکوت اور اسیطرح صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال و سکوت کو نقل کیا جاتا ہے یہ وہ فنون ہین کہ جن پر اہل اسلام تمام بنی آدم پر فخر کرسکتے ہین ۔ انہین فنون کے وسیلہ سے مسلمانون نے اپنے نبی علیہ السلام کی ہربات کو نہایت صحت اور تحقیق کے ساتہ اپنی کتابون مین جمع کردیا ہے ۔ امام بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہم محدثین کو خدا تعالے نے وہ قوت حافظہ عطا کی تہی کہ جنکو بلا تفاوت حرف مع اسناد ہزارہا احادیث یاد تہین اور کہرے کہوٹے کے پرکہنے مین انکی زبان معیار تہی اسلیئے جو منصف مزاج اہل اسلام کے اصول روایت اور کتب حدیث کو جانتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ اہل کتاب کے بیبل کو صحیح بخاری سے صحت روایت مین کچہہ بہی نسبت نہین ۔ حضرت مسیح کی تاریخ کو گرچہ برناس وغیرہ بہت عیسائیون نے بڑی احتیاط سے لکہا ہے کہ جنکو عیسائی الہامی اور حضرت مسیح کی اصل انجیل سمجہتے ہین مگر خود ان پانچ چہہ جزکی کتابون مین مصنفون نے بہت غلطیان کی ہین اور ایکنے دوسرے کے برخلاف بیان کیا ہے اور ان مین سے متی اور مرقس اور لوقا اور یوحنا کی انجیلین (تاریخین) صحیح بخاری و مسند احمد بن حنبل کا بیوان

شان نزول

کتاب دلائل مین بیہقی نے اور واحدی نے (بطریق یونس بن بکیر عن یونس بن عمرو عن ابی میسرہ عمرو بن شرحبیل
یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ رضہ سے فرمایا کہ جب مین تخلیہ مین ہوتا ہون تو آواز غیب سنتا ہون
جس سے مجکو ایک دہشت معلوم ہوتی ہے خدیجہ رضہ نے سُنکر عرض کیا کہ آپ ابوبکر رضہ کو ساتھ لیکر ورقہ بن نوفل کے
پاس جائیے اور اس واقعہ کو بیان کیجئے۔ چنانچہ حضرت اونکے پاس تشریف لیگئے انہون نے عرض کیا کہ یا حضرت جب
وہ ہاتف غیب آپ کو پہر اوسی طرح سے یا محمد یا محمد کہہ کے پکارے تو آپ ٹھہر کر اوسکی بات سنئے وہ کیا کہتے ہین
پس آپنے ایسا ہی کیا کہ جب آواز آئی تو آپنے کہا لبّیک اوسنے کہا کہہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الخ
اتقان- اور اسیکے قریب قریب مولانا یعقوب چرخی نے حضرت علیؓ و ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے ؛
اگرچہ یہہ روایات خبر احاد ہین مگر بر تقدیر ثبوت یہان ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ جب ایکبار اقرا و [illegible]
مدثر نازل ہوچکی تھی تو پہر آپکو آواز جبرئیل سے دہشت کیون معلوم ہوئی اور آپ اس واقعہ کو ورقہ کے پاس کیون
لیگئے کیا خود نہ جان سکے ؛ اسکا جواب یہ ہے کہ گو آپ نبی تھے اور تزکیہ نفس مین تمام نفوس قدسیہ کے سرتاج
مگر انسانیت کے جامہ مین تھے کہ جسکا ایک جزء بہیمیت ہے اور جب بہیمیت پر ملکیت کا اثر قوی ہوتا ہے تو
اوسپر اس فعل و انفعال سے ایک تشویش پیدا ہوتی ہے کہ جسکو گھبراہٹ یا خوف جو چاہو سو کہو اور اسلیئے ایکبار
یا دو بار یہہ بات آپکو ابتدا نزول وحی مین پیش آئی پھر نہین ؛ اور ایسی حالت مین انسان کا مقتضائے طبعی ہوتا ہے
کہ کسی دانشمند ہم جنس سے ملکر اُنس پیدا کرے سو ورقہ چونکہ اہل کتاب و ذی علم و صاحب شعور تھے اسلیئے اونکے پاس
جانیکا اتفاق ہوا ؛ کچھہ تعلیم و تعلم کے طور پر نہ گیئے تھے اور نہ مرید ہو کر تلقین پانے اور فیض اوٹھانے کے لیئے جیسا
حضرت عیسےٰ علیہ السلام حضرت یوحنا کے پاس مرید ہونے اور اصطباغ پانے گئے تھے جیسا کہ انجیل متی کے ۳ باب مین
ہے - اور اس بیہودہ وسواس کا جواب (کہ جبرئیل کوئی چیز نہین اور یہ آواز خیالی مجنون کے تخیلات کے مشابہ تھی) ہم مقدمہ کتاب مین دے چکے ہین

حصہ بھی نہین تاہم اونمین بھی بہت سے اغلاط ہین اور استبعاد عیسائیون نے جو کچہ اپنے خیالات کی تائید مین الحاق کیا ہے وہ علاوہ ہے اور نہ کسیکے پاس کوئی
سند متصل مؤلف کتاب تک ہے۔ پھر کس اعتماد پر عیسائی مسلمانون کے روبرو تاریخ دانی کا دعوے کیا کرتے ہین (۱۹) **علم قصص** کہ جسمین قرآن مجید کے
تمام قصون کو علماء نے اپنی کتابون مین نصیحت و عبرت کے لیئے ترتیب وار جُدا لکھا ہے (۲۰) **علم تصوف** کہ جسکو قرآن کی اون آیات سے
کہ جو انسان کی کیفیات قلب حب و توکل و خوف و رجاء وغیرہ ملکات فاضلہ کو جلا دیتے ہین) اخذ کرکے مدون کیا ہے اس فن مین بہ [illegible]
کتابین ہین (۲۱) **علم تفسیر** کہ جسکا بیان مقدمہ کتاب مین ہوا ؛ یہ علم بھی ایک بحر ذخار ہے جسکی تفصیل کی یہان گنجایش نہین ہے [illegible] علاوہ ان کے
اور بھی علوم ہین ۱۲ منہ

— سہ بوت کو بھی مانا ہے

تفسیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ شروع اللہ کے نام سے کہ جو نہایت مہربان اور رحمت کرنیوالا ہے۔ یہ تو سب علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ اس سورہ فاتحہ کے سات آیتین (جملہ) ہین مگر اسمین اختلاف ہے کہ آیا بسم اللہ بھی اونمین داخل ہے کہ مجموعہ کا نام سورہ فاتحہ رکھا جاوے یا بسم اللہ کو (کہ جو قرآن مجید کا جزء اور بلاشبہ کلام الٰہی ہے) اس سورہ کے اول بلکہ سب سورتون کے اول مین اسلئے لکھہ دیا گیا کہ ایک سے دوسری سورۃ مین فرق ہوجاوے اور اس سے سورہ کا ابتداء کرنا باعث تبرک سمجھا جائے پس مدینہ اور بصرہ اور شام کے قاریون اور فقہاء کا یہی قول ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ یہہ جزء سورہ نہین محض فصل اور تبرک کیلئے لکھی گئی ہے۔ اور یہی بات قوی ہے کیونکہ بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر نماز کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے اور اسیطرح طبرانی اور ابن خزیمہ اور ابوداود وغیرہم محدثین کی روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت نماز مین بسم اللہ کو آہستہ پڑہتے تھے اور الحمد للہ رب العلمین کو پکار کر پڑہتے تھے پس جب یہہ ہے تو بسم اللہ الحمد کا جزء نہین کیونکہ سورہ مین سے ایک جزء کا خفیہ پڑہنا کوئی وجہ نہین رکھتا اگر یہہ جزء ہوتی تو اسکو بھی پکار کر پڑہتے۔ اور مکہ اور کوفہ کے قاری اور فقہاء اسکو جزء الحمد سمجھتے ہین اور امام شافعی اور عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی مذہب ہے اور اسلئے یہہ لوگ اسکو نماز مین پکار کر پڑہتے ہین۔ اور انکے پاس بھی دلائل ہین ؛ مگر نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ نے اس بارہ مین کسی بات کی صراحت نہین کی دونون فریق اپنی اپنی رائے سے اپنے مذاہب کو احادیث سے ثابت کرتے ہین ؛ پہر جو اسکو جزء الحمد کہتے ہین اونکے دو قول ہین بعض کی یہ رائے ہے کہ یہہ آیت پوری ہے اور بعض کہتے ہین آیت کا ٹکڑا ہے بلکہ اگلا جملہ ملکر ایک آیت ہوتی ہے۔ پس جنکے نزدیک بسم اللہ ہی ایک آیت پوری ہے تو اونکے نزدیک صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ایک آیت ہے۔ اور جنکے نزدیک نہین تو وہ صراط الذین انعمت علیہم ایک آیت اور غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کو دوسری آیت کہتے ہین واللہ اعلم ؛

ترکیب

لفظ با جار اور اسم مجرور مضاف اللہ مضاف الیہ موصوف اور لفظ الرحمن الرحیم دونون یکے بعد دیگرا اسکی صفت موصوف وصفت جو مضاف الیہ ہے اپنے مضاف سے ملکر جار کا مجرور ہوا۔ اور یہہ جار متعلق ہے ایک فعل محذوف کے یعنی یہان اقرأ ہے کیونکہ جس چیز پر بسم اللہ پڑہی جایا کرتی ہے وہان اوسی قسم کا فعل محذوف مانا کرتے ہین جو کہاتے وقت پڑہین گے تو وہان آکل اور پیتے وقت اشرب علے ہذا القیاس پس یہ سب اپنے فعل محذوف کے ساتہ ملکر

جملہ فعلیہ ہوا: خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو اس سورت میں یہہ بتلاتا ہے کہ یوں کہا کرو نہ یہہ کہ وہ خود اپنی طرف سے یہہ کہتا ہے میں خدا رحمن و رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں تاکہ آگے چلکر یہہ کہنا پڑے کہ وہ کسی مخاطب سے یہہ کہتا ہے کہ میں تیری ہی عبادت کرتا اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں الخ: پس حاصل مطلب یہہ ہوا کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو تعلیم کرتا ہے کہ یوں کہو کہ ہم خدا کے نام سے شروع کرتے ہیں کہ جو بڑا مہربان اور رحیم ہے الخ - اِن مسائل کا ذکر اس تفسیر میں مفید عام نہیں اسلئے اُنسے قلم کو روکتا ہوں کہ بسم اللہ میں جو اسم ہے وہ سمو سے مشتق ہے کہ جسکے معنی بلندی کے ہیں جیسا کہ اہل بصرہ کہتے ہیں یا سِمۃ کہ جسکے معنی علامت ہیں جیسا کہ اہل کوفہ کہتے ہیں - اور یہہ کہ لفظ اللہ کونسے لفظ سے مشتق ہے اور رحمن متصرف ہے یا غیر متصرف - لیکن یہہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بسم اللہ میں اصل باسم اللہ تھا الف کو کثرت استعمال سے حذف کرکے اُسکی جگہ کتابت میں ب کو طویل کردیا اس لئے عربی میں لبسم اللہ لکھتے ہیں نہ بسم اللہ +

نکات متعلقہ بمعنے

وقفہ ۱ چونکہ دنیا میں انبیاء علیہم اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کا رستہ دکھا دیں اور اُس معبود حقیقی تک پہونچا دیں کہ جو عالم حس میں دکھائی نہیں دیتا نہ کسی قوت سامعہ و لامسہ و ذائقہ و شامہ سے معلوم ہوسکتا ہے اور جسکے وجود میں وہ لوگ شک کرتے ہیں کہ جنکو ان حواس خمسہ کے سوا ادراک کوئی کامل قوت ادراک عطا نہیں اور جو عطا ہے تو اُسپر شکوک و شبہات کی ہزاروں ہی غالب پڑی ہوئی ہے اور وہ تمام کاروبار کو صرف عالم محسوس پر منحصر جانتے ہیں - اور جو وجود کے قائل ہیں تو ہر امر میں اسباب ظاہرہ ہی اور اپنی تصرفات ہی کو موثر حقیقی جانتے ہیں اور اسی لئے جو چیز اسباب ظاہرہ پر مبنی نہیں (جیسا کہ معجزات و کرامات) اُن کا وجود نہیں مانتے ہیں اور اسی لئے توکل کو لغو جانکر حصول دنیا میں سرگردانی اور ناکامیابی پر سخت پشیمانی اٹھاتے ہیں الغرض ہر کاروبار میں اُس حقیقی فاعل کی طرف کہ جو اس پردہ میں آپ سب کچھ کر رہا ہے) توجہ نہیں کرتے **پس** اُنکے لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی کی معرفت اوّل یہی سبق دیا کہ ہر کاروبار میں میرا نام لیا کریں اور ہر چیز کا فاعل حقیقی اور موثر تام جانکر برکت اور استعانت کے لئے مجھی کو یاد کیا کریں سو اس لئے نبی صلعم نے کھانے پینے ہر کار خیر میں بسم اللہ پڑھنیکا حکم دیا اور یہہ سنادیا کہ جو کام اس سے خالی ہوگا وہ گو عادت اللہ کے موافق اپنے اسباب پر مرتب ہوجائیگا مگر اُس میں وہ روحانی برکت جو منعم حقیقی اور فاعل اصلی کی یاد اور اُس کی استعانت سے ہوتی تھی نہ ہوگی (اجذم اور ابتر جو احادیث میں وارد ہے اُس کے یہی معنی ہیں) اور اسی لئے اپنے کلام مقدس میں سب سے اوّل بسم اللہ کو سرنامہ بناکر لکھوا دیا **جو** شخص بن دیکھے خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور تعلیم عباد کے لئے سلسلہ نبوت کو برحق مانتا ہے

اور آسمانی دستور العمل کو بہی تسلیم کرتا ہے تو اوسکے نزدیک مکتب نبوت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم سے بہتر کوئی سبق عقل مین
نہین آسکتا۔ یہہ بات تعلیم کتاب آسمانی کے لیئے ضرور ہے اور جس الہامی کتاب مین اول یہ نہین تو اوس کتاب مین قصور رہے
(۲) ہر کاروبار مین موثر حقیقی اور خالق اسباب بلکہ جملہ کائنات سمجھکر اوسکا نام لینا اور اوس سے برکت و استعانت چاہنا
گرچہ ایسا بدیہی حکم ہے کہ جسکو فطرت سلیمہ بہت جلد تسلیم کرتی ہے اور جسمین کسی خدا پرست کو انکار نہین مگر قران نے جو
خدا کا نام لینا بتلایا ہے تو اون خوبیون کے ساتہ بتلایا ہے کہ جنکا کچہہ بیان ہی نہین ۔ ازانجملہ یہہ کہ باللہ الرحمن
نہ فرمایا بلکہ بسم اللہ الخ فرمایا تاکہ یہہ معلوم ہوجائے کہ جسطرح خدا تعالےٰ کی ذات پاک سے برکت اور استعانت طلب
کیجاتی ہے اسیطرح اوسکے نام مین بہی وہی اثر ہے دوم یہ کہ بندہ کی رسائی اور اوسکا ارتباط بحالت ابتدائی اوسکے
نام ہی تک ہے کسینے کیا خوب کہا ہے ؎ دامن تلک تو تیرے کہان دسترس مجہے ٭ تیری گلی کی خاک ہون تو بہی ہے
بس مجہے ٭ سوم چونکہ مشرکین باسم اللات والعزےٰ کہتے تہے اونکے مقابلہ مین رد شرک کے لئے بسم اللہ کہنا مناسب ہوا
ازانجملہ یہ کہ تین نام ذکر کیئے اللہ رحمٰن رحیم اور انسان کیا بلکہ ہر ممکن کے تین حال ہین اول عدم کہ جب اسکی ہستی کا
نام ونشان ہی نہ تہا جیسا کہ خود ہی فرماتا ہے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ○
کہ بلاشک انسان پر ایک ایسا زمانہ بہی گزرا ہے کہ جسمین اسکا نام ونشان نہ تہا دوم یہہ ہستی دنیا جسکو عرف عام مین زندگانی
کہتے ہین سوم اس عالم سے کوچ کرجانا کہ جسکو موت کہتے ہین یا یون کہو اول وہ زمانہ کہ جسمین اسکی روح اس قید جسمانی سے آزاد
اور عالم قدس مین شاد تہی یعنی دنیا مین پیدا ہونے سے پیشتر دوم یہ زندگی مجازی کہ جسمین ہزارہا حاجات اور بیشمار بلیات
ہر طرف سے گہیرے ہوئی ہین تیسرا پہلانے آزادی حاصل کرکے اپنے اصلی وطن مین جانے اور وہان عالم قدس مین اپنی اعمال
کی جزا پانے کا زمانہ ہے پس اسلیئے ابتداء کلام مین (کہ جو ہر کام کے ابتدا مین پڑہنا بندہ کو مناسب ہے) اپنے وہ تین نام
ذکر فرمائے کہ جو تینون حالتون سے مناسب ہین تا بندہ کو اپنے تینون حال یاد آجاوین اور تینون حالون مین خدا تعالےٰ کے
ساتہ تعلق خاص اور احتیاج بالاختصاص کا تصور کرکے جمیع امور دنیا و آخرت مین نیک چلنے اور ہر طرح کی بہلائی پر دل آمادہ ہوجائے
اور روحانی معلمونکی سب تعلیم کو برحق جانکر بصدق دل اونکو قبول کرے ۔ سو اسلیئے سب سے پیشتر اللہ کا نام ذکر کیا کہ جو اوسکی
اوس ذات مقدسہ پر دلالت کرتا ہے کہ جسمین ہر طرح کی صفات کمال و جلال پائے جاتے ہین کہ جنمین سے قدرت کاملہ بہی ہے
کہ وہ معدوم سے موجود اور موجود سے معدوم کرسکتا ہے یہہ نام پہلی حالت کو یاد دلاتا ہے اور خالق سے رابطہ بڑہاتا ہے
جب اس نام کا تصور دلمین جگہہ پکڑتا ہے تو پہر دنیا مین کسی چیز کی ہستی آنکہون مین نہین جنچتی چہ جائیکہ پہر اوسکی پرستش
کیجائے اور اس سے حاجت برآری کے خیال کو بہی دلمین جگہہ دیجائے ؎ چو سلطانِ عزت علم برکشد ٭ جہان سر بجیب

اور کسی کتاب الہامی با اسم کی تجلیات عارف کے دل پر پرتو فگن ہوتی ہین تو یہانتک محویت ہو جاتی ہے کہ اپنے آپ کو
ہو گی سوال ہمنے ا بسا میری نظرون مین تو اسقدر رہے ؛ جدہر دیکھتا ہون ادہر تو ہی تو ہے ؛ اس مرتبہ کو توحید بحت
ہے ہین تثلیث و ترجیح کا یہان کیا ذکر ہے ۔ معلم روحانی تیری تعلیم کے قربان پہلے ہی سبق مین تکمیل کرکے سعادت کو
پہنچا دیا مبدأ اصلی جل جلالہ سے ملا دیا ۔ اسم سے ابتدا سلوک تہی اوسکے مسمے اللہ پر انتہا ہو گئی ؛ اسکے بعد لفظ
رحمٰن کو ذکر کیا (کہ جو بر وزن فعلان ہے م جسکے معنے زیادہ رحمت کرنیوالا ہے کیلئے رحیم سے اسمین حروف زیادہ ہین اور
کلام عرب مین زیادتی حروف زیادتی معنی اکے لیئے آتی ہے اور اسیلئے رحیم آدمی کو کہہ سکتے ہین رحمٰن نہین کہہ سکتے
کیونکہ حد سے زیادہ رحمت اوسی کا کام ہے اور جو کوئی رحمت کرتا ہے کسی نکسی غرض سے کرتا ہے خواہ دنیا و دین کی
بہلائی ہو یا زوال حب مال یا ہمجنسیت کے عار و ننگ سے رہائی ہو ۔ اس سے قطع نظر اور جو کوئی رحمت کرتا ہے تو اوسکے
دلمین یہ جوش اوسی کی رحمت کا پرتوا ہے اور پھر یہ رحمت کرکے جو کسیکو کچھ بہلائی پہنچائیگا وہ سب چیزین خدا ہی کی
مخلوق ہین الغرض یہ لفظ اللہ ہی پر بولا جاتا ہے یہہ اسم اوسحالت دوہی کے لیئے آئینہ جہان نما ہے یا تریاق
جان فزا ہے سو لفظ اللہ کے بعد اسکے ذکر کرنے مین دو نکتہ ہین اول یہ کہ عالم ہستی دنیا مین اگر انسان جسمانی اور
روحانی ہزارون بلاؤن مین گرفتار رہتا ہے اور اسکو سیکڑون چیزونکی حاجت پڑتی ہے ۔ پس اس عالم کے مناسب کہ جسمین
مؤمن کافر بُرے بہلے سب ہین لفظ رحمٰن ہی کہ جو غیر منتہا رحمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ جسقدر مرض اوسیقدر
دوا دنیا عین حکمت ہے پس دنیا کے حوائج چونکہ غیر متناہی ہین اونکے مقابلہ مین ویسا ہی لفظ بولنا معلم روحانی کا کمال
ہے دوم یہہ کہ لفظ اللہ اسم ذات ہے اور رحمٰن و رحیم اسمار صفات اور قانون بلاغت یہ چاہتا ہے کہ اسم ذات کے بعد
وہ اسم صفت بولا جاوے کہ جو بمنزلہ علم کے خاص ہو یہان اس لفظ رحمان مین ایک اور نکتہ بہی ہے کہ تم امور
معاشرت مین اپنے بیگانے مؤمن و کافر بلکہ ہر چیز سے مہربانی اور رحمت سے پیش آؤ ۔ اور سب سے باہم رحم دلی کا برتاوا
کرو چنانچہ اسکی شرح مین وہ خود ہی فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ کہ اللہ تعالٰے کو احسان کرنیوالون سے
محبت ہے اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کہ خدا تمکو انصاف اور بہلائی کرنیکا حکم دیتا ہے ۔
اور اسکی شرح مین نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیشمار احادیث صحیحہ وارد ہین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ۔ تمام
قوانین تمدن اور رفاہ عام کے لیئے یہ جملہ اصل الاصول ہے ؎ آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است ؛ با دوستان
بلطف با دشمنان مدارا ؛ اسکے بعد لفظ رحیم کو انسان کے تیسرے حال یاد دلانیکے لیئے ذکر کیا کیلئے کہ جسطرح
لفظ رحمن مین زیادتی باعتبار کمیت کے مراد رکھکر اوسکی رحمت کو عامہ و تامہ بُرے بہلون سب کے لیئے قرار دیا گیا تہا

اب مزید علیہ لفظ رحیم کو خاص ایک جنس یعنی خدا تعالیٰ کے فرماں برداروں کے لئے خاص کیا گیا
کو لانا اُس بات کو بتلاتا ہے کہ اس جہان سے سفر کرکے جب ارواح وہاں جاویں گی تو [illegible]
سے اُن پر اُسکی رحمت خاص ظہور کرے گی کہ جسکی تفسیر نبی علیہ السلام نے اور خود قرآن نے مواضع متعددہ میں کی
ہے کہ وہاں بمقتضائے رحمت اعمال حسنہ و عقائد صحیحہ ہر طرح کی نعمت میں متشکل ہو کر نظر آویں گی - اس لفظ میں اجمالاً
آخرت کے متعلق سب باتوں کی طرف اور اُن کاموں اور عقائد کی طرف کہ جو وہاں کار آمد اور نافع ہوں گے اشارہ ہے
جس طرح کہ لفظ رحمن میں دنیاوی معاشرت کے اصول کیطرف اور لفظ اللہ میں اُسکی ذات و صفات کے متعلق باتوں
کیطرف اشارہ تھا - یہہ بسم اللہ گویا انسان کے لئے اُن تمام الہامی باتوں کا (کہ جو انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے یا
بطور الہام عقل کتب مقدسہ و کتب حکماء میں لکھی گئی ہیں) خلاصہ یا فہرست ہے گویا سب کو جمع کرکے اور سب کا عطر
بھر دیا گیا ہے کہ پھر اسکی شرح باقی الحمد اور اُسکی شرح تمام قرآن اور اُسکی شرح تمام کتب نافعہ میں
یا یوں کہو تعلیم روحانی اور الہام قرآنی ایک شجر طوبیٰ اثر ہے کہ جسکا مبدء اولیٰ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے جسطرح کہ درخت کا
مبدء تخم ہوتا ہے اور پھر اجمالی طور پر تمام پھل پھول شاخ و برگ اسمیں لپٹے ہوتے ہیں اور پھر وہ درجہ بدرجہ حالت تفصیلی
میں آتے جاتے ہیں ؎

دفعہ ۴ اس بسم اللہ کا ابتدا قرآن میں ان تین مخصوص اسموں کے ساتھ آنا اور ہر کام کی ابتدا میں اسکے خدا تعالیٰ
کو یاد کرنا ایک اور لطیف بات کیطرف بھی اشارہ ہے اور وہ یہہ کہ انسان جواہرات کو پیدا نہیں کرتا ہے بلکہ صرف خدا تعالیٰ کی پیدا
کی ہوئی چیزوں میں تصرف کرتا ہے پس لفظ اللہ میں اسطرف اشارہ ہے کہ یہ چیزیں کہ جن سے ہم نفع لے رہے ہیں اُس جامع صفات
کمال و جلال کے مخلوق ہیں جنکو شکر کرنا چاہیئے اور لفظ رحمن میں اسطرف اشارہ ہے کہ جسطرح اُن اشیاء (جن سے انتفاع ہے) کا وجود اُسکی طرف سے ہے
اسیطرح اُنکی بقا بھی محض اُسکی رحمت کاملہ کا نتیجہ ہے اور لفظ رحیم میں اسطرف اشارہ ہے کہ اِن چیزوں سے انتفاع کہ جو اُنکے
پیدا کرنیکا نتیجہ اور علت غائیہ ہیں جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا (جسنے زمین کی سب چیزیں تمھارے
لئے پیدا کی ہیں) محض اُسکی صفت رحیمیت کا اثر ہے **قطعہ** ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند :: تا تو نانے بکف آری و
بغفلت نخوری :: ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمان بردار :: شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری :: اگرچہ اور
بھی بہت سے اسرار اس تھوڑے سے کلام میں ودیعت رکھے گئے ہیں کہ جنکے بیان کو ایک دفتر
جدا گانہ چاہیئے - مگر آپ کو یہہ تو بخوبی معلوم ہو گیا کہ اسقدر تھوڑے سے
کلام میں اسقدر تعلیم روحانی اور مقاصد الہامی بھرے ہوئے ہیں کہ عہد آدم سے لیکر اب تک

اور کسی کتاب الہامی یا غیر الہامی مین نہین پائی جاتی اب اس سے بڑہکر اور کون سی ضرورت قرآن اور الہام کے لیئے ہوگی **سوال** ہمنے ایک انجیل عربی کا پُرانا نسخہ بچشم خود دیکھا ہے کہ اوسمین ہر انجیل کے ابتدا مین اس بسم اللہ سے بسم اللہ لکہہ رکہی ہے۔ اور اسیطرح پارسیون کے دساتیر مین ہر نامہ کے اول ایک اسی قسم کی بسم اللہ لکہہ رکہی ہے ما بانی علیہ السلام نے یہ وہانسے لیکر اپنے قرآن مین داخل کر دی ہوگی اور اسیطرح بہت سے مضامین قرآن مجید کے کتب عہد عتیق وعہد جدید و دساتیر وغیرہ سے ملتی ہین چنانچہ ایک پادری نے ایک کتاب **عدم ضرورت قرآن** لکھکر یہ بات خوب ثابت کر دی ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ مضامین اور الہامی کتابون سے لیکر اپنی کتاب بنائی ہے پس جب یہ ہے تو پہر قرآن نازل ہونیکی کیا ضرورت تہی **جواب** اس سوال سے تو اور بہی جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری تصدیق ہوتی ہے کسلیئے کہ جسقدر انجیل کے نسخہ صحیح کرکے پادریون نے لندن اور فرانس اور دیگر بلاد مین چہپوائے ہین اونمین اوس بسم اللہ کا کہین نام ونشان بہی نہین البتہ اوس عربی انجیل مین کہ جسکا آپ حوالہ دیتے ہین ہمنے بہی وہ بسم اللہ دیکہی ہے کہ جسکی یہ عبارت ہے۔ باسم الاب والابن والروح القدس پس اسمین کسیکو شبہ نہین کہ اس انجیلی نے چونکہ عربی دان تہا قرآن خوان تہا تقلیداً یہہ بسم اللہ بنا کر لکہی جس سے یہ یقین ہوگیا کہ غیر لوگون کے دلون مین بہی اس کلام الٰہی کی خوبی بس گئی اور انہون نے چاہا کہ ہماری کتابون مین یہہ ہو تو بہت خوب ہو چنانچہ بخوف ثبوت سرقہ بجنسہ اصل کلام الٰہی کو تو نہ لکہا اور اوسی طرز پر کچہہ الٹ پلٹ کر لکہدیا۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عمر بہر کبہی ایران مین تشریف نہین لیگئے نہ کسی مجوسیونکے مدرسہ مین تعلیم پائی نہ کوئی مجوسی کتب خانہ یا مدرس عرب مین تہا بلکہ یہودی اور عیسائی مذہب کا تو کچہہ پتا بہی تہا پارسیون کے مذہب سے تو وہ لوگ محض نا آشنا تہے پہر آنحضرت علیہ السلام اونکی کتاب مین سے سیکہنے کیونکر گئے اور اوس زمانہ مین اونکی یہ کتابین خود انہین لوگون مین بہی پوری شائع نہ تہین جسطرح کہ عیسائیون اور یہودیون کے ہان کتاب کی قلت تہی اونکے ہان بہی اور جو کوئی کتاب تہی تو اوسکو بڑے متبرک لوگونکے پاس مقدس جگہہ مین رکہتے تہے غیر قومون سے از حد چہپاتے تہے یہ چہاپہ نہ تہا کہ جسکے بدولت ہر کتاب گلی کوچہ مین عام لوگون تک دست گردان پہرتی ہے۔ اور یہہ گمان کرنا کہ عجمی غلام سلمان فارسی وغیرہ آپکے پاس رہتے تہے سیکہہ کر لکہی ہوگی محض خیال خام ہے کیونکہ اول تو یہہ غلام کچہہ اپنے مذہب کے عالم نہ تہے کہ انہون نے تعلیم کر دیا ہوگا دوم اگر یہہ تہا تو پہر اون غلامون پر کیا مصیبت پڑی تہی کہ ایسے شخص کے ہاتہ پر اس صدق دل سے ایمان لائے کہ ہرچند اونکے مالکون نے اس بات پر اون پر کوڑے برسائے دہوپ مین جو ہینگا کیا بہوک پیاس کی تکلیف دیکر سخت مشقت مین گرفتار کیا مگر وہ پہر بہی حضرت کے دین سے نہ پہرے۔ سوا اسمین بہی کوئی شبہ نہین کہ ایرانیون

مسلمانون سے سُنکر اس کلام کو اوڑا لیا اور بدلکر اپنی کتاب مین لکھہ لیا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اسلام سے پیشتر
کے کسی نسخہ مین یہ نہین دلو فرضنا ہوا بہی تو اوسمین یہ خوبی کہان ہے کیونکہ بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر مین لفظ
مکرر ہے اور یہہ بہی ظاہر کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین جسقدر محرف کتابین اور اوہام آمیز مذہب یا لوگون کی رسم
و عادات تہی سب غلط اور ناحق نہ تہے کیونکہ جہوٹی باتون مین بعض سچی باتین اور بُری عادتون مین بعض بہلی عادتین
بہی ہوتی ہین پس اوس نبی کا کہ جو تمام جہان کی صلاح اور فلاح کا بیڑا اوٹہاوے یہ کام نہین کہ وہ حق و ناحق سبکو مٹا کر
اپنی ڈیڑہ اینٹ کی جدی مسجد بناوے جیسا کہ خود پسند کیا کرتے ہین بلکہ ہر مذہب اور ہر کتاب مین اور ہر رسم و رواج مین
جو کچہہ حق اور فطرت کے موافق ہو اوسکو قائم رکہے اور غلط کو مٹا دے نہ یہہ کہ سبکا انکار کرے اور نہ یہہ کہ سبکو تسلیم
کرے پس جب یہ بات ہر دانشمند کے نزدیک مسلّم ہے تو اب ضرور ہے کہ اوس مجموعہ تعلیم حقانی کے بعض
اجزا کسی مذہب و ملت کے مطابق ہون اور بعض اجزا بعض دیگر کے مطابق ہون اور اسیطرح بعض عادات و
رسوم کا حال ہے ۔ پادری صاحب آپکے عہد جدید مین کونسی نئی بات ہے کہ جو اور تاریخون اور کتب اخلاق یا عہد عتیق
مین نہین پہر اس فرضی انجیل کو کتاب الٰہی بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ براہ مہربانی اوسکو بہی بیان کر دیجیے ۔ یہہ آپکی کتاب کا
اجمالی جواب ہے اور تفصیلی بشرط فرصت پہر گوش گزار کر دون گا ۔

دفعہ ۴ | جو شخص کسیکی اطاعت کرتا ہے اور اوسکے حقوق و عہد کو قائم رکہتا ہے تو یا اوس سے خوف اور مضرت کا
ڈر ہوتا ہے یا کسی انعام و اکرام بہلائی کی امید ہوتی ہے ۔ سو یہہ دونون چیز تو وہ ہین کہ جن پر عموماً طاعت کا مدار
ہے (دیکہیے عام لوگ بادشاہ سے ڈر کر اور ملازمین انعام و اکرام کی طمع دلمین دہر کر اوسکی طاعت کیا کرتے ہین
اور جہان یہ دونون باتین ہوتی ہین تو وہان طاعت کے ساتہ محبت بہی ہوتی ہے اور جو طاعت کہ محبت سے مرکب
ہوتی ہے وہ طاعت صرف سے بہتر ہوتی ہے اور اسی لیئے ایمان کو امید و بیم دونوں کے اندر رکہا ہے کیونکہ محض
خوف سے نفرت اور محض امید سے جرأت ہو جاتی ہے) اور بعض خلص لوگ کہ جنکا عشق محویت کے درجہ تک پہونچ جاے
وہ بلا لحاظ امید و بیم اوس سے محبت ذاتی رکہتے اور طاعت کرتے ہین وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ اور نبی کو (کہ خدا اور بندون
مین واسطہ ہے) ضرور ہے کہ بندونکو اوسکے جلال سے ڈرائے اور اوسکی محبت دلمین پیدا کر کے طاعت پر آمادہ کرے کیونکہ تمام دنیا
و آخرت کی مصلحتین اسی پر موقوف ہین پس اسلیئے اپنے ابتداء کلام مین وہ رعایت رکہی کہ جس سے یہہ مطلب نہایت خوبی
و خوش اسلوبی سے ادا ہو گیا کیونکہ لفظ اللہ زبان عرب مین اوس شاہنشاہ حقیقی اور پروردگار عالم کا نام ہے کہ جسکی ہیبت سے
ڈرتے ہین ۔ اس نام کے ذکر کرنے سے اوسکے ہیبت ظاہر کرنا اور خوف دلانا مقصود ہے اور رحمٰن اور رحیم سے

عیسائیون کے اعتراض ورود قرآن کا جواب

امید دلانا اور محبت پیدا کرنا مطلوب ہے۔ تاکہ لوگ اوس سے ڈرین اور رحمت کے امیدوار رہکر طاعت کرین اور خالص لوگونکو تو لفظ اللہ ہی سے بلالحاظ رحمت و غضب محبت ذاتی پر تنبّہ ہوجاتا ہے جیطرح بسم اللہ مین سیر اللہ ہے اسیطرح الرحمٰن الرحیم مین سیر من اللہ ہے یعنی اسکے علامات و آثار مین سے ہے پس عارف اس نشان سے معبود حقیقی تک جا پہنچتا ہے اور پہر دہانسے لغمار والا رکیطرف توجہ کرکے مخلوق کی جانب آجاتا ہے۔ اور چونکہ امید سے خوف زیادہ تراس امر مین مؤثر ہے اسلیئے لفظ اللہ کو مقدم کیا۔ اور یون بہی عَلَم اور بالخصوص مقام تبرک کا مقتضے یہی ہے کہ لفظ اللہ جسطرح ذات مین مقدم ہے ذکر مین بہی مقدم رہنے۔ اور بعد لفظ رحمٰن کے رحیم اسلیئے ذکر ہوا کہ عالم پر جو رحمت ہوتی ہے اوسکی دو شاخ ہین اول یہہ کہ ہرچیز کے لیئے اوسکی تمام حاجات اور ضروریات کو پورا کیا جاوے دوم اوسکو مخالف اور منافی چیزون سے بچایا جاوے اول شاخ چونکہ نہایت بڑی اور اہم ہے اوسکے لیئے لفظ رحمٰن کہ جسمین رحمت زیادہ ہے مناسب ہوا اور دوسری چہوٹی شاخ کے لیئے لفظ رحیم بولا گیا۔ اور اسمین یہہ بہی اشارہ ہے کہ دنیا کے بادشاہون سے بڑی چیزون کا سوال کیا جاتا ہے اگر اونسے کوئی کمتر درجہ کی چیز مانگتا ہے تو خفا ہوتے ہین بخلاف خداتعالےٰ کے کہ اوس سے چہوٹے بڑے ہرچیز کا سوال کیا جاتا ہے پس اس رمز کے لیئے رحمٰن اور رحیم دو لفظ بولے تاکہ دونون باتون پر دلالت کرین رحمٰن بڑی باتون پر رحیم چہوٹی باتون پر۔ الحمد ایک پلہ مین لفظ اللہ ہے کہ جس سے ہیبت دل پر طاری ہوتی ہے تہہ بان اس اپلہ مین دو لفظ تسلی بخش کیے بعد دیگرے سُنا کر مطمئن بنایا تاکہ جسقدر اوسکا خوف دل پر پیدا ہو آدمی کی فی الجملہ تسلی کا وجوہ گر ہو کیونکہ افراط و تفریط مصلحت نبوت و منصب رسالت سے بعید ہے عیسائیون نے الوہیت مسیح و کفارہ ثابت کرنے کے لیئے اول تو وہ خوف زائد از حد دلایا کہ خدا گناہ کو توبہ سے معاف ہی نہین کرسکتا اور وہ جو آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تہا تمام بنی آدم پر پشت بپشت چلا آتا تہا (حالانکہ کسیکا گناہ خدا کی عدالت تو کیا بندونکی عدالت مین بہی دوسرے شخص پر لازم نہین ہوتا) اوسکی سزا دینی خدا کو از حد ضرور تہی اسلیئے خود دنیا مین بشکل حضرت مسیح نو مہینے رحم مین خون کہا کر مقام مخصوص سے پیدا ہوا اور تمام دنیا کے گناہونکی (دہوبی کی لادی کیطرح) گٹھری باندہکر اپنی پشت پر لاد کر لیگیا اور تین روز جہنم مین رہا اور ملعون ہوا حالانکہ یہہ عقیدہ چند وجوہ سے رد ہے (۱) تو خدا قادر اور رحیم و غفور ہے توبہ سے گناہ معاف کرنا اوسکا قدیم دستور ہے۔
(۲) عیسائیون کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر جسقدر انبیا اور اونکے فرمانبردار ہین سب مسیح کے پیدا ہونے سے پہلے ہی نجات یافتہ ہین بلکہ مسیح اور حواریون کے کلام سے بہی ثابت ہوتا ہے پھر اگر کفارہ ضرور تہا تو اونکی نجات کیون ہوئی اور اونکے گناہ موروثی کیون معاف ہوئے (۳) خود حضرت مسیح اور یوحنا (یحیےٰ)

علیہ السلام لوگونکو توبہ اور استغفار کرنے کا حکم دیتے تہے بلکہ خود مسیح نے ایک شخص کے گناہ معاف کردئے پس اگر کفارہ مسیح پر نجات کل بنی آدم موقوف تہے تو استغفار اور توبہ اور یہہ گناہ معاف کرنا کیونکر ہوا۔ اور پہر امید اور رجا کا یہان تک دامن فراخ کیا کہ تثلیث اور کفارہ اور الوہیت مسیح پر ایمان لانیوالے کی حق مین پولوس نے ہر حرام اور ناپاک چیز کو پاک کردیا اور شریعت پر چلنے والیکو لعنتی قرار دیکر مطلق العنان اور سانڈ بنا دیا حالانکہ حضرت مسیح فرما چکے ہین کہ توارت کا ایک شوشہ نہین مٹے گا اور خود توراۃ مین شریعت کے تارک پر سخت تہدید ہے۔ توراۃ توکیا اوسکے احکام عشرہ کو بہی مٹا دیا۔ اس افراط و تفریط کا کیا ٹہکانا ہے منجملہ اور ضرورات نزول قرآن کی ایک یہ بہی ضرورت تہی کہ اس سخت گمراہی کو اوٹہا وے۔ فرمایئے پادری صاحب اس سخت ضرورت کو سوائے قرآن کے اور کس کتاب آسمانی نے پورا کیا۔ منجملہ بیشمار معجزات کے آنحضرت علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ کلام حکمت التیام بہی ہے کہ جسمین ہزارون خوبیان ہین اور جس کا مثل بنانا پڑہے اور ان پڑہ سے ممکن نہین +

ضرورت قرآن

فضائل

جن کلمات کا عالم برزخ یا عالم مثالی مین کوئی نہ کوئی ایسا اثر خاص ہوتا ہے کہ جسطرح عالم عنصری مین دواؤن کا اثر محسوس ہوتا ہے منجملہ اونکے یہہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بہی ہے جس سے برکت کا نازل ہونا اور شیطان خبیث کا اثر ہونا وغیرہ فوائد علاوہ اوس روحانی فائدہ کے ہین کہ جسکی ہم ابہی شرح کر آئے ہین اور کسی موقع پر بیان کرینگے مگر اب بعض وہ فوائد کہ جو مشاہدہ ثقات مین آئی ہین ذکر کرتا ہون از انجملہ یہہ ہے جو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ایک شخص نے بغیر بسم اللہ پڑہے کہانا کہایا پس جب ایک لقمہ باقی رہ گیا تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہکر اوسکو منہ مین رکہہ لیا اس بات پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئی پہر فرمایا کہ اسکے ساتہ شیطان کہاتا تہا جب اسنے بسم اللہ پڑہی تو شیطان نے جوکچہہ کہایا تہا کہڑا ہوکر قے کردیا۔ اور مسلم نے بہی روایت کیا ہے کہ جس کہانے پر بسم اللہ نہین پڑہی جاتی اوسمین شیطان کا حصہ ہوجاتا ہے از انجملہ وہ ہے کہ جو ترمذی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ جب بیت الخلاء مین جاکر کوئی شخص بسم اللہ پڑہتا ہے تو اوسکے ستر اور جنون کی آنکہون کے بیچ مین یہہ کلام پردہ ہوجاتا ہے۔

ل انجیل متی باب سوم ۱۲ ل انجیل لوقا باب ۵ آیت (۲۰) اور (۲۴) ۳ پولوس کا وہ نامہ جو طیطس کو لکہا ہے اوسکے اول باب ۱۵ درس مین ہے ۱۲
۴ پولوس کے نامہ گلیتون کا ۳ باب اور اسمین مسیح علیہ السلام کو ملعون بہی لکہا ہے ۱۲ منہ ۵ یہ خیال مت کرو کہ مین توراۃ یا نبیون کی کتاب منسوخ کرنے آیا ہون مین منسوخ کرنے نہین بلکہ پورا کرنے آیا ہون کیونکہ مین تم سے سچ کہتا ہون کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نجاوے توراۃ کا ایک نقطہ یا شوشہ ہرگز نہ مٹیگا جب تک سب کچہہ پورا نہو۔ پس جو کوئی ان حکمون مین سے سب سے چہوٹے کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیونکو سکہاوے آسمان کی بادشاہت مین سب سے چہوٹا کہلائیگا انجیل متی باب ۵ درس ۱۷ تا ۲۱) ۱۲ منہ

گو یہہ احادیث خبر احاد ہین اور بالخصوص اس اخیر حدیث کے سلسلہ مین ترمذی نے کلام بہی کیا ہے اور بعض علما نے
ان کو معنی مجازی پر محمول کیا ہے مگر مین یہ کہتا ہون کہ دراصل شیطان یا جن یا ہمزاد جو کہو ایک ایسی چیز مخلوق
الٰہی مین سے ہے کہ جو محسوس نہین ہوتی اور انسان کے اکثر امور مین شریک ہوتی اور اوسکی نقل کرتی رہے
جسکا صدہا لوگون کو مشاہدہ ہوا ہے چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ مین حضرت شاہ ولی اللہ رح لکھتے ہین کہ ایکبار میری ملاقات کو
ایک دوست آیا مینے اوسکو کہانا دیا وہ کہانے لگا کہ اوسکے ہاتہ سے روٹی کا ایک ٹکڑا چہوٹ کر خلاف عادت از خود دور تک
اسطرح لڑکتا ہوا چلا گیا کہ جس سے سب حاضرین جلسہ کو تعجب ہوا پہر اگلے روز محلہ مین ایک شخص کے سر پر وہ خبیث
آکر یون بولا کہ فلان جگہہ ہمنے فلان شخص سے کل ایک روٹی کا ٹکڑا چہینا تہا مگر اوسنے ہمسے لے ہی لیا ہمکو نہ دیا
اور اسیطرح کی بیشمار حکایات صادقہ ہین پس اب یہ کیا تعجب ہے کہ اس قوم جن کو ذکر الٰہی سے ایک جبلی نفرت ہو
اور اسکی تاثیر ملکیت اوسکو سخت ایذا پہونچاتی ہو کہ جس سے وہ لوگ ہٹ جاتے ہون **شبہ** حضرت سلامت یہ تو پورانے
خیالات اور فاسد توہمات ہین کہ جنکو آج کل اہل یورپ بالخصوص نئی روشنی والے اور اونکے مقلد محض لغو سمجہتے
اور اونپر ہنستے ہین اور اسیطرح عیسائی بہی ان باتون کو نہین مانتے الغرض روشن دماغ اور تربیت یافتہ لوگ قائل
نہین **جواب** مہربان اس انکار بلا دلیل کا تو کوئی علاج ہی نہین - اہل یورپ کا کیا کہنا ہے وہ تو کل غیر محسوس چیزون کے
منکر ہین حتی کہ خدا تعالےٰ کا وجود بہی صدہا نہین مانتے جرمن اور فرانس کے ملحدون بولنجر وغیرہ کی کتابین دیکہیے
وہ حضرت عیسےٰ و موسےٰ و توراۃ و انجیل سب الہام کے قصہ ہی کو لغو سمجہتے ہین - اور پہر ہزارہا اہل یورپ روحانیات کے
بلانے اور اونسے باتین کرا دینے اور بلا دینے کے بہی قائل ہین - چنانچہ **لندن** مین ایک کمیٹی بڑی زور سے یہ دعوے
کرتی ہے جسکے ممبر ہندوستان مین بہی موجود ہین - اور عیسائیون کی اناجیل مین جب شیطان اور دیو اور ناپاک
روحون کا نکالنا حضرت عیسےٰ سے لکہا ہے تو پہر اس قوم کا انکار جن بلا دلیل چہ معنی دارد ! اور جب دلائل عقلیہ و
نقلیہ سے یہہ قوم ثابت ہو چکی ہے تو پہر اسکے افعال ناشائستہ اور کلام الٰہی کے اثر کا انکار اور بہی طرفہ ہے - اگر
ام روشن دماغی ہے تو اس روشنی ظلمت مآب کے کیا کہنے ہین - **ازانجملہ** وہ قصہ ہے کہ جسکو امام
رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین لکہا ہے کہ حضرت **خالد بن ولید** سے مقابل لوگون نے یہہ کہا کہ تم
جو اسلام سے مدعی ہو کوئی کرامت تو دکہاؤ تاکہ تمہارے دین کی صداقت معلوم ہو اور اس زہر قاتل کے شیشہ کو پی لیجے
اگر کچہہ اثر نکیا تو یہہ دین حق ہے چنانچہ خالد نے اونکے ہاتہ سے وہ زہر لیکر اونہین کے روبرو بسم اللہ کہکے پی لیا
اور پہر وہین کہڑے رہے مگر کچہہ بہی اثر نہوا - اور اسی قسم کے صدہا شواہد ہین **سوال** [illegible] ... نہیں ... فرمایا ۱۲ منہ

ف چنانچہ بچہو کے زہر دفع کرنیکے لیے اس احقر الحروف کے پاس اس کلام کے متعلق ایسا عمل ہے کہ جس سے فوراً زہر دور ہو جاتا ہے بارہا

ہین مگر ہمکو اس قسم کی کوئی بات معلوم نہین ہوتی جواب خواہ دوا ہو خواہ کوئی کلام ہو اوسکی تاثیر کے لیئے دو بات ضرور ہین اجتماع شروط ارتفاع موانع - دیکھیئے تریاق کے اثر مین کسی دانشمند کو شک نہین مگر جب اوسکی ایک بھی شرط فوت ہوجاتی یا کوئی مانع حائل ہوجاتا ہے پھر تاثیر نہین کرتا - اسیطرح خلوص نیت وصدق اعتقاد و رابطہ الٰہی وغیرہ ان باتون کے لیئے شرط ہین اور ریاکاری اور خیالات فاسدہ و توہمات شیطانی ان چیزون کے لئے موانع ہین - اب کلام کو یہین تمام کرکے باقی الحمد للہ کی تفسیر لکھتا ہون ✤

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (

سب طرحکی خوبیان اللہ کے لیئے ہین جو کل مخلوقات کا پرورش کرنیوالا ہے - جو نہایت مہربان بڑا رحم والا - جزا کے دن کا مالک ہے

ترکیب

الحمد مبتدا - للہ ثابت کے متعلق ہوکر اوسکی خبر ہوئی - رب العالمین اوسکی صفت اول (گو یہہ نکرہ ہے مگر معنے لحاظ سے معرفہ ہے کیونکہ رب العالمین سواے خدا کے اور کسی پر صادق نہین آتا) الرحمن الرحیم صفت اوسکی صفت دوم مالک یوم الدین مضاف و مضاف الیہ ملکر اوسکی صفت سوم - یہہ موصوف اپنی تینون صفات سے ملکر ثابت کے متعلق ہوکر مبتدا کی خبر ہوئی اور خبر و مبتدا ملکر جملہ اسمیہ ہوا - گو مقام انشا حمد جملہ فعلیہ چاہتا ہے مگر چونکہ خبر حمد بھی انشا حمد ہے دوام وثبات کے لیئے جملہ اسمیہ لایا گیا ✤

تفسیر

ان تین آیتون مین خدا تعالےٰ بہت سی حکمتین رعایت رکھکر اوس تقرب کو بتلاتا ہے کہ جسکی طرف بسم اللہ مین اشارہ تہا - بسم اللہ مین لفظ اللہ سے ہیبت اور رحمٰن و رحیم سے رغبت دلاکر اپنی ذات پاک کی طرف متوجہ کرنا مجملاً بتلایا تہا لیکن اوس وصول اور تقرب کا کوئی طریق صراحتہً مذکور نہوا تہا کہ وہ کیونکر اوسکی طرف متوجہ ہو اور کونسی روحانی سڑک پر چلکر شہر مقصود تک پہونچے آیا کسی درخت مین اولٹا لٹکے یا دنیا کے تمام طیبات چہوڑ کر لنگوٹا باندہ کر کسی مندر یا تالاب یا دریا کے کنارے بیٹہا کرے یا کسی گرجا مین باجا بجا کر کوئی راگ یا بھجن گایا کرے یا پیالہ لیکر گہر گہر بھیک مانگتا پہرے یا کوئی اور جتن کرے کہ جس سے اوس محبوب عالم معبود حقیقی کا وصال اور جمال بالکمال نصیب ہوتا کہ کمال حقیقی اور سعادت عظمےٰ ملے سواس وادی پر خار اور اس بحر ذخار مین سیکڑون بہٹک کر مر گئے اور بڑے بڑے حکیمون اور فلسفیون کی کشتیان غرق ہوگئین ع درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار ✤ کہ پیدا نشد تختۂ برکنار ✤ اسلئے رحمٰن و رحیم نے اپنی رحمت سے الہام کے

ذریعہ سے اس مشکل کو حل کر دیا اور اپنی طرف آنیکا رستہ سہل کر دیا کہ اے طالبان راہ نجات اور اے جویندگان آب حیات تم زبان سے یون کہو اور ان الفاظ کے رنگ معانی سے اپنی روح کو رنگین بناؤ کیونکہ جب تم ان الفاظ کے معنی کو خوب دلمین جماؤ اور خیالمین لاؤ گے تو تمہاری روح کی تمام کثافت اور ظلمت بہیمیت دور ہو جائیگی پس جب آئینہ کا زنگ دور ہوا تو اسیوقت آفتاب جہانتاب کا عکس پڑ کر پر نور ہوا۔

تفصیل

اس اجمال کی یہہ ہے کہ انسان در اصل روح ہے کہ جسکو **نفس ناطقہ** بھی کہتے ہین اور جو اس جسم سے پیشتر بھی اور اسکے مفارقت کے بعد بھی رہیگی ۔ اور یہہ جسم خاکی کمالات حاصل کرنے کے لیئے اوسکا آلہ یا مرکب ہے جسطرح آئینہ مین ذاتی جوہر ظاہر کرنیکے لیئے راکھہ یا کھریا لگا دیتے ہین تا کہ اسکے بعد رگڑنے سے اوسکا جوہر اصلی نکل آئے اور یہہ خوب صاف و شفاف ہو کر چمکنے دمکنے لگے اسیطرح حضرت روح کو اس جسم کے ساتھ اسی غرض سے وابستہ کیا ہے پس اصل بالذات روح کی صفائی مقصود ہے تا کہ یہہ اوس مبدء نور سے تشبہ حاصل کر کے اوس سے جاملے اور اسی کو **سعادت عظمے** اور اسیکو **کمال اصلی** اور اسیکو **اتمام سلوک** کہتے ہین لیکن اس سلوک کو جو لوگ اپنی عقل سے تمام کرتے ہین تو اونکو وہم اور تخیلات فاسدہ کے راہزن (کہ حواس جسم اور اوسکی بہیمیت سے پیدا ہوتے ہین) مقصود تک نہین پہونچنے دیتے بلکہ وہ ان توہمات و تخیلات کی وجہ سے مخلوق پرستی یا بنیاد جسم کے گرانے اور اس سلسلہ سے روح کو چمکانے کے درپے ہوتے ہین جیسا کہ درخت مین اولٹا لٹکنا الخ اور جو انبیا علیہم السلام اور الہام کی روشنی مین اوس سیدہی سڑک پر چلتے ہین کہ جسکو خدا تعالے نے قائم کیا وہ مقصود تک پہنچ جاتے ہین کما قال تعالے وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ط کہ بعض رستے سیدہے خدا تک پہنچتے ہین اور بعض ٹیڑہے ہین ۔ اور خود اسی سورہ مین آگے چلکر یہ تعلیم کرتا ہے کہ یون کہو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ الخ کہ ہمکو وہ سیدہی راہ دکہا کہ جو انبیا کی راہ ہے۔ **الغرض** یہہ متفق علیہ ہے کہ جب تک روح کو صفائی نہین اوس تک رسائی نہین۔

---

۱ کیلئے کہ جب تک طرفین مین کوئی مناسبت نہین ہوتی اسوقت تک تقرب نہین ہوتا پس وہ نور محض اور لطیف یہہ ظلمانی اور کثیف باہم کیونکر ارتباط ہو۔ پس جب انسان اپنی روح کو منور کرتا ہے اور ملکیت غالب ہوجاتی ہے تو ظلمانیت اور تاریکی ہولانیت دور ہو جاتی ہے ۔ اور انوار عالم قدس اسپر اسطرح پڑنے لگتے ہین کہ جسطرح آئینہ مین عکس آفتاب ۔ یہہ شخص بارگاہ قدس اور انجمن انس مین باریاب اور جمال باکمال سے فیض یاب ہوتا ہے ۔ پس اس طریق کو خدا نے اس سورہ مین نہایت لطف کے ساتھ بیان فرمایا ۱۲ منہ

اور یہ ظاہر ہے کہ روح میں کئی طور سے تاریکی پیدا ہوتی ہے (۱) یہہ کہ یا تو سرے سے خدا تعالےٰ کے وجود اور اوسکے
جمیع صفات قدرت وعظمت کا قائل نہو اور تمام مخلوقات یا بعض چیزون کی ہستی کو از خود جانے جیسا کہ **دھریہ**
اور **طبیعیہ** یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ یہہ چیزین از خود طبیعت عناصر سے پیدا ہوجاتی ہین اور جب تک طبیعت اپنے
تصرفات برتاو کرتی رہتی ہے یہہ زندہ رہتی ہین اور جب حرارت عزیزیہ تحلیل ہوجاتی ہے تو فنا ہوجاتی ہین
اور یہ سب کاروبار گردش فلک اور طبائع اجسام سے ہوتے ہین نہ زمانہ کی ابتدا ہے نہ انتہا یہہ رہٹ ہمیشہ سے
یونہین پہرتا ہے اور یونہین پہرتا رہیگا چنانچہ اس خراب عقیدہ کے لوگ پہلے بہی بہت تہے اور اب بہی بالخصوص
یورپ مین ہزارون ہین (۲) یہ کہ خدا تعالےٰ کو خالق تو جانے مگر بعد پیدا ہونے کے خلق کو اوسکے اسباب و شروط کی
وجہ سے خالق سے مستغنی جانے جیسا کہ بعض **آریہ سماج** کا عقیدہ ہے کہ بعد مخلوق ہونے کے پہر اوسکی طرف کچہہ
حاجت باقی نہین رہتی (۳) یہہ کہ اس مجموعہ عالم مین سے کسی جزر کو اوسکے کمالات ذات و وجود مین مستقل جانے
اور پہر اوسکو بہی اختیارات الوہیت مین شریک سمجہکر اوس سے بہی واسطہ عبودیت رکہے جیسا کہ قدما یونان وفارس
اور زمانہ جاہلیت کے عرب اور ہندو لوگ آگ اور پانی ہوا اور آفتاب و ماہتاب اور تارون اور غیر مرے ارواحون
کے نسبت یہ عقیدہ رکہتے تہے بلکہ رکہتے ہین (اس تاریکی روحانی کو زبان الہام مین **شرک** کہتے ہین)
(۴) یہہ ہے کہ آدمی بعض حاجات اور کاروبار کے پورا ہونے کی وجہ سے (کہ جنکو حکمت الٰہی مصلحت ملک یا شہر یا اوس شخص
سے خلاف جانتے ہین) اوسکو سراسر پر غضب اور بخیل اور بلا کو جانکر اوس سے محبت نکلجائے اور دلمین نفرت
پیدا ہوجائے جس سے اوسکے ابرار اور اوسکے ہادی لوگون سے دشمنی کا برتاو کیا جاوے جیسا کہ بعض **یہود** نے
انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور خدا کی دشمنی پر کمر باندہی (۵) یہہ کہ گو خدا اور انبیاء کا اقرار ہو مگر قیامت اور وہانکی
جزا وسزا کا انکار ہو جیسا کہ یہود مین فرقہ **صدوقیہ** کا عقیدہ تہا اور اب بہی صد ہا دینیون اور دیگر بعض مذاہب کے لوگون کا
عقیدہ فاسدہ ہے بلکہ وہ دار ہا جزا و سزا کا اسی عالم پر **تناسخ** کے وسیلہ سے (جیسا کہ ہنود اور مجوس کا عقیدہ ہے)
یا مال و اولاد تندرستی و بیماری مین محرومی و برخورداری کے وسیلہ سے جانتے ہین جیسا کہ بعض جہلا کا عقیدہ ہے
(۶) یہ کہ قیامت اور جزا و سزا کا تو اعتقاد ہو مگر اپنے اوہام باطلہ اور خیالات فاسدہ سے بعض شخصون کی نسبت
یہہ عقیدہ ہو کہ وہ بہی وہان جسطرح چاہین گے اپنے معتقدون اور پرستش کرنیوالون کو فائز المرام کرینگے اور خدا تعالےٰ
کے عذاب وعقاب سے مانع آوینگے اسلئے خدا کے ساتہ نذر ونیاز استمداد و پرستش مین اونکو شریک کرتے ہین
اور اونکو بہی خدا کے ہے یا خدا کا جزر یا شریک وسہیم جانتے ہین جیسا کہ **نصاریٰ** نے حضرت مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کو

سلف اسکو ... جو ایک نقل ... کلمہ نیچری مین نیچر کہتے ہین پس وہ جو آجکل اہل اسلام مین سے ایک فرقہ نیچریہ کہلاتا ہے وہ گو براے نام مسلمان ہین ورنہ درحقیقت طبیعیہ ہین چنانچہ اس فریق کے سرگروہ نے
سر لکہی ہے اوسمین اور تہذیب الاخلاق اخبار مین انکے عقائد ہمارے اس قول کے شاہد عدل رہین ...

کفارہ سمجھکر بالکل مطمئن ہوگئے ہین اور اونکو خدا اور کبھی جزء خدا سمجھتے ہین اور اسیطرح اور بہی صدہا جہلا ہین کہ وہ اپنے بزرگون کو مالک ومختار جانتے ہین۔ **سوال** اہل اسلام بہی تو اپنے نبی علیہ السلام کو شفیع روز محشر جانتے ہین **جواب** شفاعت تو یہہ ہے کہ خدا تعالےٰ رحیم ہے اپنے نبی علیہ السلام کی معرفت رحمت ظاہر کریگا اور اپنے وعدہ کو پورا فرمائیگا نہ یہہ کہ آنحضرت علیہ السلام خدا کے شریک وسہیم ہوکر اوسکے عذاب کو دفع کرینگے اور خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے اوسکے معتوب ومغضوب کو جنت مین لیجائینگے یہہ کسی اہل اسلام کا عقیدہ نہین بلکہ جو کچھہ آپ سے سرزد ہوگا برضی الٰہی ہوگا **پس** یہہ چھہ طور اون روحانی تاریکیون کے اصول ہین کہ جو قرب خدا سے مانع ہین۔ اور یہ قرب سے محروم رہنا آخرت مین دوزخ اور طوق وزنجیر وغیرہ چیزون کی صورت مین ظاہر ہوکر **جہنم** ہو جاویگا بلکہ ہوچکا اور طرح طرح کی سختیان دکہاویگا۔ کیونکہ روح کی راحت (کہ جو بشکل **جنت** ظہور کریگی بلکہ کرچکی) یہ ہے کہ اوسکے مرکز اصلی کیطرف پہنچنے مین کوئی چیز حائل نہو جائے۔ دیکھئے دنیا مین جب کوئی چیز کسی چیز کی حیز طبعی یا مرکز اصلی کے بیچ مین مانع اور عائق ہوجاتی ہے تو وہ چیز اپنے حیز اور مرکز اصلی کی طرف جانے مین کیسی پہڑ پہڑاتی ہے اور یہ پہڑ پہڑانا اور کشاکشی کے صدمات اوٹہانا اوسکے لئے جہنم ہے (علےٰ قدر مراتبہ) باقی ان تاریکیون کے فروعات سو وہ بیشمار اور ہزار در ہزار ہین اونکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ان پانچون طریقونکی ظلمانیت کو عرف شرع مین **کفر اور الحاد** کہتے ہین اور **ساتوان** طور تاریکی روحانی کا ایک اور ہے کہ جو اس جسم کے اعمال سے [illegible] ہے یعنے جسطرح وہ چھہ طور قوت **نظر**یہ یعنی اعتقاد سے متعلق ہین یہہ **قوت عملیہ** سے علاقہ رکہتا ہے [illegible] وہ باتین بولے اور ہاتہ پاؤن سے وہ کام کرے کہ جو نور فطرت کے خلاف ہون جنکو عرف شرع مین **حرام اور مکروہ** کہتے ہین جیسا کہ کلمات کفر بکنا گالی دینا غیبت کرنا جہوٹہہ بولنا فحش کی باتین موہنہ سے نکالنا قتل کرنا چوری کرنا زنا کرنا شراب پینا لوٹ مار کرنا وغیرہ وغیرہ وہ افعال واقوال کہ جنکی تاریکی روح پر اثر کرتی اور بہیمیت زور دیتی ہے چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی تشریح فرمادی ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اوسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہوجاتا ہے پہر وہ پہیل کر تمام دل کو گہیرلیتا ہے رواہ البغوی **یہہ سات** چیزین تمام گمراہی کی باتون کے اصول ہین کہ جنکے مٹانے کے لئے سلسلہ وار انبیاء علیہم السلام دنیا مین آیا کئے اور تمام کتب آسمانی بلکہ جمیع کتب حکمت واخلاق انہین سات چیزون کی شرح ہین۔ خود قرآن مجید مین بہی مختلف عنوان سے اسکو بیان کیا ہے چنانچہ ایک جگہہ ایک ہی جملہ مین اسکو ختم کردیا **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا** کہ جسنے اپنی روح کو پاک اور منور کیا اوسنے مراد پائی اور جسنے آ

توخسارت اوٹھائی اور ایک جگہہ اس نجات اور ابدی حیات کو اور لطف سے بیان فرمایا فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ
اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ۝ کہ جو چاہے اپنے رب کے پاس آنیکا ٹھکانا بنالے۔ اور ایک جگہہ اور ہی خوبی سے اسکو
ادا کردیا یٰۤاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ ط کہ اے انسان تو اپنے
رب کی طرف کہٹ کہٹ کرکے چلا آتا ہے آخر اوسکے پاس پہونچے گا۔ وغیرہا من الآیات۔ پس انسان
جب ان ساتون کو چہوڑ انکے برخلاف مین جو سات عمدہ اصول ہین اونکی طرف موںہہ موڑتا ہے تو مقصود
اصلی کو پہنچ جاتا اور **سعادت عظمٰی** پاتا ہے ۞ پس ان آیات مین خدا تعالے نے اپنے پاس آنے کا
رستہ اسطرح سے بتایا کہ خدا تعالے کی حمد وثنا ان صفات کے ساتہ کرو تا کہ روح منور ہوجاوے
اور جناب قدس تک گذر ہوجاوے۔ اب ہم یہ بات بتلاتے ہین کہ کونسے جملہ سے کس بات کی طرف اشارہ ہے
الحمد للہ {کہ تمام خوبیان اللہ کے لیئے ہین} مین اول بات کیطرف اشارہ ہے کیونکہ **حمد** اوس ثنا وصفت کو
کہتے ہین کہ جو کسی شخص کے کمالات ذاتیہ واختیاریہ کی وجہ سے زبان پر آوے جسطرح کہ **مدح** کمالات
غیر اختیاریہ پر ہوتی ہے حمد اختیاریہ پر۔ موتی کی صفائی اور کسی مکان وغیرہ غیر ذی عقل کی
صفائی وزیبائی کو جو بیان کرینگے تو اسکو مدح کہین گے نہ حمد اور **شکر** کسی انعام واکرام کی وجہ سے
ہوتا ہے خواہ زبان سے ثنا وصفت کردیجائے یا کوئی تعظیم کا کام کردیا جاوے یا دل ہی مین خوشنودی
پیدا کیجائے۔ شکر اور حمد مین عموم وخصوص من وجہ ہے جو حمد کہ کسی انعام واکرام کی وجہ سے ہو تو ہان
اوسکو **شکر** بہی کہہ سکتے ہین۔ پس جب بندہ نے دل سے یہہ کہا اور صحیح اعتقاد کیا کہ تمام خوبیان
خدا کے لیئے ہین تو خدا تعالے کی ذات وصفات کمالیہ کا اقرار پایا گیا دہریا پن جاتا رہا۔
اور جب کہا رب العالمین کہ وہ تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے۔ اس سے دوسری اور تیسری بات
جاتی رہی کیلئے کہ **عالم** بروزن فاعل بالفتح اوس چیز کو کہتے ہین کہ جس سے دوسری چیز کا علم
حاصل ہوجاوے اور وہ خدا تعالے کی ذات اور صفات کے سوا ہر موجود ومخلوق کو شامل ہے کیونکہ
ان سے انکی پیدا کرنے والے خدا تعالے کا علم حاصل ہوتا ہے دیکہیئے جب ہم کسی تخت یا مکان کو دیکہتے
ہین تو ہمسکو یقین کامل ہوجاتا ہے کہ ضرور اسکا بنانے والا کوئی بڑہئی اور معمار تہا کہ جسکے ہاتہ سے
یہہ بنے ہین اسیطرح مخلوقات کو غور کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ ضرور کوئی قادر بیچون
بہہ گا جو انکو عدم سے ہستی مین لانے والا ہے۔ پہر اس عالم کے بیشمار انواع واقسام ہین **عالم مجردات**

چیزین کہ جو جسم عنصری و جرم سماوی سے بری ہین اور ہمکو بسبب لطافت کے دکھائی نہین دیتین۔ جس طرح کہ عالم عنصری مین ہوا لطافت سے دکھائی نہین دیتی جیسا کہ ملائکہ اور ارواح **عالم جسمانیات** پھر اسکی دو قسم ہین **عالم** علویات جیسا کہ آسمان اور آفتاب و ماہتاب و ستارے اور **عالم** سفلیات پھر اسکی بھی دو قسم ہین ایک **عالم** لطیفات یعنی وہ چیزین کہ جو بسبب لطافت کے دکھائی نہین دیتین جیسا کہ ہوا اور کرۂ آتش اور دیگر بسائط کہ جو علوم جدیدہ سے ثابت ہوئے ہین اور وہ چیزین کہ جنکا مادہ صرف یہہ لطیف عناصر ہین یا یہہ غالب ہین جیسا کہ **جن** اور شیطان اور دیگر مخلوقات الٰہی کہ جنکو ہم نہین جانتے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ۔ دوسرا **عالم کثیفات** پھر اسکی بھی دو قسم ہین **عالم مفردات** جیسا کہ پانی اور خاک **عالم مرکبات** پھر اسکی چار قسم ہین **عالم کائنات جو** یعنی وہ چیزین کہ جو زمین سے اوپر ہین جیسا کہ ابر اور اولے اور قوس قزح وغیرہ چیزین دوم **عالم جمادات** یعنی پہاڑ اور دیگر معدنیات چاندی سونا ہیرا بلور وغیرہ سوم **عالم نباتات** درخت گھاس اور جڑی بوٹیان چہارم **عالم حیوانات** یعنی انسان گدہا گھوڑا جاندار چیز خواہ بڑی ہو خواہ بجری ان تینون اخیر کو **موالید ثلاثہ** کہتے ہین **عالم انسان** اشرف ہے بلکہ اپنے روحانی علاقہ سے تو ملائکہ سے بھی دو چار قدم آگے ہے ان سبکو جمع کرکے خدا نے رب العالمین کہا تو کوئی چیز اوسکی تربیت اور پرورش سے نہ رہی اور تربیت یہہ ہے کہ درجہ بدرجہ کسی چیز کو پورا کیا جاوے اور اوسکے اوس کمال تک کہ پہنچایا جاوے۔ اور عالم محسوسات مین تو آپکو بھی صدہا بلکہ ہزارہا چیزون کا درجہ بدرجہ تربیت پانا مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے۔ سب سے اول اشرف المخلوقات حضرت انسان کو ہی دیکھیئے کہ اول غذاؤن سے نطفہ بنتا ہے پھر عورت کے پیٹ مین علقہ او مضغہ بنکر پورا بچہ بنتا اور باہر آتا ہے۔ اور پھر ایک ہی بار جوان و قوی نہین ہو جاتا بلکہ رفتہ رفتہ اسطرح سے کہ پہلے بیٹھنے لگتا ہے پھر گھٹنیون چلتا ہے پھر دیوار پکڑ کر پھر بڑھتے بڑھتے ڈاڑھی موچھ آکر قوی جوان ہو جاتا ہے۔ اور پھر اسیطرح منزل منزل بے اختیار گھٹتا جاتا ہے۔ اور یہی حال درخت کا ہے۔ اور یہی حال سب چیزون کا ہے۔ خواہ وہ ہمکو معلوم ہون یا نہون ——————

اب مین آپکے روبرو ایک ایسی دلیل بیان کرتا ہون کہ جس سے آپکو تمام عالم کے مجموعہ کا حادث ہونا بخوبی معلوم ہوگا
عالم یعنی خدا تعالیٰ کی ذات صفات کے سوا جو کچھہ ہے یا جوہر ہے یعنی بذات خود قائم جیسا کہ درخت و پتھر وغیرہ سبکو
یا عرض کہ جو کسی اور مین ہو کر پایا جاتا ہے جیسا کہ رنگ سیاہی سفیدی کہ جو بغیر کسی جسم کے پائی نہین جاتی اور
انمین سے ہر ایک حادث ہے یعنی پہلے معدوم تہا پہر موجود ہوا ہے اور جب عالم کے دو نو جزء حادث ہوئے تو مجموعہ
عالم ہی حادث ہے اور ہر حادث کے لیئے ایک محدث یعنی پیدا کرنیوالا ضرور ہے کیلئے کہ جب تمام عالم
حادث ہوا تو قطعاً ضروری الوجود نہین ورنہ عدم کو قبول کرنیکے کیا معنے بلکہ وجود و عدم اوسکی ترازو کے دونو پلہ مساوی
ہین پس کوئی مرجح یعنے اس وجودی پلہ کا جہکانیوالا ضرور ہے اور وہ عالم سے الگ ہے اور عالم کے جمیع اوصاف و خصائص نقص
سے ہی اسیطرح مبائن ہے کہ جسطرح اپنی ذات مین مبائن ہے ۔ اب رہا یہہ ثبوت کہ کل اعراض حادث ہین سو وہ
یون ہے کہ بعض کا حادث ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریکی چلی گئی روشنی ہوگئی اور سبز پتا سفید ہوگیا
اور بعض کا یون کہ ہر عرض قابل عدم ہے اور جو قابل عدم ہے وہ قدیم نہین سو یہہ ہر [illegible] قدیم نہین اور جو قدیم نہین وہ
حادث ہے ۔ اور کل جواہر کا حادث ہونا ہی ظاہر ہے کیلئے کہ کوئی جوہر ایسا نہین کہ جسپر کوئی نہ کوئی عقل کی
اور نہین تو حرکت و سکون سے تو کوئی جوہر خالی نہین کیونکہ اگر دو آن تک ایک جگہہ مین ہے تو ساکن جب سے
پس جو حوادث کا محل ہے وہ خود بہی حادث ہے ورنہ قدم حوادث لازم آوے گا ۔ اسکے سوا اور صدہا دلائل شاہد ہین
اس امر پر ہین کہ جنکے ذکر کی یہان گنجایش نہین ۔ پس جب آپکو یہہ معلوم ہوگیا کہ یہہ تمام عالم حادث ہے تو ہان
ہی کوئی شک نہ رہا ہوگا کہ یہ ممکن ہے اور ممکن تو اپنی ذات و صفات مین ہر وقت واجب تعالے [illegible]
اور ہر لحظہ ہر بات مین فقیر کیطرح اوسکی طرف جہولی پہیلائے رہتا ہے اور وہ رحمن و رحیم اوسکی جہولی مین ڈالتا رہا
ہے وجود ذات اور صفات اور کل حاجات کے ٹکڑے ڈالتا رہتا ہے تا کہ ہر وقت اسکو اوس سے احتیاج رہے اور یہ بات
ایکبارگی حاصل کرکے دعویٰ استقلال نکرنے لگے اور خدائی کا دم نہ بہرنے لگے ۔ اور اس احتیاج ہمہ وقت کے روا کرنیکو
تربیت اور اوس روا کرنے والے کو رب کہتے ہین اس عمدہ مطلب کو (کہ جسپر حکماء و عقلاء دلائل و براہین لاتے ہین
بڑی سخت مشقت اوٹہاتے ہین) کس سہل طور سے ایک لفظ رب العالمین مین بیان کر دیا کہ جسکو عالم و جاہل
حکیم و فلاسفر برابر سمجھتے ہین اور جسکو اونٹ بکری چرانیوالے عرب کے بدو بہی سمجہکر حظ اوٹہاتے تہے کیونکہ تمام عالم
مین سے اکثر چیزون کا مربی ہونا تو مشاہدہ سے معلوم ہے اور باقی چیزون کی نسبت عقل یہ فیصلہ کرسکتی ہے کہ جب وہ
بہی ممکن ہین تو پہر جسطرح انکو ہر وقت احتیاج ہے اونکو بہی کوئی ترجیح کی وجہ معلوم نہین پس اس لفظ رب العالمین سے

كُلَّ شَيْءٍ کہ میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے ؛ اور فرماتا ہے مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؛ کہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر بجا لاؤ تو اللہ تعالےٰ تمہین عذاب کر کے کیا کریگا۔ اور جبکہ رحمت پر زیادہ نازان ہونا باعث جرات تہا تو اس ترازو کو برابر رکہنے لیئے مالک یوم الدین بہی فرما دیا اور اسمین پانچوین اور چہٹی اور ساتوین بات کیطرف اشارہ ہے کیلیئے کہ انسان جب مالک یوم الدین کی تصویر پر نظر رکہیگا نہ تو انکار قیامت کریگا اور نہ عدم سزا وجزا کا قائل ہوگا نہ تناسخ کو دہیان مین لائیگا۔ اور جب اوس دن کا اوسکو مالک مختار سمجہیگا تو مخلوق مین سے کسی چیز کو بہی اس امر مین حصہ دار نہ بنائیگا نہ حضرت مسیح کو نہ کسی پیر و غوث ولی و نبی کو نہ فرشتہ کو کیونکہ یہ وہ روز ہے کہ لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ جسمین خدا کی اجازت بغیر کوئی بات ہی نکر سکیگا۔ اور جب خدا کے روبرو جانے اور اوس روز کے حکومت مین حاضر ہونیکو دلمین جما دیگا تو ادنیٰ گناہ سے بہی اوسکے دلمین لرزہ آویگا۔ پہر شتر بے مہار ہو کر لذائذ دنیا مین مستغرق ہونا اور فسق و فجور مین عمر کہونا تو کجا ایسی باتین ہی کرتے ہین جو قیامت سے نہین ڈرتے ہین۔ اس تہوڑے سے کلام مین تمام مضامین ہدایت کو ختم کر دیا اور تمین آیتون مین بیشمار الہامی اور روح کو زندہ کرنیوالی باتونکو بہر دیا۔ اب جو کوئی اس کلام سے واقف ہو کر ان الفاظ سے خدا کی ثنا وصفت کر کے اوسکو یاد کریگا بالخصوص نماز مین کہ جہان طہارت جسمانی بہی ہے اور پہر ہر عضو سے مضمون محبت ہی ادا کیا جاتا ہے کبہی دست بستہ کہڑا ہو کر یہہ کلام موہنہ سے بولتا ہے کبہی شوق مین آکر پاؤن پڑتا ہے تو اسقدر دل پر انوار الٰہی اور فیوض نامتناہی فائض ہونگے کہ بیان سے باہر ہین اس مطلب کے علاوہ اس کلام مین اور جو کچہہ اسرار ہین بیشمار ہین مین دو ایک بطور نمونہ کے بیان کرتا ہون ؛

| ۱ | یہہ کہ ہر ایک جملہ دوسرے سے زنجیر کے حلقون کیطرح مربوط ہے گویا کہ ایک دوسرے کی دلیل ہے چنانچہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (کہ تمام تعریفین اور خوبیان خدا ہی کے لیئے ہین) ایک بڑا بہاری دعوے ہے کہ جسکا منکر انکار کر سکتا ہے کہ بعض خوبیان فلان کے لیئے بہی ہین یا سرے سے ہم اللہ کو نہین مانتے یا اون خوبیون کا خدا کے لیئے ثبوت نہین مانتے پس جب اسکے بعد رب العالمین کہا تو ان تمام شکوک کو بڑی دلیل قوی سے دفع کر دیا (جیسا کہ آپ جان چکے ہین) پہر جب الرحمٰن الرحیم کہا تو گویا تمام عالم کے رب ہونے کے لیئے کامل شہادت ادا کر دی کیلیئے کہ تمام عالم کی پرورش اوسیکا کام ہے کہ جو رحمٰن و رحیم ہے اور اسمین اسطرف بہی اشارہ ہے کہ وہ یہہ تربیت باختیار خود کرتا ہے نہ بمجبوری جیسا کہ حکماء یونان سمجہتے تہے۔ اور مالک یوم الدین گویا الرحمٰن الرحیم کے لیئے تتمہ اور تکملہ ہے کیلیئے کہ گو دنیا کی لاکہون نعمتین اور بیشمار خوبیان کسیکو اوسکی رحمت سے حاصل ہو جائین

مگر تا بکے آخر غریبانہ اس ملک سے جانا اور ہر چیز کو چہوڑ جانا ہے - کیونکہ یہہ ترکیب[1] اجسام ایک روز منہدم ہونیوالی ہے یہہ خاک کا گہر مٹی مین ملنے والا ہے - ہمارے بدن کے وہ حالات کہ جو تیس برس یا چالیس برس بعد پیش آتے ہین زبان حال سے یہ خبر سناتے ہین ادہر بال سفید ہونے لگے ادہر چہرہ کی تازگی مین فرق آنے لگا - آنکہہ کان بہی جواب دینے لگے سب کیل وپرزے ڈہیلے ہونے لگے طبیعت اپنے کاروبار سے معطل ہونے لگی ایکدن بلبلہ سا بیٹہہ گیا سب عیش وآرام خواب وخیال ہوگئے سب نعمتین جاتی رہین پس جب تک اوس عالم مین سب نعمارا اور ہر طرحکی فرحت نصیب نہوئی تو کچہہ بہی نہوا پس مالک یوم الدین ہونا اس رحمت کو کمال تک پہنچا دیتا ہے - کیونکہ مالک وہ جزا وہان یہان سے بڑہ کر دیگا - اور اوس غیر متناہی زمانہ مین بہت کچہہ سلوک اور احسان کریگا یہ کمال رحمت ہے

۲ آپ یہ تو جان ہی چکے ہین کہ نبی بندون اور خدا مین ایک واسطہ ہے کہ جو بندون کو خدا سے ملاتا اور باہم میل وجول پیدا کرتا ہے - پس اوس کلام مین کہ جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے اس رابطہ اور میل جول کے متعلق تمام باتین اجمالاً یا تفصیلاً ہونی ضرور ہین اور اس باہمی ارتباط اور رشتہ کا مدار چند چیزون پر ہے - (**اول**) یہہ کہ خدا تعالے کی ذات اور جمیع صفات کا بندون کو یقین کرا دے اور مشاہدہ سا کر کے دکہاوے نہ یہہ کہ صرف بیان غیر کافی اور دعوی غیر شافی پر بس کرے -

---

[1] ترکیب اجسام کے لحاظ سے سب سے بے بنیاد یہہ نرم جسم حیوانات اور نباتات ہے پہر جمادات اسلیئے دنیا مین جسقدر جمادات کی عمر ہے وہ حیوانات نباتات کی نہین - یہہ جمادات وہ ہین کہ جو قدرتی ترکیب سے مرکب ہین - جیسا کہ چاندی سونا ہیرا وغیرہ ورنہ ترکیب صناعی کو وہ استحکام کہان شاہجہانی عمارتیں بہی کوئی سو سال بعد ہلنے لگتی ہین - ایکدوست کا مکان دیکہنے کا بعد مدت کے اتفاق ہوا کیا دیکہتا ہون کہ ہر جگہہ کا چونا جہڑ گیا دیوارون مین ادہر اودہر سے درزین پڑگئین نہ کرہ پر وہ رونق ہے نہ کڑی تخت کا وہ حال ہے یہہ دیکہکر ترکیب انسان کی طرف دہیان آیا کہ اسیطرح یہہ گل بہی مرجہاتا ہے - اور اس خانہ تن کا نقشہ چند روز مین کیسا بگڑ جاتا ہے - ع حیف کہ گلرخان کفن پوش شدند + وز خاطر یکدگر فراموش شدند + آنانکہ بصد زبان سخن می گفتند + آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند + پہر چند احباب واقارب کی وہ شکلین کہ جو ہمارے روبرو خاک مین مل گئین تہین آنکہون کے سامنے کہڑی ہوگئین - اور بے اختیار دل آنکہون سے آنسو ہوکر بہنے لگا ع مقدور ہو تو خاک سے پوچہون کہ اے لئیم + تونے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیئے + پہر اس بے بنیاد ہستی مین یہ کچہہ غفلت اور خرمستی اور مصائب پر بیقراری اور دکہہ پر آہ وزاری ع اے شمع صبح ہوتی ہے روتی ہے کسلیئے + تہوڑی سی رہ گئی ہے اسے بہی گزار دے + اس مضمون کو قرآن مجید نے اکثر مقام پر بڑی خوبی کے ساتہ بیان کیا ہے - ایک جگہہ گہانس کے ساتہ تشبیہ دیکر بے ثباتی بیان کی ہے - جیسا فرماتا ہے - کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ ثم یہیج فتراہ مصفرا ثم یکون حطاما - الآیۃ ۱۲ منہ

وکرسی کو دیکھکر اُسکے بنانیوالے کے وجود اور صفات صنعت وقدرت میں شک کرتا ہے ورنہ عقلمند کو تو مشاہدہ سے بڑھکر اسبات کا
یقین ہوگا۔ دیکھیے جب کوئی کسی پردہ کے پیچھے سے کوئی دیوار بنائے اور رفتہ رفتہ چنکر اُسکو تیار کرے پس اس دیوار کی حالت دیکھنے
والیکو اُس شخص کے وجود کا ایسا ہی یقین ہوگا کہ جسطرح اُسکو عیاناً دیکھنے سے ہوتا اور اُسکی صفات اور اس دیوار کے حدوث میں بھی
کوئی شک باقی نرہیگا اسیطرح جو شخص ہر چیز کو خدا ہی کی یدقدرت سے پرورش پاتے اور گھٹتے بڑھتے دیکھتا ہے وہ بھی اُسکی ذات اور
صفات پر اعلےٰ درجہ کا یقین رکھتا ہے اگرچہ یہاں سے بھی اُسکی صفات معلوم ہوتے تھے مگر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین میں اور بھی
کھولدیا اور مشاہدہ کرکے دکھا دیا۔ اب غور کیجیے کہ یہ برہان مفید ہے یا یہ کہنا کہ ابتدا میں خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا الخ جیسا
کہ سب سے اول توارت میں کہا گیا ہے نہیں ہرگز نہیں کس لیے کہ اسکو تو وہی مانیگا کہ جو خدا کا قائل اور الہام کا بالخصوص اس کلام کا مقر ہوگا
ورنہ وہ کہہ سکتا ہے کہ جائز ہے کہ آسمان وزمین قدیم ہوں اور خدا موجود نہو بخلاف اس عبارت قرآنیہ کے کہ اسنے منکر و ملحد کے تمام شکوک
وشبہات کی جڑ اکھاڑ دی اور اسبات کو اس قوی برہان سے ثابت کر دیا گویا مشاہدہ کرا دیا لہذا اسلیے بھی قرآن کا نازل ہونا ضروری تھا
اور دیگر کتب اناجیل وغیرہ میں تو اتنا بھی نہیں جیسا کہ ہم ہر کتاب کا سرنامہ لکھکر آپکو ابھی دکھاتے ہیں۔ **امر دوم** کو بھی اسی جملہ الحمد للہ
رب العلمین سے مشاہدہ کرا دیا کس لیے کہ جب عقل نے اپنی آنکھوں سے عالم کو ہر وقت ایک غیر شخص کا محتاج دیکھ لیا کہ جو غیب سے اسکو
ہستی کا حصہ عطا کرتا ہے اور یہ ہر آن اُسکی تربیت سے فیض اٹھاتا ہے تو اسکے **حادث** ہونے اور اسکی ابتدا اور انتہا میں کیا شک
باقی رہگیا یہ بات بھی ایسی فطری الیقین ہے کہ جیسی پہلی بات اس برہان تربیت پر جو شخص ذرا بھی غور کریگا تو اپنی عقل کی دونوں
آنکھوں سے جسطرح خدا تعالیٰ کو بجمیع صفات مشاہدہ کریگا اسیطرح اسکے مربوب و مصنوع عالم کے احتیاج اور حدوث اور فنا پذیر ہونیکو بھی
دیکھ لیگا۔ ایک بڑا حکیم اور فلسفی جو فن الہیات میں بیشمار دلائل سے ان دونوں باتوں کو ثابت کرکے لطف اٹھا دے یا کوئی صاحب مذاق
روحانی اپنے مکاشفہ اور نور نبوت سے یہانتک پہنچ جاوے تو اُسکا علم اور یقین ان امروں میں اس سے زیادہ نہوگا کہ جو اس برہان
سے فیض پانیوالیکو حاصل ہے۔ توارت کا جملہ مذکورہ تو امر ثانی میں بھی یہی نقصان رکھتا ہے جو پہلے امر میں تھا۔ اور کتابوں میں تو ثابت
نہیں یہ بھی نزول قرآن کے لیے ایک بڑی **ضرورت** تھی (**امر سوم**) کو الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین سے
ثابت کیا بلکہ دلوں میں جما دیا کس لیے کہ محبت کی دو قسم ہیں ایک **ذاتی** کہ بغیر طمع کسی نفع کے اُسکی ذات سے ایک جذب مقناطیسی
کیسی کیفیت پیدا ہو جائے دوسری **صفاتی** کہ کسی سے پہلے حقوق اور حال کی نعمتوں اور آیندہ کی امیدوں سے محبت کیجائے۔ پھر
صفاتی کی تین قسم ہیں ایک پہلے حقوق کے لحاظ سے دوسرے حال کی بخششوں و نعمتوں سے تیسرے آیندہ کے لیے بہتری اور
[illegible] کی امید سے۔ اور تمام دنیا کی محبتوں کو بھی جو آپ غور کرینگے تو وہ انہیں میں سے ایک محبت ہوگی۔ پس کسی کے دل میں
[illegible]یکی یہی صورت ہے کہ یا اُسکو جلوہ ذات دکھا یا جائے یا ان تینوں صورتوں میں سے ایک کو یاد دلایا جائے بلکہ صفحہ دل پر

ضرورت قرآن

ملمع پایا جاوے۔ اور جہاں کہ جلوہ ذات اور یہ تینوں حالات بھی سامنے کھڑے کر دیے جاویں تو وہاں محبت کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں اسکے
مقابلہ میں زبانی محبت کرنیکا حکم دینا وہ نسبت رکھتا ہے کہ جو کسی پیاسے کو برف کے شربت پلانے سے زبانی پانی پیو پانی پیو
کہنا نسبت رکھتا ہے۔ پس اس اہم امر کو خدا تعالیٰ نے ان تینوں جلووں سے دلوں پر نقش کر دیا اور ہر قسم کی محبت سے دلکو بھر دیا۔ الحمد للہ
میں تو اپنی ذات مجمع الصفات کا جلوہ دکھا کر ذاتی محبت کا پیالہ پلا دیا اور رب العلمین میں حقوق سابقہ ولاحقہ تربیت اور حاجت روائی
کو یاد دلا کر شیدا بنا دیا اور الرحمن الرحیم سے اپنی ہمہ وقت رحمت و عنایت کا امیدوار بنا کے مفتون کر دیا اور مالک یوم الدین سے
تو آخرت کی نعماء باقیہ و عنایات غیر متناہیہ کا نقشہ دلپر جما کر اپنا دیوانہ کر دیا اور مجنوں بنا دیا۔ اور اسی لیے ایکجگہ قرآن مجید میں
اس کلام ایمان لانیوالوں کی نسبت یہ فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ کہ اہل ایمان اللہ سے سب چیزوں سے زیادہ محبت
رکھتے ہیں۔ اور بھی کئی جگہ اسی طرح پر ارشاد ہے۔ اسوقت میں جو لوگوں نے الہامی کتابیں فرض کر رکھی ہیں اُنمیں اس اہم مسئلہ کا پتا بھی نہیں
چنانچہ اُنکے سرتاسر سے آپکو معلوم ہوگا اور جو کہیں بعض ذکر بھی ہے تو صرف محبت کرنا فرمایا ہے نہ محبت کا طریق بتلایا ہے نہ اسکو دلوں میں
جمایا ہے۔ اسی لیے جسقدر اس امت محمدیہ میں محبان خدا گزرے ہیں اور اب بھی ہیں اور آئندہ ہونگے کسی میں سواں حصہ بھی نہیں
کیونکہ محبت کا نتیجہ اول تو پوری پوری اطاعت ہے جیسا کہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ کہ اگر تم خدا سے
[illegible] میرا کہا مانو کیونکہ اطاعت رسول عین طاعت الٰہی ہے۔ سو یہ فرمانبرداری اور جاں نثاری جسقدر اس امت میں اپنے
رسول کے لیے پائی جاتی ہے اسکا بیسواں حصہ بھی کسی میں نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی امت کی سرکشی تو ضرب المثل ہے حضرت عیسےٰ
علیہ السلام کے بارہ حواری گو مطیع تھے مگر آنحضرت علیہ السلام کے صحابہ سے کیا نسبت جنہوں نے حضرت پر اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالکر
خدا کے دشمنوں سے بڑے استقلال سے مقابلہ کیا اور مسیح علیہ السلام کے ایک حواری نے تو چند روپے لیکر اُنکو دشمنوں کے پنجہ میں پھنسا دیا
اور حضرت شمعون پطرس اور دیگر حواری کافور ہو گئے (جنپر عیسےٰ علیہ السلام نے سب کو بے ایمانی اور سخت دلی کا لقب عطا کیا انجیل
مرقس باب ۱۶) اور اخیر مرتبہ محبت کا یہ ہے کہ اُسکے شوق میں اپنی جان اور جسم کو اُسپر فدا کر کے اُسکے وصال کا طالب ہو۔ ع
خرم آن روز کزیں منزل ویراں بروم ؛ راحت جاں طلبم سوی جاناں بروم ؛ در ہوائے رخ تو ذرہ صفت رقص کناں ؛ تا لب چشمہ خورشید
درخشاں بروم ؛ اس مرتبہ کو زبان شریعت میں **شہادت** اور عرف طریقت میں **فنا فی اللہ** کہتے ہیں اس محبت الٰہی نے
اسلام میں یہانتک ترقی کی کہ مرنے جینے کھانے پینے ہر کاروبار میں اُسیکا واسطہ اور اُسیکا ذکر مقدم سمجھا جاتا ہے ع کار ما عشق و
بار ما عشق است ؛ حاصل روزگار ما عشق است ؛ اور شہدا اور اولیاء اللہ اس امت میں انبیاء بنی اسرائیل کے ہم پلہ گزرے ہیں جنکے
خرق عادات و کرامات کا ایک عالم مقر ہے۔ یہ فیض حواریوں میں رہکر منقطع ہو گیا اس امت میں قیامت تک رہیگا دوسری صدی ہی
عیسوی سے لیکر اب تک عیسائی بھی کسی سچے عیسائی کا پتا نہیں بتلاتے کہ جسپر زہر اثر نکرے سانپوں کو اُٹھا لے اسکا ہاتھ

ضرورت قرآن

لگتے نہی بیمار تندرست ہوجاویں ۞ (انجیل مرقس) یہ بھی نزول قرآن کے لیے ایک بڑی **ضرورت تھی واضح** ہو کہ جب انسان کے دل پر یہ تینوں باتیں خوب جلوہ گر
ہوجاتی ہیں تو پھر اسکی آنکھوں میں کسیکی ہستی مستقل نہیں معلوم ہوتی چہ جائیکہ اُس سے طلب حاجات اور ادائے عبادات بلکہ وہ ہر کام میں خدا ہی سے استعانت
چاہتا اور اُسکی عبادت کرتا ہی اسی لیے ان تینوں آیتوں کے بعد ایاک نعبد و ایاک نستعین بندے کے منہ سے کہلوا دیا (**امر چہارم**) کو اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین
انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں واضح کر دیا کیونکہ جب بندے کو ہر امر میں راہ راست چلنے کی ترغیب دی اور سیدھی راہ چلنے والوں کو جو کچھ نیک نتیجہ
ملا وہ بتلا دیا اور اُسکے برخلاف افراط و تفریط کرنیوالوں راہ راست کو چھوڑنیوالوں کا ثمرہ غضب الٰہی اور گمراہی پہلوؤں کا حال بیان کرکے جتلا دیا تو گویا
ہر کام کا نیک و بد نتیجہ دنیاوی و اُخروی آنکھوں سے دکھا دیا۔ پس جسطرح ان تینوں مضامین کی شرح قرآن مجید میں جا بجا ہے اسیطرح اس امر چہارم کی شرح کیلیے
بھی موسیٰ اور فرعون اور دیگر انبیاء اور اُنکے اعداء کا حال بیان کرکے متنبہ کر دیا اور پھر عالم آخرت کے نیک بد نتائج مختلف طور سے
بیان کرکے تو دل کو عالم آخرت کے شوق اور اپنے خوف سے بھر دیا۔ چونکہ توارت و انجیل میں یہ بات نہیں بلکہ صرف موزمانہ طور ابتدا سے
اخیر تک روزنامچہ نویسی کی ہی اسلیے اسکی اصلاح کے لیے بھی قرآن کا نازل ہونا یہ **ضرور تھا** (۳) ان تینوں آیات میں رحمت و غضب کی
جیسی رعایت منصب الہام کو ضرور تھی ویسی ہی رکھی چنانچہ اس اُمت مرحومہ کے لیے یہ مناسب تھا کہ آثار غضب کی بہ نسبت اظہار رحمت کو
زیادہ ظاہر کیا جاوے اسلیے رب العلمین اور الرحمن الرحیم دو جملہ تو وہ بیان کیے کہ جنسے رحمت ٹپکتی ہے اور پھر خوف دلانیکو صرف ایک میں ملک
مالک یوم الدین کو بھی ذکر فرما کر چوکنا کر دیا تاکہ رحمت پر مغرور ہو کر جرأت نہ پیدا ہو جاوے الغرض افراط و تفریط سے کامل اجتناب کیا نہ سراسر رحمت
نہ بالکل غضب بلکہ مناسب مناسب۔ یہ کمال حکمت ہے (۴) مبدء و معاد کو بھی برابر یاد دلایا جسطرح الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم میں
آفرینش اور پرورش دنیا کا ذکر تھا تو اسیطرح مالک یوم الدین میں آخرت کو یاد دلا دیا (۵) ہر ایک موقع پر وہ مناسب لفظ بولا گیا کہ
اگر اور لفظ بولا جاتا تو مطلب فوت ہو جاتا چنانچہ الحمد کی جگہ المدح و الشکر میں یہ بات حاصل نہوتی کس لیے کہ مدح غیر اختیاری کمالات پر بھی
ہوتی ہے اور یہاں خدا تعالیٰ کے کمالات کا اختیاری اور عدم اضطراری ہونا ثابت کرنا مقصود تھا تاکہ فلسفہ یونان کا یہ غلط خیال
رد ہو جاوے کہ یہ عالم اُس سے بایجاب (بالاضطرار) سرزد ہوا ہے اور وہ بے اختیار ہر چیز کی پرورش کرتا ہے اور اسیطرح شکر کسی نعمت
کرنے پر ہوتا ہے نہ کمالات ذاتیہ پر بخلاف حمد کے کہ وہ سب پر ہوتی ہے پس اسی لیے لفظ حمد کو اختیار کیا۔ اور اسکے ساتھ الف لام
ملا دیا تاکہ افادہ استغراق دیوے اور ہر حمد اُسکے لیے ثابت ہو جاوے۔ کلام عرب میں الف لام اکثر اسم نکرہ پر آتا ہے جیسا کہ انگریزی میں نون
(نکرہ) پر لفظ دی آتا ہے اور یہ لام **چار قسم** ہے کس لیے کہ اگر اس سے کوئی **شخص خاص** مراد ہے جیسا کہ الرجل یعنی وہ آدمی تو اس کو
لام عہد خارجی کہتے ہیں اور اگر ماہیت مراد ہے تو پھر یا صرف ماہیت بلا لحاظ تحقق افراد ہے تو اسکو **لام جنس** کہتے ہیں جیسا کہ
الرجل خیر من المرأة میں جنس رجل (مرد) مراد ہے اور اگر وہ ماہیت افراد میں متحقق ہونیکے لحاظ سے ہے تو یا کل افراد مراد ہونگے تو
اسکو **لام استغراق** کہتے ہیں جیسا کہ الحمد میں کل افراد حمد مراد ہیں خواہ کوئی حمد کسی کی کرے سب انجام کار خدا ہی کی حمد ہے

جسکی کوئی حمد کرے گا تو کسی کمال پر کرے گا سو وہ اوسیکے ماننے آیا ہے - نوکرونکے جود وسخا کی تعریف درحقیقت آقا کے جود وسخا کی تعریف ہے کہ جسکے مال کو اوسکی اجازت سے دیتے ہین - اور اگر کل افراد مراد نہین بلکہ بعض غیر معین تو اسکو لام عہد ذہنی کہتے ہین جیسا کہ کوئی شخص اپنے نوکر کو کہے اعط الرجل کہ کسی شخص کو یہہ صدقہ دے آ یعنی جو ملے کسیکی خصوصیت نہین اس تقسیم کے بیان کرنے مین علما اصول اور بیان کے مختلف عنوان ہین تلویح اور مطول مین علامہ سعد الدین علیہ الرحمہ نے اسکی خوب تحقیق کی ہے اور اسیطرح للہ کی جگہہ للغفور یا کوئی اور نام آتا تو یہہ مطلب حاصل نہوتا کیسلیئے کہ دعوے یہ ہے کہ کل خوبیان خدا کو ہین سوا اسکے لیئے وہ اسم لانا چاہیئے کہ جسمین کل خوبیان مجتمع ہون تا کہ اوسی دعوے مین دلیل پیدا ہوکر ایک عجیب لطف حاصل ہو سو اسکے لیئے سوائے لفظ اللہ کے کہ جو اوس ذات واجب الوجود کے لیئے مقرر کیا گیا ہے کہ جسمین تمام صفات کمالیہ ہون اور کوئی اسم صلاحیت نہین رکہتا کیونکہ اور اسماء صفاتیہ ہین اون مین خاص ایک صفت کا لحاظ ہے - اور اسیطرح رب العالمین مین رب کی جگہہ اگر صانع اور خالق کہتے تو مقصود حاصل نہوتا کیسلیئے کہ مقصود یہہ تہا کہ ہر دہریہ اور مشرک کے روبرو ذات باری تعالے کو ثابت کیا جاوے سو یہہ بات لفظ رب مین حاصل ہے کہ جس سے ہر چیز کا ہر وقت حادث اور محتاج ہونا دیکہکر جلد یقین ہوجاوے کہ آخر اس سلسلہ ممکنات کا ہر وقت پرورش کرنے والا ضرور کوئی واجب الوجود جامع الصفات ہے ورنہ اگر یہہ چیزین خود بخود ہوتین تو پہر انکے وجود کی باگ کون روکنے والا ہے کہ جو تہوڑا تہوڑا کر کے ہر چیز عطا کرتا اور تدریجاً میدان ہستی مین آنے دیتا ہے - کیون یکبارگی نہوگئین بخلاف لفظ خالق و صانع کے کہ اونمین یہ بات حاصل نہین - اور اسلیئے خدا تعالے کے ثبوت وجود کے لیئے اس برہان تربیت سے کوئی دلیل بڑہکر کیا برابر بہی نہین - اور اسیطرح اگر عالمین مین جمع کی جگہہ لفظ مفرد عالم لاتے اور رب العالم کہتے تو وہ مدعا کہ جو ہمنے بیان کیا حاصل نہوتا - کیونکہ گو حکماء یونان اور زردستیون اور کیومرثیون اور قدماء ہنود اور بہت سے لوگون کا یہہ عقیدہ غلط ہے (کہ ہر نوع کے لیئے ایک رب ہے کہ جسکا بت بناکر اب تک ہندوستان مین ہنود پوجتے ہین - اور جہلاء عرب نے بہی ہر کام کا ایک حاجت روا بناکر سیکڑون بت کعبہ مین اور دیگر مقامات مین رکہہ چہوڑے تہے) مگر اونکے مقابلہ مین خدا کو رب العالم کہنا نفی شرک اور بت پرستی مٹانے کے لیئے چندان مؤثر نہوتا اور جب رب العالمین کہا تو سبکو خدا کی بے نہایت قدرت و عظمت بتلا کر

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ ہم تیری ہی عبادت کرتے - اور تجھہ ہی سے (ہر کام مین) مدد مانگتے ہین ؎

ترکیب نعبد فعل اور ضمیر نحن فاعل ایاک مفعول ہے کہ جو تخصیص کے لیئے مقدم کردیا گیا ہے فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا + واو حرف عطف نستعین فعل با فاعل ایاک مفعول مقدم برائے تخصیص فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا جملہ سابقہ پر

تفسیر بندہ جبکہ اوسکی حمد اور اوصاف کرساتہ کرچکا کہ جنکی تجلی سے خدا تعالے کی ہستی اور صفات کمالیہ کا وہ نقشہ اسکے دلپر جمایا کہ اوسکے سوا پہر اور کوئی نظرون مین نہ سمایا تو اس شوق غائبانہ نے اوسکو بارگاہ حضور تک پہونچایا پس جیسا کہ وہ ابتدا مین خدا تعالی کو بن دیکھے اوسکے صفات مخصوصہ سے یاد کرکے لشاد کرتا تہا اسیطرح اب اوسکے روبرو ہوکر یہ کہنے لگا کہ اے میرے معبود مین تجہہ پہ قربان تیرے سوا کون ہے مین تیری ہی عبادت کرتا ہون اور تجہہ ہی سے ہر کام مین مدد مانگتا ہون آپکو اس آیت کا پہلی آیتون سے **ربط** معلوم ہوگیا کہ یہ اون دلائل کا نتیجہ اور اوس تعلیم کا ثمرہ ہے اور غائبانہ سے حاضر ہوکر یہہ کلام کرنیکا سبب ہی منکشف ہوگیا مگر اس کلام کے اسرار اور معانی بیان کرنے باقی ہین سو پیشتر ہم معانی بیان کرتے ہین

معانی عبادت نہایت درجہ کی عاجزی اور انکساری ہے کہ جو کسیکی تعظیم کے لیے عمل مین آوے اور یہہ عرب کے اس قول سے ماخوذ ہے طریق معبد اے مذلل اوس رستہ کو عرب معبد کہتے تہے کہ جسپر کثرت سے لوگ چلتے ہون اور وہ پاؤن مین روندا جائے پس اسی سے عبادت ہے کہ عابد اپنے معبود کے آگے بچہا جاتا ہے - عبادت دو قسم ہے اول وہ کہ جو ظاہر اعضاء بدن سے متعلق ہے - دوم وہ کہ جو قوی باطنیہ سے علاقہ رکہتی ہے - پہر اول کی دو قسم ہین بدنی اور مالی پہر بدنی کے دو قسم ہین **ایک** یہہ کہ کوئی فعل تعظیماً عمل مین آوے - جیسا کہ سجدہ کرنا رکوع کرنا جسکو **نماز** کہتے ہین اور اسکا نام زبان سے تبرکاً لینا اوسکی تسبیح وتقدیس کرنی اوسکی کلام کو تبرکاً پڑہنا اوسکے اون مقدس مقامات مین تبرکاً جانا کہ جہان اوسکے انوار کے نشان وظہور برکات ہون جیسا کہ **حج** طواف وسعی وغیرہ مصائب اور حاجات مین اوسکو پکارنا اوسکے نام کی دہائی دینا دعا مانگنا **دوم** اوسکے خوف اور ادب سے کسی کام کو عمل مین نہ لانا جیسا کہ جماع واکل وشرب کو کہ جو نفس کے نزدیک نہایت مرغوب ہین اوسکے لیئے ترک کرنا جسکو شرع مین **صوم** یعنی روزہ کہتے ہین اور جیسا کہ مقامات متبرکہ مین شکار نہ کہیلنا وہانکے درخت نہ کاٹنا جیسا کہ حرم اور احرام مین نہین کرتے اور مالی عبادت اوسکے نام پر کچہہ دینا جیسا کہ **زکوۃ** اور **صدقہ** • اور جو قوائے باطنیہ سے متعلق ہین وہ بہی چند قسم ہین - اوسکے آیات اور عجائبات قدرت مین غور وفکر کرنا اوس سے دلی اور حقیقی **محبت** رکہنا - اوسکی دل سے نہایت **تعظیم** اور عظمت کرنا اذکار **روح** اور **نفس** اور **قلب** اور **خفے** اور **سر** بہی اسی قسم مین داخل ہین کہ جنکو ارباب طریقت عمل مین لاکر **قدسی** ہوجاتے ہین - یہہ اصول ہین باقی اونکے فروع اور اسباب دشت وطہ بیشمار ہین

پس جب اوسکے روبرو حاضر ہوکر بندے نے یہہ کہا کہ ایاک نعبد کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے اور تیرے

کرینگے تو اقرار کر لیا کہ یہ امور خاص تیرے ہی لیئے عمل مین لاوینگے اور کسیکو شریک نکرینگے - اب غور کرو کہ ایک تو بندے کو
یہ حکم دینا کہ تو بت کو سجدہ نکیجیو کسی تصویر کو نہ پوجیو جیسا کہ تورات مین مذکور ہے اور ایک کہ اون دلائل کا پرتو ڈالکر
جو پہلے تین آیتون مین مذکور ہوئین بندہ کے موہنہ سے یہ اقرار کرا دینا دونون مین کون زیادہ اثر رکہتا ہے
چونکہ پہلی کتابین اس امر مین قاصر تہین اسلیئے نزول قرآن کی ضرورت ہوئی - اور جسطرح رد شرک مین یہ کلام
بے نظیر ہے اسیطرح ہر قسم کی بندگی اور عبادت الٰہی کی ترغیب مین اپنا مثل نہین رکہتی کیونکہ ایک تو یہہ کہنا کہ تو
اپنے سارے دل اور اپنے سارے جی سے اوسکی بندگی کر (تورات سفر استثنا) اور ایک اون دلائل سے کہ جو پہلے
مذکور ہوئے بندہ کی آنکہون مین اور کسیکو قابل عبادت نہ رکہکر اور اپنی پرورش اور رحمت یاد دلاکر خود اوسکے موہنہ
سے یہ اقرار کروانا - ان مین زمین آسمان کا فرق ہے اور اسیطرح یہ آیت محبت الٰہی کے پیدا کرنے مین بہی بے مثل
ہے - تورات مین تو صرف یہی ہے کہ تو اپنے سارے زور سے اپنے خداوند کو دوست رکہہ (استثنا) وہان
نہ محبت کا طریق بتلایا ہے نہ وجوہات محبت ذکر کیئے ہین اور یہان دونون باتین ہین کیسلیئے کہ وجوہات محبت تو (پرورش
کرنا ہر طرح کی حاجات کا روا کرنا بعد مرنیکے آرام و راحت پہنچانا) اول کی تینون آیتون مین ذکر ہو چکے اور یہان طریق
محبت بتلا دیا کہ اوسکی عبادت کرو ورنہ اسکے سوا محبت کا اور کیا طور ہے کیا کسی لکڑی یا بت کو گلے سے لگا کر پیار کیا کرے

واضح ہو

کہ دنیا مین جو لوگ وہم اور خیالات فاسدہ کی پابندی سے جن خیالی معبودونکی پرستش کرتے ہین - اونکی چند قسم ہین
کیونکہ بعض تو جسمانی چیزونکو شریک عبادت کرتے ہین - اور بعض غیر جسمانی چیزون کو اول یعنی جسمانی معبودونکی
دو قسم ہین - ایک جسم سفلی دوسرا جسم علوی پہر وہ معبود کہ جو جسم سفلی ہین اونکی بہی دو قسم ہین **بسیط** اور
مرکب بسائط جیسا کہ آگ اور پانی اور ہوا چنانچہ ان چیزون کی اب تک **ہنود** اور **مجوس** پرستش کرتے
ہین اور دساتیر اور **وید** اور پرانون مین مذکور ہے اور پہر وہ معبود کہ جو اجسام مرکبہ ہین اونکی بہی چند اقسام
ہین **معدنیات** پتہر اور چاندی اور سونا اور تانبا اور پیتل چنانچہ ان چیزونکی بہی اب تک اہل ہند
پرستش کرتے ہین - اور **درخت** وغیرہ نباتات چنانچہ پیپل کو اب تک ہندو لوگ پوجتے ہین اور اوسکے
کاٹنے کو بڑا گناہ جانتے ہین اور **حیوانات** چنانچہ گائے اور بیل اور سانپ وغیرہ جانورون کو اب تک
ہندو پوجتے ہین اور اونکے ذبح کرنے کو گناہ عظیم جانتے ہین - اور **انسان** چنانچہ راجہ رام چندر
اور کرشن اور مہادیب اور **بشن** وغیرہ بہت سے انسانون کو اب تک خدا جانتے اور اونکے نام کی

خیالی صورتین پتہرون کی بناکے مندرون مین رکہتے ہین اور اونکے آگے گابجاکر اور بہوگ لگا پوجا کرتے سجدہ کرتے ہین اونسے حاجات طلب کرتے ہین - اور اسیطرح عیسائی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا جانتے ہین اور بعض بیوقوف یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو بہی خدا کا بیٹا کہتے ہتے اور دہ معبود باطل کہ جو اجسام علویہ مین اونکی بہی کئی قسم ہین **آفتاب** اور **ماہتاب** اور ستارے چنانچہ انکو بہی ہنود اور مجوس ابتک پوجتے ہیں دساتیر مین ہرایک ستارہ اور آفتاب و ماہتاب کی تسبیح اور پرستش کا طریق مندرج ہے اور **وید** اور پرانون مین بہی سورج دیوتا کی پوجا کے طریق مندرج ہین اور گاتری منتر بہی ہندو اسکی پوجا کرنے مین بڑے اعتقاد سے پڑہتے ہین جسمین آفتاب کی بڑی مدح ہے اور بعض توایسے دہرماتما ہین کہ جب تک سورج دیوتا کے درشن نہین کرتے اَن جل کے پاس نہین جاتے - اور **آسمان** چنانچہ بہت سے جہلاء عرب اور مجوس آسمان کو ہربات کا خالق سمجہتے ہتے - اور جب ایران مین آکر اہل اسلام آباد ہوئے تو اونکی اولاد مین بعض پر مجوس کا خیال قدرے مؤثر ہوا اور اپنے اشعار مین آسمان کو مخاطب کرنے لگے اور پہر جب اردو مین شعر نے جنم لیا تو اونہین ایرانیون کے تقلید سے یہان کے شعراء بہی بیچارے آسمان کے پیچہے پڑگئے اور سارے گلہ شکوہ ناکامیابی کے اسیکے سر پر لگا کر دس پانچ گالیان دینا ضرور سمجہنے لگے اور جو اجسام نہین تو اونکی بہی چند قسم ہین - ایک قسم نور وظلمت یعنی **چاندنا** اور **اندہیرا** چنانچہ فرقہ **مانویہ** اور **ثنویہ** جو مجوس مین اندہیرے اور چاندنے کو مدبّر عالم جانکر پوجتے اور خدا سمجہتے ہین دوسری قسم **ارواح** چنانچہ ایک قوم کا عرب مین یہی عقیدہ تہا کہ ملائکہ ارواح فلکیہ ہین اور ہر ملک کے لئے ارواح فلکیہ مین سے ایک روح مدبّر اور کارکن ہے اور اسیطرح اس عالم مین سے ہر نوع کے لیئے ایک روح مدبر اور رب ہے سو یہ لوگ ہر روح کی ایک خیالی صورت پتہر یا پیتل کی بناکر پوجتے تہے - چنانچہ ہنود بہی ابتک یہی کرتے ہین - اور ایک قسم **خیر و شر** چنانچہ مجوس مین سے ایک گروہ کا یہہ عقیدہ ہے کہ اس عالم کے دو خدا ہین اور وہ دو نو بہائی ہین ایک **یزدان** جو خیر ہے اور تمام اچہی باتین وہی کرتا ہے اور ایک **اہرمن** کہ جو شر ہے اور تمام بُری باتین وہی کرتا ہے - گرچہ پارسی موحد ہونیکا دعوی کرتے ہین مگر باہمی مناظرات سے بہی اور اونکی بعض کتابون سے بہی یہ بات معلوم ہوئی کہ شر کا خالق خدا تعالےٰ نہین گو اہرمن کے قائل نہون مگر اوسکی جگہہ دوسرا مستقل خدا انسان کو مانتے ہین حالانکہ ہمنے اونکو سمجہایا بہی کہ خالق ہونا اور چیز ہے اور کاسب ہونا اور چیز خدا خالق ہے اور بندہ کاسب اور اوس فعل کے ساتہ کاسب متصف ہوتا ہے نہ خالق دیکہو سیاہی بنانے والے کو سیاہ نہین کہتے بلکہ اوسکو کہ جسکے بدن پر لگی ہو لیکن اونکی سمجہہ مین یہ باریک بات نہین آئی - اور اسیلیئے اہل اسلام مین سے بہی بعض لوگ کہ جنکو **قدریہ** یا **معتزلہ** کہتے ہین یہہ کہ شر کا خالق بندے کو قرار دیتے ہین جس سے عالم کے لیئے دو مستقل خالق ماننے

پڑہتے ہین ۔ فساد ۔ ۔ ۔ ۔ پس یہہ تمام گروہ ان چیزون کو نفع کی امید اور برائی کے ڈر سے پوجتے تہے اور اب بہی پوجتے ہین اور جو کسیکی عبادت یا طاعت کرتا ہے تو انہین دونون باتون سے کرتا ہے ۔ اور جو ذاتی عبادت کرتے ہین تو وہ بہت ہی کم ہین ۔ اور محکمہ نبوت کے لیئے یہ ضرور ہے کہ وہ اس خراب بات کو مٹاوے بالخصوص اوس نبی کے لیئے کہ جو تمام عالم کا نبی ہو اور اسوقت تمام عالم مین انہین خیالات فاسدہ کی اندہیریان ہر طرفسے محیط ہون اور اس گمراہی نے تمام عالم کو تاریک کر رکہا ہو ۔ اور اس خیال فاسد کے مٹانیکے لیئے تنہا معجزات کافی نہین کسلیئے کہ کچہہ عجب نہین کہ اس نبی کو بہی ان معجزات و کرامات سے منجملہ ادن معبودون کی ایک معبود سمجہہ بیٹہین مطلب برعکس ہو جاوے جیسا کہ **عیسائیون** نے حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا سمجہہ لیا اور اوسکا بیٹا بنا دیا **بلکہ** کسی برہان قوی سے ان تمام چیزون کا بلکہ مجموعہ عالم کا اور جسقدر عالم فرض کیئے جاوین اون سبکا محتاج اور حادث ہونا اور اونکے سب کمالات بلکہ اونکی حیات کا مستعار ہونا دکہا دیا جاوے اور کسی مالک مختار قادر علیم و رحیم کا ہر وقت دست نگر ہونا مشاہدہ کرا دیا جاوے تاکہ پہر اور کسی چیز کو استحقاق عبادت عقل سلیم کے نزدیک نرہے اور نہ کسی سے مدد مانگنے کی حاجت پڑے **اسلیئے** خدا تعالے نے اپنے کلام مین ایسا ہی کر دیا کہ اول تینون آیتون مین تمام عالم کا محتاج ہونا اور اپنا ہر طرح کا قادر و رحیم و کریم ہونا ثابت کر کے بندہ کے دلپر وہ تجلی ذاتی کی کہ ہر چیز اوسکی نظرون مین گر گئی اور خدا ہی کی عبادت و استعانت کا اقرار کرنا پڑا ۔ پس ان تینون آیتون کے بعد ایاک نعبد نے تمام جہان کے جہوٹے معبودون کی خدائی چہین کر کلمۂ لا الہ الا اللہ کو برہان قطعی سے ثابت کر دیا ۔

استعانت معونت (مدد) کا طلب کرنا ہے ۔ استعانت کے اصول چار ہین (۱) دلمین کسی کام کا ارادہ پیدا کرنا اور اسکی خوبی اور نتیجہ کا حسن دلپر نقش کر دینا کہ جسکی وجہ سے انسان اوسکی طلب مین سرگرم ہوتا ہے (۲) اوس کام کے آلات و اسباب اور سب ساز و سامان بہم پہنچا دینا ۔ پہر اس ساز و سامان کی دو قسم ہین ایک ضروری کہ جس بغیر کام تمام نہو مگر آسانی ملحوظ نہو دوسرے زائد از ضروری کہ جس سے بآسانی وہ کام تمام ہو جاوے مثلاً ایک تو صرف پیٹ بہر دینا خواہ عمدہ غذا ہو یا بُری دوسرے یہ کہ عمدہ غذا سے پیٹ بہرنا پس قسم اول کے ساز و سامان کو **قدرت ممکنہ** اور دوسریکو **قدرت میسّرہ** کہتے ہین ۔ اور استطاعت بہی اسیکو کہتے ہین ۔ پہر یہہ ساز و سامان بیشمار ہین ۔ سلامت حواس ظاہرہ و باطنہ اور خارجی اسباب کا بہم پہنچانا وغیرہ ذلک (۳) ارتفاع موانع یعنی اوس کام مین جو چیزین خلل انداز ہین (خواہ اوس کام مین یا اوسکی حسن و خوبی مین) اونکو دفع کرنا کسلیئے کہ گو کسی کام کا ارادہ دلمین مصمم ہو اور اوسکے سب سامان بہی بہم پہنچین مگر تا وقتیکہ اوسکے خارج اور خلل انداز اور مانع آنے والی چیزون کو دور نکیا جاوے وہ کام کبہی انجام کو نہ پہنچے گا

(۴) اوس کام پر غرض کا مترتب ہونا کیونکہ گو ایک گروہ کی یہ رائے ہے (کہ جب دونون چیزین ہونگی یعنی ساز وسامان اور ارتفاع موانع ہوگا تو خواہ مخواہ اوس فعل کا نتیجہ یا غرض پیدا ہوگی) مگر ہم خدا تعالےٰ کو قادر مطلق مانتے ہین ہر چند اوسکی عادت یون ہی جاری ہے کہ وہ ان دونون باتون کے بعد اثر کو فعل پر مرتب کرتا ہے لیکن وہ قادر ہے چاہے تو نہونے دے۔ چنانچہ جسطرح کبھی کبھی اپنا ید قدرت دکہانے کو بغیر سامان و اسباب کے اثر مرتب کر دیتا ہے اسیطرح گاہے اسباب پائے جانے اور موانع نہونے پر بہی اثر کو مترتب نہین ہونے دیتا۔ کبھی آگ نہین جلاتی پانی سے سیرابی نہین حاصل ہوتی بے لشکر کے فوجونکو ہزیمت دیدیتا ہے۔ بے ساز وسامان غیب سے کام کر دیتا ہے اسکو **خرق عادات** کہتے ہین جو اپنے خدا کو عاجز کہے وہ اسکا انکار کیا کرے ہمین اوس سے کیا مگر ہمارا خدا تعالےٰ قادر ہے۔ اس چوتہی قسم کو **برکت** بہی کہتے ہین پس جن کامون پر اثر مرتب نہین ہوتا یا حسب دلخواہ نہین ہوتا تو وہان کہتے ہین کہ اوسمین برکت نہوئی اور اسلیئے ہر کاروبار مین خدا کا نام لینا اس برکت کے لیئے طریقہ اسلام قرار پاگیا۔ پس جو لوگ کہ یہہ سمجہتے ہین کہ سامان کا بہم پہنچنا کافی ہے وہ اپنے زعم فاسد مین اپنی احتیاج کا سلسلہ خدا سے منقطع جانتے ہین اسلیئے نہ وہ برکت کے قائل ہین نہ ہر کام مین اوسکا نام لینا سودمند سمجہتے ہین جیسا کہ اکثر **اہل یورپ** اور اونکے مقلد **نیچری** لوگ خدا تعالےٰ اونکو اس گمراہی سے نجات دے پس یہہ جسقدر معونتین ہین سب خدا ہی کے خزانہ غیب سے عطا ہوتے ہین۔ کیونکہ اوسکے سوا جو کچہ ہے وہ اوسکے دامن تربیت تلے محتاجانہ پرورش پاتا ہے وہ خود محتاج ہین اونکی ہستی بہی گہر کی نہین چہ جائیکہ اور کمالات۔ اونسے اور کوئی کیا خاک مدد مانگے سو جو خود محتاج ہووے دوسرے کا ٭ بہلا اوس سے مدد کا مانگنا کیا ٭ وہ لوگ کہ جو مخلوق پرستی کرتے ہین۔ جیسا کہ معنی عبادت مین بیان ہوا وہ اون معبودون سے حاجات بہی طلب کرتے ہین۔ پس خدا تعالےٰ نے لفظ ایاک مقدم کرکے جب بندہ کے موتہہ سے حالت مشاہدہ مین یہ اقرار کرایا کہ ہم تجہہ ہی سے مدد مانگتے ہین تو ان تمام غلط مذاہب کو مٹا دیا اور رستہ توحید دکہا دیا۔ اس مسئلہ کو بہی حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام نے لوگون کے دلون پر ایسا مدلل کرکے بٹہلا دیا کہ جس سے زیادہ ممکن نہین۔ اسلیئے اس نبی علیہ السلام کا پیرو ہر جگہہ موحد کے لقب سے ممتاز ہے ٭

سوال بلاشک جو قومین کہ مخلوق پرستی کرتی ہین خواہ اوس مخلوق کو اوسکا مظہر بناکر پوجین یا جہت قبلہ کی توجیہ کرین جو کچہ ہو بہر حال صریح گمراہی مین ہین مگر ہندوستان کے بعض مسلمان بہی تو اس سے بری نہین دیکہیئے کوئی تعزیہ پوجتا ہے کوئی کسی قبر کو سجدہ کرتا ہے۔ کوئی طاق بہرتا ہے الغرض جسطرح ہندو کرتے ہین اوسیطرح یہ بہی کرتے ہین صرف یہ فرق ہے کہ وہ اپنے بزرگونکو پوجتے ہین یہ اپنے بزرگون کو ٭ **جواب** اس سے اسلام پر کوئی عیب نہین لگتا کیونکہ اسلام نے ان باتونکی

ممانعت کردی ہے جو کریگا وہ عدالت اسلام کا مجرم ہوگا۔ پس خالص مسلمان توان باتون کے پاس بہی نہین جاتے ہان صحبت ہنود سے اگر بعض جہلا ایسا کرتے ہون تو بُرا کرتے ہین۔ دیکہو زنا کو شرع نے حرام کردیا اب جو کوئی مسلمان اسکا مرتکب ہے تو اس سے اسلام کو کچہ عیب نہین لگتا یہہ اوس شخص کی بُرائی ہے +

اسرار

۱ یہہ کہ لفظ ایاک کو کہ جو ضمیر منصوب منفصل ہے لفظ نعبد سے مقدم کیا چند حکمتون کے لیئے (**اول**) یہہ کہ عبادت بندہ کی طرف اوس شاہنشاہ حقیقی کے لئیے ایک ہدیہ یا نذرانہ ہے پس اسکا مقتضے یہ ہے کہ اس نذرانہ سے پیشتر جسکے لیئے نذرانہ ہے اوسکا وجود اور اوسکا جلال آنکہون مین سما جاوے کیونکہ جب تک بادشاہ قائم اور اوسکا وجود مسلم نہین ہوتا تو نذرانہ اور ہدیہ بہی قائم نہین ہوسکتا (**دوم**) یہہ کہ خدا تعالے کی ذات قدیم اور بندہ اور اسکی بندگی حادث ہے تو جو چیز مقدم الوجود ہے جب تک کوئی اور وجہ عارض نہین تو اوسکو ذکر مین بہی مقدم کرتے ہین (**سوم**) یہہ کہ عبادت ہر چند غذا روحانی ہے مگر یہ جسم اور اسکے مقتضیات جو چارون طرف سے گہیرے ہوئے ہین اونپر عبادت شاق گذرتی ہے اور لہو ولعب مین آرام آتا ہے دیکہئے ناچ مین رات بہر نیند نہین آتی مسجد مین تہوڑی سی دیر مین اونگنے لگتے ہین؟ اور درحقیقت یہ عبادت خدا تعالے کی وہ امانت ہے کہ جسکا انا عرضنا الامانۃ الآیۃ مین اشارہ ہے۔ سو یہہ بوجہہ بہاری بغیر کسی سہارے کے نہین اوٹہ سکتا پس اس تکان اور ماندگی دفع کرنیکے لیئے پیشتر شربت حضوری کا پیالہ پلادیا کہ اوسکے نشہ اور سرور اس چور ہوکر دنیا ومافیہا سے غافل ہوکر ہمہ تن عبادت مین مستغرق ہوجائے اور اسپر تکان وماندگی نہ آئی ؎ ہر چند پیر خستہ دل ناتوان شدم + ہرگاہ کہ یاد روے توکردم جوان شدم + دیکہئے جب کوئی کسی پر عاشق زار ہوتا ہے توجب اوسکے محبوب کا نام لیکر کوئی اوس سے کیسے ہی بہاری کام کو کہتا ہے تو اوسکے نشہ مین آکر کس خوشی سے کرتا ہے اور ہے ہے جب وہ اوسکے سامنے کہڑا ہوکر یون کہے کہ تیرے قربان (کیونکہ عبادت دراصل قربان ہونا ہے) محبوب کا تو نام سُننے سے دل بیقرار ہوجاتا ہے چہ جائیکہ وصال اور مشاہدہ جمال ہو ؎ جو میرے سامنے تیرا کسینے نام لیا + دل ستمزدہ کو مینے تہام تہام لیا + پس اسلیئے ایاک کو مقدم کیا۔

(**چہارم**) اسمین اسطرف اشارہ ہے کہ عابد کو لازم ہے کہ اولاً وبالذات معبود کی طرف دہیان رہے اور عبادت کو صرف اپنے اور اوسکے بیچمین ایک عمدہ واسطہ اور رابطہ جانے نہ یہہ کہ عبادت یا اوسکے ثواب وجزا پر نظر کرے کیلیئے کہ کامل عبادت یہہ ہے کہ اور توکیا اپنی ہستی کو بہی بہول جائے اور سوائے معبود کے اور کچہہ نظر نہ آئے ؛ اور یہانسے یہہ بہی معلوم ہوا کہ عبادت عالم غرور سے عالم سرور کی طرف اور اشغال خلق سے حضرت حق کی طرف جانا ہے۔ اور یہ محویت کچہ تعجب کی بات نہین عشق مجازی مین محبوب کو دیکہکر سب کچہہ بہول جاتا ہے۔ دیکہئے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکہکر مصر کی عورتون نے

بیخود ہوکر ترنج کی جگہہ اپنے ہاتہہ کاٹ ڈالے پس جب اس مجازی محبت اور جمال کا یہہ حال ہے تو اوس حقیقی محبوب اور حقیقی جمال کا کیا مقال ہے - اور یہ بات بہی معلوم ہوئی کہ عبادت کے تین مرتبہ ہین **پہلا مرتبہ** یہہ کہ ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے عبادت کیجائے **دوسرا مرتبہ** یہہ کہ اپنی عبادت کے قبول ہونے سے بزرگی اور کمال پیدا کرنیکے لیئے عبادت کرے - **تیسرا درجہ** یہہ کہ خدا کی خاص خدا ہی کے لیئے عبادت کرے (یعنی وہی مقصود ہو) اور تینون مین اخیر مرتبہ بلند ہے ؛ پس اسلیئے ایاک کو جو ذات الٰہی پر دلالت کرتا ہے مقدم کیا (**پنجم**) اگر لفظ ایاک کو مقدم نکرتے تو حصر اور خصوصیت نہ سمجھی جاتی پس اون مذاہب باطلہ کا اس لطف وخوبی کے ساتہ رد نہونا - کیونکہ یہان اورمعبودونکی عبادت کنایۃً نفی کی گئی ہے اور کنایہ صراحت سے ابلغ ہوتا ہے کیا خوب کہا کسینے ؎ خوشتر آن باشد کہ سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگران -

۲ یہہ کہ لفظ نعبد جمع متکلم کا صیغہ بولا اعبد نہ کہا اسمین بہی کئی حکمت ہین (**اول**) یہہ کہ عبادت ایک نہایت عمدہ فعل ہے اسکیلئے خلوص نیت اور حضور قلب شرط ہے اور یہہ ہر شخص کو میسر آنا مشکل ہے اسلیئے اپنی عبادت کو اوچھے لوگونکی عبادت مین شامل کردیا تاکہ وہ کریم اونکے طفیل مین اسکو بہی قبول کرلے مثل مشہور ہے لکڑی کے ساتہ لوہا بہی تیرتا ہے (**دوسرے**) یہ کہ عبادت کا استحقاق تربیت اور رحمت اور بندونکی حاجت روائی کی وجہ سے ہے (کہتے ہین جسکا کہایئے اوسیکا گایئے) اور اوسکی پرورش ایک دو کے لیئے نہین بلکہ تمام جہان کے لیئے ہے جیسا کہ پہلے گزرا پس اوسکی عبادت بہی تمام جہان پر فرض ہوئی پس اسبات کی طرف اشارہ کرنیکے لیئے (کہ نہ تنہا مین بلکہ اے خداوند عالم ہم سب تیری عبادت کرتے ہین) جمع کا صیغہ بولا (**تیسرے**) یہہ کہ یہ سورہ نماز مین پڑہی جاتی ہے اور نماز مین جماعت مقصود ہے (تاکہ شوکت اسلام معلوم ہو اور ایک کا دوسرے کو حال دریافت ہوا کرے - اور باہم محبت پیدا ہو اور ایک کے دوسرے پر انوار منعکس ہون اور بہتون مین ایک نہ ایک خالص بندہ بہی ہوتا ہے اوسکے ساتہ عبادت کرنا قبولیت کا باعث ہے) پس اس مقصود کی طرف اشارہ کرنے کو لفظ جمع لایا گیا (**چوتہے**) یہہ کہ اگر اعبد کہتے تو اسمین عابد کو یہہ خیال آتا کہ مین عبادت کرتا ہون اور کوئی نہین سو اس وسوسہ کے مٹانے کے لیئے جمع متکلم کا صیغہ نعبد کہدیا تاکہ معلوم ہو کہ اور ہزارون ہین مین کیا ہون **۳** یہہ کہ نعبد مضارع کا صیغہ بولا کہ جو حال استقبال دونون کو شامل ہے ماضی عبدنا نہ کہا کیلیئے کہ حضوری کا مقام یہہ چاہتا ہے کہ اوسوقت بہی عبادت کیجائے اور آیندہ کے لیئے اسکا عہد کرے سو یہہ بات مضارع مین حاصل ہے نہ ماضی مین - اور اسیقدر اسرار ایاک نستعین مین ہین ان سبکو وہان خیال کر لیجیئے طول کلام سے ڈر کر بس کرتا ہون -

۴ عبادت کو مقدم کیا اور استعانت کو مؤخر اسمین چند اسرار ہین (**اول**) یہہ کہ اول بادشاہون کے حضور مین پیشتر

کوئی تعلیم وکورنش بجالاکر اور کچھ ہدیہ یا نذرانہ پیش کرکے پھر عرض حال اور سوال کیا کرتا ہے۔ گو خدا تعالیٰ کو دنیاوی بادشاہوں سے کچھ بھی مناسبت نہیں مگر فطرت سلیمہ کا بھی یہی مقتضی ہے اسلئے اول عبادت کو اُسکے حضور اعلیٰ میں پیشکش کرکے اپنی عبودیت کا اظہار کردیا۔ اور اُسکی خوشنودی کو حاصل کرلیا۔ اُسکے بعد ایاک نستعین کہکر سوال کیا۔ خلاصہ یہہ کہ عبادت وسیلہ ہے اور استعانت سوال مطلب اور ہمیشہ وسیلہ مقدم ہوتا ہے (دوم یہ کہ) ایاک نعبد یہہ چاہتا ہے کہ نفس کو عبادۃِ الٰہی سے ایک بڑا رتبہ حاصل ہو۔ اور اسمیں ایک قسم کی خود پسندی پیدا ہونیکا احتمال تھا تو اسی لئے اسکے بعد ایاک نستعین کہدیا کہ یہہ عبادۃ بھی تیری ہی مدد اور امانت سے ہوتی ہے تاکہ اُس مرض کا علاج ہوجاوے (سوم) اسمیں اشارہ ہے اسطرف کہ استعانت اُسی سے چاہتے ہیں کہ جسکی عبادت کرتے ہیں کیونکہ عبادت کا وہی مستحق ہے کہ جو خالق اور مربی اور ہرطرح کی قدرت واختیار رکھتا ہو اور وہی مستحق طلب اعانت ہے گویا کہ یہہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ پھر ان دونوں لفظوں کے جمع کرنے میں بھی حکمت ہے۔
(۱) یہہ کہ مرتبہ عبودیت دو باتوں سے کامل ہوتا ہے۔ اوّل یہہ کہ عبادۃ کرے۔ دوّم یہہ کہ اپنے آپکو محتاجِ محض سمجھکر ہر کام میں اُسی سے مدد مانگے۔ کس لئے کہ جو نوکر ہمیشہ خدمت گذاری کرتے ہیں اور اپنی حاجات کا اظہار مولیٰ سے نہیں کرتے اور نہ اُس سے طالب امداد ہوتے ہیں تو اُسے کسیقدر بوئے نخوت آیا کرتی ہے اور اُن کا فدوی مخلص ہونا ثابت نہیں ہوتا بالخصوص اُس آقا کے روبرو کہ جو دیکر خوش ہوتا ہے اور جو مانگنے کا حکم دیتا ہے۔ پس اس لیئے ایاک نعبد کے بعد ایاک نستعین کہدیا
(۲) یہہ کہ یہہ تکملہ عبادت کا ہے۔ یعنی پوری اور اصل عبادت جب ہی پائی جاتی ہے کہ جب ہمہ تن عجز و انکسار ہوکر اُسکے آگے ہاتھ پھیلایا جاتا ہے۔ کس لئے کہ اس وقت میں ایک روحانی نیاز اور ارتباط پیدا ہوتا ہے کہ جو بہت سی عبادت سے نہیں ہوتا ہے۔ اور اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (مشکوٰۃ) اور اسی لئے ہر عبادت کے ساتھ دعا کا مانگنا اسلام میں لازم قرار دیا گیا۔ نماز پنجگانہ کے بعد ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام دعا مانگا کرتے تھے اور سب انبیاء اکثر اوقات دعا کرتے تھے۔ اور اسی لیئے حکیموں کا قول ہے کہ جب بندہ دعا کرتا ہے تو عرش الٰہی حرکت کرتا ہے یعنے بندہ اور خدا میں جو ایک واسطہ یا رابطہ ہے وہ زندہ ہوتا ہے اور اسلئے اسکے بعد اکثر بندہ کا مقصود خدا تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔
(۳) یہہ کہ دنیا کے جسقدر فریق مشرک ہیں وہ اپنے خیالی معبودوں کی عبادت بھی کرتے تھے۔ اور پھر اُنسے ہر حاجات کا سوال بھی کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ہنود بتوں سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر مانگتے ہیں اور بعض آدمیوں سے بھی اولاد و مال و تندرستی و عزت مانگا کرتے ہیں۔ پس شرک کی یہہ دو شاخ ہیں ایک **عبادت** دوسرے **استعانت** اسلئے خدا تعالیٰ نے پہلے تین آیات میں وہ دلائل قائم کرکے (کہ جنسے اُسکے ماسوا ہر چیز کا محتاج اور حادث ہونا ثابت ہوتا ہے) ان دونوں شاخوں کو جڑ سے کاٹ دیا کہ بندہ کے مُنہ سے دربار خاص میں بہت سی جماعت کے روبرو اپنا جلوہ دکھا کر یہہ اقرار کرادیا

ایاک نعبد وایاک نستعین ہم خاص تیری ہی عبادہ کرتے ہیں نہ اورکیسکی اور تجھی سے مدد مانگتے ہین نہ اور کسی سے۔

۴) یہہ کہ دنیا میں تین قسم کے آدمی ہیں اول **جبری** جو کہتے ہیں کہ ہمکو کچھ اختیار نہیں جو کچھ کرتا ہے وہی کرتا ہے ہم تو لکڑی اور پتھر کی طرح بے اختیار ہیں۔ دوم۔ **قدری** کہ جو ہر چیز میں اپنے آپ کو فاعل مختار اور موجد او قادر سمجھتے ہیں۔ سوم **اہل حق** کہ جو نہ بندہ کو مختار محض کہتے ہین نہ بے اختیار محض چونکہ وہ دونون فریق غلطی پر ہیں اس لیئے پہلا اول گروہ تو شریعت بلکہ کل معاملات دنیاوی کا ابطال کرتا اور خدا کی ذات مقدس مین عیب ثابت کرتا ہی پس انکے رد مین تو ایاک نعبد فرمایا کہ جس سے بندہ کو عبادت کا اختیار ثابت ہوتا ہے اور دوسرا فریق کارخانہ خالقیت میں حصہ پیدا کرتا ہے۔ انکی اصلاح کے لئے لفظ ایاک نستعین فرمایا کہ جس سے بندہ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے

مسائل فقہیہ

اس آیت سے یہہ بات ثابت ہوئی کہ خدا ے تعالی کے سوا اورکیسکی پرستش حرام ہے خواہ وہ اور کوئی ہو۔ نہ اورکیسکو سجدہ درست ہے نہ رکوع۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم چاہتے ہین کہ آپکو سجدہ کیا کرین آپنے منع فرمایا (مشکوۃ) اور نہ کیسکی نام کا روزہ رکھنا جائز ہے اور نہ غیر اللہ کے نام سے صدقہ وخیرات دینا درست ہے۔ نہ اور کسی گھر کا خانہ کعبہ کیطرح طواف درست ہے نہ احرام باندہ کر جانا یہانتک کہ ذبیحہ پر بھی غیر اللہ کا نام لیکر ذبح درست نہیں۔ اور اسیطرح غیر اللہ سے مدد مانگنا بھی درست نہیں۔ نہ اورکیسکو قاضی الحاجات دافع البلیات خیال کرنا روا ہے۔

سوال جب یہہ بات ہے تو پھر مسلمان ایک دوسرے سے کیوں مدد مانگتے ہیں کوئی کسی سے پانی مانگتا ہے۔ طبیب کے پاس علاج کرانے جاتے بادشاہوں اور امرا سے سوال کرتے ہیں۔ علی ہذا القیاس حالانکہ ان باتونکو کوئی بھی منع نہیں کرتا نہ انکے مرتکب کو کوئی مشرک کہتا ہے

جواب استمداد کی دو قسم ہین۔ ایک تو یہ کہ جس سے امداد چاہتا ہے اسکو عالم اسباب مین ایک حیلہ اور مدد آلہی کا مظہر جانتا ہے اور دراصل مدد کرنیوالا خدا ہی کو سمجھتا ہے چونکہ وہ اوسکے دلمین القا کرتا ہے تو وہ کام کر دیتا ہے۔ اور ایک یہہ کہ اُس غیر کو مستقل جانتا ہے قسم اول کی استمداد در حقیقت خدا تعالی سے استمداد ہے نہ اُس غیر سے۔ اور دوسری قسم غیر سے ہے۔ اس لیئے قسم اول مباح اور دوسری حرام ہے اور سوال مذکور مین جو استمداد ہے وہ قسم اول سے ہے اسی لئے علما اسلام نے یہہ فرمایا ہے کہ جو طبیب کو صحت بخشنے والا جانیگا اور دوا کو مستقل موثر سمجھے گا مشرک ہو گا۔ ہان دوا کو اور حکیم کو ایک سبب جاننے اور فاعل اُسیکو سمجھی تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اسی طرح انبیا اور اولیا اور صلحا سے محبت رکھنا انکی تعظیم کرنا عبادت غیر اللہ نہیں۔ کس لیے کہ یہہ بھی صرف خدا تعالے کے واسطے سے کیا جاتا ہے۔ نہ ایسے افعال میں عبادت پائی جاتی ہے۔ مگر افراط و تفریط بیجا ہے۔

فروعات

(۱) اس حکم کو قرآن مجید مین اور جگہہ بہی بکثرت بیان فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ کہ مینے جن
عبادت ہی کے لیئے پیدا کیا ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ کہ تیرے ربنے یہی حکم دیا ہے کہ اوسیکو پوجو اور
کہ خدا سے مدد مانگو۔ اور بہت سی آیات مین۔ اس حکم کا اسلامیون پر وہ اثر ہوا کہ کبہی کسی نبی کی امت پر نہین ہوا۔ پنجگانہ نماز کہ
روحانی اور جسمانی عبادت اور استعانت اور استغفار اور اپنی عاجزی اور خدا کی شکر گزاری اور اوسکی ثنا و صفت اور دعا ہے
سات سنن اور نوافل اور پہر شب بیداری کہ جسکی نسبت فرمایا ہے يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۔ کہ خدا کے خالص بندے اُ
سجدہ اور قیام مین شب گزاری کرتے ہین اور پہر صبح اور شام اور زوال وغیرہ اوقات سفر و حضر سونے جاگنے کہانے پینے کے اذکار بیشمار
کے شرف کی دلیل واضح ہے یہ بات کسی مذہب و ملت مین نہین۔ پہر مالی عبادت اور ریاضت صوم و حج بہی اس ملت مین فرض ہے یہ نہین کہ
جو چاہے کرے چاہے نکرے ✤ پہر اس عبادت اور توحید کا نور اور سرور جو کچہ اہل اسلام کے دلون پر جلوہ گر ہوا اور ابتک ہے اوسکا نظیر بہی
کہین اور کسی امت مین پایا نہین جاتا محبت اور خوف الٰہی سے شب بہر رونا اور اس مزہ مین مست و بیخود ہونا کہ تنکی خبر نہ بدن کی جیسی
سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ اور صحابہ رضا اور تابعین اور تبع تابعین کے بلکہ اولیا متاخرین حضرت محبوب سبحانی **عبد القادر جیلانی**
قدس سرہ اور حضرت **بایزید بسطامی** رضا اور حضرت **جنید** بغدادی اور حضرت **معین الدین** چشتی رحہ وغیرہم کے احوال
بیان کرنیکی یہان گنجایش نہین۔ خود آنحضرت کے سینہ فیض گنجینہ سے ایک ہانڈی کے جوش کیسی شوق الٰہی مین آواز آیا کرتی تہی حضرت
ابو حنیفہ رح کو شام سے صبح ہو جاتی تہی مگر اوس ذوق مین اونکو خبر بہی نہوتی تہی۔ اسیلیئے ان لوگونکی روحانی قوت اس درجہ کو غالب
آگئی تہی کہ جو انبیا بنی اسرائیل سے معجزات سرزد ہوئے ہین وہ انسے کرامات صادر ہوئی ہین کہ جنکو لوقا اور مرقس سے زیادہ ثقہ لوگون
نے مشاہدہ کیا اور اپنی کتابون مین لکہا ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ حواریون کے حالات اور اونکی تاریخ و ملفوظات کو عیسائی انجیل اور
کتاب الٰہی کہتے ہین ہم ان بزرگوارونکے حالات کی کتابون کو قرآن اور کلام الٰہی نہین کہتے مگر دونون برابر ہین کوئی کچہہ کہا کرے۔
چونکہ انکے ہان کتاب الٰہی نہ تہی اگر یہ لوگ ان تاریخون کو انجیل کہکر دل خوش نکرتے تو کیا کرتے۔ ہمارے ہان چونکہ قرآن مجید کلام الٰہی
موجود ہے ہمکو اس تکلف کی کیا ضرورت اس بات سے انکی تاریخین (کہ جنکو انجیل کہتے ہین) معتبر اور ہماری تاریخین غیر معتبر
نہین ہو سکتین نہ وہ ہمسے یہ کہہ سکتے ہین کہ ان باتون کو قرآن مین دکہلاؤ۔

(۲) چونکہ اس مذہب مین یہ نور عبادت و توحید ہمیشہ ہے اسلیئے انکے ہان وہ لوگ کہ جنپر فیض **روح القدس** نازل ہوتا ہے
ہمیشہ چلے آئے ہین اور عیسائیون کے ہان چونکہ یہہ بات حواریون مین تہی تو انپر روح نازل ہوتی تہی جس سے وہ صدہا کرامات
دکہلاتے تہے زہر انپر اثر نکرتا تہا بیمار اونکے ہاتہ لگانے سے تندرست ہو جاتے تہے۔ سانپونکو اُٹہا لیتے تہے (مرقس) مگر اونکے بعد
چونکہ دین مسیح مین تحریف و تبدیل ہوکر فرق آگیا وہ بات جاتی رہی پہر کوئی ایسا نہین ہوا نہ کوئی عیسائی ایسا ہونیکا دعوی کرتا ہے

جس سے معلوم ہوا اب کیا حواریون کے بعد سے کوئی بھی عیسائی نہ رہا ورنہ اس فیض روحانی کے بند ہونے کی کیا وجہ؟

(۳) آپ جان چکے ہین کہ بندہ سے کرامات جب صادر ہوتے ہین کہ وہ قرب خدا حاصل کرتا ہے کیونکہ دراصل ہر چیز پر وہی قادر ہے لیکن جب بندہ اُسکی صحبت مین رہتا ہے تو جسطرح آگ کا لوہے پر اثر اُسکو بھی جلانیوالا بنا دیتی ہے یا جسطرح پھول اپنی صحبت مین مٹی کو معطر بنا دیتا ہے۔ یہی حال عابد و عارف کو خدائیتعالی کی قربت سے نصیب ہوتا ہے پھر تو اُسکی زبان اُسکا بیان ہو جاتی ہے۔ سعدی جمال ہمنشین در من اثر کرد + وگرنہ من ہمان خاکم کہ ہستم + کیسے کہ جب ممکنات مین اثر و تاثیر کا یہہ حال ہے پھر وہ تو قادر ذوالجلال ہے۔ اور یہان سے آپکو یہہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کا فائدہ بندہ کو ہی ہے خدا کو کچھہ ضرورت نہین وہ بندہ کے نفع کیلئے حکم دیتا ہے +

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ

ہمکو سیدھے رستہ پر چلا +

(ترکیب)

اِهْدِ امر حاضر معروف اَنْتَ اسکا فاعل اور نَا مفعول اول۔ اور الصِّرَاطَ موصوف المستقیم صفت۔ دونون ملکر مفعول ثانی۔ فعل اپنے فاعل اور دونون مفعولون سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔ اور معنیً یہہ نستعین مین جو اعانت مطلوب تھی اُسکا بیان ہے کہ ہم آپسے یہہ استعانت چاہتے ہین کہ آپ ہمکو ہر امر مین خواہ دینی ہو یا دنیوی سیدھے رستہ پر چلائین۔ افراط و تفریط یعنے کمی زیادتی سے بچائین۔

پس پہلے جملہ سے | ربط اس طور سے ہوا

معانی الفاظ

(ہدایت) زبانِ عرب مین مقصود کا رستہ دکہانا یا رہنمائی یا مطلوب تک پہنچانا ہے۔ اور ہدیہ (تحفہ) سے چونکہ تحفہ دینے والے کی محبت معلوم ہوتی ہے اسلئے اُسکو ہدیہ کہتے ہین۔ اور ہوادی الوحش اُن وحشی اور صحرائی جانورونکو کہتے ہین جو سب کے آگے آگے چلا کرتے ہین کیونکہ وہ ان سب کی رہنمائی کرتے ہین۔ لیکن عرف مین اسکا استعمال نیک چیزونکی رہنمائی مین ہوتا ہے اور وہان کہ جہان فائدہ اور بہلائی حاصل ہو پس اسلئے چوری وغیرہ بدکاری کا رستہ بتانے کو ہدایت نہ کہینگے نہ قید خانہ کی راہ بتانے کو ہدایت بولا جائے گا۔ اور قرآن مین جو فاهدوهم الی صراط الجحیم (کہ ان کو جہنم کا رستہ بتلاؤ) آیا ہے تو علی سبیل الاستہزاء آیا ہے۔ چونکہ علماء مین سے بعض کہتے تہے کہ ہدایت صرف رستہ دکہانا اور بعض کہتے تہے مطلوب تک پہنچانا تو اسکا فیصلہ بعض محققین نے یون کیا ہے کہ جہان اسکا تعدیہ بغیر لام اور الی کے ذریعہ سے ہوگا تو وہان ارادۃ الطریق یعنے راہ دکہانا مراد لیا ہے اُسکے آگے ڈنڈوت یهدی للتی هی اقوم اور هدیناهم الی صراط مستقیم اور جہانکہ بغیر ان دونون کے متعدی ہوگا یعنے مقصود تک پہنچانا جیسا کہ اهدنا الصراط المستقیم مین فوقیت ہے اگر یہہ تعدیہ

(۱)

تفسیر

پس اس امر مین قرآن اور ... مواقع سے بہتر کوئی چیز نہین

خداتعالیٰ کی **ہدایت** کے بیشمار اقسام ہین کہ جنکا شمار کرنا مشکل ہے لیکن اونکے **اجناس** عالیہ یہہ ہین۔

اوّل مرتبہ ہدایت الہامی ہے کہ خداتعالیٰ کیطرف سے مطلب کا القا ہوتا ہے جیساکہ بچہ کو پیدا ہوتی ہی دودہ پینا اور رو کر اپنی حالت درد کو بیان کرنا الہام ہوتا ہے۔ درختونکو زمین سے پانی چوسکر بڑہنا پہل پہول لانا شاخونکا فضا کی طرف پہیلنا علیٰ ہذا القیاس عالم مین سے کوئی چیز بہی اس فیض سے محروم نہین۔ اور خداتعالےٰ کے وجود کا جو علم ہے اور اسپر جو ایمان لائے ہوئے ہے وہ بہی اسی قسم کی ہدایت کا ثمرہ ہے اُسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے۔ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ہر شئے کو اُسکے مناسب طور پر پیدا کرکے رہنمائی کی۔

دوسرا مرتبہ ہدایت احساسی کا ہے کہ حواس ظاہری کان۔ آنکہہ۔ ناک۔ چکہنا۔ چہونا۔ (۲) حواس باطنی۔ حس مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ۔ قوت متصرفہ۔ عطا فرماکر گرم و سرد نافع و مضر چیزونکا تمیز کرنا بتلایا۔ اگر یہہ چیزین نہوتین انسان کیا بلکہ ہر حیوان کی زندگی نہوتی یہہ فیض تمام حیوانات پر ہے اسکی طرف بہی آیت مذکورہ مین اشارہ ہے۔

تیسرا مرتبہ ہدایت بداہت عقلی ہے کہ جو چیز حواس سے غائب ہے اور جہان کہ حواس کی رسائی نہین وہان انسان کی عقل مدرکات حواس ظاہری اور باطنی سے کلیات انتزاع کرکے فی الفور کام لیتے ہے دیکہیے جب کہ نین بہت سے لوگونسے کسی واقعہ کی خبر پہونچتی ہے تو عقل اُسی وقت اُس خبر کی صداقت کا حکم لگا دیتی ہے۔ وہان استدلال اور ترتیب مقدمات کی ضرورت نہین پڑتی۔ اس فیض الٰہی سے حکما حمقا انسان بلکہ جن اور فرشتہ بہی فیضیاب ہین اُسکی طرف بہی آیت سابقہ مین اشارہ ہے

چوتہا مرتبہ ہدایت استدلال عقلی ہے یعنے جہان بداہت عقل کی رسائی نہین وہان مقدمات ترتیب دیکر نتیجہ نکالنا اور اس ذریعہ سے کسی نامعلوم چیز کو حاصل کرنا اور یقین پیدا کرنا خداتعالیٰ نے عطا کیا۔ اس امر مین عقلا و حکما مخصوص ہین اسلیے اُنکے اقوال کی عام لوگ پیروی کرتے ہین۔ مگر عقل سے بسا اوقات قوت وہمیہ مقابلہ کر بیٹہتی ہے اور اُسکو راہ راست یعنے صراط مستقیم سے پہرا کر ادہر اُدہر وادی اغلاط مین لیجاتی ہے۔ اسلیے حکما کے اقوال اور آرا مین باہم متعارض اور مخالف ہین مثلاً ایک حکیم کچہہ کہتا ہے دوسرا اوسکے برخلاف فرماتا ہے۔ اور کبہی خود ایک ہی شخص ایک وقت ایک بات دریافت کرتا ہے دوسرے وقت آپ ہی اُسکو غلط بتلاتا ہے۔ ہر چند اس غلطی سے بچانے کے لئے حکمانے فن منطق ایجاد کیا مگر وہ بہی ... تریاق نہ ہوا

(۲) چونکہ اس مذہب میں ... ہمیشہ چلے آئے ہین اور عیسائیوں اور یہود کو بہی پریشانی مین ڈالدیا۔ پس اسلئے خداتعالےٰ نے اوس کے واسطے دکہاتے تہے زہر اُنپر اثر نکرتا تہا۔ **الہام** انبیاء علیہم السلام قائم کیا کہ جہان عقول عاجز آ جاوین وہان خداتعالیٰ الہام انبیا۔ چونکہ دین سچے مین تحریف و تبدیل ہوئے جسطرح عامیونکو عقلاء و حکماء کے اقوال پر اعتماد تہا اسیطرح حکماء و عقلا کو **انبیاء** رہنمائی کا محتاج ہونا لوگ سبب مین۔ یہانسے آپکو ضرورت نبوت بہی بخوبی معلوم ہوگئی۔

پس جو لوگ کہ منصب نبوّت کے منکر ہین جیسا کہ آریہ سماج والے وہم کی دلدل مین دہسے ہوے ہین۔ چوتھے مرتبہ کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے۔ ھدیناہ النجدین کہ انسان کو ہمنے نیک و بد دونون رستے بتلائے۔ اور اس پانچوین مرتبہ کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے وجعلنا ھم ائمۃ یھدون بامرنا کہ ہمنے انبیاء کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم کی رہنمائی کرتے ہین۔

(چھٹا مرتبہ) ہدایت انکشافی ہے کہ خدا تعالے بندہ کے دلسے حجاب ظلمانی اُٹھا کر اُسکو عالم غیب کا مشاہدہ کرا دے اور ہر چیز کی اصل حقیقت دکھا دے یہہ ہدایت کا انتہائے مرتبہ ہے یہہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے کہ جنکی اطاعت تمام خلق کو فرض ہے۔ اور اُنکے مریدون اور پیرون مین سے بہی اُن لوگونکو (کہ جنکے قلوب مین آئینہ کی طرح اُنکے انوار قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے) اس ہدایت مین سے کچہہ حصّہ ملجاتا ہے۔ اور ان پیرون کو **حواری** یا **اولیاء** اور کبھی **محدّث** کہتے ہین اسی ہدایت کی طرف اس آیت مین اشارہ ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کہ جنہون نے ہمارے سلئے کوشش کی ہم اُنکو اپنا رستہ بتلاوینگے

آپ کو یہان سے نبی اور ولی کے معنی بہی بخوبی معلوم ہوگئے۔ اور جو لوگ کہ نبوّت کو بڑہیئی لوہار کے کام کا ملکہ قرار دیتے ہین اُنکی غلط فہمی بہی معلوم ہوگی۔ اور یہہ بھی معلوم ہوگیا کہ دنیا کے تمام کاروبار اور عمدہ صنعتین اور تدابیر ملک اور آخرت کے احکام اور قواعد شریعت سب خدا کی ہدایت کا نتیجہ ہے۔

مگر آپ کو یہہ بھی یاد رہے کہ یہہ جتنے امور ہین سب مین سیدہا رستہ ضرور ہے اور جہان افراط و تفریط ہوئی سیدھے رستہ سے الگ ہوا۔ مقصد مین خرابی آئی پس اسی سلئے خدا تعالے نے اھدنا کے بعد الصراط المستقیم ذکر فرمایا یعنے یہہ تعلیم کی کہ یون دعا مانگو کہ اے خدا ہمکو ہر امر مین سیدہا رستہ دکہا۔

واضح ہو

کہ جبتک ہر امر مین افراط (زیادتی) و تفریط (کمی) معلوم نہو گی صراط مستقیم یعنے درمیانہ معلوم نہ ہوگا۔ پس سب سے پیشتر ہم عبادت اور استعانت مین جو افراط و تفریط ہے اُسکو بیان کرتے ہین۔ پس عبادت مین **افراط** یہہ ہے کہ جہان خدا کی کسی صفت کا ظہور دیکھے اُسی کو پوجنے لگے۔ جیسا کہ **مجوس** اور **ہنود** کرتے ہین کہ اُنہون نے کوئی چیز بہی نہ چھوڑی۔ یہانتک کہ جب ہندوستان مین ریل جاری ہوئی اور انجن کو جو بغیر بیل اور گھوڑے کے خود بخود دوڑتا دیکھا تو بہت سے ہندوؤن نے ہر ہر کرکے اُسکے آگے **ڈنڈوت** کی اور ریلیشر مہاراج بنایا۔ اور **تفریط** یہہ کہ معاش دنیا اور کاروبار مین ایسا مشغول ہو کہ ذرا بہی خدا کی

طرف توجہ نہ رہے عبادت توکجا جیسا کہ **اہل یورپ کا** دستور ہے شاید پیرس اور لندن اور برلن وغیرہ شہرون مین کبھی کوئی خدا[1] کا نام لیتا ہوگا۔ اور اسیطرح استعانت مین افراط یہہ ہے کہ ہر چیز کو سبب سمجھکر اور وسیلۂ حاجات جانکر اُس سے سوال کرے اور ستارونکی تاثیر سے اپنی سعادت و نحوست سمجھے اور نباتات اور معدنیات اور حیوانات کے خواص مختصہ کی رعایت کرے اور گہر اور بیوی اور ہتیارون اور دیگر اسباب معیشت مین نحوست و سعادت کا خیال کرکے سودائی بنجائے او عناصر اور آفتاب و ماہتاب اور ارواح انسانیہ و دیگر غیر مرئی چیزونکو خدا تعالیٰ کے خزانۂ غیب کا داروغہ یا مالک یا مختار جانکر اُنسے مدد مانگے اور اُنکے نام سے نذر و نیاز ہوم و جگ کرے جیسا کہ **ہنود** کرتے ہین اور ویدونمین ابتک یہی مضامین بہرے پڑے ہین کہ جس سبب سے یہہ لوگ ہر چیز سے ڈرتے اور ہر چیز سے امید نفع رسانی رکھتے ہین اور **تفریط** یہہ کہ دوا و غذا وغیرہ اسباب معتبرہ کو بے اعتبار جانے اور خدا سے دعا کرنا اور نیکی اور خدا کی راہ مین دینے کو خیر و برکت کا سبب نہ سمجھکر اُنسے اعراض کرے اور جو چیزین کہ عالم اسباب مین موثر ہین اونکو فضول اور بے اعتبار جانے۔

اگرچہ صراط مستقیم کی تفصیل علم اخلاق کی کتابون مین خوب کی ہے مگر کسیقدر مختصر طور پر یہان بہی بیان کرنا ضروری سمجہتا ہون لان ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ

واضح ہو

کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو تین قوتین عطا فرمائی ہین (اول) **قوت ادراکیہ** کہ جس سے ہر چیز کو جانتا ہے کہ جسکو قوت عقلیہ اور نطقیہ بہی کہتے ہین پس اس سے جس چیز کو جانتا ہے وہ یا خدا تعالیٰ کی **ذات** و **صفات** اور اسکے افعال کے دنیا و آخرت مین آثار ہین اور اُنکے جاننے کو **علم الٰہی** کہتے ہین اور اسمین **افراط** یہہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی کنہ حقیقت دریافت کرنے لگے اور اُسکی صفات مین گہوڑے دوڑانے لگے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ ہمیشہ قیل و قال و سوال کرینگے کہ یہہ چیزین تو خدا نے بنائی ہین خدا کو کس نے بنایا۔ پس جب یہہ نوبت پہونچی تو یون کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ کہ مین اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لایا (متفق علیہ) اور اُسکے لئے جسم و مکان و حدوث اور شکل و صورت وغیرہ وہ صفات ثابت کرے کہ جو اُسکی تقدس کے منافی ہین۔

[1] بخلاف اسکے اہل اسلام کا کوئی ایسا شہر نہین کہ جسمین پانچوقت باواز بلند خدا کی توحید و تقدیس نہ پکاری جاتی ہو اور پہر سیکڑون خدا کے بندے اوسکی ثنا و صفت اور اوسکی شکرگذاری اور اپنے گناہون سے استغفار اور اس سے دعا مانگتے ہون اور اوسکے آگے اپنی جسم اور روح سے نہایت پاکیزہ حالت بنا کر جہکتے ہون یہہ دین کی علامت ہے۔ بالخصوص کہ مکہ اور مدینہ طیبہ مین تو ہمہ وقت یہی حالت رہتی ہے۔ (تفسیر با معنی مین جبل صفا کے قریب مقیم تہا شب کو تمام شب تکبیر و تہلیل کی آواز کانون مین آتی تہی ابو محمد عبد الحق)

چنانچہ یہود و نصاریٰ بلکہ ہنود نے ایسا ہی کیا ہے کہ خدا کو مجسم اور حضرت آدم کا ہمشکل مانا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت میں اور کچھ مچھ سوٗر شیر وغیرہ حیوانات کی شکل میں ہو کر دنیا پر آنا اور کھانا پینا وغیرہ وہ باتیں ثابت کی ہیں کہ جن سے وہ بری اور خالق کو مخلوق کے ساتھ مشابہ بنا دیا ہے تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیراً یا بندہ کو عاجز محض جانکر تمام قبائح زنا و چوری کو اُسی کی طرف نسبت کرے جیسا کہ جبریہ کرتے ہیں۔ یا یہہ اعتقاد کرے کہ ایمان لانے کے بعد پھر بندہ کو کسی گناہ پر عذاب دینا اُسکا دستور نہیں بندہ جو چاہے سو کرے جیسا کہ **پولوس** اور اُسکے مریدوں نصاریٰ کا عقیدہ ہے انکے مقلد اہل اسلام میں سے بھی بعض لوگ ہیں جنکو **مرجیہ** کہتے ہیں اور **تفریط** یہ کہ اُسکی صفات کا انکار کیا جاوے اور اُسکو اپنے خیال میں جزئیات کے علم سے بے بہرہ جانے اور ایسا عاجز جانے کہ سوائے عقل اول کے اور کوئی چیز اُس نے پیدا ہی نہیں کی جیسا کہ **حکماء یونان** اور **مجوس** کا عقیدہ ہے اور یہ کہ اُسکی صفات سمع و بصر وغیرہ جو نصوصِ قرآنیہ سے ثابت ہیں اُنسے بلا کسی وجہ وجیہ کے انکار کیا جائے اور یہہ کہ اُسکو گناہ بخشنے سے عاجز قرار دیا جاوے کہ بغیر اسباب کے کہ مسیح کے عوض میں آدمی کی شکل میں آکر خود کفارہ ہو یہود کے ہاتھ سے صلیب پر کھینچا جاوے گناہ معاف نہیں کرسکتا جیسا کہ **پادریانِ حال** کا عقیدہ ہے اور یہ کہ جمیع افراد عالم میں اسباب ہی کو موثر تام جانکر خدا تعالےٰ کو نکما اور بیکار جانے جیسا کہ **آریہ سماج**[1] کا عقیدہ ہے۔ اور یہ کہ بندہ کو خالق مستقل جانکر افعال عباد کو اُس کے قبضہ قدرت سے علٰحدہ سمجھے جیسا کہ حال کے عیسائیوں کا عقیدہ ہے اور **اہل اسلام** میں سے معتزلہ اُنکے مقلد ہیں اسکے علاوہ اور بہت سی افراط و تفریط ہیں۔ اور یا وہ چیزیں کہ جنکو بندہ جانتا ہے ارواح و ملائکہ و انبیاء و اولیاء و ائمہ دین ہیں اور اُنکے علم کو **علم نبوات** کہتے ہیں اسمیں **افراط** یہ ہے کہ ان لوگوں کو ایسا بڑھائے کہ درجہ خدائی تک پہنچائے جیسا کہ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا اور اُسکا بیٹا کہتے ہیں یا **بعض جہلا** ان چیزوں کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہہ **غیب داں** ہیں ان کو بندوں کی حاجت برآری اور فریاد رسی کی مستقل قدرت ہے یہہ خیال کرکے انکی تصویروں کو اور انکی **قبروں** کو اور **تعزیہ** کو پوجتے ہیں اور انسے اولاد اور مال اور تندرستی اور عزت و آبرو مانگتے ہیں جیسا کہ **ہنود** عناصر اور دیوتاؤں اور بہت سے انسانوں کو اسلئے پوجتے ہیں چنانچہ **رگوید** اور **یجروید** میں اُنکی پرستش کے طریقے اور اُنکی مدح میں منتر اور سنکت اِن ویدوں کی **سنتہا** میں مندرج ہیں اور اسی طرح پارسیوں کے **دساتیر** انہیں باتوں سے بھری پڑی ہیں جو چاہے دیکھ لے۔ یا انکو یوں سمجھے کہ خدا چاہے نہ چاہے یہ ہماری حاجات کو پورا کرینگے اور حشر میں خواہ مخواہ اپنے پرستش کرنیوالوں کو رنج و غم سے رہائی دینگے جیسا کہ **یہود** اپنے انبیاء کی نسبت اور مسیح علیہ السلام کی نسبت **عیسائی** ابتک یہی اعتقاد رکھتے ہیں اور بعض جاہل مسلمان اپنی جہالت اور سفاہت سے حضرات اولیاء اور انبیاء اور اُنکے مزارات مقدسہ سے ایسی لغو باتیں عمل میں لاتے ہیں یا کسی ولی کو نبی کے رتبہ میں خیال کیا جاوے اور نبی کو شریک خدائی کردیا جاوے جیسا کہ عیسائی کرتے ہیں اور **تفریط** یہہ کہ سرے سے غیر محسوس چیزوں کا منکر ہو جائے پس نہ وجود ملائکہ کا قائل ہو۔ نہ جن و شیطان کے وجود کا اور

[1] ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے کہ جسکے اس زمانہ میں پیشرو دیانند سرستی تھے ۱۲ منہ

انبیاء علیہم السلام کو صرف رفارمر یعنی ناصح اور واعظ جانے نہ انکے انکشاف کا معتقد ہو نہ انکے خرق عادات معجزات وکرامات کا قائل ہو جیسا کہ آجکل یورپ کے ملحدوں کا عقیدہ ہے اور ہندوستان میں انکے مرید **نیچریوں** کا اعتقاد ہے یا انبیاء علیہم السلام کو معصوم ومحفوظ نہ جانے نہ ملائکہ کی عصمت کا قائل ہو بلکہ اپنے نفس جنبیت پر قیاس کرکے انکو بھی ہر طرح کے گناہ میں ملوث سمجھے جیسا کہ **اہل کتاب** کا عقیدہ ہے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی دونوں[۵۱] بیٹیوں سے زنا کرنیوالا اور حضرت ہارون[۵۲] علیہ السلام کو بچھڑا پوجنے والا اور حضرت داؤد[۵۳] علیہ السلام کو اوریا کی بیوی بنت سبع سے حرام کرنے والا اور حضرت سلیمان[۵۴] علیہ السلام کو بت پرستی کرنیوالا سمجھتے ہیں اور یہ باتیں انکی تورات ودیگر کتب الہامیہ میں مذکور ہیں اور جیسا کہ ہنود دیوتاؤں کو کہ جنکو وہ فرشتہ کہتے ہیں زناکار اور حجت مکار جانتے ہیں چنانچہ **اندر** کا گوتم کی جورو سے زنا کرنا کتب[۵۵] مسلمہ ہنود میں مندرج ہے اور یہود میں بھی ہاروت ماروت کا قصہ مشہور تھا کہ انہوں نے شراب پی کر زہرہ سے زنا کیا کہ جنکی تقلید سے بعض ناسمجھ مفسروں نے اس بے اصل قصہ کو قرآن مجید کی تفاسیر میں لکھدیا یا انبیاء علیہم السلام کے رتبہ کا لحاظ نکرکے انکو بڑے بھائی کے برابر قرار دیا جاوے وغیر ذلک من العقائد الفاسدہ یا وہ چیزیں کہ جنکو جانتا ہے قبر اور دوزخ اور جنت اور حساب ومیزان وغیرہ امور آخرت کے معاملات ہیں اور انکے علم کو **علم معاد** اور علم سمعیات بھی کہتے ہیں انمیں **افراط** یہ ہے کہ ایمان کو ایسا منجی جانے کہ پھر اسکے لئے کوئی گناہ مضر نہ سمجھے اور جزاء اعمال میں خدا تعالیٰ کو محض مجبور جانکر گناہ بخشنے پر یا کسی عمل [illegible] سے قبول کرنے پر قادر نہ جانے جیسا کہ **نصاری** کا عقیدہ ہے اور **تفریط** یہ ہے کہ یا تو سرے سے بعد مرنے کے جزاوسزا عذاب وثواب قبر وحشر کا قائل نہو جیسا کہ **دہریوں** کا عقیدہ ہے اور جو قائل ہو تو پھر ادنے سے گناہ کو بھی ایمان کا زائل کردینے والا جانے جیسا کہ **خوارج** کا عقیدہ ہے یا وہاں کے عذاب وثواب کو خیالی[۵۶] عذاب وثواب جانے جیسا کہ **عیسائیوں** اور **حکماء یونان** اور انکے مقلدین **نیچریوں** کا عقیدہ ہے یا وہاں کے ملذات اور عقوبات کو فانی جانے اور دنیا کے انقلابات پر محمول کرے وغیر ذلک - یا وہ چیزیں کہ جنکو انسان جانتا ہے علاوہ انکے اور جواہر واعراض ہیں کہ جنکے علوم کو علے حسب اختلاف الموضوع **علم طبعی** اور **ریاضی** کہتے ہیں پھر ہندسہ اور ہیئت اور نجوم اور زیچ اور اُکر اور علم الحیوان وغیرہ بہت سے علوم انہیں **علوم** کے موضوعات کی شاخیں ہیں پس ان میں **افراط** یہ ہے کہ ان میں ایسا مشغول ہو کہ دنیا ومافیہا سے خبر نرہے یا نجوم اور طلسم اور نیرنجات اور کیمیا وغیرہ ان فنون میں مشغول ہو کہ جو کارآمد نہیں یا انکی تاثیرات سعادت ونحوست ہی کا قائل ہو اور **تفریط** یہ ہے کہ بالکل ان علوم سے بے بہرہ رہے یا ان چیزوں کی تاثیرات جسمانیہ کا بھی مطلق قائل نہو المختصر اس قوت ادراکیہ یا عقلیہ میں افراط وتفریط بری ہے اور درمیانی حالت عمدہ ہے اور اسکو **حکمت** کہتے ہیں کہ جو انسان کا بڑا کمال ہے اور

۵۱ کتاب پیدائش ۱۹ باب ۵۲ کتاب خروج ۳۲ باب ۵۳ کتاب دوم سموئیل ۱۱ باب ۵۴ کتاب اول سلاطین ۱۱ باب ۵۵

۵۶ چنانچہ پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق اور سید احمد خان صاحب نیچری کی تفسیر القرآن میں مذکور ہے جیسا کہ مقدمۂ کتاب میں اسکی خوب تشریح ہو چکی ہے ۱۲ منہ

صراط مستقیم کا مصداق اور اسکی افراط کو جربزہ کہتے ہیں یعنی عیاری وطراری اور تفریط کو غباوت اور بلادت (دوسری قوتِ شہویہ) ہے کہ جس پر منافع حاصل کرنیکا مدار ہے اور اسی کی وجہ سے مرغوب چیزوں کی خواہش ہوتی ہے پس اس کی افراط یہ ہے کہ کھانے اور پینے اور جماع کرنے وغیرہ لذائذ میں ہمہ تن مصروف اور سراسر گرفتار ہو جاوے اور اس مرتبہ کو فجور اور خلاعت بھی کہتے ہیں جس کا ثمرہ فحش اور بے حیائی ہے اور اسکی تفریط یہہ ہے کہ جسقدر لذائذ اسکے لئے حلال اور مباح ہیں اور جنپر معیشت دنیا کی بنیاد قائم ہے اُنکو بھی ترک کر بیٹھے جیسا کہ رُہبان اور ہندوں کے فقیر جوگی اور گشائیں وغیرہم کرتے ہیں قرآن اور نبی علیہ السلام نے جس طرح افراط سے منع کیا ہے اسی طرح اس تفریط سے بھی کہ جس کو خمود کہتے ہیں بڑی تاکید سے روکا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ[1] کہ کہہ کس نے خدا کی اُن ستھری اور زینت کی چیزوں کو حرام کیا ہے کہ جو اس نے اپنے بندوں کے لئے بنائی ہیں اور نبی صلعم نے بھی لا رہبانیۃ فی الاسلام فرمایا ہے (مشکوۃ) کہ اسلام میں رہبانیت کا کچھ کام نہیں اور ان دونوں حالتوں کی درمیانی حالت کہ جس پر صراط مستقیم صادق آتا ہے عفت ہے یعنی اپنی خواہش نفسانی کو عقل اور شرع کے تابع بنانا اور اس عفت سے بہت سے اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ صبر اور قناعت اور جود اور سخاوت اور پھر سخاوت سے کرم اور ایثار کہ اور لوگوں کو بھلائی میں اپنے نفس پر مقدم رکھنا اور معاملات میں مساہلت یعنی فروگذاشت کرنا + اور تیسری (قوتِ غضبیہ) ہے کہ جسکے طفیل سے انسان خطرناک کاموں میں گر پڑتا ہے ... اہل عقل سلیم مرتکب ہیں انکو کج فہم بھلا بتلاتے ہیں ... اسکی افراط کو تہوّر کہتے ہیں کہ بغیر مصلحت جرات اور دلیری کر بیٹھنا جانتے ہیں علی ہذا القیاس بحکم کس نگوید کہ دوغ من ترش است + ہر شخص اپنے مذہب و ملت اخلاق و عادات معاشرت و معاملات کو راہ راست بتلاتا اور صراط مستقیم کا مصداق بتاتا ہے حلال خوروں سے پوچھئے تو وہ لال گورو کی اطاعت ہی کو باعث نجات بتلاتے ہیں۔ ہندو بت اور عناصر پرستی ہی کو نیکی کہتے ہیں۔ عیسائی تثلیث و کفارہ و الوہیت مسیح کو ماننا حیات ابدی کہتے ہیں پارسی آتش پرستی ہی میں سرگرم ہیں۔ الغرض سب کے کچھ افعال و اقوال ہیں اسی کے کچھ اور سچے اور لازم ہیں مگر یہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ نہ سب حق ہیں نہ سب باطل کیونکہ نہ اجتماع النقیضین ممکن ہے نہ ارتفاع النقیضین پس ضرور ہے کہ ان میں سے ایک فریق صراط مستقیم پر ہے اور سب ضلال مبین میں گرفتار اور خوار ہیں کس لئے بری چیز کو بھلا جانکر اسپر نقد عمر عزیز کو صرف کرنا بڑے خسارہ کی بات ہے اور اسی لئے اس جہل مرکب کو حکما نے مرض لا دوا مانا ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی اپنے کلام میں اسکو سب سے برا مرض گردانا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا[2] تو کہہ کہ آؤ ہم تمکو بتلاویں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہ جنکی دنیا میں کمائی اکارت گئی اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا کر رہے ہیں ؎ بروز حشر شود ہمچو روز معلومت + کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور + کیا خوب کہا ہے کسی نے

[1] قول ۔ [2] فعل ۔

ثمرہ توحید و ایمان و طاعت خدا و رسول اور رعیت اور ملک اور شہر کی خیر خواہی اور ماں باپ بیوی اولاد یار عزیزوں کے ساتھ
نیک سلوک کرنا عمدہ تربیت کرنا غلاموں اور نوکروں اور بے زبان چارپایوں پر رحم کرنا اُنکی وسعت سے زیادہ کام نہ لینا اُنکی
خوراک وغیرہ ضروریات کو بخوبی ادا کرنا وغیرہ وغیرہ اخلاق حمیدہ کہ جنکو فطرت انسانیہ اچھا جانتی ہے اِن سب باتوں کو خدا تعالےٰ
نے ایک آیت میں کس خوبی کے ساتھ ادا کردیا ہے کہ جس کا مثل نہیں اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ
اِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ پس جب آپ کو لفظ ہدایت اور صراط مستقیم
کے معنی بخوبی معلوم ہوگئے تو اب اس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ بندہ کو خدا تعالیٰ یہ ارشاد کرتا ہے کہ تو مجھ سے یہ دعا کر اے خدا تعالیٰ تو مجھکو
صراط مستقیم (کہ جو ہر امر کی درمیانی حالت ہے) نصیب کر کیونکہ جب انسان کو صراط مستقیم پر چلنا نصیب ہوا تو سعادت مل گئی کہ جسکے
لئے انبیا علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں۔ اب اس دعا کو دیکھئے کہ جسکو **پادری** گرجا میں عبادت کے وقت پڑھتے ہیں وہ یہہ کہ اے
ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو تیری بادشاہت آوے تیری مرضی جس طرح آسمان پر ہے ویسی زمین پر
بھی ہووے ہماری روز کی روٹی[۵۵] آج ہمیں دے الخ بلاشک ان دونوں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے پس جسکی معرفت یہ
دعا الہام ہوا اُسکو نبی نہ کہا جاوے اور دعائے نان کے معلم کو نبی کہا جاوے اگر سخت ناانصافی اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

نکات

(۱) یہہ کہ خدا تعالےٰ نے اُن بیشمار علم اخلاق کی راہ بتلا دی کہ جنکی **تصریح** کا عقیدہ ہے اور جو قائل ہو تو پھر ادنےٰ سے گناہ کو بھی
ایمان کا زائل کر دینے والا جانے جیسا کہ **خوارج** کا عقیدہ ہے یا وہاں کے عذاب و ثواب کو خیالی[۵۶] عذاب و ثواب جانے جیسا کہ عیسائیوں
اور حکماء **یونان** اور اُنکے مقلدین **نیچریوں** کا عقیدہ ہے یا وہاں کے ملذات اور عقوبات کو فانی جانے اور دنیا کے انقلابات پر
محمول کرے وغیر ذالک۔ یا وہ چیزیں کہ جنکو انسان جانتا ہے علاوہ اُنکے اور جواہر و اعراض ہیں کہ جنکے علوم کو علے حسب اختلاف
الموضوع **علم طبعی** اور **ریاضی** کہتے ہیں پھر ہندسہ اور ہیئت اور نجوم اور زیچ اور اُکر اور علم الحیوان وغیرہ بہت سے علوم
انہیں **علوم** کے موضوعات کی شاخیں ہیں پس ان میں **افراط** یہہ ہے کہ ان میں ایسا مشغول ہو کہ دنیا و مافیہا سے بیخبر رہے یا
نجوم اور طلسم اور نیرنجات اور کیمیا وغیرہ اُن فنون میں مشغول ہو کہ جو کار آمد نہیں یا انکی تاثیرات سعادت و نحوست ہی کا قائل ہو
اور **تفریط** یہہ کہ بالکل ان علوم سے بے بہرہ رہے یا ان چیزوں کی تاثیرات جسمانیہ کا بھی مطلق قائل نہو المختصر اس قوت ادراکیہ
یا عقلیہ میں افراط و تفریط بُری ہے اور درمیانی حالت عمدہ ہے اور اُسکو **حکمت** کہتے ہیں کہ جو انسان کا بڑا کمال ہے اور

---

۵۱ کتاب پیدائش ۱۹ باب ۵۲ کتاب خروج ۳۲ باب ۵۳ کتاب دوم سموئیل ۱۱ باب ۵۴ کتاب اول سلاطین ۱۱ باب ۵۵

۵۶ چنانچہ پادری فانڈر کی کتاب میزان الحق اور سید احمد خاں صاحب نیچری کی تفسیر القرآن میں مذکور ہے جیسا کہ مقدمہ کتاب میں اسکی خوب تشریح ہو چکی ہے ۱۲ منہ

کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ پس لفظ مستقیم میں ہمیشہ ان باتوں پر قائم رہنے کی طرف اشارہ ہے +
(۴) یہ کہ اہدنا ذکر کیا اہدنی بصیغہ واحد نہ آیا اس میں چند مصلحتیں ہیں (۱) یہہ کہ یہہ دعا ہے اور دعا جب سب لوگ مجتمع ہو کر
کرتے ہیں وہ زیادہ قبول ہوتی ہے کیونکہ جب بہت سے قلوب عالم بالا کی طرف ہمت کرتے ہیں تو انکی اثر ہمت کو عالم بالا سے
مقصود کے وجود میں بڑا علاقہ ہے پس کبھی وہ دعا مصائب کے دفع کرنے میں صرف ہوتی ہے اور کبھی عالم حس میں متشکل ہو کر مقصود
اور مطلوب بنجاتی ہے اور یہ ایک سر الہی ہے کہ جسکو ہر شخص نہیں جانتا (۲) یہ کہ جب تک سب کو ہدایت نہو تو اس دعا کا ایک کا
بھی پورا مقصد نہ پایا جاوے کس لئے کہ تمام کاربار عالم کے ایک دوسرے سے متعلق ہیں پس جب ایک راہ راست پر ہوا اور نہوں
تو اسکو بڑی دقت پیش آوے اور دینی و دنیاوی معاملات میں بڑی دقتیں اٹھانی پڑیں اور جبکہ گھر یا شہر کے سب یا اکثر لوگ
راہ راست پر ہوتے ہیں تو کامل فائدہ ہوتا ہے (۳) یہ کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم خلق کی خیر خواہی اور دوسروں
کی بھلائی کے بھی درپے رہو نفسا نفسی کرو پس چاہیے جس طرح انکو شریک کرتے ہو تو اسپر عمل بھی کرو اور کاربار میں بھی انکو شریک
کرو رفاہ عام کا لحاظ رکھو (۴) یہ کہ دعا عاجزی اور احتیاج کا ثبوت ہے پس جس طرح وہ رب العالمین ہے اسی طرح اس سے
سب کو اظہار احتیاج اور عاجزی کرنی چاہئے + واضح ہو کہ صراط مستقیم کو عقل سلیم پہچان سکتی ہے مگر اکثر اوقات وہم و خیال کو
غلطی میں ڈال دیتا ہے اسلئے آپ دنیا میں سیکڑوں اختلافات اور ہزاروں تناقضات دیکھتے ہیں۔ دیکھئے جن چیزوں کو
اہل عقل سلیم برا کہتے ہیں انکو کج فہم بھلا بتلاتے ہیں تمام بنی آدم گوشت کھانے کو مباح مانتے ہیں مگر تھوڑے سے ہندو برا
جانتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بحکم کس نگوید کہ دوغ من ترش است + ہر شخص اپنے مذہب و ملت اخلاق و عادات معاشرت
و معاملات کو راہ راست بتلاتا اور صراط مستقیم کا مصداق بناتا ہے حلال خوروں سے پوچھئے تو وہ لال گورو کی اطاعت ہی کو باعث
نجات بتلاتے ہیں۔ ہندو بت اور عناصر پرستی ہی کو مکتی کہتے ہیں۔ عیسائی تثلیث و کفارہ والوہیت مسیحؑ کو ماننا حیات ابدی
کہتے ہیں پارسی آتش پرستی ہی میں سرگرم ہیں۔ الغرض سب کے کچھ افعال و اقوال ہیں کسی کے کچھ اور بچن اور کرم ہیں مگر یہ تو سب کے
نزدیک مسلم ہے کہ نہ سب حق ہیں نہ سب باطل کیونکہ نہ اجتماع النقیضین ممکن ہے نہ ارتفاع النقیضین پس اسلئے ان میں سے ایک
فریق صراط مستقیم پر ہے اور سب ضلال مبین میں گرفتار و خوار ہیں کس لئے بری چیز کو بھلا جانکر اسپر نقد عمر عزیز کو صرف کرنا بڑے
خسارہ کی بات ہے اور اسی لئے اس **جہل مرکب** کو حکما نے مرض لا دوا مانا ہے اور خدا تعالیٰ نے بھی اپنے کلام میں اسکو سب
برا مرض گردانا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۵
تو کہہ کہ آؤ ہم تمکو بتلاویں کہ سب سے زیادہ کون خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہ جنکی دنیا میں کمائی اکارت گئی اور وہ یہ سمجھ
رہے ہیں کہ ہم اچھا کر رہے ہیں ؎ بروز حشر شود ہمچو روز معلومت + کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور + کیا خوب کہا ہے کسی نے

؎ قول ،، شد نقل ،،

۵ خواجہ پندار دکہ دار د حاصلے ۰ خواجہ را حاصل بجز پندار نیست ۰

لیکن جہاں عقل غلطیوں کی سخت دلدل میں پھنس جاتی ہے تو رحمتِ الٰہی اسکو الہام انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ سے نجات دیتی ہے یعنی ایسے اختلافات میں انبیاء علیہم السلام اور آنکے متبعین کسوٹی ہیں کہ جو اُنسے مطابق ہیں تو ٹھیک ورنہ صراط مستقیم سے الگ ہیں بس اسلئے اسکے بعد یہ فرمایا کہ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۰ اُن لوگوں کے رستہ پر چلا کہ جن پر تو نے بخشش کی (انبیاء) - نہ اُن لوگوں کی راہ پر کہ جن پر تو خفا ہوا اور نہ انکی راہ پر کہ جو گمراہ ہیں (کفار و مشرکین) ۰

ترکیب

صراط مضاف الذین مضاف الیہ موصول انعمت علیہم فعل با فاعل و ضمیر عائد اسکا صلہ - موصول و صلہ ملکر مضاف الیہ ہوا مضاف کا وہ مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر بدل کل ہوا الصراط المستقیم سے یعنی صراط مستقیم سے مراد وہ رستہ ہے کہ جو انبیاء علیہم السلام اور آنکے متبعین کا ہے - غیر المغضوب علیہم معطوف علیہ ولا الضالین معطوف - معطوف اور معطوف علیہ دونو ملکر الذین سے بدل ہوا یعنی جن پر تو نے انعام کیا ہے اُنسے مراد وہ لوگ ہیں کہ جن پر تیری خفگی نہیں ہوئی اور نہ وہ گمراہ ہیں تاکہ کوئی انعام دنیاوی سمجھکر گمراہ دولتمندوں اور بادشاہوں کا طریقہ نہ سمجھ لے - یہاں یہ سورۃ تمام ہوگئی ۰

تفسیر

نعمت لغت میں نرمی کو کہتے ہیں - ثوب ناعم اور جلد ناعم بولتے ہیں یعنی نرم کپڑا یا نرم جلد - پھر اُس حالت سرور و لذت پر اسر مناسبت سے لفظ نعمت بولنے لگے لیکن مراد اس سے وہ چیزیں لینے لگے کہ جن سے انسان کو راحت اور سرور پیدا ہوتا ہے اور انعام نعمت کسیکو اس طرح پر دینا کہ اُس سے صرف احسان مقصود ہو اپنی کوئی غرض نہو اور اسی لئے خدا تعالیٰ کے سوا سے کسیکو مُنعم حقیقی نہیں کہتے ہاں مجازاً اطلاق کر سکتے ہیں ۰

ہر چند خدا تعالیٰ کی نعمتیں بیشمار ہیں جیساکہ وہ خود فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا - کہ اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو شمار نکر سکو کے لیکن اُنکی دو قسم ہیں ایک دُنیوی دوسری اُخروی پھر دنیوی کی دو قسم ہیں ایک وہبی کہ جس میں بندہ کو کچھ دخل نہیں دوسرے کسبی کہ جو بندہ کے کسب اور کام سے علاقہ رکھتے ہیں پھر وہبی کی دو قسم ہیں ایک روحانی جیساکہ اسکی روح کو پیدا کرنا اور پھر اسکے بدن سے متعلق کرنا کہ جسکو زندگی دنیاوی کہتے ہیں اور پھر اُسکو عقل سے منور کرنا اور اُسکے متعلق قُویٰ فہم و فکر و نطق وغیرہ عطا کرنا - دوسرے جسمانی جیساکہ اسکا بدن پیدا کرنا اور اُس میں قُوی غاذیہ و نامیہ وغیرہا کہ جن سے اسکا قوام بدن ہے عطا کرنا اور اسکے اعضا، ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کو کامل بنانا اور پھر اسکے متعلق کھانا اور کپڑا اور دیگر حوائج

۵ بالفتح ۱۲ ۵ بالکسر ۱۲

وزینت روپیہ پیسا زن و فرزند مکان و سواری وغیرہ وغیرہ بیشمار چیزیں ہیں - یہ نعمتیں خدا تعالیٰ کی کافر و مومن نیک و بد سب کو عطا ہیں
چونکہ بندہ کو مفت ملی ہیں اسلئے قدر نہیں کرتا - اگر ان میں سے ایک تندرستی اور فراغ دستی ہی کو دیکھا جائے تو کیسی نعمت ہے؟
اور پھر ایک آنکھ یا ناک وغیرہ اعضاء کے لئے اگر لاکھوں روپیہ صرف کرے تو کہیں دستیاب نہوں ادنے سی بات جوانی میں بالوں
کا سیاہ ہونا ہے پھر اسکے لئے بڑھاپے میں لوگ خضاب لگا کر جو کچھ مشقت اٹھاتے ہیں بیان سے باہر ہے - پھر پانی اور ہوا اور
طرح طرح کی خوشبوئیں اور میوے اور قسم قسم کے اناج اور نفیس کپڑے سب خدا کی مخلوق ہیں جو بندہ کے کام میں آتے ہیں بندہ کا
اسمیں خانہ زاد کچھ بھی نہیں - اور کسبی بھی بہت سی نعمتیں ہیں جیسا کہ اخلاق حمیدہ سے نفس کو مزین بنانا اور علم و فضل صنعت اور
طرح طرح کی آرائشیں ظاہری و باطنی پیدا کرنا ہے یہ بھی سب اُدھر سے ہیں لیکن قدرے بندہ کے کام کو دخل ہے مگر مراد کو وہی پہنچاتا ہے
ورنہ اپنی سعی و کوشش کو سلطنت اور دیگر کمالات حاصل کرنے میں کون کم کرتا ہے - اخروی نعمتوں کے بھی بیشمار اقسام ہیں جیسا کہ
بندہ کو اپنی معرفت اور ہدایت اور تقرب وغیرہ آخرت کے وسائل عطا کرنا اور اُسکے گناہ معاف کرنا اور مرنے کے بعد اسکو عالم برزخ
(قبر) میں اور عالم حشر میں جنت دینا اور اُسمیں صدہا وہ نعمتیں کہ جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کان نے سُنا ہے نہ کسی کے
دل پر اُنکا خیال گزرا ہے اور سب سے بڑھکر وہاں کا دوام اور اُس کا دیدار ہے اللھم ارزقنا رویتک فی جنة الفردوس آمین +
پس آپ کو جب نعماء الٰہی کا کسیقدر حال معلوم ہوا تو اب یہ جان لیجئے کہ اس آیت میں (کہ جنپر اسے خدا تو نے نعمت کی ہے اُنکی
راہ پر چلا) نعمت اُخرویہ مراد ہے کس لئے کہ دراصل جسقدر دنیا کی نعمتیں ہیں سب[1] فانی ہیں اور باقی نعمتیں آخرویہ ہیں سو اُنکے
مقابلہ میں وہ کالعدم ہیں - دوم دنیاوی نعمتوں میں تو گمراہ لوگ بھی شریک ہیں پھر اُنکی راہ کیونکر مطلوب ہو سکتی ہے اُنکی راہ تو
سیدھی عملدہ جہنم میں جاتی ہے اعاذنا اللہ منہا + اور یہ بھی واضح ہو کہ جنکو خدا تعالیٰ نے اُخروی نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ چار
گروہ میں جیسا کہ خود ایک جگہ فرماتا ہے وَمَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ط کہ جس نے رسول کی اطاعت کی تو وہ اُن لوگوں کے ساتھ رہیگا کہ جن پر خدا نے
انعام کیا اوّل انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں +
آپ کو یہ تو معلوم ہوگا کہ عالم غیب سے یہ صراط مستقیم اول انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوتا ہے اور پھر اُنکا پرتو صدیقین پر پڑتا ہے
اور اُنکا شہیدوں پر اور اُنکا صالحین پر کس لئے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں ایک قوت نظریہ کہ جسکی

[1] یہ دنیا کے تمام عیش و عشرت دولت و جوانی حسن و خوبی اقبال و شہرت سب خواب و خیال ہیں جس طرح کوئی رات کو خواب میں شادی کرے اور نہایت خوشی اٹھاوے یا تخت سلطنت
پاوے پس صبح کو جب آنکھ کھُلے تو کچھ نہیں یکھتا یہی حال اس چند روزہ زندگی اور اُسکی بہار کا ہے - اگر کسیکو اسباب کا معائنہ کرنا ہو تو پرانے کھنڈرات بالخصوص پرانی دہلی میں
بادشاہوں کی شکستہ عمارات اور کوشک ہزار ستون کی بنیاد کو دیکھے اور تزک سلاطین تیموریہ کا آئینہ عبرت لال قلعہ ہے - دہلی کی کسی بڑے بادشاہ نے اخیر عمر میں کہ جب بر سر تخت تھے
کیا حسرت کے یہ اشعار کہے ہیں ؎ بسیار درین جہان چمیدیم + بسیار نعیم و ناز دیدیم + اسپان طلب بر نشستیم + ترکان گران بہا خریدیم + کردیم بسے نشاط و آخر + چون قامت ماہ نو خمیدیم

وجہ سے اشیاء کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس قوت کی تکمیل کی دو صورتیں ہیں ایک انکشاف کہ روح کو نور قدس سے وہ صفائی حاصل ہو کہ پھر حجابات اور ظلمات ادراک حقائق الاشیاء سے مانع نہ آویں اس کا قلب عالم غیب کا خزانہ ہو جاوے اگر بغیر اکتساب وتعلیم یہ بات اسکو حاصل ہے تو وہ نبی ہے پھر انبیاء کے بھی مراتب متفاوت ہیں اعلیٰ درجہ میں رسول اُولوالعزم ہیں اور ان سب کا سلسلہ ایک ایسے شخص کی طرف منتہی ہے کہ جو عالم روحانی میں خداوند تعالیٰ کے ظہور کا اول پرتو ہے کہ پھر جو اور مخلوقات ہے سب اُسی کی تفصیلات ہیں اور عالم حسی میں وہ سب سے اخیر ہے جسکو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ تو اصلی وجود آمدی از نخست ✦ دگر ہر چہ موجود شد فرع تست ✦ پس چونکہ کل کائنات اسی کے وجود کے انبساطات ہیں اسلئے جس طرح اپنے وجود کا علم ضروری ہے انکا بھی ضروری ہے اسلئے تمام علوم کا سرچشمہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھکو تمام اولین و آخرین کے علوم دئے گئے ہیں۔ اور چونکہ بنی آدم از علم یابد کمال۔ کمال کا اعلیٰ تمغہ قوت علمیہ کی تکمیل ہے اور آپ اسمیں سب سے بڑھکر تو اسلئے آنحضرت سیدالمرسلین قرار پائے۔ الحاصل نبی وہ ہے جسکی قوت علمیہ انکشاف الٰہی سے نہایت کمال کو پہنچ جاتی ہے کہ پھر اُسمیں غلطی کا احتمال نہیں رہتا اور اسکی قوت عملیہ بھی مکمل ہو جاتی ہے کہ ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ و معصوم رہتا ہے اور اُسکی روحانی قوت سے خرق عادات معجزات اسکی تصدیق کے لئے ظاہر ہوتے ہیں اور جو لوگ انکی فیض صحبت اور اثر تربیت سے اس رتبہ علیا کو پہنچتے ہیں اُنکو صدیق کہتے ہیں جیساکہ صحابہ میں ابوبکر تھے اور پھر تابعین و تبع تابعین اور انکے بعد اور ہزار ہا صدیقین گزرے ہیں کہ جنکی فیوض و انوار نے ایک عالم کو منور کر رکھا ہے اگرچہ حکماء اشراقیہ

ف ۵۱ اسکی ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں کہ جس سے ایک چیز کا سب سے اول ہونا اور آخر ہونا سمجھ میں آجاوے کسی درخت کے تخم کو دیکھئے کہ وہ اُس درخت کی اصل ہے پھر اُس سے دو پتے نکلتے ہیں یہ ایک مرتبہ تفصیل کا ہوا پھر اسیقدر شاخیں نکالتا ہے یہ دوسرا مرتبہ اُس تخم کی تفصیل کا ہوا پھر تمام شاخیں اور پتے پھل و پھول نمودار ہوتے ہیں یہ تیسرا مرتبہ تفصیل کا ہوا اُس تخم میں جسقدر یہ چیزیں مجملاً ودیعت تھیں سب باہر آگئی ہیں اور تفصیل ہوگئی پھر وہ تخم سب سے اخیر پھل میں آگیا۔ یہ تخم جو پھل میں نمودار ہوا ہے اگر اسیقدر تعینات کا لحاظ کیا جاوے تو وہی پھل ہے کہ جس سے یہ تمام درخت پیدا ہوا۔ اب سمجھئے یہ تخم سارے درخت کی مقدم ہے مگر مؤخر بھی ہے۔ یہی حال حقیقت محمدیہ اور تمام سلسلہ انبیاء کا ہے فتامل ۱۲ منہ

ف ۵۲ معجزات کبھی اقوال ہوتے ہیں جیساکہ غیب کی خبر دینا اور بے مثل کلام کہ جسمیں ہر طرح کی ہدایت مع غایت فصاحت ہو بنا جیساکہ قرآن مجید یا افعال ہیں جیساکہ انگلیوں سے پانی جاری کرنا اور چاند کے دو ٹکڑے کر دینا اور درختوں کو حاضر کرنا ایک مشت خاک سے لشکر کو اندھا کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور جس طرح انبیاء کو تصدیق کے لئے معجزات دئے جاتے ہیں اسی طرح انکو آیاتِ عقلیہ بھی ملتی ہیں پھر ان آیات عقلیہ کی بھی چند قسم ہیں از انجملہ اخلاق حمیدہ ہیں از انجملہ بیان شافی ہے از انجملہ محبت واضحہ ہے از انجملہ انوار صحبت ہیں از انجملہ تکمیل نفس ہے کہ اُس نبی صلعم کی صحبت سے نفس کو کمال حاصل ہو جاوے از انجملہ خیر و برکات و نیک وقتی ہے کہ اُسکے میمن برکت سے انسان کو ہر قسم کی نیک چلنی اور خیر و برکت حاصل ہو جائے۔ پس جس طرح کہ ناقص لوگوں کو معجزات سے نبی کی تصدیق ہوتی ہے کاملوں کو اس سے بڑھکر آیاتِ عقلیہ سے تصدیق ہو جایا کرتی ہے گو ہمارے نبی صلعم کو اسقدر معجزات عطا ہوئے تھے کہ آجتک کسی نبی کو نہیں ملے مگر انسے وہ چند حضرت کو آیات عقلیہ عنایت ہوئی تھیں جس سے اُمت محمدیہ علی صاحبہا السلام کا کمال معلوم ہوتا ہے یعنی جناب محمد علیہ السلام کی اُمت ایسی کوڑ مغزی نہیں کہ انکو سوائے موٹی موٹی باتوں کے اور لطیف باتوں سے نبوت دریافت کرنے کا حصہ ہی نہیں ملا۔ دیکھئے اہل السنت اور حکماء اشراقیہ آیاتِ عقلیہ سے دوسرے شخص کے کمالات کیسے جلد دریافت کر لیتے ہیں اور دیکھئے ویسرائے کا حاکم ہندوستان ہونا عامیوں کو ظاہری تجمل فوج و شوکت سے معلوم ہوتا ہے اور جو پارلیمنٹ کے ممبر ہیں انکو اسکی کچھ حاجت نہیں وہ بغیر اس ظاہری تجمل کی یقین کامل کر لیتے ہیں پس زیادہ ظاہری تجمل ساتھ رہنا ویسرائے کی خوبی اور کمال نہیں بلکہ عامیوں کے نقصان عقل کی دلیل ہے ۱۲ منہ

و دیگر اہل ریاضت جیساکہ ہنود کے جوگی وغیرہم بھی اس انکشاف سے کسیقدر بہرہ یاب ہوتے ہیں مگر بسبب اختلاط قوت وہمیہ کے غلطیوں سے محفوظ نہیں اور نہ یہ قوت اُنکے حد کمال تک پہنچتی ہے بلکہ وہ ایسے ہیں کہ جس طرح کسی طائر کے تھوڑے سے پر ہوں اور وہ اچھی طرح نہیں اُڑسکتا کسیقدر تڑپتا ہے مگر گر پڑتا ہے اور وہ لوگ باز و عقاب کی طرح اُڑتے ہیں اسلئے اِنکا اعتبار نہیں اُنکا اعتبار ہے اور وہی قابل اقتدا ہیں۔ یہ نہیں عام لوگ اُنکی اِن ادنی باتوں پر حیران ہو کر ایمان لے آتے اور اُنکو خدا بنا لیتے ہیں چنانچہ مدینہ منورہ میں آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص ابن صیاد تھا کہ حضرت نے اُس سے دخان دل میں رکھکر پوچھا تو دُخ کہکر رہگیا اور اب بھی ایسے ہزاروں شعبدہ باز ہیں۔ دوسری صورت استدلال اور تجربہ وغیرہ امور ہیں گو اِن چیزوں سے عقل کو ترقی ہوتی ہے مگر حد کمال کو نہیں پہنچتی کسلئے کہ استدلال میں جو کچھ خرابیاں پیش آتی ہیں اُسکے تو حکماء مشائین بھی قائل ہیں کہ جنکی اصلاح کے لئے فن منطق تدوین کیا تھا اور اُسکے بعد بھی ارسطاطالیس وغیرہ بہت سے حکیم غلطیوں سے نجات نہ پاسکے جیساکہ اُنکے فلسفہ سے ظاہر ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ پائے استدلالیاں چوبیں بود ۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود ۔ اور تجربہ کا یہ حال ہے کہ انسان کی جوں جوں عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے تجربہ اور مشاہدہ سے عقل بڑہتی جاتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی یوماً فیوماً حواس میں بھی فرق آنے لگتا ہے پس جسطرح بوڑھے لوگ دانائی کے لقب سے ممتاز ہیں اسی طرح کم عقلی کا بھی اُنکو خطاب ملتا ہے اسکے سوائے تجربہ کو امور آخرت وغیرہ یعنی فن نبوات سے کیا علاقہ ہے ۔ اسلئے یہ فریق بھی معتبر نرہا اور اِنکو خود حضرات انبیاء علیہم السلام کا متبع ہونا پڑا۔ دوسری قوت علمیہ ہے کہ جس سے کسی قول کے نتیجہ پر یقین کرکے اُسکو عمل میں لاتے ہیں پس جن لوگوں پر انبیاء علیہم السلام اور اُنکے صدیقوں کا اثر پڑتا ہے اور اُنکو ثواب و وعدۂ الٰہی کی پوری تصدیق ہو جاتی ہے (کہ گویا یہ اُسکے پاس پہنچ گئے ہیں اور اسوجہ سے اُسپر یہانتک عمل کرنے کو آمادہ ہیں کہ اپنی جان کو بھی دریغ نہیں کرتے) اُنکو شہید[1] کہتے ہیں گو وہ زندہ ہوں مگر جب اِس مرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں تو شہید ہی کہلاتے ہیں اور چونکہ اُنہوں نے اپنی حیات مستعار کو دریغ نکیا تو اُسکے بدلہ میں خدا اُنکو حیاتِ ابدی نصیب کرتا ہے کہ جسکی نسبت فرماتا ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ کہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے ہیں اُنکو مُردہ نکہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمکو خبر نہیں۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ کشتگانِ خنجر تسلیم را ۔ ہر زماں از غیب جانِ دیگر است اور اسی لئے بعد مُردن بھی اُنکی روح سے امور عجیبہ و اسرار غریبہ سرزد ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اُنکی یہ کارروائی ملاء اعلیٰ کے موافق اور حسب خواہش ہوتی ہے تو اُنکی یہ خواہش باغ اور خوشبو اور طرح طرح کی راحتوں میں ظہور کرتی ہے اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ

---

[1] پس جس طرح نبی کو اسلئے نبی کہتے ہیں کہ لفظ نبوت کے معنے علم و خبر کے ہیں اور وہ لوگوں کو اپنے علم سے خبر دیتا ہے اسی طرح صدیق چونکہ صداقت والا ہوتا ہے اور نبی کی تصدیق کرتا ہے اسکو صدیق کہتے ہیں اور شہادت کے معنی حاضر ہونے کے ہیں اور چونکہ گواہ موقع پر حاضر ہوتا ہے اسلئے اُسکو شاہد کہتے ہیں اور شہید چونکہ اپنے دل سے ایسی تعمیل کرتا ہے کہ گویا اُسکے نتیجہ پر پہنچگیا اور حاضر ہوگیا اسلئے اُسکو شہید کہتے ہیں اور صالح چونکہ نیک ہوتا ہے اُسکو صالح کہتے ہیں یہ لغوی معنی ہیں ورنہ حقیقت ہر ایک کی ہم بیان کر آئے ہیں ۔

دنیا میں پھر آنے کی کوئی آرزو نہ کریگا مگر شہید کہ وہ اس ذائقہ کے لئے پھر آنے کی آرزو کریگا۔ اور اسی لئے اس شہادت کی آرزو میں آنحضرت فرماتے ہیں کہ واللہ میری یہ آرزو ہے کہ میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ ہوں اور پھر مارا جاؤں (مشکوۃ) یہ بات کہ اول قطرۂ خون سے شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں منجملہ اور فضائل کے ایک ادنے بات ہے اسی لئے حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَہَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَاجْعَلْ مَوْتِیْ بِبَلَدِ رَسُوْلِکَ کہ اے الٰہی مجھ کو اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور اپنے رسول کے شہر میں موت دیجیو۔ چنانچہ خدا نے انکی دعا قبول کی۔ الٰہی میں بھی یہی دعا کرتا ہوں [۵] آرزو یہ ہے کہ تیری راہ میں + ٹھوکریں کھاتا ہمارا سر چلے + جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے مریدوں میں استیفان رحمہ اللہ یروشلم میں شہید ہوئے ہیں آنحضرت کے صحابہ میں ہر جگہ صدہا شہید ہوئے ہیں۔ اور اگر یہ دونوں قوتیں کمال پر نہیں پہنچیں بشرطیکہ اُسکو حضرات انبیاء سے کمال درجہ کا اتباع ہو تو اُسکو صالح کہتے ہیں پس یہ وہ لوگ ہیں کہ جنپر خدا تعالیٰ نے رحمت کی اور نعمت دی حضرت کی امت میں قیامت تک صدیق اور شہید اور صالح پیدا ہوتے رہیں گے +

متعلقات

غضب انسان کی ایک کیفیت ہے کہ جس میں خون دل جوش مارتا اور روح حیوانی مکروہ کے دفع کرنے کو اور دشمن کو مقہور کرنے کو باہر کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ پس یہ بات ذات باری تعالیٰ کی نسبت محال ہے کیونکہ خون دل کا جوش مارنا جسمانی چیزوں اور ممکنات کا خاصہ ہے۔ پس اس صفت سے مراد اُسکی غایت اور اثر ہے یعنی دشمن اور مخالف کا مقہور کرنا اور تمام صفاتِ رحمت اور استہزاء اور خداع اور مکر وغیرہ جو قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کی نسبت وارد ہیں سب کے مجازی معنی اثر اور غایت مراد ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ کو ممکنات سے کسی بات میں اشتراک نہیں مگر جبکہ اُسکی صفات تعبیر کرنے کی ضرورت پڑے تو اُنہی محاورات اور الفاظ مستعمل کرنے پڑے کہ جو بندوں کی صفات کے لئے وضع کئے گئے تھے۔ خدا تعالیٰ کا غصہ اُسکی بد خلاقی اور سرکشی پر ہوتا ہے کہ جس کا نتیجہ دین و دنیا کی خرابی اور بربادی ہے۔ خدا اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین +

ضلال ہدایت کا ضد ہے یعنی اُس رستہ پر چلنا کہ جس سے مقصود کو نہ پہنچے پس جس طرح ہدایت کے مراتب مرتبہ ہیں اسی طرح ضلالت کے مراتب مرتبہ ہیں اور جس طرح ہدایت کے مراتب غیر متناہی ہیں اسی طرح ضلالت کے مراتب بھی لاانتہا ہیں[۱] الغرض ہر ہدایت کے مقابلہ میں ایک ضلالت ہے پس جسکو دس مرتبہ ہدایت کے حاصل ہوئے اُس سے اُوپر گیارھویں مرتبہ میں ہنوز ضلالت ہے + ایک بڑے سے بڑے کامل کو کہ ہنوز اخیر مرتبہ کمال کی اُسکو ہدایت نہیں ہوئی اُس مرتبہ کے لحاظ سے ضال کہہ سکتے ہیں اور اسی وجہ سے

---

[۱] اور اسی لئے باوجودیکہ بندہ اسکے روبرو پہنچ گیا پھر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے سوال کرنے کا حکم ہوا کیونکہ قرب الٰہی کی نہایت نہیں [۵] اے برادر بے نہایت درگہیست + ہرچہ بروی میرسی بروی مایست + ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالے

قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کو یہ فرمایا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کہ آپ جبتک مرتبۂ نبوت اور وحی جلی کی ہدایت تک نہنچے تھے اس مرتبہ میں ضال تھے پھر اسکی آپ کو ہدایت کردی۔ بعض بے علم عیسائیوں نے اس لفظ کو عرفی ضلالت پر محمول کر کے آنحضرت علیہ السلام کی نسبت قبل نبوت گمراہی کا الزام لگایا ہے۔ اور پولوس مقدس پر قیاس کیا ہے کہ ابتدا میں سخت بے دین تھا چنانچہ حضرت استیفان کو شہید کرنیوالوں میں شامل تھا اور پھر ہر روز دینداروں کو قتل کرتا اور ستاتا تھا اور دمشق کو کاہنوں کا خط لیکر ایمانداروں کو قتل کرنے چلا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے روحانی تصرف سے اسکو اندھا کردیا اور پھر یہ شخص عیسائیوں کا وہ پیشوا ہوا کہ جس نے حضرت مسیح کو بھی ملعون کہا اور تمام شریعت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کو منسوخ کردیا چنانچہ یہ سب باتیں کتاب اعمال اور نامجات سے ظاہر ہوتی ہیں

یہ **ضلالت** یعنی گمراہی کبھی اختیاری ہوتی ہے کہ اسباب گمراہی کو از خود اختیار کرلیا جاوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ کہ ہم نے ثمود کو اسباب ہدایت میسر کردیے تھے مگر انہوں نے از خود اسباب گمراہی کو اختیار کیا وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بھی اسی قبیل سے ہے اور یہ بات کبھی لذاتِ جسمانیہ کو لذاتِ روحانیہ پر مقدم کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی حب جاہ و مال سے پیدا ہوتی ہے اور کبھی پابندی رسم و عادات سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی صحبت بد سے اور کبھی نفس کو لذات اور خواہشوں میں شتر بے مہار کرنے سے اور جب نفس موٹا ہوجاتا ہے تو اسکو نیکی سے نفرت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ آجکل ہم اوباشوں کو دیکھتے ہیں کہ رات دن چانڈو اور بھنگ اور افیون اور شراب اور ناچ و رنگ گنجفہ و شطرنج میں غرق رہتے ہیں اور رنڈی بھڑوے انکو ہر وقت اپنی صحبت میں رکھنا اور ہاہا اہو ہو اور فحش بکنے میں شب کے دو بجے تک جاگنا اور صبح کو دس بجے اٹھنا اور پھر کنگھی چوٹی میں باقی وقت ضائع کردینا اور پھر بٹیر بازی کبوتر بازی پتنگ بازی میں مصروف ہونا انکے خمیر میں داخل ہوگیا۔ الغرض رات دن میں نہ خدا کا نام کبھی انکے منہ سے نکلتا ہے نہ موت کا دھیان آتا ہے اور نہ دنیا کے کاروبار کا دل و دماغ نہ سلطنت و ملک کی کچھ خبر عدل اور انتظام مالی و ملکی تو کجا اور بیدار مغزی سے کیا علاقہ۔ ان لوگوں کا جس طرح حصۂ دینی برباد گیا دنیاوی حصہ بھی برباد ہوتا جاتا ہے اگر باور نہ آئے تو ہندوستان کے رئیسوں اور امیروں کو دیکھ لیجئے اور انکے ملک کی اندرونی اور بیرونی حالت کو غور کر لیجئے۔ انہیں خرافات کی بدولت سلطنت تیموریہ برباد ہوئی انہیں کی وجہ سے لکھنؤ اور مرشد آباد وغیرہ بڑی بڑی ریاستوں پر جھاڑو پھر گئی اور جو باقی ہیں انکو عبرت نہیں۔ لشکر کی یہ حالت کہ پرانی توپوں پر زنگ لگا ہوا ہے۔ توڑے دار بندوقوں اور بیڈول اور نکمے ہتیاروں کے بوجھ نے سپاہیوں کی پشت کو توڑ دیا ہے ایک پاؤں میں جوتی تو دوسرا ننگا وردی ندارد اور جو پھٹی پرانی کہیں سرکار انگریزی سے نیلام میں خرید لی ہے تو اسکی درستی کی نوبت نہیں پہنچتی نہ قواعد نہ پریٹ نہ افسر قواعد جنگ سے واقف افسر کون کو وہی امیروں کی نالائق اولاد کہ جنکو اپنے تن کا بھی ہوش نہیں۔ رئیس کے دیوان اور وزیر کون وہی عیاش یا انکی اولاد کہ جنہوں نے رئیس کو لغویات میں بالکل بیہوش کردیا ہے۔ خزانہ کی حالت تباہ دروازے پر ہزاروں دادخواہ نہ رعایا میں دینی مدارس نہ فنون کی تعلیم نہ علوم جدیدہ کے لئے کوئی جماعت

مستثنے جتی کہ تمام ملک میں کوئی کارخانہ عمدہ بھی کسی چیز کا نہیں اور جو ہے تو غیر لوگوں کے اہتمام سے۔ نہ یہ توفیق کہ اپنی رعایا میں سے
دس بیس کو غیر ممالک میں تعلیم پانے کو بھیجکر اپنی رعایا میں وہ ہنر عموماً شائع کئے جاویں۔ نہ کوئی جنگی فوج کا حصہ کہ جس سے مخالف کے دل پر
کوئی اثر ہو نہ رعایا کو عام قواعد سکھانے کی خواہش۔ نہ والنٹری لشکر رکھنے کی لیاقت۔ قلم کہاں سے کہاں چل نکلا۔ الغرض اس
مرتبہ میں دل پر ایک زنگ لگ جاتا ہے کہ جسکو رین کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ
پھر جب اس حالت کو توبہ اور تنبیہ کے صابون سے نہیں دھویا جاتا تو غشاوہ کی نوبت آتی ہے یعنی دلوں پر پردے پڑجاتے ہیں پھر
اس پر جب کچھ مدت گزرتی ہے تو ختم کی نوبت آتی ہے یعنی دلوں پر مہر لگ جاتی ہے اسکے بعد نوبت قفل کی آتی ہے اسکے بعد دل مرجاتا
ہے اسکے بعد نہ کوئی نصیحت اثر کرتی ہے نہ کوئی معجزہ کارگر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَنْفَعُ الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ اور یہ بھی آیا
ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور کبھی ضلالت بے اختیاری ہوتی ہے کہ مبدء غیب سے اس بدنصیب کو اسکی
بد استعدادی کی وجہ سے سامان ہدایت عطا نہوئے ایسے شخص کو گمراہ ازلی اور شقی بطنی کہتے ہیں کہ ماں کے پیٹ ہی میں بدبخت تھا
ایسے ہی لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو ہم نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے اور کچھ پروا نہیں۔ پس ان لوگوں سے
بے خوف و خطر برائیاں اس طرح ظاہر ہوتی ہیں کہ جس طرح مقتضیات طبع سونا کھانا وغیرہ باتیں بلا تکلف سرزد ہوتی ہیں +

جب آپ کو نعمت اور غضب اور ضلالت کے معنی بخوبی معلوم ہو گئے تو اب ہم آپ سے ان دونوں آیتوں کی تفسیر بیان کرتے ہیں آپ
جان چکے ہیں کہ صراط مستقیم کی وضاحت کیلئے یہ دونوں آیتیں وارد ہیں اور صراط مستقیم درمیانی رستہ کو کہتے ہیں اور مخاطب کو وہ نشان
دیا کرتے ہیں کہ جسکو وہ جانتا ہو اور جسکو مانتا ہو تو اسلئے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس میں تینوں چیزوں کا ایک ایک ایسا مسلم وصف
بیان کیا اور معلوم و مشہور نشان دیا کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر درمیانی راہ کی دو طرف مخالف ہوتی ہیں
ایک افراط دوسری تفریط پس یہ دو ہوئے اور ایک وہ درمیانی حالت یہ تین رستہ نکل آئے سو اسلئے سب سے مقدم درمیانی رستہ کو تو
صراط الذین انعمت سے واضح کیا کہ صراط مستقیم وہ ہے کہ جسپر چلنے سے نیک نتیجہ پیدا ہو اور وہ خدا کی نعمت ہے پس جس رستہ پر نیک نتیجہ مرتب نہ
وہ صراط مستقیم نہیں کیونکہ مستقیم ہوتا تو مطلوب (جو رحمت ہے) حاصل ہوتا۔ یہ نشان صراط مستقیم کا وہ ہے کہ جسکو ہر شخص تسلیم کرتا ہے اور جو لوگ
کہ طبع سلیم رکھتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ درحقیقت خدا کا کامل انعام انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین پر ہے۔ پس اسلئے انکی
پیروی اور تقلید واجب ہوئی اور عہد آدم سے اسوقت تک آپ جسقدر بنی آدم کو دیکھیں گے اکثر کو ان چاروں فریق کا مقلد و متبع پاوینگے
پس مناظرہ میں صراط مستقیم ثابت کرنیکے لئے اس جملہ صراط الذین انعمت علیہم الخ سے بڑھکر اور کوئی دلیل نہیں (وللہ الحجۃ البالغۃ) اور
اس صراط مستقیم کے ایک جانب مخالف یعنی افراط کو غیر المغضوب علیہم سے واضح کردیا اور دوسری جانب تفریط کو ولا الضالین سے کھولدیا
اور یہ بتلا دیا کہ جنپر خدا کا غصہ بھڑکا اور جو گمراہ ہیں صراط مستقیم سے برطرف ہیں خواہ وہ یہودی ہوں خواہ نصاری خواہ بت پرست خواہ منافق گنہگار

نکات

۱ انسان کی پوری سعادت یہ ہے کہ اُسکی دونو قوتیں کامل ہوجاویں اور وہ دونوں یہ ہیں **قوتِ نظریہ** کہ جس سے علم و معرفتِ آلہی حاصل ہوتی ہے اور مبدء و معاد کے متعلق عقائد کی درستی میسر آتی ہے دوسری **قوت عملیہ** کہ جس سے عمدہ اعمال ظہور میں آتے ہیں پس جسکی یہ دونو قوتیں مکمل ہوگئیں اُسکو بڑی نعمت نصیب ہوئی اسلئے اِس گروہ کو خدا نے انعمت علیہم سے یاد فرمایا اور اس لفظ سے اِن دونوں قوتوں کے مکمل کرنے کی رغبت دلائی۔ اور جسکی اول قوت میں نقصان ہے یعنی خدا تعالی کی ذات و صفات قیامت اور رسولوں اور فرشتوں کی بابت بُرا عقیدہ ہے بلکہ خیالاتِ فاسدہ اور توہمات کاسدہ ہی کو علم و معرفت تصور کرکے مست و مغرور ہے تو اُنپر غضب آلہی بُرضرور ہے کسلئے کہ سزا بقدر گناہ ہوتی ہے اور قوتِ نظریہ انسان کی سعادت کا اعلی بازو ہے کہ جو بعد مرد ن بھی باقی رہتی ہے اور عمل کا اسی پر مدار ہے کیونکہ جب علم ہوتا ہے تب اُسکے موافق عمل کرتا ہے پس جس نے اِس عمدہ قوت کو کہ جسکی وجہ سے ملائکہ میں مل سکتا تھا کھو دیا تو اسپر غضب آلہی نازل ہوتا ہے اور اس گروہ میں کافر و مشرک و منافق اور دہریہ وغیرہم لوگ داخل ہیں پس ان لوگوں کو مغضوب علیہم سے یاد کیا تاکہ سزا اور نتیجہ بد اخیال میں آوے اور ہر شخص اس شریف قوت کے خراب کرنے سے ڈر جائے۔ پس وہ جو بعض صحابہ سے منقول ہے کہ مغضوب علیہم یہود ہیں ہمارے قول کو مؤید ہے۔ اور جسکی قوتِ عملیہ میں خرابی ہوتی ہے تو وہ چوری زنا حسد و بغض قتل وغیرہ بدکام کرتا ہے اور نیک کاموں میں کوتاہی کرتا ہے نماز روزہ عبادت سخاوت محبت انصاف وغیرہ چیزوں سے بے بہرہ رہتا ہے سو گو اس مرتبہ کا گناہگار نہیں کہ اُسپر غضب آلہی بھڑکے اور ہمیشہ جہنم میں رہے مگر راہ راست اور طریق صواب سے ضرور دور ہے اور اسی لئے کافر کو فاسق سے زیادہ قابل عقوبت شرع نے بیان کیا ہے۔ اِس فریق کو خدا نے ضالین سے تعبیر کیا تاکہ انکی ناراستی معلوم ہوجائے

۲ یا یوں کہو کہ بندوں کی تین قسم ہیں (اول) وہ لوگ کہ جو خدا کے ظاہراً و باطناً فرمانبردار ہیں اور اُنکو **مومن** کہتے ہیں (دوم) وہ کہ جو ظاہر و باطن نافرمان ہیں اور اُنکو **کافر** کہتے ہیں (سوم) وہ کہ جو ظاہر میں کسی خوف یا لالچ دنیاوی سے فرمانبردار شریعت ہیں اور در پردہ مخالف اور انکو **منافق** کہتے ہیں پس اول فریق کو بلفظ انعمت علیہم تعبیر کیا اور فرمانبرداری کا نتیجہ تبلایا۔ اور دوسرے فریق اور تیسرے فریق کو بلفظ مغضوب علیہم و ضالین تعبیر کیا تاکہ انکے اس کام کا بد نتیجہ معلوم ہوجائے لیکن چونکہ منافق گو کفر میں کافر کے برابر ہے مگر اِسکی فریب بازی سے عام اہل اسلام کو مضرت پہنچتی ہے اور اسی لئے جسقدر فتنہ اور فساد اول دن سے ابتک اسلام میں واقع ہوئے انہیں بدنصیبوں کی وجہ سے ہوئے ہیں آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں جو کچھ ہوا سو معلوم ہے مگر اب بھی جو فتنہ اُن لوگوں نے برپا کر رکھے ہیں (کہ بظاہر مسلمان کہلاتے ہیں اور در پردہ اسلام کے سخت دشمن جیسا کہ نیچریہ) فتنہ مسیح الدجال سے کم نہیں اسی لئے اللہ تعالی فرماتا ہے اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کہ منافق جہنم کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہونگے۔ پس اسی لئے بیشتر انکو بلفظ مغضوب علیہم تعبیر کیا اور کفار کو بلفظ ضالین تعبیر کیا خواہ یہود ہوں خواہ نصاری +

[۳] صراط مستقیم کے بیان کرنے میں ضرور تھا کہ تین فریق کا ذکر ہوتا ایک وہ کہ جو صراط مستقیم پر ہے دُوسرے وہ کہ جو افراط و تفریط میں پڑکر اس کو چھوڑ گئے لیکن کسی شخص خاص یا قوم خاص کا نام لینا منصب نصیحت و پایہ ہدایت کو مناسب نہ تھا دو وجہ سے اول یہ کہ جسکو صراط مستقیم پر قائم کہا جاتا اور جسکو برخلاف کہا جاتا تو وہ ذرا خود پسندی اور یہ ناراضگی ظاہر کرتے اور یہ سمجھتے کہ اب تو ہم صراط مستقیم پر ہیں کچھ پروا نہیں اور ہم گمراہ ازلی ہیں جستجو بیفائدہ ہے دوم یہ کہ کسی فریق کے نام لینے سے ان تینوں فریق کے نتیجوں کا ذکر رہجاتا جو مقصود اصلی تھا علاوہ اسکے شارع کے احکام کلیہ ہونے چاہئیں جو زمان و اشخاص کے بدلنے سے نہ بدلیں اور اقوام کا کیا اعتبار کوئی قوم کبھی کیسی اور کبھی کیسی ہو جاتی ہے اچھوں کو بُرا اور بروں کو اچھا ہوتے دیکھا ہے پس اس نکتہ کے لئے خدای پاک نے کسیکا نام نہ لیا بلکہ یہ کہا۔ یا اللہ صراط مستقیم انکا طریق ہے کہ جنپر فضل الٰہی ہوا نہ اُن کا کہ جنپر غصہ ہوا نہ اُن کا کہ جو بے راہ ہیں۔ ایسی عام نصیحت دل پر نہایت مؤثر ہوتی ہے + یہانتک کہ جو مختصراً ہمنے بیان کیا ہر ہر جملہ کی بابت بیان کیا ہے۔ اب ہم مجموعہ کلام کی نکات و اسرار بیان کرتے ہیں +

اسرارِ مجموعہ سورہ

[۱] اس سورۃ میں پانچ چیزیں خدا تعالی کے متعلق اور پانچ بندہ کے متعلق مذکور ہیں۔ خدا تعالی کے متعلق یہ ہیں اللہ[۱] رب[۲] رحمٰن[۳] رحیم[۴] مالک[۵]۔ اور بندہ کے متعلق یہ ہیں عبادت[۱] استعانت[۲] طلب ہدایت[۳] طلب استقامت[۴] طلب نعمت[۵] اور غضب الٰہی سے پناہ پس عبادت لفظ اللہ سے اور استعانت لفظ رب سے اور ہدایت لفظ رحمٰن سے اور طلب استقامت لفظ رحیم سے اور نعمت باقیہ کا طلب کرنا اور غضب سے محفوظ ہونا مالک سے متعلق ہے۔ اور اسی طرح انسان پانچ چیزسے مرکب ہے بدن[۱] نفس شیطانی[۲] نفس سبعی[۳] نفس بہیمی[۴] جوہر ملکی[۵] کہ جسکو **عقل** کہتے ہیں پس یہ پانچوں چیزیں اُن پانچوں اسماء سے ایک مناسبت خاصہ رکھتے ہیں کہ جس سے انکی اصلاح ہوتی ہے چنانچہ جوہر ملکی اسم اللہ کی تجلی سے چمکتا ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور کثافت بدنی رب العالمین کے ملاحظہ سے دور ہو جاتے ہیں اور نفس سبعی کی اصلاح لفظ رحمٰن سے ہوتی ہے اور نفس شیطانی کی اصلاح رحیم سے متعلق ہے اور نفس بہیمی پر مالک یوم الدین سے دہشت طاری ہوتی ہے پس جب ان پانچوں ناموں کی تجلی سے آدمی بالکل مہذب و شائستہ ہوگیا ہے تو اپنے مقصود کی طرف چلا۔ پس طاعت بدن کے لئے ایاک نعبد کہا اور نفس بہیمی کے زیر کرنے کو ایاک نستعین زبان پر لایا اور نفس سبعی کے پنجہ اور شیطان کے چنگل سے رہائی پانے کو اھدنا الصراط المستقیم کہا اور جنکا جوہر ملکی کامل ہے (یعنی ارواح مقدسہ) اُنکی رفاقت طلب کرنے کے لئے صراط الذین انعمت کہا اور غضب سے بچنے اور طرد ح خبیثہ سے دور رہنے کے لئے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا +

[۲] جبکہ بندہ نے مقام مناجات میں کھڑا ہوکر کمالات و صفات باری تعالی کا الحمد للہ سے لیکر مالک یوم الدین تک ملاحظہ کیا تو اُسکو بے اختیار شوق الی اللہ پیدا ہوا کہ جس سے اُسکو اس سفر کا کاٹنا ضرور پڑا اور ایسے سفر میں توشہ اور سواری ضرور ہے پس ایاک نعبد کا توشہ لیا یعنی عبادت کو اس سفر کا زادراہ اور ایاک نستعین یعنی استعانت کو سواری بنایا کیونکہ گو عبادت سے خدا تعالی کا وصال ہے مگر بغیر اعانت آلہی اور

مدد غیبی کے محال ہی ہیں جب زاد و راحلہ مہیا ہوا تو سیدھے رستہ کے درپے ہوا اور اہدنا الصراط المستقیم کہا اور جبکہ سیدھی سڑک ملگئی تو رستہ کے رفیق بھی درکار ہوئے کہ جنکے سبب سے اس رستہ کی تمام صعوبتیں آسان ہوجاویں اور اسکے مشابہ دوسرے رستہ پر نہ پڑجائے تو اسلئے صراط الذین انعمت علیہم کہا اور جبکہ راہزنوں اور رستہ کے جھاڑ کنکروں سے خوف پیدا ہوا تو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا +

۴ اس تھوڑے سے کلام میں نہایت خوش اسلوبی سے خدا تعالیٰ نے وہ تینوں علم بیان کردیے کہ جنکے لئے انبیا علیہم السلام آئے اور انکے قبول اور تصدیق کرانے کے لئے معجزات و آیات دکھلائے گئے پس اسلئے اس سورہ کو تمام کتب سماویہ کا خلاصہ کہیں تو بجا ہے اور سب کا عطر کہیں تو روا ہے اور اسی لئے نبی صلعم نے فرمایا کہ یہ وہ سورہ ہے کہ اسکے برابر توریت و انجیل و قرآن میں اور کوئی سورہ نہیں (کما سیاتی) اور وہ تین علم یہ ہیں **علم شریعت** یعنی وہ قانون الٰہی کہ جسکے مطابق چلنا بندوں پر ضرور ہے **علم طریقت** کہ جس میں دل کے معاملات پہچانے جاتے ہیں **علم حقیقت** یعنی مکاشفات ارواح کا دریافت کرنا +

علم شریعت

کی دو قسم ہیں اول **علم عقائد** کہ جسکو اصول کہتے ہیں دوسرا **علم احکام فقہیہ** کہ جسکو فروع کہتے ہیں پھر علم عقائد کی تین قسم ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق عقائد کہ وہ موجود ہے اور واحد لاشریک ہے اور ہر چیز کا اسکو علم ہے دیکھتا سنتا ہے ازلی ابدی ہے عادل رحیم کریم ہے کھانے پینے سونے مکان و زمان میں ہونے و دیگر عیوب سے پاک ہے۔ کوئی چیز اسکے مثل نہیں نہ کوئی اسکی اولاد ہے نہ وہ کسیکی سب کاموں میں بے نیاز اور ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی اسکے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ نہ اس سے مقابلہ کرسکتا ہے۔ سو یہ سب باتیں خدا تعالیٰ نے الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم سے ثابت کردیں کیونکہ جب تمام عالم کا وہ مربی ہوا تو اب کون چیز ہے کہ جو اسکے شریک و سہیم ہے اور مربی بغیر رحیم و علیم و قادر و سمیع و بصیر و حی قیوم ہونے کے نہیں ہوسکتا اور جب تمام عالم کا مربی ہے تو عالم کی ذات سے اسکی ذات غیر ہے کسیکی مشابہ و مانند نہیں تو جمیع اوصاف حوادث سے لامحالہ بری ہوا بالخصوص ان سے کہ جس سے اسکی تقدیس میں فرق آتا ہے (۲) آخرت کے متعلق عقائد کہ مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے وہاں جاکر ہر قسم کے آرام و راحت پاتی یا تکلیف و دکھ اٹھاتی ہے اور ہر نیکی و بدی کا بدلا ملیگا اور اعمال کے موجب لینے کو ہر شخص پاویگا اور ایمانداروں پر وہ وہاں نہایت مہربانی فرمائیگا سو یہ سب باتیں اس نے مالک یوم الدین سے ثابت کردیں کیونکہ جو شخص جزا کے دن کا مالک ہے تو اسکے لئے یہ سب باتیں ضرور ہیں کما لا یخفی۔ اور ان دونوں قسموں کے علم کو علم مبدء و معاد بھی کہتے ہیں کہ تمام عالم کی ابتدا و انتہا انجام کار سب کچھ بیان کردیا کہ ابتدا میں وہی ایک تھا اور پھر سب کے پیچھے وہی ایک واحد تنہا رہجاویگا +

(۳) نبوت و امامت و ولایت کے متعلق عقائد اور انکے مقابلہ میں کفر اور بدعت اور شرک کی پہچان سو ان سب باتوں کو مجملاً صراط الذین انعمت علیہم میں مع انکے نیک و بد نتیجہ کے بیان کردیا کیونکہ جب اہدنا الصراط المستقیم کہا تو سیدھے رستہ کی خواہش ظاہر کی اور صراط الذین انعمت میں اس رستہ پر چلنے والوں انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کا منعم علیہ ہونا بیان کردیا اور انبیاء کی عصمت ثابت کردی اور انکا پیشوا و ہادی ہونا بتایا

اور اسی طرح انکے مقابلہ میں برے لوگوں کا حال بیان کر دیا۔ اور علم فقہ کی دو قسم ہیں **عبادات** کہ عبادت و استعانت ہر قسم کی خدا ہی کو سزاوار ہے اور نہ کسیکو سجدہ کرنا چاہئے نہ رکوع اور نہ کسی اور کو بوقت حاجت پکارنا چاہئے اُسی سے ہر کام میں مدد مانگنی چاہئے اور مال و بدن میں ہر قسم کی عبادت اُسیکا حق ہے پس ان سب باتوں کو ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ثابت کر دیا دوسرے **معاملات** مثلاً بیع و شرا نکاح و طلاق قرض و امانت وغیرہ وغیرہ جملہ احکام کو اہدنا الصراط المستقیم میں واضح کر دیا اور ہر امر و نہی فرض و واجب مندوب مکروہ حرام کا نتیجہ صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے مؤکد کر دیا +

علم طریقت

کو کہ جس کا خلاصہ قوت نظریہ و عملیہ کے کمال کا دریافت کرنا ہے مجملاً اہدنا الصراط المستقیم میں بیان کر دیا اور اسکی دونوں جانب افراط و تفریط کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سے خوب واضح کر دیا پھر اس طریقت کے تینوں مرتبوں کو بھی بیان کر دیا کس لئے کہ طریقت کا مرتبہ ابتدائی کہ جس بغیر طریقت حاصل نہیں ہوتی اسکو عبادت کہنے میں سو اسکو ایاک نعبد کے ساتھ تعبیر کر دیا اور اسکا درمیانی مرتبہ **استعانت** ہے اور اسکو ایاک نستعین سے واضح کیا اور انتہائی مرتبہ **استقامت** ہے اور اسکو اہدنا الصراط المستقیم میں ذکر کیا۔ اور اس علم میں ٹرھکر دو چیزوں کے حالات سے مطلع رہنا اصل الاصول ہے (اول) **نفس** کہ جو ہر دم ہر طرح کی خواہشوں کی طرف رغبت دلاتا اور راہ راست سے اِدھر اُدھر لیجاتا ہے کہ جسکے مطیع کرنے کو لوگ سخت ریاضت کرتے ہیں بھوک و پیاس وغیرہ زائد تکلیفیں دیکر اس موذی کو مارتے ہیں۔ مگر خدایتعالےٰ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین میں اسکی لگام کی دونوں باگیں بیان کر دیں یعنی درصورت زیادتی غضب اور درصورت کمی ضلالت ہے پس جو شخص ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھیگا نفس کو اِدھر اُدھر جانے نہ دیگا (دوم) **قلب** کہ جسکی سلامتی خدایتعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ؕ اس قلب کا کام شوق و محبت ہے پس جس کا دل محبت الٰہی سے معمور ہو گیا وہ مراد کو پہنچگیا اسلئے اس سورہ میں خدا نے اپنے سے ہر قسم کی محبت کے پیدا کرنے کا طریقہ بتلا دیا محبت ذاتیہ لفظ الحمد للہ سے اور صفاتیہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے تلقین کر دی اور پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین میں تو صاف صاف محبت پیدا کرنیکا طریقہ تعلیم کر دیا کہ جس سے محبان خدا و خاصان کبریا سے ملنے کا شوق پیدا ہو ؎ نالہ من برساند بمرغان چمن + کہ ہم آواز شما در قفسے افتادہ است + اور نہایت اشتیاق میں اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کہا اب مومن کا دل محبتِ الٰہی سے ایسا بھر گیا کہ اور کی جگہ ہی نہ رہی۔ اس قلب کی حفاظت پر تمام انبیاء و صدیقین تاکید کرتے چلے آئے ہیں ؎ پاسبانی کن بسے در کوی دل + زانکہ دزد آمد در پہلوی دل +

واضح ہو

کہ جن چیزوں کی اصلاح اہل طریقت کے نزدیک زیادہ تر ملحوظ ہے وہ تین قوت ہیں ایک **شہوت** دوسری **غضب** تیسری **ہوا**۔ قوت شہوت کو نفس بہیمی یا بہیمیت کہتے ہیں اور اسکی کمی زیادتی جسم کی کمی زیادتی سے ہوتی ہے اور غضب کو نفس سبعی اور سبعیت بھی کہتے ہیں

یعنے درندہ ہین اور ہوا کو نفس شیطانی اور شیطانیت بہی کہتے ہین - لیکن سب مین زیادہ تیز ہوا ہے - کہ جو جسم کے پژمردہ ہونے سے
بہی کم نہین ہوتی - اسکے بعد غضب ہے - پہر شہوت - آپ یہہ بہی جان چکے ہین کہ جب یہہ تینون صلاحیت پر آتی ہین تو عفت اور
علم وغیرہ صفات حمیدہ پیدا ہوتی ہین کہ جنکو **عدالت** کہتے ہین کہ جسکے سبب حضرت انسان ملائکہ سے فوقیت لیگئے - اور خلیفہ بنائے
گئے - مگر اسی طرح یہہ قوی جب خراب ہوتے ہین تو انسان کو درندہ گدہا شیطان بنا دیتے ہین - پس شہوت سے حرص اور
بخل پیدا ہوتا ہے - اور غضب سے خود پسندی اور تکبر - اور ہوا سے کفر اور بدعت - اور اسلیے کہتے ہین کہ شہوت سے انسان اپنے
نفس پر ظلم کرتا ہے - اور غضب سے غیر پر اور ہوا تو خدائے تعالے و تقدس کی جناب مین بغاوت کرنے کا باعث ہوتی
ہے - پس اسی لیے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ آیا اور اسکی بخشش نہیں - اور اسکے بعد غضب کا نتیجہ حقوق العباد مین دست اندازی
ہے - وہ بہی بہ نسبت گناہ شہوانی کے زیادہ ہے - اور جب یہہ چند اوصاف رزیلہ جمع ہو جاتے ہین تو اُنسے حسد پیدا ہوتا ہے
کہ جو سخت مرض روحانی ہے - پس جب ان اوصاف رزیلہ کا علاج کلام الہامی اور کتاب آسمانی مین ضرور تہا تو خدائے تعالی نے اپنے آخر
کلام بالخصوص اِس سورۃ مین بہی اسکا نہایت عمدگی سے علاج فرمایا - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ مین سب سے بڑہکر مرض حسد کا تدارک کیا -
اِس لیے کہ جب بندہ خدا تعالے کو رب العلمین خیال کرے گا اور ہر ایک نعمت کا مبدء فیاض اور مالک عطا کنندہ اُسیکو سمجہے گا تو پہر کسیکی نعمت
دیکہکر نہ جلے گا - اور خدائے تعالے کے فیض عام اور خوان بیدریغ کو دیکہکر اِس ناپاک خیال کو دل سے نکالدے گا - کیونکہ خدا کے دینے کو
کون لے سکتا ہے اور پہر کس کس کی نعمت کا زوال چاہے گا - ایک دو نہین تمام عالم اِس انعام سے مالامال ہے - اور بخل کا علاج
بہی ملاحظہ رب العالمین سے بخوبی ہو جاتا ہے - کیونکہ ہر نعمت کا پیدا کرنیوالا خدا کو تصور کرے گا تو اُسکی ملک مین بخل کرنا قبیح جانے گا
اور غضب کو اپنی رحمت دلاکر اور اپنا جلال اخروی دکہاکر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے فرو کر دیا - کس لیے کہ جب مضمون رحمت دلپر آیا
اور اُسکے ساتہہ خدا کی شان کبریائی دلمین سمائی تو غضب کافور ہوا - اور خود پسندی کا علاج ایاک نعبد سے کر دیا - کس لئے کہ جب عاجزانہ خدا
کے آگے جہکا تمام خود پسندی رخصت ہوئی اور تکبر کو ایاک نستعین سے پست کر دیا - کس لیئے کہ جب عاجزانہ ہر کام مین اُسکی طرف ہاتہہ
پہیلانا بتلایا تو تکبر کو اُڑا دیا اور کفر و شرک و بدعت کو اہدنا الصراط المستقیم سے دور کیا کس لئے کہ ہر امر مین میانہ بن کفر و بدعت کے منافی
ہے - پہر غیر المغضوب علیہم سے کفر کا بد نتیجہ دکہاکر ڈرا دیا اور ولا الضالین سے اہل بدعت کا مآل کار بتلا دیا - **الغرض** بسم اللہ الرحمن الرحیم
مین تین اسمار آلہی سے اُن تینون بد صفات کو مٹایا کس لئے کہ جس نے اللہ کو جانا شیطان ہوا کو بہگایا - اور جسنے رحمانیت خدا کو جانا دلمین سے آئی
غضب و غصہ دور ہوا اور جس نے اُسکی رحیمی کا لحاظ کیا اپنی جان حزین کو شہوات کی ظلم سے محفوظ رکہا - اور الحمد کی سات آیتوں مین اُن سات
خصلتونکی اصلاح کر دی کہ جو ان تینون سے پیدا ہوتی ہین جیسا کہ ابہی بیان ہوا - سبحان اللہ کیا کلام ہے - عیسائی حضرت
مسیح علیہ السلام کے پہاڑی وعظ کو مکارم اخلاق کی تعلیم مین ہرجگہہ قرآن کی مقابلہ مین پیش کیا کرتے ہین - اگر انصاف فرماوین
تو یقیناً معلوم ہو جاوے کہ اُس وعظ کو اِس کلام سے کچہہ بہی نسبت نہین ❊

علم حقیقت ❊

کو بہی (کہ جو مکاشفۂ روحانی ہے) اِس سورۃ مین بخوبی ذکر کر دیا - چنانچہ تمام اسرار ربوبیت کو الحمد للہ رب العلمین مین بہر دیا - گویا کہ
عارف کے دلپر اِس جملہ مین یہہ منکشف کر دیا کہ تمام عالم کی ہستی اور ہر چیز کا وجود اُسکے وجود واجب کا پرتوا اور اِس آفتاب حقیقی
کی شعاعین ہین - اِس عالم کی جس چیز کو دیکہیگا تو مرتبۂ ذات مین معدوم پائے گا - خود بہی فرماتا ہے الم تر الی ربک کیف مد الظل
کس لیے کہ جب عارف اِس مضمون کا (کہ تمام خوبیان اُس ذات جامع الصفات الکمالیہ کو کہ جو تمام عالمونکی ہر وقت پرورش اور تربیت کرتا ہے) مراقبہ کرتا

تو پھر اُسکی چشم حقیقت سے آگے اُسکے سوا کچھہ اور دکھائی نہ دیگا۔ اور جب اس مقام سے لیکر الرحمن الرحیم مالک یوم الدین تک تجلیات جلالیہ وجمالیہ کی سیر کرتا ہوا آوے گا تو اُسکو مرتبہ **علم الیقین** حاصل ہوجاویگا۔ اور جب اس نور سے اروح مشرح و منور ہوجاویگی تو تمام حجاب مرتفع ہوجاوینگے اور ایاک نعبد وایاک نستعین کا مرتبہ مین **عین الیقین** حاصل ہوجاوے گا۔ اور اس مرتبہ مین لطائف خمسہ (نفس۔ قلب۔ روح۔ خفی۔ اخفی۔ ضلال استعانت وہدایت واستقامت و انعام کے ملاحظہ سے) نہایت درجہ پر جاری ہوجاوینگی۔ اور پھر اُنکے ذریعہ سے ہر چیز کی حقیقت کماہی معلوم ہونے لگے گی اور **حق الیقین** کا مرتبہ نصیب ہوجاویگا اور جب سیر الی اللہ سے فارغ ہوچکا تو سیر من اللہ شروع کی اور اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب ولا الضالین مین امور آخرت اور اعمال کی حقیقت دریافت کرتا ہوا۔ پھر وہین لوٹکے آگیا ہو الاول والآخر کی حقیقت منکشف ہوگئی۔

چونکہ ان باریک باتون کے بیان کرنے کی میری قلم مین طاقت نہین لہذا اسی پر بس کرتا ہون۔ یہانسے آپکو اس دعوی کی تصدیق ہوگئی ہوگی۔ کہ جسطرح بسم اللہ الرحمن الرحیم مین تمام الحمد کا مضمون ملخص ہے اسیطرح الحمد مین قرآن اور جمیع کتب سماویہ کا مضمون جمع ہے

[۴] خدا تعالی نے اجمالی طور پر اس سورۃ مین بیشمار وہ علوم جمع کر دیئے ہین کہ جنکو تمام انبیا اپنی کتابون مین عہد آدم سے لیکر آنحضرت علیہ السلام تک جمع نکر سکے۔ چنانچہ یہہ بات آپکو دفعہ سابق سے بخوبی معلوم ہوگئی ہوگی کہ علم شریعت طریقت حقیقت جو دریا ذخار ہین اس سورۃ مین کس خوبی کے ساتھہ مذکور ہین۔ مگر اس مسئلہ کی اور تشریح کرنی ضرور ہے۔

پس واضح ہو کہ بسم اللہ مین ذات وبیشمار اسماء الٰہی کیطرف اشارہ ہے اور الرحمن الرحیم مین خدا تعالی کی صفات کمالیہ کی طرف اشارہ ہے اور الحمد مین اُن نعماء الٰہی کی طرف اشارہ ہے کہ جنکا بیان کرنا محال ہے خواہ وہ وجود آسمان وزمین اور عناصر اور کواکب اور انسانکی تندرستی اور اناج اور کپڑے وغیرہ چیزین ہین کہ جنکی معرفت ہزارہا مسائل سے متعلق ہے۔ چنانچہ منجملہ انکے بدن انسان سے جو کچھہ متعلق ہے تخمیناً پانچہزار مسئلہ ہین کہ جنکو اطبا ہی جانتے ہین اور رب العالمین مین تربیت کی ہزارہا اقسام کہ کیونکر تربیت ہوتی ہے۔ حیوانات + نباتات + جمادات + کو اصناف وانواع ہی کی تربیت کو لکہا جاوے تو سیکڑون کتابین بنیں۔ پھر عالم کے اقسام ارواح واجسام شہادی ومثالی واعراض وجواہر کا جاننا ہزارون مسائل علم حکمت سے متعلق ہے اور اس جملہ کی تفسیر لکھی جائے تو صدہا کتابین بنین۔ اور پھر الرحمن الرحیم مین دنیا اور آخرت کے متعلق وہ صدہا باتین کہ جو انسان کی حالت سے متعلق ہین اجمالاً مذکور ہین۔ اور مالک یوم الدین مین ابدان سے جدا ہونے کے بعد نفوس کی بقا اور اُنکی سعادت وشقاوت کی طرف اور وہانکے عذاب وثواب و مرنے کے بعد زندہ ہونے اور نفخ صور اور وقوف عرصات وحساب میزان ودوزخ وجنت کے درجات اور انبیاء وصدیقین و دیگر اولیاء کی شفاعت کیطرف اجمالاً اشارہ ہے کہ جنکے لئے دفتر درکار ہین اور ایاک نعبد مین عبادت کے اقسام قلبی وقالبی مالی و بدنی کیطرف اشارہ ہے۔ اور اُنکے ارکان وشروط کی طرف کہ جنکا ذکر کتب فقہ وسلوک واوراد واشغال کے مسائل مین ہے۔ اور یہہ بھی سیکڑون مسائل ہتے ہین۔ اور ایاک نستعین مین تمام معونتون اور دنیا کی جمیع صنعتون اور کل حرفونکی طرف مجملاً اشارہ ہے کس لئے کہ تمام پیشون اور صنعتون مین خدا تعالے سے اُسکی مخلوقات کے ذریعہ سے استعانت ہے۔ پس ان صنعتون اور پیشونکے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیئے تاکہ پورے طور پر استعانت الٰہی کا حال معلوم ہو۔ یہہ ہزارہا مسائل اور بیشمار مباحث ہین کہ جو اس کلمہ مین مندرج ہین۔ اہدنا الصراط المستقیم مین تو اسقدر بیشمار مسائل علوم حکمیہ کیطرف اشارہ ہے کہ جنکا کچھہ شمار ہی نہین۔ کسلئے کہ دنیاوی امور بیاہ شادی مرنے جینے بیع وشرا لین دین وغیرہ معاملات مین صراط مستقیم بھی ایک دریائے بے کنار ہے۔ اور اسیطرح اخلاق انسانیہ سخاوت وشجاعت صبر وقناعت وغیرہا مین بھی صراط مستقیم ہزارہا مسائل سے متعلق ہے۔ پھر سرا م مین صراط مستقیم کی ہدایت کے دو طریق ہین ایک استدلال سے صراط مستقیم حاصل کرنا جیسا کہ **مشائین** کرتے ہین پھر اور امور تو درکنار

خاص ذات باری کے لئے عالم علوی و سفلی کا ہر ایک ذرہ شاہد عدل ہے۔ کہ جو اُسکی کمال ذات و تقدس صفات و عظمت قدرت پر زبان حال سے گواہی دے رہا ہے کیا خوب کہا ہے کسینی ؎ و فی کل شیٔ لہ آیۃ تدل علی انہ واحد ؎ دوسرا طریق انکشاف باطنی و نور روحانی ہے کہ جو اشراقین کا ہے۔ پھر یہہ ہزارہا مسائل اور بیشمار علوم ہین کہ جو اس ایک جملہ مین مجتمع کر دیے گئے ہین۔ صراط الذین انعمت علیہم مین مباحث نبوت اور ولایت کیطرف اور انبیاء علیہم السلام کی شریعتون اور اُنکی عقائد اور حالات اور سرگذشت کیطرف اشارہ ہے کہ جو صدہا مسائل ملت و تاریخی واقعات سے متعلق ہے۔ گویا اس جملہ مین تمام انبیاء اور اُنکے پیرؤونکی تاریخ اور اُنکی شریعت مجملاً بیان کر دی۔ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین مین تمام کفار اور مشرکین کے حالات اور کل بدعتیونکی سرگذشت اور اُنکے مذاہب باطلہ و عقائد فاسدہ اور خراب چال چلن کیطرف اشارہ ہے کہ جسکی تفصیل کے لئے ملل و نحل اور دبستان مذاہب وغیرہ ہا صدہا کتابین بہی کافی نہین۔ اور جنکی تاریخ عبرت انگیز بیشمار کتابونین نہین آسکتی۔ الحاصل مبدء۔ معاد۔ ملت۔ شریعت۔ الٰہیات۔ طبعیات۔ تاریخ انبیاء و حکماء۔ مخالفین کے حالات وغیرہ بیشمار علوم خدا تعالےٰ نے اجمالاً بترتیب

[۵] دعا خدا اور بندہ مین ایک ایسا عمدہ ارتباط ہے کہ اس سے بڑہکر پھر کوئی واسطہ نہین۔ کیونکہ دعا مین دو باتین ضرور ہوتی ہین ایک اپنی عاجزی اور فروماندگی کا اظہار اور کسی مقصود کا سوال۔ دوسرے خدا تعالیٰ کی دلسے کامل عظمت اور اُسکی جناب مین کمال اُسکا اعتقاد کہ وہ ہر چیز پر بالخصوص مہرے اس مقصد کے عطا کرنے پر قادر ہے گویا دعا پوری عبودیت کا اظہار اور اُسکی الوہیت کا اقرار ہے کہ جو دلسے اور زبانسے ادا کر رہا ہے اور اعضاء سے اُسکی شہادت دے رہا ہے۔ اور اسلیے حدیث مین آیا ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (رواہ الترمذی) اور یہہ بہی آیا ہے کہ دعا سے زیادہ کوئی چیز خدا کے نزدیک بڑی نہین (رواہ الترمذی و ابن ماجہ) مین عاجزانہ طرح بندہ کی روح کو جنبش دیتی ہے اسیطرح رحمت الٰہی کو تحریک کرتی ہے جس سے خدا تعالےٰ یا تو اس دعا سے کسی مصیبت آئندہ کو ٹالدیتا ہے یا اُس کام کے اسباب پیدا کر کے اُسکو پورا کر دیتا ہے۔ یا کبہی بطور خرق عادت بلا اسباب مقصد کو کہ جسکی لئے دعا مانگی گئی ہے پورا کر دیتا ہے۔ جیساکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی دعا سے ظہور مین آیا ہے جسکی شہادت خود قرآن اور کتب احادیث و سیر و روایت ثقات دے رہی ہے۔ اور یہی اجابت ہے اور چونکہ دعا اعلیٰ عبادت ہے تو ضرور ہوا کہ اُسکے آداب

ف مولف القرآن اپنی تفسیر مین قواعد نیچر کے موافق صفحہ ذیل مین تحریر فرماتے ہین۔

{ قولہ [illegible] دعا [illegible] ہے [illegible] حاصل ہو جاوے گا۔ اور استجابت [illegible] مطلب کا حاصل ہو جانا [illegible] مطلب [illegible] حاصل ہوتا ہے۔ گر دعا [illegible] ہے اور [illegible] مطلب [illegible] اضطراب [illegible] دعا کا مستجاب [illegible] انتہی ملخصاً }

اقول [illegible] سوال [illegible] دعا [illegible] اسباب [illegible] قدرت ہے [illegible] بندہ [illegible] مطلب عطا کرے۔ [illegible] مسلم نہین ورنہ [illegible] اور بطور خرق عادت دعا [illegible] مطلب حاصل کرنے سے ناچار ہونے کی کیا وجہ۔ بلکہ اُنکے نزدیک خدا [illegible] ہوسکے وجود کی طرح اختراع کرتے مین۔ اور جس طرح [illegible] اُنمین ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ [illegible] ہو جاتی ہے۔ والعیاذ باللہ [illegible] عقل سلیم اور اصول ادیان سماویہ بالخصوص قواعد اسلام کے نزدیک [illegible] وجو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ جسکی [illegible] تبدیل [illegible] قادر ہے۔ [illegible] کوئی چیز اسکو نہین [illegible] اور دعا کی [illegible] اسباب کا پیدا کر دینا بلکہ مطلب کا حاصل کر دینا یہہ سب کچھ اُس قادر مطلق کے نزدیک ممکن ہے۔ تو پھر اس تصرف سے کس کا ہاتھ اُسکو روک سکتا ہے۔ اور نبی صلعم کی بیشمار احادیث مین دعا سے مطلب کا حاصل ہو جانا پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اُنہین حضرت ترمذی نے کہ جنکی روایت کو مفسر صاحب [illegible] مین نبی صلعم سے روایت کیا ہے کہ حضرت فرماتے ہین۔ [illegible] باثم او قطیعۃ رحم (رواہ الترمذی) کہ جو شخص خدا سے دعا کرتا ہے خدا تعالیٰ اُسکا مطلب عطا کرتا ہے یا اُسکی مثل اُس سے برائی دور کر دیتا ہے جبتک گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔ وعن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان الدعا ینفع مما نزل ومما لم ینزل فعلیکم عباد اللہ بالدعاء (رواہ الترمذی و رواہ احمد عن معاذ بن جبل) کہ دعا ہر حال مین بہتر ہے بلا نازل شدہ بہی [illegible] ہے اور جو ہنوز نازل نہین ہوئی اُسکو دفع کرتی ہے۔ وعن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلعم لا یرد القضاء الا الدعاء (رواہ الترمذی) کہ دعا کے سوا قضا کو اور کوئی چیز نہین [illegible] اسیطرح تمام کتب [illegible] مین پایا جاتا ہے۔ [illegible] دعا کا اثر [illegible] ہین [illegible]

تعلیم فرمائے جاوین۔ پس اس لئے اس سورۃ مین تعلیم کردیا کہ اول خدائے تعالے کی ثنا و صفت کرنی چاہئیے۔ جیسا کہ الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک پایا جاتا ہے۔ اور پھر اپنا اخلاص اور نیاز ظاہر کرنا چاہئیے جیسا کہ ایاک نعبد و ایاک نستعین سے ظاہر ہے۔ پھر دعا کرنی چاہئیے جیسا کہ اہدنا الصراط المستقیم الخ سے ظاہر ہے۔ مگر ایسے بادشاہ حقیقی سے دعا بھی وہ کرنی چاہئیے کہ جو تمام دینی و دنیاوی امور کے لئے کافی ہو جیسا کہ الصراط المستقیم الی آخرہ سے ظاہر ہے۔ اور اسی حکمت بالغہ سے ہر نماز مین دوبارہ اس سورۃ کا پڑہنا واجب ٹہرا۔ خدا نے اپنے بندوں کو کیا ہی عمدہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔

[۶] تعلیم کی یہہ خوبی ہے کہ ایک بار اجمالاً تمام مراتب ایت تعلیم کردے۔ پھر تدریجاً اُنکی تفصیل کرے کیونکہ اجمال کے بعد تفصیل دلپذیر تہ نشین ہوتی ہے اور اس اجمالی فہرست پر عمل کرنا اور اُن مضامین کو اس مختصر متن سے دریافت کرنا بھی زیادہ آسان ہوتا ہے۔ پس خدائے تعالے نے اس سورۂ مقدسہ مین یہی کیا کہ تمام الہامی مضامین کو مجملاً مجتمع کردیا۔ پھر باقی قرآن مجید مین اُن کی تفصیل فرمائی چنانچہ خداوند تعالے و تقدس کی ذات اور صفات کی بابت جسقدر آیات ہین جیسا کہ اللہ لآ الہ الا ھو الحی القیوم الآیات ان اللہ علی کل شئ قدیر۔ وان اللہ بکل شئ علیم۔ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ ولیس کمثلہ شئ۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد وغیرہا من الآیات۔ اور اسیطرح[2] جو کچھہ ابتدا آفرینش آسمان و زمین حجر و شجر کے متعلق بیان ہے جیسا کہ قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین الآیات وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی الی السمآء۔ ھو الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام اور اسی طرح[3] جو کچھہ اُسکی علامات قدرت اور دنیا کی نعمتونکے بابت مذکور ہے جیسا کہ ان فی السموات والارض لایات للمؤمنین ہ وفی خلقکم وما یبث من دابۃ ایات لقوم یوقنون۔ واختلاف اللیل والنہار وما انزل اللہ من السمآء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتہا وتصریف الریاح ایت لقوم یعقلون۔ الم تر ان اللہ انزل من السمآء مآء فاخرجنا بہ ثمرات مختلفاً الوانہا الآیات۔ اور انہین اقسام کی جملہ آیات سب الحمد للہ رب العلمین۔ الرحمن الرحیم کی تفصیل اور شرح ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور جو کچھہ[4] انسانکی موت اور موت کے بعد عذاب ثواب اور دنیا کی ناپائداری اور نفخ صور اور احوال قیامت اور دوزخ و جنت کی کیفیت کے متعلق قرآن مین مذکور ہے جیسا کہ کل نفس ذائقۃ الموت انک میت وانہم میتون۔ یا ایہا الانسان انک کادح الی ربک کدحاً فملاقیہ الایۃ انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلنہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض الایات ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الا من شآء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون ہ واشرقت الارض بنور ربہا ووضع الکتب وجائی بالنبیین والشہدآء وقضی بینہم بالحق الایات اور سورۂ الرحمن وغیرہا کہ جو جنت و دوزخ کے حالات سے پُر ہین اور وہ آیات کہ جنمین دیدار الٰہی کا ذکر ہے سب مالک یوم الدین کی تفسیر اور تفصیل ہے۔ اور اسی طرح[5] جسقدر آیات مین نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و صدقہ و خیرات اور خدا کے ساتہہ اخلاص و محبت اور دل سے اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا ذکر ہے جیسا کہ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ۔ واتموا الحج والعمرۃ للہ الایہ ویبیتون لربہم سجداً وقیاماً۔ وبالاسحار ھم یستغفرون۔ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم۔ واقرضوا اللہ قرضاً حسناً۔ کتب علیکم الصیام۔ والذین امنوا اشد حباً للہ۔ واطیعوا اللہ۔ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون یہہ سب ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفصیل ہے۔ اور اسیطرح[6] جو کچھہ باہمی معاملات مین نیک چلنی اور لوگونسے نیکی سے پیش آنے کی بابت اور گناہونسے بچنے کی بابت اور اخلاق حمیدہ کی بابت اور ہر امر مین میانہ روی کی بابت قرآن مین مختلف سورتونمین مختلف عنوانون سے وارد ہے جیسا کہ ادفع بالتی ھی احسن کہ بدی کے مقابلہ مین نیکی کرو (حضرت مسیح علیہ السلام نے بہی فرمایا تہا کہ جو تیرے ایک

گال پر طمانچہ مارے تو اُسکی طرف دوسرا گال بھی کردے) مگر سید المرسلین کی معرفت اُس سے بھی بڑھکر یہہ تعلیم دی گئی کہ بدی کے بدلہ مین نیکی کرے) وذروا ظاھر الاثم وباطنه - الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الآیۃ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا و لم یقتروا وکان بین ذلک قواما - والذین لا یدعون مع اللہ الٰھًا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق و لا یزنون الآیات یہہ سب کچھہ اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے - اور اسیطرح جو کچھہ انبیاء علیہم السّلام اور اُنکے پیروؤنکے محامد اور انپر اور ملائکہ پر ایمان لانے کی بابت اور اُنکے طریقہ کی بابت جو کچھہ مختلف مقامات مین آیا ہے جیسا کہ سورۂ قصص و سورۂ انبیاء اور سورۂ یوسف اور سورۂ نوح اور سورۂ شعرا اور سورۂ نمل و سورۂ یونس اور سورۂ مومنون اور سورۂ طٰہٰ اور سورۂ مریم اور سورۂ کہف مین مذکور ہے سب صراط الذین انعمت علیہم کی تفصیل ہے - اور اسیطرح جسقدر سرکشونکے قصے اور اُنپر عذاب الٰہی نازل ہونا اور قہر خدا کا ظاہر ہونا قرآن مین مذکور ہے - جیسا کہ سورہ مذکورہ مین فرعون اور ہامان اور قارون اور قوم عاد اور ثمود کا قصّہ کہ جو سورۂ اعراف وغیرہا مین مذکور ہے - اور اسی طرح اور گمراہون اور نافرمانون اور کافرونکے حالات عبرت انگیز جسقدر قرآن مین مذکور ہین سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر و تشریح ہے - یہہ مضامین اس خوبی سے کسی کتاب مین نہین اور جو کوئی دعوی کرے تو دکھادے -
وید - دساتیر - انجیل - توراۃ - سب اس خوبی سے معرّا ہین -

[۷] جو کچھہ بلاغت اور فصاحت اور سلاست الفاظ (کہ جسکا مزہ اہل زبان لیتے ہین) اس سورۃ مین ہے تو بیان سے باہر ہے ازانجملہ یہہ کہ الحمد للہ کہا نحمد اللہ یا احمد اللہ جملہ فعلیہ نکہا دو وجہ سے اوّل یہہ کہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور دہ اُسکے علوشان کے مناسب نہین بخلاف اسمیہ کے کہ جو دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے (دوّم) یہہ کہ خدا کی حمد کوئی کیا کرسکتا ہے لاکہون نعمت ہین - اور ہزارون خوبیان - پس اُسکی حمد کا دعوی کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے اسلئے الحمد للہ کہدیا کہ حمد خدا کے لئے ہے -
ازانجملہ صنعت التفات ہے کیونکہ الحمد سے لیکر مالک یوم الدین تک تو غائبانہ گفتگو تھی - پھر ایاک نعبد و ایاک نستعین مین مخاطب بناکر کلام کیا - پھر اھدنا الصراط الخ مین صیغہ متکلم بولا - اور یہہ صنعت زبان عرب مین نہایت محمود ہے - تاکہ ایک طرح کے کلام سے دلپر ملال نہ آجائے جیسا کہ امرؤالقیس عرب کا مشہور شاعر اپنے ان اشعار مین اس صنعت کو استعمال کرتا ہے ؎ تطاول لیلک بالاثمد * ونام الخلی ولم ترقد * وبات وباتت لہ لیلۃ * کلیلۃ ذی العائر الارمد * وذلک من نباء جائنی * وخبرتہ عن ابی الاسود * کلام کے اسلوب کے بدلنے سے نشاط خاطر پیدا ہوتا ہے کہ جسکو ہر صاحب ذوق سلیم جانتا ہے - اور یہہ کلام مین ایسا ہے کہ جیسا کہانے مین نمک - اور انہین خوبیونسے عرب قرآن سنکر وجد مین آتے اور آنکہونسے آنسو بہاتے تھے - روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے مکّہ مین جب چند لوگ ایمان لائے تھے اور مشرکین کے خوف سے بیچارے ایماندار بالکل لاچار پوشیدہ رہتے تھے اور جسطرح شہر یروسلم مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُنکے حواریونپر ہر طرف سے مار پیٹ اور طعن و تشنیع کی بوچھاڑ تھی - یہی حال مکہ مین حضرت اور صحابہ جانباز کا تھا - مگر حضرت ابوبکر صدیق چونکہ بڑے تاجر تھے لوگ انکا لحاظ رکھتے تھے اس لئے گھر سے باہر ایک چبوترہ تھا اُسپر بیٹھکر حضرت صدیق اکبر نہایت درد سے قرآن مجید پڑھتے اور اُسکے اثر جانگداز سے شمع کیطرح روتے تھے - ایک تو قرآن مجید کی وہ روح کو کپکپا دینے والی نئی نئی باتین دلمین چلنے والی عورتون اور مردون اور بڈہون اور بچونکے کان مین پڑنا اُسپر صدیق اکبر کا درد اور اصلی لب لہجہ سے پڑہنا شعر وصف اُس بت کا اور بیان اپنا تھا رقیب ہوگیا رازدان اپنا * پھر تو جو سنتا تھا کھڑا ہوکر سر دھنتا تھا - ایک ازدحام اور مجمع خاص و عام ہوجاتا تھا جو سخت منکر تھے تاب نہ لاکر بیقرار ہونے لگتے تھے آنکھونسے آنسو بہتے جاتے تھے جسکا یہہ اثر ہوا کہ ہر روز بہت سی عورتین اور بہت سے مرد ایمان لاتے تھے اور اُسپر مخالفونکی ہر قسم کی اذیت اُٹھاتے تھے - کوئی دہوپ مین جو بٹھایا جاتا ہے کسی پر

کو دیتے پڑ رہے ہین۔ کسیکو مار پیٹ رہی ہے۔ کوئی جلا وطن کیا جاتا ہے کوئی جان سے مارا جاتا ہے۔ میان سے بی بی اس بارہ مین لڑ رہی ہے۔ میان بی بی کو سمجہا رہا ہے۔ مگر دلمین قرآن کا اثر روزافزون اور عشق الٰہی مین ہر دم لت دگرگون ہے۔ نہ کسی قسم کی تکلیف کا ڈر نہ جلا وطنی کا خوف وخطر۔ یہہ حال دیکہکر لوگون نے یہہ کہا کہ ابوبکر جادوگر ہے جانے یہہ کیا پڑہتا ہے کہ جو نہایت پُر اثر ہے لہذا صدیق اکبر کو بہی مکہ سے نکالدیا۔ الغرض قرآن مجید کے اس اثر بخید سے تمام عرب مین کہلبلی پڑ گئی۔ جہان چند صحابہ نے جاکر قرآن کی منادی کی وہین ہزارون سرکش اور بت پرست سنگدل لوٹ پوٹ ہوگئے اور جب چند صحابہ ملک حبشہ مین گئے اور وہانکی بادشاہ نجاشی نے کہ جو اہل کتاب کا بڑا عالم تہا قرآن سنا اسکا اور اوسکے ارکان دولت کا دل وروح ایمان سے بہر گیا۔ اور سب باب جلسہ بے اختیار رونے لگے۔ اسیطرح جہان قرآن پہنچا وہین اسنے اپنا اثر دکہایا۔ اسلئے چند سال مین شرق سے غرب تک اکثر سرسبز سلطنتون مین اسلام پہیل گیا۔ افسوس متعصب پادری بجوع اسلام تلوار کے زور سے بتا کر اسلام پر عیب لگاتے ہین اب ہم قرآن کا مقابلہ اور کتابون سے کرتے ہین اور انکی سات آیتون کے مقابلہ مین ہر کتاب کی اتنا جملہ لکہکر دکہاتے ہین

مقابلہ

رات محفل مین ہر اک میں پارۂ گرم لاف تہا
صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تہا

تورات	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قرآن مجید
جسکو بقول اہل کتاب حضرت موسیٰ کے صدہا سال بعد علماء یہود نے جمع کیا۔ اور جسطرح کوئی کسی مرد کی [illegible] جمع کرکے [illegible] نام [illegible] رکہے۔ اسیطرح [illegible] مجموعہ کا نام تورات رکہا — مطبوعہ [illegible] سنہ ۱۸۶۶ء	بقول اہل کتاب اسکے مصنف کا اب تک صحیح پتا نہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام یا کوئی اور شخص ہے۔ — مطبوعہ مطبع مذکور	کہ جسکو ساسان پنجم نے پازندی زبان سے دری میں ترجمہ کیا۔ — مطبوعہ مطبع راجی بلی سنہ ۱۲۸۰ ہجری	کہ جسکو بیاس جی نے اکثر [illegible] لوگون کے منتر لیکر جمع کیا۔ ترجمہ [illegible] — مطبوعہ دہلی سنہ ۱۹۰۳ء	یہ بقول نصاریٰ چار شخصون متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا نے حضرت مسیح کے بعد تاریخ کے طور پر انکے حالات کو نقل کیا — مطبوعہ مطبع مرزاپور سنہ ۱۸۶۹ء	عرب مین شہر مکہ اور مدینہ مین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا بواسطہ جبرئیل خدا کی طرف سے [illegible] اب تک اہل اسلام مین موجود ہے۔ —
باب اول ابتدا مین خدا نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا۔	اول زبور مبارک وہ آدمی ہے کہ جو شریرون کی صلاح پر نہین چلتا۔ اور خطاکارون کی راہ پر کہڑا نہین رہتا۔ اور ٹھٹھا کرنیوالونکی جلسہ مین نہین بیٹھتا۔	بنام یزدان ازمش خوی بوذرشت گمراہ کنندہ دبرہ ناخو برزہ رنج دہندہ آزار رسانندہ	* مین اگنی دیوتا کی (جو ہوم کا بڑا گرو کارکن اور بڑی دیوتاؤنکو نذرین پہنچانیوالا اور بڑا ثروت والا ہے۔) ثنا کرتا ہون یعنی مین آگ کی ستائش کرتا ہون۔	یسوع مسیح ابن داؤد ابن ابراہام کا نسب نامہ۔	بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا (۱) الحمد للہ رب العالمین سب تعریف اللہ کو کہ جو تمام عالم کا پرورش کرنے والا۔
(۲) اور زمین ویران اور سنسان تہی اور گہراؤ کے اوپر اندھیرا تہا اور خدا کی روح پانیون پر جنبش کرتی تہی۔	(۲) بلکہ خداوند کی شریعت مین مگن رہتا اور دن رات اوسکی شریعت مین سوچا کرتا ہے	(۲) بنام ایزد بخشایندہ بخشایشگر مہربان دادگر۔	(۲) ایسا ہو کہ اگنی جسکو پہلے زمانہ قدیم اور زمانہ حال کی رشی کہتے چلے آئے ہین دیوتاؤنکو اسطرف متوجہ کرے	(۲) ابراہیم سے اضحاق پیدا ہوا۔ اور اضحاق سے یعقوب پیدا ہوا۔ اور یعقوب سے یہوداہ اور اسکے بہائی پیدا ہوئے	(۲) الرحمن الرحیم جو نہایت مہربان اور رحیم
(۳) اور خدا نے کہا کہ اُجالا ہو اور اُجالا ہو گیا۔	(۳) سو وہ اس درخت کی مانند ہوگا کہ جو پانی کی نہرون کے کنارے پر لگایا جاوے اور اپنے وقت [illegible]	(۳) بنام یزدان۔	(۳) اگنی کے وسیلہ سے یجمان کو ایسی دولت حاصل ہوتی ہے جو روز بروز بڑہتی [illegible]	(۳) اور یہوداہ سے پہارص اور زارح تمر کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اور پہارص سے	(۳) مالک یوم الدین اور روز جزا کے دن کا مالک ہے

* جو [illegible] اپ سہیلا دیا [illegible] سات [illegible] منتر اگنی کی تعریف مین ہے رشی [illegible] گایتری [illegible]

تورات	زبور	دساتیر	رگوید	انجیل	قرآن مجید
	میوہ لاوے جسکے پتے مرجہاتے نہین۔ اور اپنے ہر ایک کام مین پہولتا پہلتا رہیگا۔		جاتی ہے اور جو شہرت کا سرچشمہ اور انسان کی نسل کی بڑہانے والی ہے ۱۲	حصروم پیدا ہوا۔ اور حصروم سے ارام پیدا ہوا۔	
(۴) اور خدانے اُجالی کو دیکہاکہ اچہاہے اور خدانے اُجالے کو اندہیرے سے جدا کیا۔	(۴) شریر ایسے نہین بلکہ بہوسی کی مانند ہین جسے ہوا اُڑا لیجاتی ہے۔	(۴) این بود ایزد نتوان دانست چنانکہ ہست جدا و کہ بارد (یعنے حقیقت وجود خدا تعالے کو سوائے اوسکے اور کوئی نہین جان سکتا	(۴) اے اگنی یگ جسکو کوئی نہین روک سکتا اور جسکی تو ہر طرف رکہشا کرنیوالا ہے تحقیقاً دیوتاؤنکو پہونچتا ہے	(۴) اور ارام سے عمیناداب پیدا ہوا۔ اور عمیناداب سے نحسون پیدا ہوا۔ اور نحسون سے سلمون پیدا ہوا۔	(۴) ایاك نعبد وایاك نستعین ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجہو ہی سے مدد مانگتے ہین۔
(۵) اور خدانے اُجالے کو دن کہا اور اندہیرے کو رات کہا سو شام اور صبح پہلا دن ہوا۔	(۵) سو شریر عدالت مین کہڑے نہ ہووینگے نہ خطاکار صادقون کی جماعت مین۔	(۵) ہستی ویکتائی وکسی ہمسر فروزہا او رند گوہر اوست واز و بیرون نیست۔ (یعنے اوسکی ہستی اور تمام صفات اوسکی ذات کے عین ہین۔)	(۵) ایسا ہو کہ اگنی جو نذرو نکا بہیجنے والا او رعلم کا حاصل کرنے والا او رسچا ہو دیوتا ہے مع دیوتاؤنکی یہان آوے۔	(۵) اور سلمون سے بوعز راحب کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور بوعز سے عوبید روت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اور عوبید سے یسی پیدا ہوا۔	(۵) اھدنا الصراط المستقیم ہمکو سیدہی راہ پر چلاو۔
(۶) اور خدانے کہاکہ پانیونکے بیچ فضا ہووے۔ اور پانیونکو پانی سے جدا کرے	(۶) کیونکہ خداوند صادقونکی راہ جانتا ہے پر شریرون کی راہ نیست و نابود ہوگی۔ [یہانتک زبور [illegible] تمام ہوا]	(۶) چیز آغاز و انجام وانباز و دشمن و مانند و یار و پدر و مادر و زن و فرزند و جاے و سوی و تن و تنانی و رنگ و بوست (یعنے خدا تعالی ابتدا انتہا دشمن اور شریک اور مادر پدر جسم و رنگ بو سے پاک ہے)	(۶) اے اگنی جسقدر تیرے سے ہوسکے اپنے نذر دینے والے کو فائدہ پہونچا وہ دیقیناً تیرے پاس سے اینکرا واپس دیگا۔	(۶) اور یسی سے داؤد بادشاہ پیدا ہوا۔ اور داؤد بادشاہ سے سلیمان اس سے جو اوریاہ کی جورو تہی پیدا ہوا۔	(۶) صراط الذین انعمت علیہم راہ اُن لوگون کی جنپر تونے انعام کیا۔
(۷) تب خدانے فضا کو بنایا اور فضا کے نیچے کے پانیونکو فضا کے اوپر کے پانیونسے جدا کیا اور ایسا ہی ہوگیا۔ اور خدانے فضا کو آسمان کہا۔ سو شام اور صبح دوسرا دن		(۷) زندہ و دانا و توانا بی نیاز و داد گر و برشنودن و دیدن بودن آگاہ ست۔ (یعنے خدا زندہ اور دانا اور لاشریک اور سنتا اور خبردار ہے)	(۷) اے اگنی ہم ہرروز صبح اور شام اطاعت کے ساتھ تیرا دہیان کرکے تیرے پاس آتے ہین۔	(۷) اور سلیمان سے رجبعام پیدا ہوا۔ اور رجبعام سے ابیاہ پیدا ہوا۔ اور ابیاہ سے آسا پیدا ہوا۔	(۷) غیر المغضوب علیہم ولا الضالین نہ اُنکی کہ جنپر غضب نازل ہوا نہ گمراہون کی آمین۔
		اسکے بعد بطرز حکماء یونان خدا تعالےسے عقل اول کا پیدا ہونا اور اُس سے عقل دوم اور نوین آسمان کا پیدا ہونا لکہاہے۔ اور اسیطرح آسمانون کے عدم خرق والتیام پر دلائل لایا ہے مگر اس کلام مین بہی چند نقطہ (۱) ترکیب [illegible]			اسجگہ کو مع اُن تمام الہامی کے ملاحظہ کرنا چاہیئے کہ جو اوپر بیان ہوئے۔ اور اُنکے سوا اور بیشمار الہامی ہین کہ جنکو مین نہین جانتا اور جو جانتا ہون تو بیان کرنے سے عاجز ہون کہ جنکو اولیاء امت او اہل باطن جانتے ہین اور سب ان الفاظ سے فوراً تامل کرنے سے بخوبی منکشف ہو جاتے ہین فقط

توراۃ

(۸) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا سو شام اور صبح دوسرا دن ہوا۔

(۹) اور خدا نے کہا کہ آسمان کے نیچے کا پانی ایک جگہ جمع ہووے اور خشکی نظر آوے اور ایسا ہی ہو گیا۔

(۱۰) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا اور جو جمع ہو گئے پانیوں کو سمندر کہا۔ (یہاں سے لیکر ۲۶ آیت تک زمین کی گھاس اور جانداروں اور جانوروں کا بیان ہے)

(۲۶) تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں الخ

(۲۷) اور خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا الخ (باب ۲ م)

(۸) اور خدا نے عدن میں پورب کی طرف سے ایک باغ لگایا اور آدم کو جسے اُسنے بنایا تھا وہاں رکھا الخ

(۱۰) اور عدن سے ایک ندی باغ کے سیراب کرنے کو نکلی اور وہاں سے تقسیم ہو کے چار سر ہو گئے۔

(۱۱) پہلی کا نام فیسون جو حویلہ کی ساری زمین کو گھیرتی ہے جہاں سونا ہوتا ہے۔

(۱۲) اور اس زمین کا سونا چوکھا ہے اور وہاں موتی بھی ہیں۔

(۱۳) دوسری نہر کا نام جیحون ہے جو کوش کی ساری زمین کو گھیرتی ہے۔

(۱۴) اور تیسری نہر کا نام دجلہ ہے جو آسور کی پورب جاتی ہے۔

(۱۵) اور چوتھی نہر کا نام فرات ہے الخ

زبور

جہاں بھی کچھ کلام ہے

(۱) یہ کہ اسمین کچھ شک نہیں کہ یہ کلام موزون ہے اور اسکے الفاظ اچھے ہیں مگر اسمین جو کچھ ہے صرف شریعت پر عمل کرنے کی تاکید ہے مگر جسقدر تاکید اور جو مضمون اہدنا الصراط المستقیم الخ مین ہے اسکا دسوان حصہ بھی نہیں (اسمین سورۃ فاتحہ کے کسی حصہ کا ترجمہ شامل کر دیا ہے) علاوہ اسکے اور باقی مضامین سورۃ الحمد کے مقابلہ مین کوئی بھی اس زبور مین نہیں پھر جو اسکا کلام الٰہی ہونا کہتے ہیں انکو ضرور ہے کہ سورۃ الحمد کو بھی کلام الٰہی کہیں ورنہ انصاف سے بعید ہے۔

(۲) یہ کہ اسکے موالف اور ملہم کا ٹھیک تحقیق حال معلوم نہیں کہ کون ہے آیا حضرت داؤد ہیں یا کوئی اور اور جو حضرت داؤد ہوں تو انکی نسبت سموئیل کی دوسری کتاب کے (۱۱) باب مین اوریا کی جورو سے زنا کرنا لکھا ہے۔ پھر جب وہ خود شریعت پر عمل نکیا تو انکی بات کا کیا اعتبار رہا؟

(۳) عیسائیوں کے نزدیک یہ زبور بالکل لغو ہونی چاہیے۔ کیونکہ پولوس نے کہ جو انکے نزدیک بڑا رسول ہے اپنے اُس خط مین کہ جو گلتیہ کو لکھا ہے اور جسکو عیسائی کلام الٰہی جانتے ہیں اُسکے تیسرے باب مین شریعت پر چلنے والے کو بلکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملعون لکھا ہے۔ چنانچہ اوسکے دس دگیارہ و بارہ وتیرہ جملہ مین اسکی تصریح ہے۔ پس اُنکے بموجب تو یہ زبور کچھ بھی نہیں

(۴) لیکن بایں ہمہ اہل اسلام حضرت داؤد علیہ السلام کو سچا رسول اور پاک اور اس کلام کو حق سمجھتے ہیں۔

دساتیر

زعم کا ہے کہ جسنے زمانہ اسلام کو بھی دیکھا ہے۔ اگر اُسنے اہل اسلام کی تقلید سے صفات باری مین کچھ بیان کیا ہو تو کچھ تعجب نہیں مگر یہ موقوف ہے اسکے ترجمہ شاہد عدل ہے۔

(۲) یہ کہ جن کتابوں کو ہم غیر الہامی کہتے ہیں اُنسے یہ مراد نہیں کہ انمین کوئی بات بھی حق کی نہیں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ شاید خدا نے ایران مین بھی انبیا بھیجے ہون اور انپر کتاب نازل کی ہو اور پھر انکی کتابوں اور دین مین تحریف ہو گئی ہو جیسا کہ توراۃ اور انجیل مین ہوئی تو کچھ تعجب نہیں لیکن اس مضمون کو صرف الحمد لله رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین سے بھی کچھ نسبت نہیں کیونکہ الحمد مین ربوبیت خدا تعالیٰ کی ذات اور جملہ صفات کا اور نبوت اور عقبیٰ کا نہایت عمدہ بیان ہے کہ جسکو ہر منکر بھی تسلیم کرتا ہے جیسا کہ اگر وہ بیان اُسکے خلاف نامہ آباد کرے تو وہاں منکر وجود باری و صفات باری کے مقابلہ مین کچھ بھی بیان نہیں اور جملہ صفات مذکور ہیں صرف حکیمانہ طور پر صفت کے عین غیر ہونے مین قشنگ نوائی کی ہے کہ جو منصب انبیاء علیہم السلام سے بعید ہے۔ پھر عقل اول و اسکے وسیلہ سے تمام مخلوقات کا پیدا ہونا اور آسمانوں کا خرق التیام کو قبول نکرنا لکھا ہے۔ وہ یا تو حکمائے یونان کی تقلید ہے کہ جو سکندر کی فتح یابی سے ایران مین غالب آگئی تھی یا ایجاد بندہ ہے عقد کہ جسکی اغلاط کو علماء کلام (نے نظر تعمق سے) شرح مقاصد وغیرہ کتب میں الٹ کر نابود کر دیا۔ نہایت سے نہایت اس امر کو جزئیہ الحکمت کی برابر سمجھا جاویگا۔ اور باقی اور مضامین حکمت عملیہ و نظریہ جو الحمد مین ہیں وہ یہان کہان۔ نہ امر آخرت نہ عبادت الٰہی نہ اخلاق کی درستی نہ ہر امر مین نیک چلنی۔

(۳) ارشاد ہوا ہے کہ اس مجموعہ دساتیر کو

وید

(۸) اے اگنی ہو لیٰ سرپ یگ کی رکشا کرنیوالی راستی کو فروغ دینیوالی اور اپنے مکان مین کثیر ہونیوالی ہم تیرے پاس آتے ہین۔

(۹) ای اگنی ایسی کرپا کر کہ ہم تجھ تک آسانی سے پہونچ سکین جیسے فرزند باپ کے پاس جب چاہے جا سکتا ہے ہماری بھلائی کے واسطے ہمیشہ ہمارے ساتھ رہو۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس کلام کو حمد سے کچھ بھی نسبت نہیں بلکہ یہ سراسر توحید اور خدا پرستی کے مخالف ہے۔ شرک کی برائی اور بت پرستی اور عناصر پرستی کی قباحت اسوقت تہذیب یافتہ ہندوؤں کے دلوں پر نقش حجر ہو گئی ہے اب وہ زمانہ گیا کہ جو نوہمات اور مخلوق پرستی کی کتابوں کو عزت کی نگاہوں سے دیکھا جائے۔ یہ کتاب اور اسکا موالف عقلمندوں کے نزدیک نہایت تاریکی جہالت مین گرفتار ہے۔

(۲) یہانسے معلوم ہوا کہ ہندو لوگ جو مشہور ہے کہ وید برہما کے منہ سے نکلا ہے محض بے اصل بات ہے اور جو دیگر ناواقفیت پر دلالت کرتی ہے کسلئے کہ وید کے دو حصہ ہیں اول حصہ کو کہتا سنگھتا کہتے ہین جسمین شکت یعنے منتر اور دعائین جو مختلف رشیون یعنی مصنفون نے عناصر اور اندر وغیرہ کے سامنے ستائش مین بنائے ہین یہ حصہ اول تصنیف ہوا ہے اسکے بعد دوسرا حصہ برہمنا تصنیف ہوا ہے جسمین منتر ونکے قواعد اور یگ وغیرہ رسوم کے اصل حالات اور منتر ونکے استعمال کے موقع کہ اسکو فلان موقع پر فلان پڑھنا چاہیے اور اسکے متعلق کہانیان اور سر گزشت ہین جس گو مین انہیں

انجیل

(۸) اور آسا سے یہوسفط پیدا ہوا۔ اور یہوسفط سے یورام پیدا ہوا۔ اور یورام سے عزیا پیدا ہوا۔

(۹) اور عزیاہ سے یوتام پیدا ہوا اور یوتام سے آخز پیدا ہوا اور آخز سے حزقیاہ پیدا ہوا۔

(۱۰) اور حزقیاہ سے منسی پیدا ہوا اور منسی سے امون پیدا ہوا۔ اور امون سے یوسیاہ پیدا ہوا۔

(۱۱) یوسیاہ سے یکنیاہ اور اُسکے بھائی بابل کو اُٹھ جانے کے وقت پیدا ہوئے۔

(۱۲) اور بابل کو اُٹھ جانے کے بعد یکونیاہ سے سلتی ایل پیدا ہوا اور سلتی ایل سے زروبابل پیدا ہوا۔

(۱۳) زروبابل سے ابیہود پیدا ہوا اور ابیہود سے الیاقیم پیدا ہوا اور الیاقیم سے عازور پیدا ہوا۔

(۱۴) اور عازور سے صدوق پیدا ہوا اور صدوق سے اخیم پیدا ہوا اور اخیم سے الیہود پیدا ہوا۔

(۱۵) الیہود سے العزر پیدا ہوا۔ العزر سے متھان پیدا ہوا اور متھان سے یعقوب پیدا ہوا۔

(۱۶) یعقوب سے یوسف پیدا ہوا جو شوہر تھا مریم کا جس سے یسوع جو مسیح کہلاتا ہے پیدا ہوا۔

(۱۷) پس سب پشتین ابرہام سے داؤد تک چودہ ہین اور داؤد سے بابل کو اٹھ جانے تک چودہ۔ اور بابل کو اٹھ جانے سے مسیح تک چودہ پشتین ہوئین

(۱۸) اب یسوع مسیح کی پیدائش یون ہوئی کہ جب اُسکی ماں مریم کی منگنی یوسف سے ہوئی تو اُنکے جمع ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی۔

وید

ہر منتر نظم ہے اُسکا جداگانہ وزن اور علیحدہ مصنف ہے اور ہر منتر میں ایک دو دیوتا کی مہما ہے - چنانچہ اس رگوید کے ایکسو اکیس (۱۲۱) منتر جن میں ۳۴ صرف اگنی کی تعریف میں ہیں - اور انکے مصنف مدہوچہنداس اور اسکا بیٹا جیتی - اور مدہاتی کانوا کا بیٹا وغیرہ ہیں - اور کہیں کہیں اگنی کے ساتھ اور دیوتاؤں کی بھی مدح ہے - اور ۴۵ میں اندر کی جو برق یعنی ستائش ہے - اور منجملہ باقی منتروں کے بارہ منتر مروت یعنی ہوا کے دیوتا کی تعریف میں ہیں - کہ جو اندر کی مدد میں ہیں اور گیارہ اسونوں کی تعریف میں کہ جو سورج کے پوتر ہیں - چار سورج کے دیوتا کی تعریف میں باقی اور دیوتاؤں کی مدح میں ہیں - اور دوسرے منڈل کے منتر گرتسماد سے بہتر اسکے فرزند کی تصنیف جو انگرا کے خاندان میں تھا - تیسرے منڈل کے منتر وشوامتر اور اور اسکا تصنیف ہیں

انجیل

یا اور کسی انسان سے کچھ بھی علاقہ نہیں رکھتی بلکہ معاذ اللہ خدا کے بیٹے ہیں تب یوں کہنا تھا کہ مسیح جبرئیل کا بیٹا خدا کا پوتا یا بالعکس - اور دوسری جہت سے بھی غلط ہے کیونکہ انسانیت کے طور پر نسب حمل سے ثابت ہوتا ہے - اور مسیح علیہ السلام تو حضرت مریم کے پیٹ میں یوسف کے پاس جانے سے پیشتر کنوارپنے میں پائے گئے تھے جیسا کہ خود اسی متی کے (۱۸) جملے سے صاف ظاہر ہے - اور یہ احتمال ہو نہیں سکتا کہ یہ نسب نامہ حضرت مریم کا ہے - کیونکہ مریم یوسف کی بیٹی نہیں بلکہ بیوی تھیں -

(۴) اگر یہ نسب نامہ صحیح فرض کیا جاوے تو لازم آوے کہ حضرت
عدا

سوال یہہ تسلیم کہ جسقدر مذاہب و اُنکی کتابون کا قرآن مجید سے مقابلہ کرکے دیکھا گیا سب میں اسلام کو من جانب اللہ اور دین الٰہی پایا جسمین خدا پرستی اور اُسکی صفات کاملہ اور ملائکہ اور انبیاء اور قیامت پر ایمان لانے کی بڑی تاکید ہے اور انسان کی روح کی صفائی کی بابت اور دنیا میں ہر طرحسے نیک چلنی اور مرنے کے بعد جو کچھہ انسان پیش آتا ہے اُسکی بابت کامل بیان ہے اور اُسکے مقابلہ میں یہہ سب مذاہب ناقص یا بالکل باطل ہیں - مگر ہنوز اور صدہا مذاہب دنیا میں ہین جیساکہ دبستان المذاہب میں لکھا ہے اور اُنکے اصول حمیدہ بیان کیے ہین اُنسے ہنوز اسلام کا مقابلہ نہین ہوا ہے جائز ہے کہ وہ حق ہون - پوری تحقیق جب ہے کہ اُنسے مقابلہ کرکے اسلام کا حق ہونا بتلایا جاوے ورنہ بہر تقلید اسلام کو حق ماننا پڑے گا - **جواب** دنیا مین جسقدر مشہور و معروف مذاہب قدیم سے ہین وہ یہی مذاہب مین کہ جنکی کتاب کو اپنی آنکھہ سے دیکھا باقی وہ جو صدہا مذاہب بستان المذاہب مین لکھی ہین سب یا بیشتر انہین کی شاخین ہین کیونکہ بہتر فرقے تو ہین اسلام کے لکھے اور پھر ہنود و ہنکی بہت سی فریق جوگی اور سنیاسی وغیرہم لکھے ہین کہ جنکی ریاضات اور شعبدہ نیر صاحب بستان لٹو ہوکر ہر مذہب پر منہ مین پانی بھر لاتے ہین اور ناظر کو شک مین ڈالتے ہین اور پھر آتش پرستونکے فریق کا بہت کچھہ بیان اور اپنا شوق عیان کیا کیا ہے اور پھر کسی قدر یہود و نصاری کے مذہب کا بیان ہے اور تحقیق کسی مذہب کی بھی نہین ہوئی سنی سنائی باتین اور اپنے دیکھے ہوئے حالات بیان کر دیے ہین نہ دید اُنہون نے دیکھا نہ توارات نہ زبور مین کچھہ بیخبری سی بیان کرکے بعلمونکو حیرت مین ڈالدیا ہے اور ہمنے تو سبکے اصول بیان کر دیے [illegible] - البتہ حکماء یونان اور قدیم اہل مصر اور دہریون اور جینیون اور دیگر صحرائی قومونکا مذہب نہین بیان کیا - سو واضح ہو کہ حکماء مصر اور قدماء یونان قدمونکو کواکب و عناصر پرست ہین - مصریونکے عقائد ہنود و سے بہت ملتے ہین اُنکے ہان بھی بیل کو پوجتے ہین کہ جسکو ابیس کہتے تھے - اور اسی تقلید سے بنی اسرائیل نے بچھڑا بناکر پوجا تھا - چنانچہ یہہ باتین کتب تاریخ مین مذکور ہین اُنکے پاس کوئی کتاب نہین تھی - اور دہریونکا نہ کوئی اصول ہے نہ مذہب وہ خدا تعالےٰ اور عالم آخرت کے منکر ہین سو یہہ بات ادلۂ عقلیہ نقلیہ باطل ٹھہر چکی ہے - خود قرآن نے اُسکو رد کر دیا ہے - اور ایک مختصر سی بات ملحد صاحب کو مین بھی سناتا ہون کہ بھائی اگر نہ خدا ہے نہ قیامت نہ جزا نہ سزا تو ہمکو بھی کچھہ خوف نہین - غایۃ الامر نماز روزہ طاعت و عبادت کا ثمرہ نہ ملا اور کسیقدر حرام لذتون سے مزہ نہ اُٹھایا تو کچھہ پروا نہین دنیا کی تکلیف کیا اور مزا کیا - اور جو خدا تعالےٰ اور عالم آخرت سب کچھہ حق ہوا (اور قطعی ہے) تو کہیے تیری کیا خرابی ہوگی - اب تو محل خطر مین ہے یا ہم ؟ - اور جینیون کا مذہب بُودھ ہے وہ بھی بت پرست ہین اُنکے ہان بھی کوئی کتاب ایسی نہین کہ جسکو وہ الہامی کہتے ہون - باقی بت پرست اور صحرائی قومین جیساکہ افریقیہ مین ہین تو اُنکا مذہب تو کیا ہے اُنکو تو عقل انسانون کی فہرست مین ہی لکھتے ہوئے ہاتھہ کھینچتا ہے اب روئے زمین پر کوئی مذہب عقلاً و نقلاً اسلام کی برابر نہ نکلا الحمد للہ علی دین الاسلام[1]

فضائل +

اس سورۃ کے بیشمار ہین - بخاری وغیرہ محدثین نے ابی سعید بن معلی سے روایت کی ہے - کہ مین نماز پڑہ رہا تہا کہ مجکو نبی صلعم نے پکارا مین بوجہ نماز جواب نہ دیسکا - جب فارغ ہوکر حاضر ہوا تو آپنے فرمایا مینے تجکو بلایا تو نے کیون جواب نہ دیا عرض کیا کہ حضور مین نماز مین تہا آپنے فرمایا اسوقت بھی رسول کا جواب دینا چاہیئے کیونکہ اللہ فرماتا ہے - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ الآیہ - پھر آپنے فرمایا کہ دیکھہ مین تجکو مسجد سے باہر جانیسے پیشتر قرآن مین جو بڑی سورۃ ہے تعلیم کرونگا

---

[1] مین اسبات کا نہایت شکر کرتا ہون کہ مینے اسلام کو تمام روئے زمین کے مذاہب سے ملاکر دیکھا اور کسوٹی پر اسکو کسا یا ہر طرحسے کہرا پایا - اور محققانہ طور پر مسلمان ہوا - اگر مین [illegible] مسلمان ہوتے اور قدیم سے اسلام مین میرے آباؤ اجداد حقہ نہ پاتے آتے تو بھی مین از خود اسلام ہی کو اختیار کرتا - ان بہائیو پر ہزار افسوس کہ جو محض تقلید اور رسم اور نفسانیت سے اس نور کے زمانہ مین بھی باطل خیالات اور غلط مذاہب اُسیسے ہوئے ہین ۱۲ منہ

میرا ہاتھ پکڑ کر چلنے جب مسجد سے باہر ہونے لگے میں نے یاد دلایا آپ نے فرمایا وہ سورۂ الحمد ہے جسکی سات آیت ہیں اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجکو عطا ہوا ہے صحیح مسلم وغیرہ کتب میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضرت کے پاس جبرئیل حاضر تھے کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا جبرئیل نے کہا یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نہ آیا تھا اُس فرشتہ نے کہا یا نبی اللہ مژدہ ہو کہ تجکو خدا نے دو دو نور عطا فرمائے کہ جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے ایک سورۂ فاتحہ اور دو سرا خیر سورۂ بقرہ سے جو حرف تم میں سے آپ پڑہینگے اُسکا ثواب ملے گا۔

دارمی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۂ الحمد ہر مرض کے لئے شفا ہے اور صحیح مسلم ونسائی وغیرہ کتابوں میں ہے کہ صحابہ سانپ وبچھو کے کاٹے ہوا ور مجنون اور اہل صرع پر یہہ سورۃ پڑہکر دم کرتے تھے اُسیوقت مریض تندرست ہو جاتا تھا (جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے بیمار اُنکے ہاتھہ لگانے سے تندرست ہو جاوے گا) یہہ معجزہ آنحضرت کا ہر قرن میں متوارث چلا آتا ہے چنانچہ اب بھی سورۂ الحمد کا فجر کی سنتوں اور فرض کے بیچمین اکتالیس بار ہر روز بسم اللہ کا میم الحمد کے لام سے ملا کر پڑہنا بڑی برکت پڑ ہنا ہر کام کے لئے عمل مجرب ہے۔ اور بیمار کو دم کر کے پلانا اور چینی یا شیشہ کے برتن پر مشک و گلاب و زعفران سے لکھکر چالیس روز تک بیمار کو پلانا مجرب ہے۔ اور اسیطرح درد گردہ کے لئے ایک سانس سے گیارہ بار پڑہکر دم کرنا نہایت سریع الاثر ہے مگر اعتقاد کامل و ہمت جازم شرط ہے۔ ترمذی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت فرماتے ہیں مجھکو اُس خدا کی قسم ہے کہ جسکے ہاتھہ میں میری جان ہے (یعنی خدا تعالیٰ سے) سورۂ الحمد کی مثل کوئی سورۃ نہ توراۃ میں ہے نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں۔ چنانچہ اس حدیث کی تصدیق ہمارے اُس مقابلہ سے بخوبی ہو سکتی ہے کہ جو ابھی ہمنے توراۃ وانجیل زبور کو لکھکر کیا ہے۔ حقیقت میں یہہ سورۃ ایک دریائے ذخار اور مجمع اسرار بیشمار ہے۔ دنیا او دین کے متعلق کوئی بات ایسی نہیں کہ جو کامل طور پر اس سورۃ میں نہو۔ مگر کسی قدر فہم خداداد شرط ہے۔ ورنہ بہت سے عیسائی اور دیگر متعصب لوگ کہ جنکے انوار فطرت عداوت وقساوت سے مٹ گئے ہیں وہ یہی کہتے ہیں کہ پڑہتے وقت لفظوں سے کوئی بات بھی سورۂ الحمد سے ہماری سمجھ میں نہیں آتی مسلمان لوگ اپنی ذکاوت خرچ کر کے یہہ باریکیاں پیدا کرتے ہیں۔ الخ میں کہتا ہوں نہیں بلکہ یہہ سب باتیں ظاہر الفاظ سے مستفاد ہیں۔ اور اچھا یہی سہی آپ بھی تو روحانی تعلیم سے بہرہ یابی کا دعویٰ کرتے ہیں ہم آپکو بیس برس کی اجازت دیتے ہیں تمام جہان کے لوگوں سے مدد لینے کو بھی جائز رکھکر یہہ کہتے ہیں کہ آپ بھی تو کسی جملہ توراۃ و انجیل و زبور وید دساتیر میں اس قدر باتیں پیدا کر دیجے اور جو نہ کر سکو تو یقین کیجئے کہ یہہ خاص اعجاز قرآن ہے۔ اب میں اس سورۂ مقدسہ کی تفسیر سے فارغ ہو چکا مگر اسکے متعلق تین بحث اور باقی ہیں کہ جنکا ذکر کرنا اس تفسیر میں بعض وجوہ سے نہایت مناسب ہے

بحث اوّل۔ یہہ سورہ نماز میں پڑھی جاتی ہے اور ہر نماز میں اسکا پڑہنا اُن خوبیوں کی وجہ سے کہ جنکا اوپر ذکر ہوا شرع نے ضروری کر دیا یہانتک کہ جس نماز میں یہہ سورۃ نہ پڑھی جاوے وہ فاسد یا باطل ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صلی صلوٰۃ لم یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج ثلثا غیر تمام الحدیث رواہ مسلم کہ جسنے نماز میں الحمد نہیں پڑہی وہ نماز ناقص ہے تین بار فرمایا۔ وعن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب متفق علیہ کہ جسنے الحمد نہیں پڑھی اُسکی

ہ عیسائی یا انکے ہمپیشہ فلسفی اور وہ جو انہیں الحاد کے دم بھرتے ہیں اور وہ ہندوستان کے نیچری جو انکی تقلید کرتے ہیں اُن باتوں کے سخت منکر ہیں اور یہہ انکار اُن کا بجا ہے۔ اسلئے کہ اُنکی روح پر سیدھی کی تاریکی چھائی ہے کہ کوئی روحانی اثر اُنکو محسوس نہیں ہوتا (گویا کہ روح مر گئی) نہ خود اُن کو ایسی باتوں کا تجربہ اتفاق ہوتا ہے نہ اپنے ملک میں کہ جہاں کفر و الحاد کی تاریکی چاروں طرف محیط ہے کسیکو ایسا دیکھتے ہیں۔ اگر صدق دل سے توبہ کر کے مسلمان ہو جاویں اور کسی روشن ضمیر سے (چند روز روح کو منور کرنیوالی) اشغال سیکھیں پھر عالم مثال کے اسرار اور آیات کے آثار اوسکو دکھائی دیویں اور روحانیات کا اثر اپنے اوپر معائنہ کریں کہ اُنکی زبان اور ہاتھہ پاؤں سے کس قدر خرق عادات سرزد ہوتے ہیں۔ اور جو ہم اہل اسلام نے صد ہا مخالفوں کو ایسے برکات کا مشاہدہ بھی کرا دیا ہے تو یہہ جسقدر اُس مشاہدہ سے محروم ہیں وہ کب نتے ہیں بلکہ خیالی باتیں اور ڈھکوسلا جانتے ہیں ۱۲ منہ ۱۲

آجاتا ہے ۔ اور اسیلیئے جو مالک کو ملک پڑہتے ہین ا

بلکہ مالک الدین کہتے تو یہہ مقصود عظم کہ جو قیامت ک

ہین عرب بولتے ہین کما تدین تدان کہ جیسا کریگا ویسا پا

اخروی اوسکا ایک وقت ہوتا ہے اور یوم سے مراد بہی یہان مطلق وقت ہے اگر لفظ یوم ذکر نہ

سمجہا جاتا تو ہر وقت جزا نہ پانے سے خواہ مخواہ بہت سے کجرو لوگونکے دلونمین خدا کی عدالت مین شبہ آ

اوسیوقت نیک نتیجہ مرتب ہونے سے نیکی کرنیوالا مایوس اور بدکام کا برا نتیجہ اسیوقت نہ پانے سے شریر

یوم کہا تو دونون کو آگاہ کر دیا اور جزا کامل کے وقت (قیامت) کو مبہم کرکے دلکو خوف و امید سے بہر دیا اور یہہ با

کے لیئے اصل الاصول ہے **٦** یہہ کہ اس کلام مین جو خدانے اپنے بندے کو حمد کرنے سے تقرب کا رستہ تبلا

ساتہ حمد کرنی تبلائی کہ جس سے ہر طرح کی تاریکی روحانی (خواہ اعتقاد سے متعلق ہو خواہ عمل سے) زائل ہوتی

اس حمد کو تین اوصاف پر قائم کیا اول یہہ کہ حمد اوس ذات کے لیئے ہے کہ جو تمام جہان کا پرورش کرنیوالا ہے

وہ نہایت مہربان اور رحیم ہے سوم یہہ کہ وہ یوم جزا کا مالک ہے ۔ اسمین یہ اشارہ ہے کہ جسمین یہ تین صفت نہ پائے جاو

وہ ہر قسم کی حمد کا مستحق نہین اور جب حمد کا مستحق نہین تو پہر **عبادت** اور **استعانت** کا تو کیا استحقاق ہے پس اسلیئے

اس کلام کے بعد وہ کلام ذکر کیا کہ جو اسکا نتیجہ ہے یعنی ایاک نعبد وایاک نستعین کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین اور تجہہ ہی سے مدد مانگتے ہین

ف اور چونکہ دین سے جزا ملتی ہے اسلیئے اوسکو **دین** کہتے ہین اور اوسکو اس لحاظ سے کہ وہ ایک راہ خدا کی ہے اوسپر خلق کو

چلنا چاہیئے **مذہب** اور **شریعت** کہتے ہین اور چونکہ وہ سمجھنے کے قابل ہوتا ہے اس لحاظ سے اوسکو

ملت کہتے ہین ۔ بات ایک ہے مگر ہر اعتبار سے ایک جدا نام ہے ۱۲ **منہ**

ف اس نبی اخیر کی تعلیم خدا سے ملنے مین اپنا نظیر نہین رکہتی جو بات پہلی امتون کو ساری عمر مین نصیب ہوتی تہی اس امت

مین اول بار حاصل ہوتی ہے **ف** اول با آخر ہر نسبتی ست ۔ آخر اجیب تمنا تہی ست ۔ اور اسیلیئے پہلی کتابون کی طرف

حاجت نرہی چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمر رض کو فرمایا تہا کہ تمکو موسٰی کی کتاب کی کیا ضرورت ہے ؟ واللہ اگر موسیٰ بہی

زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے (بخاری) انہین روح افزا باتون سے تخمیناً تیئس برس مین شرقاً غرباً روے زمین

دین محمدی ابر رحمت کی طرح پہیل گیا ۔ بہلا یہہ بات تلوار کے زور سے کہین نصیب ہوتی ہے ؟ جو لوگ

تلوار کے زور سے دنیا مین پہیلا وہ اپنے تعصب بیجا سے اسلام کے نورانی چہرہ پر دہبا

نماز نہوئی۔ یہہ مسئلہ تو سبکے نزدیک مسلم ہے کہ نماز مین الحمد کا پڑہنا واجب ہے۔ مگر جبکہ نماز جماعت سے ہو تو مقتدی کو بہی الحمد پڑہنا چاہیے یا تمین
سے صرف امام کا پڑہنا سب مقتدیونکی طرفسے کافی ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اُنکے شاگرد امام ابو یوسف و امام محمد و امام مالک
اور امام احمد اور اسحق اور سفیان ثوری اور ابن شہاب زہری اور ابراہیم نخعی اور عبد اللہ بن مبارک اور قاسم بن محمد اور عروہ بن زبیر بڑے بڑے
محدثین تابعین و صحابہ کبار سب کا یہہ مذہب ہے کہ مقتدی الحمد نہ پڑہے بلکہ چپ ہو کر امام کی قرارت کو سنے اور ختم کرنے کے وقت آمین کہہ کر
اپنی شراکت ثابت کردے۔ ان چند دلایل کی وجہ سے (۱) اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون

دلیل ۱

کہ جب قرآن پڑہا جاوے تو چپ ہو کر سنو تاکہ تمپر رحمت ہو۔ بعض لوگ اسکے جواب مین کہتے ہین کہ یہہ خطبہ کے بارہ مین نازل
ہوئی ہے یعنے خطبہ کے وقت چپ کرنا مراد ہے۔ مگر یہہ جواب صحیح نہین اول تو یون کہ یہہ آیت مکیہ ہے اور خطبہ مدینہ مین آکر جب جمعہ
مشروع ہوا تب مقرر ہوا ہے۔ چنانچہ اکثر مفسرین بالخصوص امام محی السنۃ بغوی شافعی اپنی تفسیر معالم التنزیل مین اسکے مقر ہین۔
ثانیاً یون کہ گو خطبہ کے بارہ مین آیت کا نازل ہونا فرض کیا جاوے مگر لحاظ عبارت کا ہوتا ہے نہ موقع نزول کا کس لئے کہ آیت سرقہ اور
آیت لعان اور دیگر آیات خاص اشخاص کے معاملونمین نازل ہوئی ہین مگر اُنکی عبارت پر لحاظ کر کے عام حکم جاری کیا جاتا ہے ثالثاً جب
خطبہ مین ذکر جہان غالباً نصیحت حسب وقت ہوتی ہے سراسر قرآن مجید نہین پڑہا جایا کرتا چپ رہنا واجب ہوا تو جہان قرآن پڑہا جاوے

دلیل ۲

اور حالت نماز اور توجہ الی اللہ ہو تو وہان بدرجہ اولےٰ سکوت کرنا چاہیے۔ (۲) عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام
لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ۔ یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام صرف اسلئے
مقرر کیا گیا ہے کہ لوگ نماز مین اُسکا اقتدا کرین تو چاہیے کہ جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑہے تو چپ ہو کر سنو۔

دلیل ۳

(۳) امام مسلم نے ابی ہریرہ اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے واذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑہے
تو چپ کرو۔ (۴) امام مالک اور احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک جہر

دلیل ۴

نماز مین نبی صلی اللہ علیہ نے (نماز سے فارغ ہو کر لوگونکی طرف متوجہ ہو کر) پوچہا کہ تم مین سے کسی نے میری ساتہہ کچہہ پڑہا ہے ایک شخص
نے عرض کیا کہ ہان آپنے فرمایا کہ مین بہی کہتا تہا کہ مجہسے قرآن پڑہنے مین کون جہگڑ رہا ہے پس جب لوگون نے یہہ سنا
تو جن نماز ونمین کہ پکار کر قرآن پڑہا جاتا ہے اُنمین صحابہ امام کے پیچہے الحمد پڑہنے سے رک گئے۔ اِنکے علاوہ اور بہت سی احادیث
صحیحہ اس بارہ مین وارد ہین کہ جنکے ذکر کرنے کو ایک دفتر چاہیے۔ لیکن امام شافعی اور ظاہریہ کہتے ہین کہ گو امام کے ساتہہ پڑہنا ممنوع
ہے۔ مگر جب امام دم لیتا ہے بالخصوص تین سکتونمین مقتدی کو چاہیے کہ الحمد پڑہ لے کسلئے کہ مسلم نے روایت کی ہے کہ جب کسی نے
ابو ہریرہ سے پوچہا کہ امام کے پیچہے بہی الحمد پڑہین اُنہون نے فرمایا کہ اقرء بہا فی نفسک اے فارسی کہ اپنے دلمین پڑہ لے۔ اس کا
جواب یہہ ہے کہ اس سے مراد مضمون الحمد کو دلمین تصور کر لینا ہے نہ پڑہنا کس لئے کہ یہی ابو ہریرہ پیشتر روایت کر چکے ہین
کہ جب امام پڑہے تو حضرت فرماتے ہین چپ ہو کر سنو پس یہان خلاف حکم حضرت کے کیونکر ابو ہریرہ فتوی دیتے اور چپ کرنا مطلقاً
حضرت نے فرمایا خواہ الحمد ہو یا کوئی اور سورۃ ہو سب مین چپ کرنا چاہیے۔ امام شافعی کے اور بہی دلائل ہین مگر وہ دلائل سابقہ
کے مقابلہ مین کچہہ بہی وقعت نہین رکہتے۔ اسلئے اُنکا بیان کرنا بیفائدہ سمجہتا ہون از انجملہ یہہ ہے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور
نسائی نے جہان امام کے پیچہے پڑہنے سے ممانعت روایت کی ہے وہان الحمد کو مستثنیٰ کر لیا ہے۔ لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب
فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بہا واضح ہو کہ فریق اول کے (یعنی جو کہ امام کے پیچہے الحمد پڑہنا نماز مین درست نہین جانتے)
دو قول ہین۔ حضرت امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد تو مطلقاً منع کرتے ہین خواہ امام پکار کے پڑہے یا آہستہ کیونکہ

جو دلائل کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنے سے منع کرتے ہیں وہ عام ہیں سریہ اور جہریہ کی کوئی قید نہیں - اور امام مالک و امام احمد وغیرہ یہہ کہتے ہیں کہ جب امام چپکے پڑھے یعنی صلوٰۃ سریہ میں تو مقتدی الحمد پڑھے کیونکہ اب امام سے منازعت نہیں پائی جاتی اور فضیلت الحمد پڑھنے کی ملتی ہے اور اُن احادیث مانعین پر بھی عمل ہو جاتا ہے - اور یون خالی کھڑے رہنے سے کیا فائدہ ◆

مبحث دوم - الحمد کے بعد آمین کہنا مسنون ہے خواہ اکیلا الحمد کو پڑھے خواہ امام کے پیچھے ہو خواہ نماز سے باہر ہو کیونکہ مسلم نے ابو موسیٰ اشعری رضہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے واذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقولوا آمین کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ چکے تو تم آمین کہو اور بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو کیونکہ جسکی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق پڑتی ہے تو اسکے گناہ گذشتہ معاف کیے جاتے ہین - اور یہہ بھی ہے کہ سورۂ الحمد میں خدا کی ثنا اور صفت کے بعد دعا ہے - اور دعا کے لیے آمین مہر الٰہی ہے کہ جس سے قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے چنانچہ ابو داؤد نے ابو زہیر نمیری سے روایت کی ہے کہ ہم نبی صلعم کے ساتھ باہر نکلے تو ایک شخص کو دعا میں نہایت تضرع کرتے دیکھا آپنے فرمایا اگر اسنے تمام کیا تو پالیا سا ہم میں سے کسی نے پوچھا کہ یا حضرت کس کے ساتھ تمام کرے فرمایا آمین کے ساتھ ◆

آمین امر ہے اس نقل کا کہ جو اعجب سے ہے یعنی قبول کر صحیح بخاری میں ہے کہ عطا کا قول یہہ ہے کہ آمین دعا ہے الغرض آمین کے معنی قبول کر ہین - یہہ لفظ مد الف اور قصر الف دونوں سے جائز ہے - اور بالاتفاق یہہ لفظ قرآن کا جزو نہین بلکہ جسطرح عام دعا کے بعد یہہ لفظ بولا جاتا ہے اسیطرح الحمد کے بعد بھی آمین کہنا بالاتفاق سنت ہے - لیکن صرف اسبات مین اختلاف ہے کہ اُسکو آہستہ اور خفیہ کہنا بہتر ہے یا آواز سے کہنا اولیٰ ہے امام ابو حنیفہ اور امام مالک و سفیان ثوری وغیرہم اکابر علما و تابعین و تبع تابعین و صحابہ خفیہ کہنا اولیٰ سمجھتے ہین چند دلائل سے (۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ کہ اپنے رب سے تضرع اور خفیہ کرکے دعا مانگو اسکو حد سے بڑھنے والے پسند نہیں آتے اس آیت سے دعا کا خفیہ کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ تضرع و زاری آہستگی میں خوب پائی جاتی ہے اور یہی بات دعا میں اصل الاصول ہے - اور آمین دعا ہے جیسا کہ عطا نے فرمایا اور دیگر روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے (۲) بخاری اور مسلم کے احادیث مذکورہ (کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو) خفا پر دلالت کرتے ہین کیونکہ اگر امام پکار کر آمین کہتا تو مقتدیوں کو معلوم ہوتا - پھر غیر المغضوب علیہم کا پتا دینا اور ملائکہ کیساتھ موافقت بتانا کچھ مفید نہین ◆ (۳) ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی وغیرہ نے سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم دو سکتے کرتے تھے - سکتۃ اذا کبر و سکتۃ اذا فرغ من قراءۃ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین - ایک سکتہ جب کرتے تھے کہ جب کہ تکبیر تحریمہ کرتے تھے (اس سکتہ مین اعوذ اور ثنا پڑھتے تھے) اور ایک سکتہ (یعنی چپ کرنا) اسوقت کہ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر فارغ ہوتے تھے (اس سکتہ مین آمین کہتے تھے) پس اگر آنحضرت پکار کر آمین کہتے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے بعد چپ کیسے بلکہ آمین پکار کر کہتے امام شافعی اور احمد بن حنبل وغیرہ بعض علما یہہ فرماتے ہین کہ ذرا آواز سے آمین کہے تو بہتر ہے - کیونکہ وائل بن حجر سے ترمذی اور ابو داؤد اور دارمی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھکر آمین کہتے سنا اور اپنی آواز کو بلند کیا اور اسیطرح ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آمین سے مسجد گونج جاتی تھی (رواہ ابن ماجہ) لیکن اس قسم کی احادیث کا **جواب** یہہ ہے کہ درصورت معارضہ پہلی احادیث کے معارضہ کے انمین صلاحیت نہین کیونکہ اُدھر قرآن اور صحیح احادیث ہین اور اُدھر صرف ایسی احادیث ہین کہ جنمین محدثین کو کلام ہے - اور اسلیے امام بخاری نے باوجودیکہ جہر آمین کا باب باندھا مگر ان احادیث مین سے کسیکو بھی درج نہ کیا اونکے نزدیک انکی صحت پر وثوق نہ تھا فقط قولوا آمین کو روایت کرکے بس کر گئے - اور قولوا سے کسی طرح جہر ثابت نہین ہوتا

آمین

دینے قولوا التحیات ہتہ الخ و قولوا ربنا لک الحمد (متفق علیہ) مین بہی جہر کا قائل ہونا پڑیگا ولم ینقل بہ احد من العلما۔ دوم اگر انکی صحت بہی تسلیم لیجائے تو اُنکی یہہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احیاناً تعلیم کے لئے آمین کو آواز سے کہدیا ہوگا تاکہ لوگونکو اسکا آمین کہنا معلوم ہو جائے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم نے قتادہ سے نماز ظہر کی بابت یہہ روایت کی ہے کہ یسمعنا الآیۃ احیاناً الحدیث کہ کبہی آنحضرت کوئی آیت ہمکو سنا کر پڑہ دیتے تہے حالانکہ ظہر کی نماز مین خفیہ پڑہنا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے پس اگر تعلیم کیلئے کہ مین ظہر مین فلان سورۃ پڑہتا ہون بعض آیات کو سنا دیتے تہے اسیطرح آمین ہو تو بعید نہین۔ پس جنہون نے اس موقعہ کو دیکہہ لیا انہون نے ہمیشہ آمین کا باآواز بلند کہنا اوسے سمجہہ لیا۔ وہ اپنے مشاہدہ کے موافق سچے ہین۔

سوم اگر آنحضرت ہمیشہ پنجگانہ دم اخیر تک آمین پکار کر کہتے تو یہہ فعل ایسا نہ تہا کہ عبداللہ بن مسعود جیسے جلیل القدر صحابہ پر مخفی رہتا۔ حالانکہ وہ اسکا انکار کرتے ہین۔ آجکل بعض صاحبون نے ان خفیف مسائل مین نہایت غلو کرکے مسلمانون مین تفرقہ ڈالدیا اور باہمی نفاق اور کینہ کو بجائے مردہ سنت کے جلادیا ؎

بحث سوم اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ۔ الآیہ۔ یعنے جب تو قرآن پڑہے تو شیطان سے خدا کی پناہ مانگ۔ اسلئے تمام علماء کا اسبات پر اتفاق ہے کہ قرآن کو بغیر اعوذ کے نہ پڑہنا چاہئے۔ پہر اعوذ مختلف طور پہ پڑہتے ہین۔ زیادہ مشہور تو یہہ ہے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ مصر کے قراء السمیع العلیم بہی ملاتے ہین۔

اور سر اسکا یہہ ہے کہ اللہ تعالے نے انسانکو مختلف قوی سے مرکب بنایا ہے جسطرح روحانی قوتین کہ جو امور فطرت کیطرف اسکو رہنمائی کرتی ہین اور جنکو قوای ملکیہ کہتے ہین اسکو ملے ہین اسی طرح جسم کے متعلق ظلمانی قوی بہی اسکے پاس موجود ہین۔ کہ جو کبہی اور شہوت اور توہمات باطلہ کی طرف رہنمائی کرتے ہین کہ جنکو قوای بہیمیہ کہتے ہین پس قوای ملکوتیہ تو ملائکہ اور روحانی اور لطیف اور نورانی اشخاص کے آثار کے آنے کا ذریعہ ہین۔ اور ان قوای بہیمیہ کے گہوڑے پر شیطان رجیم سوار ہوکر آتا ہے اور گمراہ بناتا ہے اسی سلئے کبہی ان قوای بہیمیہ کو بہی شیطان کہدیتے ہین اور جسمین یہہ قوی زیادہ پائے جاتے ہین اُسپر بہی اسی علاقہ سے شیطان کا اطلاق ہوتا ہے اور دراصل شیطان وہ ایک شخص خاص ہے کہ جو حضرت آدم کو سجدہ نکرکے نافرمان ہوا۔ (چونکہ بعض کم فہم اس امر کو نہین سمجہے اُنہون نے ان قوای بہیمیہ اور ملکیہ کو کہ جنپر اس علاقہ سے شیطان اور ملک کا اطلاق قرآن اور حدیث مین ہوا ہے اصل شیطان اور فرشتہ سمجہکر وجود شیطان اور فرشتہ کا انکار کردیا۔ حاصل کلام یہہ کہ انسانکے اندر ان قوای بہیمیہ کے لحاظ سے سر رگ و ریشہ مین شیطان بہرا ہے اور قرآن مجید ایک نورانی اور ملکی چیز ہے تو پیشتر جبتک کندہ چیز و نے تصفیہ نہولے یہہ رنگ ملکوتی نہین چڑہتا اور ان قوای بہیمیہ کے فروکرنے کا بشر کو مقدور نہین۔ اسلئے ضرور ہوا کہ خدا سے پناہ مانگے۔ اور جب اوس سے کوئی بصدق دل پناہ مانگتا ہے تو اوسکے قوای بہیمیہ کو اس خیر مین خلل انداز نہین ہونے دیتا نہ شیطان کچہہ خلل ڈال سکتا ہے۔ جسطرح عالم خواب مین وہم عقل کا معارض ہوکر ادہر اُدہر بہکاتا اور کسی نہ کسی مناسبت سے اصل شے کو دوسری چیز کی صورتمین دکہاتا ہے۔ اسی طرح اس عالم مین انسانکے قوای بہیمیہ اور انکا سوار شیطان آدمی کی راہ مین ہر طرح سے خلل انداز ہوتا ہے۔ بُری چیزونکو سجا کر آگے لاتا ہے بہلی باتونکو بُرا بنا کر دکہاتا ہے اور یہی تو وجہ ہے کہ اس عالم مین انسان مذاہب کے بارہ مین گوناگون اور ہر ایک غرض مین بنی نوع بوقلمون ہین۔ کوئی اپنے ہاتہہ کے تراشے ہوئے بت کے آگے دست بستہ کہڑا ہے کوئی اپنی کسی ذہن مین اڑا ہے۔

کل حزب بما لدیہم فرحون (ع) ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے ؎ اللہم اہدنا الصراط المستقیم

سورہ بقرہ

یہہ سورۃ مدنی ہے یعنے مدینہ منورہ مین نازل ہوئی ہے - اسکی دوسو ستاسی آیت ہین - اور چہہ ہزار اکیس کلمات اور پانسو پچیس ہزار حروف اور چالیس رکوع ہین قرآن مجید کی سب سورتونسے یہہ سورۃ بڑی ہے - اور جسقدر احکام شرعیہ اس سے مستفاد ہین اور کسی سے نہین - اسمین ایک آیت مداینہ ہے کہ جو سب آیتونسے بڑی ہے - اگرچہ اس سورت مین اور بہت سے عمدہ مضامین اور طرح طرح کی ہدایت افزا باتین ہین مگر چونکہ گائے کے ذبح کرنے کا جو بنی اسرائیل مین واقع ہوا ہے ایک عجیب اور بہت سے مقاصد ضروریہ کی طرف اشارہ کرنے والا قصہ اسمین مذکور ہے - اسلئے اسکا نام سورہ بقرہ ہوا - اور تسمیہ مین کوئی نکوئی مخصوص بات ملحوظ ہونی چاہیئے - یہہ نام اسکا آنحضرت صلعم کے عہد مین مشہور ہوگیا تہا جیساکہ احادیث صحاح ستہ سے معلوم ہوتا ہے - اس سورۃ کو سورۃ الحمد سے

مناسبت

ہے کہ سورۃ الحمد مین چونکہ ہدایت کے متعلق جمیع مضامین ایک ایسی خوبی کے ساتہہ مذکور ہوئے ہین کہ جسکے اثر سے دل بیمار اور روح مریض کو شفاء ابدی حاصل ہوتی ہے اور اسی لئے اس سورۃ کا نام سورہ شافیہ یا شفاء قرن اول مین شہرت پا چکا تہا - اور شفاء قلب کے بعد حیات روحانی اور زندگی جاودانی ایک ضروری بات ہے - اسلئے ضرور ہوا کہ اس سورۃ کے بعد وہ سورۃ ہو کہ جسمین (بضمن تفصیل اجمال سورہ اول) وہ باتین ہون کہ جو حیات اور ہمیشہ کی زندگانی سے علاقہ رکہتی ہون سو یہہ بات سورہ بقرہ مین موجود ہے کیونکہ اس سورۃ کے کل چالیس رکوع ہین - انمین سے کوئی رکوع ایسا نہین کہ جسمین حیات کا مضمون نہو اول اور دوم رکوع مین یہہ بیان ہے کہ یہہ قرآن انکے لئے ہدایت ہے کہ جو خدا سے ڈرتے اور نیک کام کرتے ہین (یعنے جنکو صلاحیت ازلی و استعداد ایمانی نصیب ہے) نہ انکے لئے کہ جو کافر و منافق یعنے ازلی کور باطن ہین سو یہہ صاف طور پر اسبات کا بیان ہے کہ جنہون نے بموجب صلاحیت ذاتی سعادت ایمان پائی حیات جاودانی پائی اور جو اس سے محروم رہے انہون نے حیات ابدی نپائی - تیسرے رکوع مین خدا تعالے کی (کہ جسنے آسمان و زمین کو بنایا اور دنیا کی نعمتون کو مباح فرمایا) عبادت کا حکم ہے کہ جو حیات ابدی کا باعث ہے -

---

(۱) اسمین مقاصد ضروریہ کے طرف اشارہ ہے کہ وہ اثبات ہے سو وہ بہی اس قصہ سے بخوبی سمجہہ مین آسکتا ہے کس لئے کہ اس مقتول کا زندہ ہونا کہ جبپر اس گائے کا گوشت لگایا تہا خدا تعالے قادر کے وجود پر دلالت صریحہ ہے کہ جس نے اسکو دوبارہ خلاف عادت جان بخشی - از انجملہ نبوت ہے سو وہ بہی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس نبی کے کہنے سے گائے کا گوشت رکہتے ہی مردہ زندہ ہوگیا یہہ اس کا بڑا معجزہ ہے جو اسکی نبوت پر دلالت کرتا ہے - اور جب موسیٰ کی نبوت ثابت ہوئی تو انسے اگلے نبیون کی نبوت کہ جنکی تصدیق حضرت موسیٰ نے کی اور آئندہ پیغمبر کی نبوت کہ جنکی حضرت موسیٰ نے پیشین گوئی کی بخوبی ثابت ہوئی - از انجملہ انبیاء علیہم السلام کے کہنے پر بے چون و چرا عمل کرنا ہے ورنہ مصیبت پیش آتی ہے سو وہ بہی اس قصہ سے بخوبی ثابت ہے کہ بنی اسرائیل نے حجتین کرکے کیسی مصیبت اٹہائی اور رسوائی پائی - از انجملہ خوف خدا ہے اور یہہ کہ کوئی گناہ خدا سے مخفی نہین رہتا سو وہ بہی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ قاتل معلوم ہوگیا اور اسکی وہ پوشیدہ خباثت ظاہر کی گئی - از انجملہ قیامت اور مرکے جینے پر ایمان لانا ہے سو وہ بہی اس قصہ سے ظاہر ہے کہ مقتول دوبارہ زندہ ہوکر بولا اور اسنے راز مخفی کہولا - ۱۲ منہ

(۲) نیچر مفسر اپنی تفسیر کے صفحہ بارہ مین کہتے ہین قولہ یہہ سورۃ انہی انتیس سورتون مین سے ہے جنکو خدا نے انکے نام سے موسوم کیا ہے یہہ حروف مقطعات ان سورتون کے نام ہین جنکی ابتدا مین آئے ہین - اقول اگر یہہ نام خدا کے مقرر کئے ہوتے تو ضرور تہا کہ صحابہ مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہرت پاتے اور انکے اور نام نہ رکہے جاتے حالانکہ کسی صحیح حدیث سے کیا بلکہ ضعیف سے بہی ہمکو یہہ معلوم نہین ہوا کہ الم اس سورۃ کا نام خدا نے مقرر کیا ہے بلکہ سب سلف سے خلف تک اسکو سورہ بقرہ کہتے چلے آئے ہین - دوم اگر الم اس سورۃ کا نام ہو تو اور سورتون کا بہی (کہ جنکے اول مین یہہ حروف آتے ہین) یہی نام ہو - پس اشتراک لازم آوے جو تعیین اسماء کی غرض کو منافی ہے - اور جو بشر وضع اول کو بہول جانے سے واقع ہوتا ہے - اور خدا بہول سے پاک ہے سوم خود مفسر صاحب کیون سورہ بقرہ سورہ عنکبوت سورہ روم سورہ لقمان سورہ سجدہ نام لیتے ہین - الغرض یہہ قول علوم اسلام سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ۱۲ منہ ۱۲

چوتھے میں حضرت آدمؑ کا پیدا ہونا اور اسکو حیات بخشکر ملائکہ پر تفضیل دینا اور اُسکے مدعی کو حیاتِ ابدی سے محروم کردینا مذکور ہے جس سے یہ اشارہ ہے کہ نافرمانی حیاتِ ابدی سے محروم کرتی ہے۔ اور یہاں سے قیام اور حیاتِ دنیویّہ کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو حیاتِ اُخرویّہ کا وسیلہ اور نمونہ ہے اول تو کنتم امواتا فاحیاکم میں زندہ ہونا بتلادیا پھر تمام نوع انسانی کی زندگی اور ابوالنوع حضرت آدم کا حال بیان کردیا وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اسکے بعد اس نوع کے ایک بڑے خاندان کی حیات کا ذکر۔ پانچویں رکوع یا بنی اسرائیل سے شروع کیا کہ جس میں صدہا انبیاء پیدا ہوئے ہیں اور تخمیناً نصف بنی آدم ابتک اُسی خاندان کے بزرگوں کے معتقد ہیں اسکے بعد (۹) رکوع تک اس خاندان کے حالات عبرت خیز بیان کئے اور من وسلوی اور قلزم سے پار اُتارنا اور فرعون کو کہ جو اس خاندان کی حیات کا دشمن تھا ہلاک کرنا اور تورات کا عطا ہونا اور دیگر امور کہ جو حیات سے متعلق ہیں اور پھر جہلاء کا گوسالہ پرستی کرکے حیاتِ ابدی سے محروم ہونا اور پھر اُن کو حیات دنیویہ میں خرچ کرکے حیاتِ ابدی خریدنا بتانا اور بنی اسرائیل کے گناہوں پر عذاب بھیجکر حیاتِ ابدی کے لئے متنبہ کرنا اور گائے ذبح کرکے ایک شخص مُردہ کو اُسکے گوشت سے حیات دینا ذکر کیا (۱۰) رکوع میں بنی اسرائیل سے یہ عہد لینا کہ خاص اللہ کی عبادت کرینگے ماں باپ یتیموں اور مسکینوں سے نیک سلوک کرینگے اور نماز پڑھیں گے زکوٰۃ دینگے اچھی بات کہیں گے خونریزی نہ کرینگے کسیکو جلاوطن نہ کرینگے۔ یہ وہ عہد ہے کہ جو اسکو پورا کرے حیاتِ ابدی پاوے دنیا کی زندگی کا بھی مزا اُٹھاوے (۱۱) رکوع میں موسیٰ کو کتاب دینا اور اُنکے بعد انبیاء پے درپے بھیجنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح القدس سے مدد کرنا وغیرہ وہ امور بیان ہیں کہ جو حیاتِ ابدی کے لئے ضرور اور نافع ہیں (۱۲) رکوع میں قل من کان عدوا لجبریل الخ سے اسبات کا بیان ہے کہ جبرئیل اور جو لوگ حیاتِ ابدی اور وحی کا واسطہ میں اُنسے بغض [illegible] رکھنا جیسا کہ بعض یہود رکھتے تھے حیاتِ ابدی سے محروم ہونا ہے اسکے بعد (۱۴) رکوع تک اور یہود کی بہت سی لغو حرکات بیان فرمائیں کہ جو حیاتِ ابدی سے محروم اور بے نصیب کرتی ہیں (۱۵) رکوع یا بنی اسرائیل سے لیکر ایک اور اعلیٰ خاندان یعنی حضرت اسمٰعیل کے حالات اور انکی ذریت میں نبی آخر الزمانؐ برپا کرنے کا ذکر ہے کہ جو تمام عالم کی حیاتِ ابدی کا ذریعہ ہے اور کعبہ جو اُسکی تجلیات کا مظہر ہے اُسکی بنیاد قائم کرنا مذکور ہے (۱۶) رکوع میں ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم سے لیکر آخر تک حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام کے اسلام اور اُنکا اسلام کے لئے اولاد کو وصیت کرنا اور ابراہیم علیہ السلام [illegible] ملت پر قائم رہنا اور بلا تفریق تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا وہ باتیں مذکور ہیں کہ جو حیاتِ جاودانی کے لئے اصل الاصول ہیں پھر (۱۸) رکوع تک کعبہ کی تحویل پر جو کچھ احمقوں کے بیجا اعتراضات تھے اُنکا جواب اور اسبات کا اظہار ہے کہ مقصود ہر طرف خدا ہے اور یہ مقام متبرک محض امتحان اطاعت کے لئے مقرر ہوا ہے (۱۹) رکوع میں صبر اور نماز گزاری کا ذکر ہے اور یہ کہ جو لوگ [illegible] راہ میں مرگئے اُنکو حیاتِ ابدی نصیب ہوگئی اور حج وعمرہ وغیرہ وہ ریاضتیں بیان فرمائی ہیں کہ جنسے روح زندہ ہوتی ہے (۲۰) رکوع خداتعالیٰ کی صفات وآیات اور اسبات کا ذکر ہے کہ خدا سے نہایت درجہ کی محبت رکھنی چاہئے اور دیگر امور کہ جو حیاتِ ابدی کے متعلق (۲۱) میں زمین کی پاک چیزوں کے استعمال اور ناپاک چیزوں سے پرہیز کرنا اور شیطان کے رستہ پر نہ چلنا اور خدا کا شکر [illegible]

اور مُردار وغیرہ ان گندہ چیزوں سے دُور رہنا کہ جنکا اثر زہر کی مانند قوی ملکوتیہ پر دوڑ کر حیاتِ جاودانی میں خلل انداز ہوتا ہے و دیگر امور متعلق حیاتِ ابدی مذکور ہیں (۲۲) میں یہ بیان ہے کہ رسمی باتوں پر سعادت اور نیکی کا مدار نہیں بلکہ دراصل جو سعادت کہ باعث حیاتِ روح ہے وہ اللہ اور انبیاء اور ملائکہ پر ایمان لا کر صدقہ و خیرات و نماز ادا کرنا وغیرہ امور مذکور ہیں (۲۳) میں روزہ کی فرضیت اور اُسکے احکام اور اعتکاف وغیرہ وہ باتیں کہ جنکا اثر روح پر پڑتا ہے اور حیاتِ اُخرویہ کیلئے کارآمد ہیں (۲۴) میں حج کے احکام اور خدا کی راہ میں مال صرف کرکے نیکی تاکید اور لوگوں سے نیکی سے پیش آنا مذکور ہے کہ جو حیات کے لئے ضرور اور آخری جہان کے لئے نافع ہے (۲۵) میں احکامِ حج اور دعا و تکبیر مذکور ہے کہ جنکا پرتو روح کو تازہ کرتا ہے اور تمام لوگوں کو اسبات کی تاکید ہے کہ احکامِ الٰہی کی پابندی کریں تاکہ خرابی نہ پیش آوے اور روح امراض میں گرفتار ہوکر نہ مرجاوے (۲۶) میں اسبات کا اظہار ہے کہ خدا کے دشمنوں اور باغیوں سے اُسکی فوج بنکر لڑنا اور زمین کو اُنکے شر سے پاک کرنا اور دین کو زندہ کرنا کہ جسکو جہاد کہتے ہیں دنیا اور آخرت کی زندگانی کا سبب ہے کیونکہ جب دشمنانِ دین غالب ہوجاوینگے تو اپنا غلام اور سواری کا جانور بناکر کام لینگے اور دین سے بھی بے بہرہ کردینگے اور نہ ترقی دینی کبھی نصیب ہوگی نہ دنیاوی اور اسکی شرح اور فوائد دیگر آیات و احادیث میں بکثرت ہیں اور حکماء راست نے بدلائل عقلیہ ثابت کیا ہے اور تجربہ کاروں نے تجربہ سے ثابت کردیا ہے (۲۷) میں شراب اور جوے کی ممانعت کہ جو دنیا اور دین کی خرابیوں کا باعث اور تلخی زندگی کا وسیلہ ہے اور یتیموں اور مسکینوں کی خبرداری جو اُنکی حیات کا باعث ہے و دیگر امور مذکور ہیں (۲۸) میں خانہ داری اور زندگی کے متعلق احکام حیض و ایلاء و عدت و حرمت اخفاء حمل وغیرہ باتیں (۲۹) میں بھی طلاق و عدت و رجعت وغیرہا باہمی معاملات کے متعلق وہ احکام کہ جو زندگی کو تازہ کرتے ہیں مذکور ہیں (۳۰) میں بھی طلاق و حلالہ و رضاعت و نفقہ مرضعہ و مقدار عدت وفات وغیرہا وہ احکام ہیں کہ جن بغیر معاشرت کا انتظام اور حیات کا لطف نہیں - یہ بیان (۳۲) رکوع أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ تک ہے - پھر اس رکوع میں جبکہ باہمی معاملات پرورش اولاد وغیرہ امور سے فراغت ہوچکی تو سبل غیب سے بلا اسباب ظاہرہ زندگی عطا ہونا بیان کیا کہ اُسکی قیومیت اور قدرت پر کامل یقین ہوجاوے - اسمیں صدہا بنی اسرائیل کا ایک نبی کی دعا سے زندہ ہونا مذکور ہے پھر (۳۳) میں طالوت کا جالوت کو قتل کرنا اور بنی اسرائیل کی برباد شدہ سلطنت و قوت کا حضرت داؤد کے عہد میں دوبارہ زندہ ہونا اور تابوتِ سکینہ کا پھر ہاتھ آنا کہ جو خدا کی قبولیت اور قدرت کی بڑی دلیل ہے (۳۴) میں آیت الکرسی ہے کہ جسمیں خدا تعالیٰ کا حی و قیوم ہونا اور بہت سے صفات مذکور ہیں اور یہ کہ حیاتِ ابدی کے لئے یعنی اسلام کے قبول کرنے میں کسی پر زبردستی نہیں کیونکہ اسکے دلائل اور خوبیاں واضح ہیں (۳۵) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چار جانوروں کو زندہ کرکے دکھانا اور مرنے کے بعد زندہ ہونیکا کامل وثوق دلانا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو جو بیت المقدس کی آباد ہونے میں تعجب تھا ایک عرصہ تک مُردہ رکھکر زندہ کرنا اور خدا تعالےٰ کے حی و قیوم ہونے پر وثوق دلانا مذکور ہے پھر رکوع (۳۹) تک صدقہ اور خیرات اور پرہیزگاری اور سُود کی حرمت اور دیگر احکام شہادت وغیرہا مذکور ہیں کہ جو دنیا اور دین کی زندگی کے لئے نہایت کارآمد ہیں اور (۴۰) رکوع میں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ سے لیکر اخیر سورہ تک وہ

باتیں مذکور ہیں کہ جو مردہ دل کو حیات جاودانی بخشتی ہیں ان رکوعات اور پھر انکی آیات کو جو کچھ باہم ارتباط اور سلسلہ بندی ہے وہ بیان سے باہر ہے کسیقدر ہم بھی بیان کرینگے انشاء اللہ۔ اِس سورہ کو الحمد سے +

یہ بھی ربط ہے

کہ اس سورہ میں الحمد کے جمیع مضامین کی تشریح ہے چنانچہ (۳) رکوع میں آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنا اور زمین پر اناج پھل پھول بیشمار اُن چیزوں کا پیدا کرنا مذکور ہے کہ جن سے خدا تعالیٰ کی پرورش اور تمام عالم کی تربیت معلوم ہوتی ہے پھر اسی طرح حضرت آدم کا پیدا کرکے جنت میں رکھنا اور ملائکہ سے سجدہ کروانا اور پھر اسکی اولاد میں سے بنی اسرائیل کا برگزیدہ کرنا اور انکو ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمانا۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ اور پھر بنی اسمٰعیل میں نبی پیدا کرنا اور کعبہ کو حرمت و عزت بخشنا اور وہاں کے رہنے والوں کے لئے رزق رسانی اور دانا پانی کا وعدہ کرنا اور بنی اسرائیل کی سلطنت بازرفتہ داؤد علیہ السلام کے عہد میں پھر واپس دینا اور حضرت عزیر علیہ السلام اور دیگر بنی اسرائیل کو زندہ کرنا اور موسیٰ کو توریت عطا کرنا اور جو اس قسم کے عمدہ مضامین اس سورہ میں مذکور ہیں وہ سب بترتیب الحمد للہ رب العالمین کی شرح ہے اور اسی طرح من و سلویٰ بنی اسرائیل کو عطا کرنا اور دن میں ابر کا سایہ کرنا اور فرعون سے نجات دینا وغیرہ امور جو اس قسم کے اس سورہ میں مذکور ہیں سب الرحمٰن الرحیم کی شرح ہیں۔ اور پھر گائے کا ذبح کرنا اور اسکا گوشت مقتول کی لاش پر دھرنا اور اسکا جی اٹھکر اپنے قاتل کا نام لینا اور قاتل کا سزا پانا اور اسی طرح بنی اسرائیل کو (گوسالہ پرستی کی سزا میں) خودکشی کرنیکا حکم دینا اور ایسی سخت توبہ قہر کرنا اور بنی اسرائیل کی نافرمانیوں پر طرح طرح کی سزائیں دینا اور کافروں اور مشرکوں اور منافقوں کا جہنم میں جانا وغیرہ اِس قسم کے مضامین جو اس سورہ میں مذکور ہیں سب مالک یوم الدین کی تفسیر ہے اور روزہ اور نماز اور حج و زکوٰۃ و جہاد اور ذکر الٰہی اور تکبیر و تہلیل جو کچھ مختلف رکوعوں میں وارد ہے اور اُنکے احکام مذکور ہیں اور جہاں کہیں خاص خدا تعالیٰ سے محبت اور کرنیکا حکم ہے اور شرک و بت پرستی کی ممانعت ہے سب ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفصیل ہے اور قرآن کا متقیوں کے لئے ہدایت ہونا اور احکام طلاق و نکاح وغیرہ و سائل بھی اور والدین اور اقارب اور ہمسایہ سے نیکی کرنا۔ حرم اور اشہر حرم کی حرمت کرنا جو کچھ اس قسم سے اسمیں مذکور ہے سب اہدنا الصراط المستقیم کی تفسیر ہے اور جو کچھ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور انکے پیروں کے اقوال اور انکے احوال اور انپر انعام الٰہی نازل ہونا اس سورہ میں مذکور ہے سب صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر ہے اور فرعون کا غرق ہونا اور اسکی بداطواری سے اسکا ملک و مال برباد ہونا اور نمرود کا حضرت ابراہیم سے مناظرہ کرنا اور یہود پر انکی بدکاری سے مصیبت نازل ہونا اور جو کچھ اس قسم کا مضمون ہے سب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی پوری شرح ہے چونکہ یہ سورہ بیشمار علوم کا سرچشمہ ہے اس لئے اس کے +

فضائل

بھی بہت سے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں انس سے روایت ہے کہ ہم میں جو شخص سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تھا اسکی بڑی عظمت و عزت ہوتی تھی

دی ہے بھی اسکے مقابلہ میں کلام نہ لایا جانا اسکے اعجاز کی صریح دلیل ہے پھر ذلک الکتاب دوسرا جملہ ہے جو اعجاز کو خوب ثابت کرتا ہے یعنی دراصل
کتاب یہی ہے اور اسکے مقابلہ میں کالعدم ہیں معارض تو کیا پس ثابت ہو کہ یہ بڑی کامل کتاب ہے کیونکہ لاریب فیہ یہ تیسرا جملہ ہے جو اسکے کمال کی دلیل
ہے یعنی جسکو ذرا بھی فہم سلیم اور سلیقہ زبان عرب ہوگا وہ اسکی خوبیوں کو دیکھکر یقین لاویگا کوئی شبہ اسکو پیش نہ آویگا اور درحقیقت جو کتاب ایسے مضامین
کو متضمن ہو کہ اسمیں دانشمند اور صاحب فطرت سلیمہ کو کچھ شک نہو وہ کامل ہے بخلاف اُن کتابوں کے کہ جنمیں عناصر پرستی یا غلط نسب نامہ یا اور
خلاف عقل مضامین ہیں کہ جنکے قبول کرنے سے عقل انکار کرتی ہے وہ کامل نہیں نہ الہامی ہیں اور اسمیں کیوں شک نہیں اسلئے کہ ہدی للمتقین ہے
یہ چوتھا جملہ ہے یعنی جس کتاب سے لوگوں کو ہدایت ہوتی ہی اسمیں شک نہیں ہوتا کسلئے اگر شک ہو تو پھر وہ کتاب ہدایت کیونکر بخشتی بلکہ مشکوک کتابوں
کو تو پرہیزگار چھوتے بھی نہیں چہ جائیکہ انکا دستور العمل اور ہدایت نامہ ہو۔ اور ایک اور لطف بھی اس کلام میں ہے کہ اول جملہ دوسرے کے لئے دلیل بھی ہو جاتا ہے

تفسیر

سورۂ الحمد میں جبکہ ہدایت کے متعلق سب ضروری باتیں اجمالاً بیان ہو چکی تھیں تو اس سورہ میں اُن مضامین کی تفصیل کی گئی اور سب سے پیشتر قرآن مجید
کا کتاب الٰہی ہونا تین دلیلوں سے بیان کیا کیونکہ ہر ملت و مذہب کا مدار کتاب پر ہوتا ہے پس جس ملت و مذہب کی کتاب الہامی اور آسمانی ہے
وہ حق ہے ورنہ باطل ورنہ یوں تو ہر شخص اپنے مذہب کو خواہ وہ کیسا ہی خراب کیوں نہو حق ہی جانتا ہے ✦

دلیل اول الم ذلک الکتاب سے مستفاد ہوتی ہے تقریر اسکی یہ ہے۔ عرب میں اُس زمانہ میں کہ قرآن نازل ہو رہا تھا فصاحت بلاغت کا بڑا چرچا
تھا۔ ہر شخص اپنے عمدہ اشعار پر اِدعا رکھائے پھرتا تھا۔ اور معجزہ کی خوبی یہ ہے کہ جس امر میں لوگوں کو ملکہ ہو اور جسکے اسرار کما ینبغی وہ جانتے
ہوں اسمیں انکو ایسی بات دکھائی جائے کہ جو اُن سب کی قوت سے باہر ہو اور وہ عاجز ہو کر یہ جان لیوے کہ یہ اُس شخص کا کام ہے کہ جو ہماری جنس اور نوع سے
الگ ہے اور اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیماروں کا تندرست کرنا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ وہ معجزات دکھائے کہ جنہوں نے طب جالینوسی کو پست کر دیا
اور اسی لئے فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اژدہا دیکھکر جھٹ پٹ ایمان لائے اور چونکہ اس فن کے واقف کار تھے جلد سمجھ گئے
کہ یہ جادوگر کا کام نہیں بخلاف فرعون کے کہ وہ اناڑی نہ سمجھا پس اسلئے عرب کے سامنے فصاحت و بلاغت میں معجزہ ظاہر ہونا ضرور تھا سو خدا تعالیٰ نے
اس جملہ میں اعجاز کی طرف اشارہ فرمایا کہ ہمارا کلام بھی انہیں حروف سے مرکب ہے کہ جنسے تمہارا کلام مرکب ہوتا ہے اور جس طرح تمہاری کتابوں پر اطلاق
کتاب ہوتا ہے ہماری کتاب پر بھی پھر جب تم اسباب فصاحت و بلاغت میں بھی کم نہیں بلکہ مشاق ہو اور ایک کیا سب ملکر بھی ایسی کتاب نہیں
بنا سکتے تو جان لو کہ یہ تمہارے ہمجنس کا کلام نہیں۔ اس دلیل کو آگے قرآن میں تفصیل سے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ایک جگہ یوں فرمایا
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم الخ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا

دلیل دوم ۔ لَا رَيْبَ فِيهِ سے مستفاد ہے۔ اسکی تقریر یوں ہے۔ جو لوگ لطف زبان سے واقف نہیں اور حکیمانہ طور پر مضمون جانچنے
چاہتے تو وہ اسکے مطالب اور معانی کو بغور دیکھیں کہ وہ کیسے ہیں کیونکہ جس کتاب کے مطالب تمامہا میزان عقل میں وزنی ہوتے ہیں اُنکا

اعتبار ہے ورنہ نہیں۔ عقل خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو چشم حق بیں عطا ہوئی ہے اگرچہ یہاں عقل و وہم کی کشاکشی میں آکر پست ہوجاتی ہے تو الہام کی تائید سے مرتفع ہوتی ہے مگر ہر نیک و بد اور بُرے بھلے کا امتیاز اسی کے ہاتھ میں دیا گیا پس جن باتوں کو عقل سلیم رد کرے وہ مردود ہیں اور جنکو قبول کرے وہ مقبول ہیں اور اعلیٰ درجہ قبولیت کا عقل کے نزدیک یہ ہے کہ عقل اُن باتوں کا یقین کرلے اُسکو ریب و تردد نہ رہے نہ یہ کہ علی وجہ الظن والتقلید والشک تسلیم کرے سو یہ بات قرآن مجید کے مطالب کو حاصل ہے چنانچہ صدہا عیسائی محقق بھی اسبات کے مقر ہیں کہ محمد صلعم کے مذہب کی بنیاد ان باتوں پر ہے کہ جنکو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے نہ توہمات و خیالات فاسدہ پر۔ خلاصہ دلیل۔ قرآن کے مطالب سب عمدہ ہیں کہ عقل کو انمیں ریب و شک نہیں بلکہ انکو یقینی طور پر تسلیم کرتی ہے اور جس کتاب کے مضامین میں ریب و شک نہو الخ وہ منجانب اللہ ہے نتیجہ نکلا کہ قرآن بھی منجانب اللہ ہے۔ اس دلیل کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ الآیۃ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ؕ وغیرہا من الآیات جس طرح اول دلیل زبان دانوں کے لئے تھی یہ دلیل تمام لوگوں کے لئے ہے یہود و نصاریٰ ہنود و مجوس سب کو مفید ہے صغریٰ کا ثبوت محتاج دلیل نہیں جو چاہے قرآن کے مضامین کو ملاحظہ کرلے کوئی بات بھی ایسی نہ پاویگا کہ جسمیں عقل کو تردد ہو بخلاف وید اور دساتیر کے کہ اُنمیں عناصر اور کواکب پرستی کے وہ مضامین ہیں کہ جنسے دل ستلاتا ہے اور عقل کو نفرت آتی ہے اور لنگ پوجا اور مہا بگ (فرج) پوجا اور گائے پرستی پر تو اب دانشمند ہندو بھی ہنستے ہیں۔ اور توراۃ و انجیل و زبور موجودہ میں گو اصلی کتابوں کے صدہا الہامی مضامین مندرج ہیں مگر تاہم بہت سی وہ باتیں ہیں کہ جنمیں عقل کو ریب و تردد بلکہ صریح انکار ہے اناجیل و نامجات میں تو بقول پادری فنڈر صاحب تثلیث و الوہیت مسیح و کفارہ مذکور ہے کہ جسکو نہ آجتک کوئی عیسائی ثابت کرسکا نہ کریگا بلکہ انہیں لغو مضامین سے نفرت کرکے صدہا بلکہ لاکھوں عیسائی بالخصوص پروٹسٹنٹ فرانس اور جرمن اور انگلنڈ میں سخت ملحد ہوگئے چنانچہ مسٹر ڈراپر اپنی کتاب سفر جرمنی کے صفحہ (۴۰۹) میں لکھتا ہے کہ علم کلام کے جھگڑے میں عہد عتیق[1] کی سچائی اور اصلیت میں کلام ہوا رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ اسکے الہامی ہونیکا یقین جرمنی سے نکلگیا بعد ازاں عہد جدید[2] میں گفتگو شروع ہوئی۔ یہانتک کہ یہ بعد دیگرے سب کو غیر الہامی سمجھا بلکہ بہت سے علماء جرمن تو انکو بُرا سمجھنے لگے اور انکو محض تاریخ کی کتاب سمجھنے لگے اور ارسطو اور افلاطون سے زیادہ حضرت مسیح کو نہ سمجھنے لگے یہ الحاد فرانسیسوں کے الحاد سے بھی کہ جو اٹھارویں صدی میں پھیلا سبقت لیگیا جب لوگوں نے دیکھا کہ پادری لوگ بھی ملحد ہوگئے تو اُنہوں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا انتہیٰ ملخصاً انہیں کی تقلید سے ہندوستان میں بھی بعض کوتاہ عقلوں نے اصول الحاد کو رواج دیا اور کتاب یشوع میں آفتاب کا ٹھیرا رہنا اور توراۃ میں لوط علیہ السلام کا اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا اور خدا کا آدم کو پیدا کرکے نادم ہونا وغیر ذلک بہت سی خلاف عقل باتیں ہیں خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ اور انبیاء اور عبادت اور عالم آخرت اور دنیا کے متعلق وغیرہ مضامین قرآن کے مقابلہ میں جو کوئی عہد عتیق و جدید کو دیکھیگا تو ضرور اسبات کا یقین کریگا کہ قرآن کتاب الٰہی ہے اور یہی کتاب ہے لاریب فیہ۔ گبن صاحب کہ جو انگلستان کا بڑا مشہور مؤرخ و متعصب ہے اپنی تاریخ میں لکھتا ہے محمد کا مذہب شکوک و شبہات سے پاک ہے۔ مکہ کے پیغمبر نے بتوں اور انسانوں اور ستاروں کی

---

[1] توراۃ و زبور و دیگر صحائف انبیاء علیہم السلام ۱۲ منہ [2] چاروں انجیل اور حواریوں کے نامجات وغیرہ ۱۲ منہ

پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا کہ جو شے طلوع ہوتی ہے غروب ہو جاتی ہے اور جو حادث ہے وہ فانی ہے اور جو قابل زوال ہے وہ معدوم ہو جاتی ہے الخ ان بڑے بڑے حقایق کو پیغمبر نے مشہور کیا الخ ایک حکیم جو خدا تعالیٰ کے وجود اور اُسکی صفات پر یقین رکھتا ہو وہ مسلمانوں کے عقائد مذکورہ بالا کو کہہ سکتا ہے کہ وہ عقائد ہمارے ادراک موجود اور قوی عقلی سے بڑھکر ہے الخ وہ اصل کہ جسکی بنا عقل اور وحی پر ہے محمد کی شہادت سے استحکام کو پہنچی الخ انتہی ملخصاً۔ اور **سیل** صاحب نے ترجمۂ قرآن کے دیباچہ میں باوجود سخت تعصب کے اقرار کرتا ہے کہ تھوڑے سے دنوں میں جو محمد صلعم کا دین شرقاً غرباً روے زمین پر پھیل گیا اسکی وجہ یہ تھی کہ اس مذہب کے جملہ امور وہ ہیں کہ جنکو عقل بہت جلد تسلیم کرتی ہے جو لوگ تلوار کے زور سے اس دین کا پھیلنا خیال کرتے ہیں وہ بڑی غلطی میں ہیں انتہی ملخصاً۔ کبریٰ مسلم الکل ہے +

سوال بہت سے لوگوں کو قرآن میں ریب (شک) تھا اور اب بھی ہے اور جو کسیکو نہوتا تو تمام لوگ اہل اسلام ہی نہو جاتے پھر مطلقاً یہ کہنا کہ اسمیں کوئی شک نہیں کسطرح صحیح ہو سکتا ہے؟ **جواب** انکار اور تکذیب اور چیز ہے اور شک و تردد اور چیز ہے بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ انکا یقین کامل ہوتا ہے مگر کسی خاص سبب سے متعصب اور معاند لوگ ضد میں یا رسوم اور قوم کی پابندی میں آکر انکار کر دیتے ہیں اور ہٹ دھرمی سے نہیں مانتے سو یہ اور بات ہے ہم اسکی نفی نہیں کرتے ہاں کسی صاحب عقل سلیم کو قرآن کے مطالب میں بعد تامل کے شک نہوگا اور جو کبھی ہوا بھی تو وہ اسکے قصور فہم سے ہوگا خلاصہ یہ کہ قرآن بلحاظ وضاحت دلائل محل ریب نہیں جس طرح عام محاورہ میں سچی بات کی نسبت کہہ دیتے ہیں کہ اسمیں کچھ شک نہیں گو مخاطب کو شک ہو مگر بلحاظ وضاحت قرائن و دلائل مزیل شک اُس شک کو کالعدم قرار دیکر نفی کر دیتے ہیں بعض[۱] لوگ اسبات کو نہ سمجھے تو تفسیر میں غلطی کے مرتکب ہوے

دلیل سوم - ہدی للمتقین سے ستفاد ہے تقریر اسکی یہ ہے - کتاب آسمانی ہونیکی بڑی علامت اور سچی نشانی یہ ہے کہ وہ ایسا اثر رکھتے ہو کہ مقناطیس کی طرح دلوں کو ہدایت کی طرف کھینچے اور نیک چلنی اور توحید کی طرف رہنمائی کرے یہ کبریٰ مسلم ہے اور یہ صغریٰ کہ قرآن لوگوں کو ان امور کی طرف ہادی کرتا ہے بدیہی ہے کیونکہ تیئیس برس کے عرصہ میں جسقدر قرآن نے خلق خدا کے دلوں کو ہدایت کی طرف کھینچا اسقدر ہزار برس میں بھی تورات و انجیل سے وہ اثر نہ بخشا عرب کی جو حالت کہ نزول قرآن سے پہلے تھی دنیا کی تمام خراب حالتوں سے بڑھکر تھی بت پرستی اور رہزنی اور چوری اور خونریزی اور باہمی بیہودہ تفاخر اور جہالت اور اُسکے ساتھ ذلت جسقدر عرب کو حاصل تھی کسی قوم کو نہ تھی پھر تھوڑے سے دنوں میں قرآن نے عرب کو کایا پلٹ کر دیا ہر ایک عرب جو پیشتر ہر طرح کی برائی اور اخلاق رذیلہ کا مجمع تھا قرآن کی برکت سے اخلاق حمیدہ اور تمام خوبیوں کا سرچشمہ ہو گیا اسبات کے بھی تمام مؤرخین مقر ہیں - تورات نے تو بنی اسرائیل پر بہت کم اثر کیا حضرت موسےٰ علیہ السلام کے چند روز غائب ہوتے ہی بقول اہل کتاب بنی اسرائیل کے

---

[۱] نیچر مفسر اپنی کتاب کے صفحہ ۲۸ میں لکھتے ہیں قولہ ما اوردہ (یعنی مناسب) معنی یہ ہیں کہ اس کتاب کے پرہیزگاروں یعنی ایمان والوں کے لئے ہادی ہونے میں کچھ شک نہیں الخ اگر یہ معنی تسلیم کئے جائیں تو ہدی کا لفظ بدل ہے ضمیر مجرور سے جو فیہ میں ہے اور جار مجرور ثابت یا کائن سے متعلق ہوکر لا نفی جنس کی خبر ہوئی یعنی لاریب فی کونہ ہادیا للمتقین الخ۔ خانصاحب بہادر نے کمال کیا ہے تھوڑی سی عبارت میں کسقدر غلطیوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا ہے (اول) یہ کہ ہنوز وہ بات باقی رہی کہ کسکو شک نہیں منکر پھر یہ کہہ سکتا ہے کہ ہمکو اس کتاب کے پرہیزگاروں کے لئے ہادی ہونے میں شک ہے پھر کیا نئی بات پیدا ہوئی (دوم) اگر فیہ کی ضمیر سے ہدی کو بدل کہیں گے تو ہدی کو مجرور کہنا پڑیگا۔ حالانکہ آجتک کسی نے [illegible] نہیں کہا (سوم) فی کونہ کے متعلق قرار دیکر اور بدل کونہ ہادیا کہنا صحیح نہیں کیونکہ کونہ ہادیا صفت ہے اور قرآن ذات یا موصوف اور بدل عارض کا معروض سے [illegible] ہے کونہ ہادیا کو بدل ڈالا تو فی کو ریب سے متعلق کرنا پڑا (پنجم) یہ توجیہ اخو چونکہ عام قدما کے مقابلہ میں ہے اسمیں کوئی نکتہ ہونا ضرور تھا ورنہ بغیر وجہ [illegible]

مشائخ تو برطرف بقول یہود خود حضرت ہارون عم نے جو خدا کے خیمہ کے امام تھے بچھڑا بنا کر پوجا اور حضرت موسےٰ کے دم اخیر تک کیسی کیسی سرکشیاں بنی اسرائیل کرتے رہی اور بقول ولیم میور صاحب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کے ایمان کا کچھ ٹھیک تھا اُنکے سست ایمان دنیا کی طمع اور سلطنت کے لالچ سے تھی ۔ اور سب سے بڑی حواری شمعون پطرس نے کہ جنکے ہاتھ سے بقول نصاریٰ صدہا معجزات سرزد ہوئے تھے سختی کے وقت حضرت مسیح سے وہ بیوفائی کی کہ آشنائی سے بھی انکار کردیا اور یہودا اسکریوطی نے تو اپنے آقا حضرت مسیح کو تھوڑے سے روپے لیکر گرفتار کرادیا اور پھر چند روز بعد صلیب پرستی اور اور خرابیاں جو کچھ عیسوی مذہب پر پڑیں اُنکی ابتک بھی اصلاح نہیں ہوئی ۔ اب انصاف کرنا چاہیے کہ کونسے کتاب سے دنیا میں زیادہ ہدایت پھیلی پھر جس کتاب نے اپنا آسمانی ہونا عالم کو مشاہدہ کرادیا ہو اُسکو آسمانی کتاب نہ کہا جاوے اور اپنی تقویم کہنہ کو خدائی قانون کہا جاوے بڑی ناانصافی ہے ۔ اس دلیل کی طرف قرآن میں بیشمار جگہ اشارہ ہے جیساکہ اِنَّ ہٰذَا الْقُرْاٰنَ یَہْدِیْ لِلَّتِیْ ہِیَ اَقْوَمُ وغیرہا من الآیات ؛

واضح ہو

کہ ان تینوں دلیلوں میں باہم ایک عجیب مناسبت طبعی ہے ۔ دلیل اول جو فصاحت و بلاغت سے متعلق ہے یہ چاہتی تھی کہ اُسکو مقدم کیا جاوے کیونکہ سب سے پیشتر عرب کا ایمان لانا مقصود تھا کہ جنکے ذریعہ سے تمام عالم میں ہدایت پھیلی اور وہ فصاحت و بلاغت سے جلد تر ایمان لاسکتے تھے چنانچہ لائے اسکے بعد کلام کو بلند کیا اور معانی کی طرف رجوع کرکے اور لوگوں کا بھی اطمینان کردیا وہ دوسری دلیل سے حاصل ہوا مگر یہانتک منکر کو کسیقدر چون وچرا کرنے کی مجال باقی تھی وہ کہہ سکتا تھا کہ جہل مرکب کی صورت میں بھی ریب نہیں اور اسی لئے ہر فریق اپنی کتاب کو خواہ وہ کیسی ہی غلط کیوں نہو مشکوک نہیں جانتا ۔ گو یہ شبہ بالکل بے بنیاد تھا مگر اسکے بعد خدا تعالیٰ نے وہ برہان قائم کی کہ گویا مشاہدہ کرکے دکھا دیا کہ غور کرو جو کوئی خوشنویس اپنی خوشنویسی کا دعویٰ کرے اور کچھ لکھکے بھی دکھا دے یا کوئی پہلوان زور کا دعویٰ کرکے کسی درخت کو گرادے پھر کوئی دانشمند اُسکے خوشنویس اور اسکے پہلوان ہونے میں شک کریگا اسی طرح جب قرآن نے اپنا وہ اثر کہ جو کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے دکھا دیا تو اب کونسا شبہ باقی رہگیا اب اسکی کتاب الٰہی ہونے میں شبہ کرنا سکندر کی فوج اور ملک اور جاہ و حشم دیکھکر بادشاہ ہونیکا انکار کرنا ہے سو ایسے لوگ ازلی بدبخت ہیں وہ بہرے اور اندھے اور گونگے ہیں اُنکے دلوں پر مُہر ہے اُنکے لئے قرآن نافع نہیں ؛

نکات

| ۱ | الم ۔ یہ اور اس قسم کے جسقدر حروف سورتوں کے اول میں آئے ہیں انکو حروف مقطعات کہتے ہیں علماء کا ایک گروہ تو یہ کہتا ہے کہ یہ منجملہ متشابہات کے ہیں کہ جنکو خدا تعالیٰ اور اسکا رسول ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا چنانچہ ابوبکر صدیق رض نے فرمایا ہے کہ ہر کتاب میں ایک سر ہوتا ہے اور قرآن میں اُسکا سر اوائل سور ہیں اور حضرت علی رض نے فرمایا کہ ہر کتاب میں ایک خاص بات ہوتی ہے اور قرآن میں خاص بات حروف تہجی ہیں (تفسیر کبیر) کس لئے کہ جسطرح خفاش نور شمس کے آگے خیرہ ہوجاتی ہے اسی طرح اعلیٰ چیزوں کے انوار کے مقابلہ میں

عقل کی آنکھیں بند کیا جاتی ہیں۔ پھر قرآن میں نازل کرنے سے صرف امتحان علماء مقصود ہوتا ہے کہ آیا کہیں عقل کو نقل کے مطیع بھی بناتے یا نہیں۔ ایک جم غفیر اہل علم کا یہ کہنا ہے کہ انکے معانی معلوم اور عند الخلق مفہوم ہیں اور اسپر بہت سے دلائل عقلیہ و نقلیہ پیش کرتے ہیں لیکن اس فریق کے تعیین معانی میں چند قول ہیں (۱) یہ کہ یہ حروف اُن سورتوں کے نام ہیں کہ جنکی ابتدا میں یہ وارد ہیں اور قدیم عرب بھی حروف تہجی بعض چیزوں کے نام رکھا کرتے تھے جیسا الف کو عین اور بادل کو غین اور مچھلی کو نون اور ایک پہاڑ کو قاف کہتے تھے۔ سورتوں کا ایسے حروف سے نام رکھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارا کلام بھی اُنہیں حروف سے مرکب ہے کہ جنسے تمہارا پھر تم اسکی مثل کیوں نہیں بناتے (۲) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں تبرکاً انکو اوائل سور میں ذکر کر دیا ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ وہ دعا میں یا کہیعص یا حمعسق کہتے تھے (۳) یہ کہ اسماء آلہی کے اجزاء ہیں سعید بن جبیر کہتے تھے الرحمٰن کا مجموعہ الرحمن ہے لیکن اور حروف کی ترکیب دینے پر ہم قادر نہیں (۴) یہ کہ قرآن مجید کے نام مراد ہیں کلبی اور سدی اور قتادہ کا یہ قول ہے (۵) یہ کہ انسے کوئی صفت یا اسم آلہی یا کوئی اور رمز خاص مراد ہے اور اختصار کے طور پر ایک حرف سے اُس رمز کی طرف اشارہ کر دیا ہے چنانچہ بعض عرب کے اشعار سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے ؎ قلت لها قفی فقالت لی قاف لا تحسبی انا نسینا الایجاف۔ قلت لها قفی فقالت لی قاف یعنی میں نے اس معشوقہ سے یہ کہا کہ تو یہ خیال نہ کیجو کہ ہم اونٹ دوڑانا بھول گئے میں نے اسکو کہا کہ ٹھیر جا پس اسنے کہا ٹھیر گئی۔ دیکھئے قاف وقفت کا مختصر ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ الف سے مراد آلاء اللہ یعنی خدا کی نعمتیں مراد ہیں اور لام سے لطف اور میم سے مالک مراد ہے یعنی اُسکے ملک میں جسقدر نعمتیں پائی جاتی ہیں یہ سب اسکے لطف و کرم کا صدقہ ہے منجملہ ان نعمتوں کے قرآن ہے وہ بھی اسکے لطف سے بندوں کی بھلائی اور سعادت کیلئے نازل ہوا ہے۔ اور اُنہیں سے یہ بھی منقول ہے کہ الف سے مراد اللہ اور لام سے مراد جبرئیل اور میم سے مراد محمد ہیں یعنی یہ قرآن خدا کی طرف سے بواسطہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ اور اسی طرح اور بھی توجیہات علماء کی حروف مقطعات میں منقول ہیں چنانچہ بعض نے فرمایا کہ الف اقصےٰ حلق سے کہ جو ابتدا مخارج ہے اور لام کنارۂ زبان سے کہ جو وسط مخارج ہے اور میم ہونٹوں سے کہ جو اخیر مخارج ہے نکلتا ہے جس سے اسبات کی طرف اشارہ ہوا کہ بندوں کے اول کلام اور وسط کلام اور آخر کلام میں کر آلہی ہونا چاہئے یعنی ہر حال میں اسکو یاد رکھے (۶) یہ کہ محض خبردار کرنے کے لئے اور اسبات کے لئے کہ ایک کلام تمام ہو کر دوسرا شروع ہوتا ہے یہ حروف بولے گئے ہیں اور قدیم عرب بھی اپنے خطبات میں اکثر ایسا کرتے تھے یہ قطرب کا قول ہے (۷) یہ کہ بحساب ابجد ان سے قوموں کے زمانہ حکومت اور دولت و سلطنت اور بقاء عزت کی طرف اشارہ ہے ابوالعالیہ کا یہی قول ہے کس لئے کہ جب بعض یہود نے آنحضرت سے الم سُنا تو اکہتر برس حساب لگا کر یہ کہا کہ جس دین کی یہ تھوڑی مدت ہو اسمیں ہم کس طرح داخل ہو دیں اسپر آنحضرت علیہ السلام نے تبسم کیا اُس یہودی نے پوچھا کہ کیا اسکے سوا کچھ اور بھی ہے آپنے فرمایا ہاں المص الٓمر تب اُس نے سنکر کہا کہ اب ہمکو اشتباہ میں ڈالدیا کوئی بات ہم معین نہیں کر سکتے (رواہ البخاری فی تاریخہ) جو لوگ انکو سورتوں کے نام کہتے ہیں وہ ایک عمدہ بات کہتے ہیں وہ یہ کہ اسم (نام) کو اپنے مسمّٰی سے ضرور ایک مناسبت ہوتی ہے (چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اسکو بڑی تفصیل سے ثابت کیا ہے) پس ان حروف کو اپنے معانی سے ایک مناسبت خاصہ ہے گویا کہ یہ اُنکے مضامین کی فہرست ہیں مثلاً

الف (ہمزہ) اور ہائے دونوں غیب کے لئے مقرر ہوئے ہیں صرف یہ فرق ہے کہ ہا اس عالم کے غائب میں اور ہمزہ عالم مجرد کے غیب میں مستعمل ہوتی ہے
اسی لئے استفہام کے وقت آ و آم کہتے ہیں اور عطف کے وقت آو کیونکہ جس بات کو پوچھتے ہیں وہ بہ نسبت متعین کے غائب ہے اور اسی طرح جس میں دو
ہے وہ بھی غیب ہے اور لام کو تعین کے لئے استعمال کرتے ہیں اور اسی لئے تعریف کے وقت لام زیادہ کر دیتے ہیں اور رجل کو الرجل بولتے ہیں
اور میم چونکہ دونوں لبوں کے ملنے سے ادا ہوتا ہے تو اسکو ہیولائی تدس پر استعمال کیا گیا کہ جسمیں حقائق اشیاء مجتمع ہیں اور عالم تجرد سے تقید
اور تحیز کے قید خانہ میں بند ہیں۔ پس الم سے فیض مجرد مراد ہے کہ جو عالم تحیز میں آیا اور بندوں کے علوم اور عادات کے موافق متعین ہوا
اور پھر اُس نے بندوں کے سخت دلوں کو نصیحت سے نرم کیا اور بُرے کاموں پر نادم اور صاحب شرم کیا اور وہ کیا ہے؟ یہ سورہ بقرہ۔
پس الم اجمالاً تمام سورۂ بقرہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ سورہ گویا ان تین حروف کی تفسیر ہے اور یہی حال اور حروف کا ہے +

۲ ان حروف کے لانے میں ایک عجیب صنعت ملحوظ ہے کہ جو بڑے بڑے فصحاء و بلغاء مشاق سخن کے قدرت سے باہر ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ
یہ بشر کا کلام نہیں بالخصوص اس شخص کا کہ جس نے کبھی نہ مشاعرہ کا دروازہ دیکھا ہو نہ کبھی شعر و سخن کی طرف متوجہ ہوا ہو بلکہ علوم رسمیہ سے بھی محفوظ
برطرف ہو۔ اور وہ صنعت یہ ہے کہ یہ حروف جو اوائل سور میں آئے ہیں کل چودہ حرف ہیں کہ جو تمام حروف تہجی کے [illegible] نصف ہیں [illegible]
کیا جاوے نصف ہیں [illegible] ذکر کیا پھر ان حروف کے لانے میں ایک اور عجیب رعایت رکھی ہے
کہ جسقدر حروف کی اقسام ہیں ان میں سے نصف ان حروف میں موجود ہیں۔ دیکھئے تقسیم اول حروف کی یہ ہے۔ کل حروف مہموسہ ہیں یا مجہورہ ہیں
مہموسہ دس ہیں حٓ ثٓ شٓ خٓ ثٓ کٓ خٓ شٓ تٓ وٓ انمیں سے پانچ حٓ ہٓ صٓ سٓ کٓ قرآن کے مقطعات میں موجود ہیں۔ اور
باقی اٹھارہ حرف مجہورہ ہیں انمیں سے بھی نو حرف ان حروف مقطعات میں موجود ہیں اور وہ نو یہ ہیں لام نون یا قاف طا عین ہمزہ میم را
اور اسی طرح کل حروف دو قسم ہیں یا شدیدہ کہ سختی آواز پیدا کرتے ہیں یا رخوہ۔ پس شدیدہ آٹھ حرف ہیں ہمزہ جیم دال تا طا با قاف کاف۔
انمیں سے نصف چار حروف مقطعات میں موجود ہیں یعنی ہمزہ قاف طا کاف اور باقی رخوہ جو بیس ہیں انمیں سے نصف دس مقطعات میں موجود
ہیں اور وہ دس یہ ہیں حٓ مٓ سٓ عٓ لٓ ہٓ یٓ نٓ صٓ رٓ ہٓ اسی طرح حروف کی دو قسم ہیں یا مطبقہ کہ انکے ادا کے وقت زبان تالو میں لگجاتی
اور زبان اور اسکے محاذات میں آواز رک کر نکلتی ہے اور یا منفتحہ کہ جنکے ادا کے وقت یہ بات پیدا نہیں ہوتی۔ پس مطبقہ چار ہیں صٓ طٓ ضٓ ظٓ
انمیں سے نصف صٓ اور طٓ حروف مقطعات میں موجود ہیں اور اسی طرح باقی منفتحہ جو بیس ہیں انمیں سے نصف بارہ قرآن کے اوائل میں موجود
ہیں۔ اور حروف قلقلہ کہ جنکے ادا کے وقت زبان میں اضطراب پیدا ہوتا ہے پانچ ہیں قٓ دٓ طٓ بٓ جٓ انمیں سے دو کو ذکر کیا طٓ اور قٓ کو

۵۱ یہ ایک بڑی مہارت فن کی بات ہے کہ الف کو کبھی حروف میں شمار کیا اور کبھی نہیں کیا تاکہ معلوم ہو کہ الف اور ہمزہ ایک ہی چیز ہے اور یہ لفظی فرق ہے تو صرف حرکت کا
ہے ۱۲ منہ ۵۲ مہموسہ جو نرمی سے ادا ہوتے ہیں اور مجہورہ ملنے کے برخلاف ۱۲ منہ ۵۳ یہاں سے آپکو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو لوگ قرآن میں ضٓ کو ظ پڑھتے ہیں
اور کتب قرأت سے دلیل لاتے ہیں کہ ضٓ کو ظ کے مشابہ نکالے محض غلطی کرتے ہیں مشابہت صرف وصف اطباق میں ہے سو وہ صٓ اور طٓ کے ساتھ بھی ہے پھر کوئی
ضٓ کو قٓ یا طٓ پڑھ سکتا ہے؟ عرب میں اب تک کوئی اس طرح نہیں پڑھتا یہ صرف ایران کے شیعہ کی تقلید ہے + ۱۲ منہ

تاکہ نصف اقل لینے میں اس طرف اشارہ ہوجائے کہ یہ حروف کمتر مستعمل ہوتے ہیں۔ اور حروف لینتین دو ہیں واؤ اور یا انمیں سے ی کو لیا کیونکہ اسکا ثقل کم ہے۔ اور حروف مستعلیہ کہ جنسے زبان حنک اعلیٰ میں چڑھ جاتی ہے) سات ہیں قؔ صؔ طؔ خؔ غؔ ضؔ ظا انمیں سے نصف اقل قؔ صؔ طؔ قرآن کے مقطعات میں موجود ہیں اور باقی جو حروف ہیں وہ منخفضہ ہیں سو وہ اکیس حرف ہیں انمیں سے گیارہ نصف اکثر کو لیا اور اسی طرح حروف بدل اور حروف مدغمہ میں بھی یہی رعایت رکھی۔ پھر اور لطف ہے کہ ان مقطعات کو تین جگہ مفرد لایا گیا اور وہ یہ ہیں صٓ سورۂ صاد کے اول میں اور قٓ سورۂ قاف کے اول میں اور نٓ سورۂ نون کے اول میں تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہوجاوے کہ حروف مفرد اسم فعل حرف تینوں جگہ پائی جاتی ہیں اسم جیسا کہ کاف خطاب اور فعل قِ اور لِ کہ وقی یقی اور ولی یلی کا امر ہے اور حرف جیسا کہ ہاے جر اور کاف تشبیہ پھر دو دو کرکے آئے ہیں طٰہٰ طٰسٓ یٰسٓ حٰمٓ تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہوجائے کہ دو کا مجموعہ حرف میں بغیر حذف ہوتا ہے جیسا کہ بل اور فعل میں بحذف ہوتا ہے جیسا کہ قل اور اسم میں دونوں طرح سے ہوتا ہے بغیر حذف جیسا کہ مَن اور بحذف جیسا کہ دم۔ پھر ان دو دو کے مجموعہ کو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات معلوم ہوجائے کہ یہ دو کا مجموعہ اسم فعل حرف میں فتح ضمہ کسرہ سے پایا جاتا ہے اسم میں جیسا کہ [illegible] اور فعل میں جیسا کہ قُل شِج خَفْ اور حرف میں جیسا کہ اَن مُنْ مُذْ اور تین تین کے مجموعہ کو کہ وہ الٓمٓ الٓرٰ طٰسٓمٓ ہے تیرہ سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہوجائے کہ جو اوزان ثلاثی مجرد کے زبان عرب میں مستعمل ہیں زیادہ ہین تیرہ ہیں۔ انمیں سے دس اسم ثلاثی کے ہیں جیسا کہ فَلس فَرَس کَتِف عَضُد حِبر عِنَب اِبِل قُفل صُرَد عُنُق اور تین فعل ماضی کے ہیں نصر و علم شرف اور چار کے مجموعہ کو کہ جو الٓمٓرٰ و الٓمٓصٓ ہے اور اسی طرح پانچ کے مجموعہ کو کہ جو کٓھٰیٰعٓصٓ اور حٰمٓ عٓسٓقٓ ہے دو دو سورتوں کے اول میں ذکر کیا تاکہ یہ بات سمجھی جاوے کہ رباعی اور خماسی کے دو وزن ہیں ایک اصلی جیسا کہ جعفر و سفرجل اور ایک ملحق جیسا کہ قردد و جحنفل۔ اور اسی نکتہ کے لئے ان حروف کو ایک جگہ جمع نہیں کیا بلکہ انتیس سورتوں کے اول میں لایا۔

۳ زبان عرب میں لفظ ذٰلک سے اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو دور ہوتی ہے جسطرح ہٰذا سے نزدیک کی چیز کی طرف اشارہ ہوتا ہے پس اس مقام پر خدا تعالیٰ نے ہٰذا الکتاب نہ فرمایا بلکہ ذٰلک کہا اس میں اس کتاب یعنی قرآن کی عزت و عظمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب اعلیٰ درجہ میں کوئی شے ہوتی ہے اور کمال کے اخیر درجہ پر جا پہنچتی ہے تو اس اعتبار سے وہ دور اور نہایت بلند متصور ہو کر ذٰلک سے اسکی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۴ الکتاب میں جو الف لام ہے اس سے وہ کتاب مراد ہے کہ جسکا پہلے انبیا علیہم السلام کی معرفت وعدہ کیا گیا تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے خدا مجھ سا نبی برپا کریگا اور اسکے منہ میں اپنا کلام ڈالیگا (یعنی کتاب اسپر نازل کریگا) توراۃ سفر استثنا باب ۱۸ یعنی قرآن۔ لفظ کتاب مصدر ہے مبالغۃً مکتوب پر اطلاق ہوتا ہے یا فعال ہے جو مفعول کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ لباس ملبوس کو کہتے ہیں پھر جو عبارت کہ ذہن میں مرتب ہو اسپر بھی لکھے جانے سے پیشتر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اس لحاظ سے کہ لکھے جانے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی لحاظ

---

۵ سورۂ طٰہٰ و ق و ص و یٰسٓ و مومن و حٰمٓ سجدہ و زخرف و دخان و جاثیہ و احقاف ۱۲ منہ — سورۂ بقرہ و آل عمران و یوسف و ہود و یونس و ابراہیم و حجر و شعراء و قصص و عنکبوت و روم و لقمان و سجدہ ۱۲ منہ

گو قرآن اُسوقت لکھا نہ گیا تھا اُسپر لفظ کتاب کا اطلاق ہوا + اور لغت میں کُتب کے معنی جمع کے ہیں اور اسی لئے فوج کو کتیبہ بولتے ہیں کہ اُس میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور عرف شرع میں کتاب سے مطلقاً قرآن مجید مراد ہوتا ہے +

٥ متقین کے لئے خدا نے اِس کتاب کو ہدایت فرمایا حالانکہ قرآن کی خوبی یہ تھی کہ سب کے لئے ہدایت ہوتا اور خود ایک جگہ فرمایا ہے تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیراً - بلکہ متقین تو ہدایت پاچکے اُنکے لئے ہدایت کی کیا ضرورت تھی اب اُنکے لئے قرآن کا ہدایت بنانا تحصیل حاصل ہے اسکا **جواب** یہ ہے کہ اسمیں ایک عجیب نکتہ ہے کہ جو اعجاز قرآن کے لئے شاہد عدل ہے اور وہ یہ کہ متقین سے مراد عام مکلفین ہیں مگر دو وجہ سے بلفظ متقین اُنکو تعبیر کیا **ایک** یہ کہ تفاول مقصود ہے جس طرح کسی مبتدی طالب العلم کو اِس لحاظ سے کہ یہ آئندہ عالم ہونیوالا ہے مولوی کہدیتے ہیں اسی طرح قرآن کی طرف متوجہ ہونے والے کو باعتبار مایؤل متقی کہدیا کہ جس سے یہ بات جتلادی کہ آخر کار قرآن کی طرف متوجہ ہونیکا نتیجہ متقی ہونا ہے بخلاف اور کتب واہیہ کے کہ اُنسے یہ نتیجہ حاصل ہونیکی امید ہی نہیں پس گویا کہ اس لفظ سے قرآن کا اثر اور نتیجہ جتلاکر طالب کو خوشخبری اور مژدہ دینا ہے سو یہ بات ہدًی للناس میں حاصل نہوتی - **دوسرے** یہ کہ گو ہر شخص کا نفع اور سعادت اِس کتاب سے متصور ہے مگر دراصل اس سے وہی فائدہ اُٹھاتے ہیں کہ جو ازلی استعداد اور صلاحیت رکھتے ہیں اور جو بدبخت ازلی ہیں اور ازل میں اُنکی روح پر نور الٰہی کا کوئی ذرہ بھی نہ پڑا تو وہ اس سے محروم ہیں - پس اس لفظ متقین سے اِس طرف اشارہ کردیا کہ جو بدبخت ازلی ہیں نہیں مانتے اور اسمیں نکتہ چینیاں کرتے ہیں سو اِس کتاب کا قصور نہیں بلکہ اُنکی استعداد میں فتور ہے کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس + شمشیر نیک آہن بد چوں کند کسے - ناکس بتربیت نشود اے حکیم کس + اب نہ قرآن کی خوبی میں کچھ فرق آیا نہ تحصیل حاصل لازم آئی ہے

واضح ہو

کہ تقویٰ کہ جسکی اصل وقایہ (یعنی نہایت محفوظ رکھنا) ہے عرف شرع میں اُن چیزوں سے اپنے تئیں محفوظ رکھنا ہے کہ جو اسکو آخرت میں مضر ہیں اور اسکے تین مرتبہ ہیں (**اول**) عذاب دائمی سے محفوظ رکھنا اور شرک و کفر کو عمل میں نہ لانا ہے پس اس لحاظ سے ہر مسلمان کو خواہ وہ کیسا ہی ہو متقی کہہ سکتے ہیں چنانچہ اس آیت میں اسی تقویٰ کی طرف اشارہ ہے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى یعنی کلمۂ توحید - (**دوسرا**) ہر گناہ سے بچنا اور اسکے وبال سے محفوظ رکھنا اکثر کے نزدیک کبائر سے جو پرہیز کریگا متقی شمار ہوگا اور بعض کہتے ہیں کبائر صغائر جبتک سب سے پرہیز نکریگا شرع میں اُسپر لفظ متقی نہ بولا جاویگا اور اس آیت میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا (**تیسرا مرتبہ**) یہ ہے کہ سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسیکا خیال بھی دل میں نہ آوے جمیع خطرات اور خیالات سے آئینہ دل کو صاف کرکے ہمہ تن جمال جہاں آرا میں محو اور مشغول ہوجاوے اور یہ تقویٰ حقیقی ہے - اِس مرتبہ کے متقی صرف انبیاء و اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور یہ تقویٰ قرآن میں اکثر جگہ مذکور ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہے وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا کہ سب سے ٹوٹ کر اُسکی طرف آ اور ہدًی للمتقین میں بھی تینوں طرح کے تقوے مراد ہیں +

فوائد

امام احمد و ترمذی وغیرہا محدثین نے عطیہ سعدی سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ کو مرتبۂ تقویٰ جب نصیب ہوتا ہے کہ جبتک تمام اُن چیزوں کو کہ جن میں خطرۂ شرعی ہے ترک کرتا ہے اس خوف سے کہ مبادا حرام میں گرفتار ہو جائے۔ اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التقویٰ میں حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ متقیوں کے ساتھ جبتک تقویٰ رہتا ہے کہ جبتک وہ حرام کے خوف سے بہت سی حلال چیزوں سے دست کش رہتے ہیں۔ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں میمون بن مہران سے روایت کیا ہے کہ کوئی شخص بغیر اسباب کے متقی نہیں ہو سکتا کہ ہر روز اپنے نفس سے ایسا سخت حساب نہ لے کہ جیسا شریک سے لیتے ہیں کہ تیرا یہ کھانا کہاں سے ہے اور یہ پینا کہاں سے اور یہ لباس کہاں سے آیا حلال سے ہے یا حرام سے۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں تقویٰ کے بہت سے فضائل اور بڑی تاکید آئی ہے اور اس میں سر یہ ہے کہ جس طرح امراض جسمانی میں پرہیز نہایت نافع ہوتا ہے اور بدپرہیزی کا اثر جسم پر فوراً ظاہر ہوتا ہے اسی طرح انسان کے اعمال اور اقوال و اعتقادات کا اثر اُس کی روح پر پہنچتا ہے اور جسقدر اخلاق اور اعمال بُرے ہیں وہ رُوح کو امراض میں مبتلا کرتے ہیں جن سے مرنے کے بعد سخت تکلیف ہوتی ہے +

اِسلام

کا ایک زندہ اُصول تقویٰ بھی ہے کہ جس سے اُسکو جمیع مذاہب پر شرف ہے رضاء بالقضاء اور شکر نعماء اور اطاعت احکام قرآن اور ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہنا۔ کبائر و صغائر تو کیا مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا الغرض زبان اور دل اور ہاتھ پاؤں کو خدا کے حکم کی موافق صرف کرنا جو اصول تقویٰ ہیں اسلام نے طرح طرح سے تعلیم فرمایا ہے جس کا اثر اسلامیوں پر یہ ہوا کہ غیر محرم عورت کو دیکھنا اور بے فائدہ بات مُنہ سے بولنا بھی دل کی سیاہ کرنیوالی چیزوں میں شمار کیا گیا۔ افسوس آجکل یورپ کے الحاد کا اثر بعض بے دینوں کی وجہ سے ہندوستان کے اہل اسلام میں بھی نمودار ہونے لگا۔ اِسوقت نوتعلیم یافتہ عبادت ریاضت تقویٰ و طہارت کی باتوں پر قہقہے اُڑاتے ہیں جس کا اثر بے برکتی اور تاریکی در و دیوار سے نمایاں ہے الٰہی ہم اہل اسلام کو (کہ جن کی آنکھوں میں دارِ آخرت کے مقابلہ میں سلطنت سکندر بھی ناچیز ہے کسی سلطنت کی دین برباد کرکے دو سو چار سو روپیہ کی نوکری تو کیا ہے) اپنے نبی عربی سید المتقین کے طفیل سے اِس تاریکی روحانی اور سوادِ وجہ جاودانی سے بچا آمین +

چونکہ ہر مذہب میں تقوے کا دعویٰ ہے۔ اور ہر شخص اپنے خیالاتِ فاسدہ کی پیروی کو تقوے سمجھتا ہے اور باعثِ نجات جانتا ہے اِس لئے خدا تعالیٰ نے اسباب کو کھول دیا اور متقین کے اوصاف اصلی بتا دیئے فقال +

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝

متقی وہ ہیں کہ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قایم کرتے ہیں نماز اور کچھ ہمارے دئے میں سے خرچ کرتے ہیں (اللہ کی راہ میں)

ترکیب

الذین موصول یومنون بالغیب جملہ معطوف علیہ و یقیمون الصلوۃ فعل با فاعل و مفعول جملہ ہوکر معطوف اور ینفقون فعل با فاعل اور مما رزقنا ہم اسکا مفعول مقدم فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر معطوف ہوا جملہ سابقہ پر پس تینوں جملہ کہ جو ایک دوسرے پر معطوف ہے صلہ ہوئے۔ موصول اپنے صلہ سے ملکر صفت ہوئی متقین کی

تفسیر

تقویٰ کے دو جز ہیں **ایک** اچھی باتوں کا عمل میں لانا **دوسرا** بری باتوں سے بچنا۔ پھر اچھی باتوں کی (یعنی اعمال صالحہ کی) دو قسم ہیں ایک اعلیٰ دوسری ادنٰے۔ اعلیٰ قسم ایمان ہے کہ جو قلب کا کام ہے اور بدن سے روح جدا ہونے کے بعد بھی اور ادراکات کی طرح روح کے ساتھ رہتا ہے اور جس طرح قلب کو جمیع اعضاء بدن پر شرف ہے اسی طرح قلب کے عمل کو بھی اعضاء کے عمل پر شرف ہے۔ اعلیٰ درجہ کو **نظری** کہتے ہیں ادنےٰ قسم اعمال صالحہ ہیں۔ پھر اُنکی بھی دو قسم ہیں بدنی اور مالی۔ بدن کے اعمال میں سب سے بڑھکر نماز ہے اور مال میں زکوۃ۔ اور اس دوسرے مرتبہ کو **عملی** کہتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے قوتِ نظریہ و عملیہ کی تکمیل اس آیت میں بیان کردی۔ یومنون بالغیب سے قوت نظریہ یعنی اعتقادیات کی درستی بیان کردی اور جب عقائد اور ادراکات صحیحہ سے روح پاک ہوگئی تو قوت عملیہ کے اعلیٰ جز کو یقیمون الصلوۃ سے بیان کیا اور مما رزقنا ہم ینفقون سے مالی عبادت کو ظاہر کردیا پس تینوں جملوں سے ترتیب تینوں باتوں کو بیان کردیا۔ اب رہا بری باتوں سے باز رہنا سو وہ یقیمون الصلوۃ سے سمجھا گیا کس لئے کہ جب انسان خدا تعالیٰ پر اور اسکی ذات و صفات اور ملائکہ اور قیامت کے دن پر اور جن چیزوں کی اس نے اپنے رسول کی معرفت خبر دی ہے (اور یہ سب باتیں یومنون بالغیب سے سمجھی جاتی ہیں) اُن سب پر صدق دل سے ایمان لاتا ہے اور روح اور جسم سے اُسکی عبادت میں مصروف ہوتا ہے کہ جسکو نماز کہتے ہیں تو اسپر وہ انوار آلہی فائز ہوتے ہیں کہ جن سے اسکی بہیمیت بالکل پست ہوجاتی ہے اور معاصی کی طرف نفس بہیمی کو نہیں جانے دیتے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کہ نماز ہر قسم کی فحش اور بُری باتوں سے روکتی ہے اور اسی لئے صوفیہ محققین فرماتے ہیں کہ جسقدر نفس بہیمیہ کو تھوڑی سی دیر کی یاد آلہی اور ذکر قلبی سے پژمردگی حاصل ہوتی ہے وہ بہت سی مدت بھوکے اور پیاسے مرنے سے نہیں حاصل ہوتی اور یہ ظاہر ہے کس لئے کہ ملکیت اور بہیمیت کے دو متضاد ٹکڑے حضرت انسان کی ترکیب میں رکھے گئے ہیں جب ان میں سے ایک غالب ہوگا تو اُس کا ضد قطعی مغلوب ہوگا۔ اور اس عالم عنصری میں باوجودیکہ فاعل و منفعل دونوں ضعیف ہیں جسقدر آگ کا اثر لوہے پر اور پھول کا مٹی پر ہوتا ہے اس سے ہزار درجہ روح کو ذاتِ باری کے انوار سے اثر حاصل ہوتا ہے اس کا تقدس اور تجرد اسمیں پیدا ہوتا ہے پس یقیمون الصلوۃ میں بری باتوں سے باز رہنا بھی ذکر کردیا اور تقویٰ پورا بیان ہوگیا +

یاپول کہو

کہ بری باتوں سے باز رہنا تو لفظ متقین سے سمجھا دیا اور اعتقاد اور ایمان کو کہ جو اعلیٰ جزو ہے یومنون بالغیب سے بتلا دیا اور بدنی عبادت کو یقیمون الصلوٰۃ سے واضح کر دیا اور مالی کو ممارزقنا ہم ینفقون سے منکشف فرما دیا۔ اور سعادت اور ان چیزوں کی کہ خلاف ہی جو شقاوت پیدا ہوتی ہے اسکے معنی کو خوب اچھی طرح سے کھول دیا۔ حکمت نظریہ اور عملیہ کہ جسکے حصول پر نجات کا مدار ہے اس ایک آیت میں بھر دی +

تعلیقات

یومنون　لغت میں ایمان تصدیق کو کہتے ہیں یعنی کسی چیز کو سچا جاننا اور یقین کرنا اور یہ امن سے مشتق ہے کہ گویا ایمان لانے والے نے جسپر وہ ایمان لایا ہے اسکو مخالفت اور تکذیب سے امن میں کر دیا اور شرع میں ایمان اُن چیزوں کا صدق دل سے یقین کرنا ہے کہ جنکا دینی ہونا قطعی طور پر ثابت ہوگیا ہے یعنی قرآن مجید کی ظاہر عبارت سے یا حدیث متواتر سے یا اجماع قطعی سے جو بات ثابت ہے اُسپر یقین کرنا جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات علم و قدرت اور ملائکہ اور کتابیں آسمانی اور انبیاء اور مرنیکے بعد حساب و کتاب جزاو سزا کو برحق ماننا +

پھر اس ایمان کے دو مرتبہ ہیں ایک **ایمان اجمالی** کہ مجملاً بلا تفصیل جزئیات دین محمدی کو برحق سمجھنا کہ جس کا خلاصہ صدق دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنا ہے۔ دوسرا **ایمان تفصیلی** کہ جسقدر امور شرع سے یقیناً ثابت ہیں اور جو باتیں اللہ اور اُسکے رسول نے فرمائی ہیں ہر ایک کو برحق ماننا جس چیز پر ایمان اجمالی یا تفصیلی میں ایمان لانا ضرور ہے جو اُسپر ایمان نہ لاویگا انکار یا تکذیب کریگا کفر شرعی ثابت ہوگا کہ جسکی سزا ابدی جہنم ہے نعوذ باللہ منہا۔ در اصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے جیسا کہ دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ظاہر ہے کس لئے کہ ایمان کی ماہیت میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ صرف تصدیق ہے اور دلائل نقلیہ یہ ہیں وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ۔ وَکَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ۔ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ ان آیات میں ایمان کو قلب سے متعلق کیا گیا ہے اور قلب کا کام محض تصدیق ہے اور یہ بھی آیا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اس آیت میں اعمال صالحہ کا عطف ایمان پر کیا گیا اور معطوف اور معطوف علیہ میں مغائرت ہوتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ نفس ایمان کا جزو نہیں بلکہ وہ صرف تصدیق ہے اور بہت سی جگہ اہل معاصی کو مومن بھی کہا ہے وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا جس سے معلوم ہوا کہ برے اعمال سے نفس ایمان زائل نہیں ہوتا ہے **البتہ** ترتب احکام شرعیہ کے لئے زبان سے اقرار کرنا بھی شرط ہے اور کمال ایمان کے لئے اعمال صالحہ بھی ضرور ہیں **پس** جو شخص دل سے تصدیق بھی کرتا ہوگا اور زبان سے اقرار اُسکے ساتھ اعمال صالحہ بھی عمل میں لاتا ہوگا وہ بالاتفاق **مومن کامل** قرار دیا جاویگا کیونکہ تصدیق بالجنان اقرار باللسان عمل بالارکان سب پائے گئے۔ اور جو دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اعمال اُسکے خراب ہیں تو وہ جمہور اہل سنت کے نزدیک **مومن فاسق** ہے۔ اور خوارج کے نزدیک کافر ہے اور **معتزلہ** بلکہ شیعہ کے نزدیک کافر تو نہیں ایمان سے خارج ہے کیونکہ انکے نزدیک اعمال صالحہ نفس ایمان کا جزو ہیں۔ یہ زیادتی اور تعصب ہے اور ادلہ شرعیہ کے مخالف ہاں ایمان کامل کا جزو اعمال صالحہ ہیں پس اگر اعمال صالحہ نہونگے تو ایمان کامل نہوگا نہ یہ کہ نفس ایمان بھی نہوگا اور جسکے دل میں تصدیق نہوگی تو وہ **کافر** ہے اور اگر دل میں تصدیق نہونے پر ظاہری اقرار بھی ہے تو اُس کافر کو

عرف شرع میں **منافق** کہتے ہیں۔ اب یہ تصدیق خواہ اسکو تقلید سے حاصل ہو (اسکو ایمان تقلیدی کہتے ہیں) یا تحقیق سے (اور اسکو ایمان تحقیقی کہتے ہیں) اور خواہ یہ تحقیق استدلالی ہو یا کشفی سب صورتوں میں محققین کے نزدیک ایمان معتبر ہوگا۔

یہ بحث کہ ایمان کم و زیادہ بھی ہوتا ہے یا نہیں اور اس قسم کے دیگر ابحاث محض نزاع لفظی ہیں انکے بیان کرنیسے بجز اسکے کہ سامع کا دماغ پریشان ہو اور کچھ نتیجہ نہیں

بالغیب یہ غاب یغیب کا مصدر ہے غائب کی جگہ اسکو مبالغۃً استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ خفی چیز ہے کہ جو نہ حواس سے معلوم ہو نہ بداہۃً عقل اُسکی مقتضی ہو اسکی دو قسم ہیں ایک وہ غیب کہ جسپر کوئی دلیل نہو جیسا کہ اس آیت میں مراد ہے **وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ** کہ خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنکو اُسکے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ البتہ اس قسم کے غیب کی قلب محض حکم آلہی کی وجہ سے اجمالاً تصدیق کرسکتا ہے دوسرا وہ کہ جسکے لئے دلائل عقلیہ بآواز بلند گواہی دے رہے ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور جزا و سزا کا دن وغیرہ ذالک اسمیں کچھ شک نہیں کہ پورا انقیاد اور کمال اطاعت بندہ کی جب ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے فرمانے سے اُن چیزوں پر ایمان لاوے کہ جو اسکے مشاہدہ سے باہر ہیں ورنہ جنکے مشاہدہ کی اسکو طاقت نہیں ورنہ آنکھ سے دیکھے ہوئے اور ہاتھ سے ٹٹولے ہوئے اور زبان سے چکھی ہوئی چیز کی تو ہر شخص تصدیق کرتا ہے اور یہی حکمت ہے کہ نزع کے وقت کا (جبکہ بندہ کو اُس عالم کی غائب چیزیں ملائکہ اور دوزخ و جنت دکھائی دینے لگیں) ایمان قبول نہیں اور اسکو ایمان **باس** کہتے ہیں اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ آئندہ آنیوالوں کی ایمان کی زیادہ قدر دانی کرتے تھے چنانچہ مسند احمد بن حنبل وغیرہ کتب حدیث میں مذکور ہے کہ ایک روز **حارث** بن قیس نے جماعت صحابہ میں بیان کیا کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو نہایت حسرت و افسوس ہے کہ ہم آنحضرت کے دیدار سے مشرف نہوئے ہائے اس دولت سے محروم رہگئے **عبد اللہ بن مسعود**رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سچ مگر ایک نعمت سے ہم محروم رہگئے وہ تمکو نصیب ہے وہ یہ کہ تم بے دیکھے آنحضرت پر ایمان لائے خدا تعالیٰ کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دیکھ لیا اُسکے نزدیک آپ کی نبوت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی ایمان تمہارا ہے کہ بغیر دیکھے ایمان لائے۔ طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سفر میں صبح کے وقت ایکبار قافلہ میں وضو کو پانی نہ تھا آنحضرت نے ڈھونڈوایا تو ایک آدمی کے پاس صرف ایک آبخورہ پانی کا نکلا آپنے اُسمیں اپنی انگلیاں ڈالدیں تو وہ آبخورہ فوارہ کی طرح جوش مارنے لگا بلال کو حکم دیا کہ پکار دو سب آکر وضو کریں سیکڑوں صحابہ نے وضو کیا اور خوب پیٹ بھر کر پانی پیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپنے لوگوں سے پوچھا کہ تمام مخلوقات میں سے کس کا ایمان عجب تر ہے لوگوں نے کہا ملائکہ کا آپنے فرمایا اُنکے ایمان میں کیا تعجب ہے وہ بارگاہ آلہی میں حاضر ہیں اُسکے احکام کی تعمیل کرتے ہیں وہ کیونکر ایمان نہ لاتے لوگوں نے پھر عرض کیا کہ آپکے صحابہ کا آپنے جواب دیا کہ میرے صحابہ صدہا معجزات دیکھتے ہیں انکے ایمان میں کیا تعجب ہے البتہ عجب اُنکا ایمان ہوگا جو میرے بعد پیدا ہونگے اور کاغذ دیکھکر مجھپر صدق دل سے ایمان لاوینگے وہ میرے بھائی ہیں اور تم اصحاب۔ ابو داؤد طیالسی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص **عبد اللہ بن عمر**رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو عبد الرحمن تم نے ان آنکھوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ عبد اللہ نے کہا ہاں پھر اُس نے کہا تم نے اپنی زبان سے آنحضرت سے کلام کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا ہاں۔ پھر اُس نے کہا تم نے اپنے ہاتھوں

حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ یہ سنکر وہ شخص حضرت کے شوق میں زار زار رونے لگا اور ایک حالت وجد کی پیدا ہوگئی عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں تجھکو ایک خوشخبری سناتا ہوں کہ جو میں نے آنحضرت سے سنی تھی وہ یہ کہ آپنے فرمایا ہے خوشحالی ہے اسکو کہ جس نے مجھکو دیکھا اور مجھپر ایمان لایا اور اس سے بھی زیادہ خوشحالی ہے اسکو کہ جو بغیر دیکھے مجھپر ایمان لایا۔ یہ روحانی جذبہ جواب تک چلا آتا ہے حضرت کا معجزہ ہے +

یقیمون الصلوٰۃ اقامت سیدھا کھڑا کرنا۔ یعنی تعدیل ارکان اور نہایت خشوع و خضوع اور حضور قلب سے نماز ادا کرتے ہیں اور ہر جگہ قرآن میں نماز کو بلفظ اقامت طلب کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ نماز پڑھنا اور چیز ہے اور اسکو قائم کرنا اور بات ہے۔ اس کا قائم کرنا یہ ہے کہ حدث اصغر و اکبر سے کہ نجاست حکمی ہے اور پیشاب و پیخانہ وغیرہ سے کہ نجاست حقیقی ہے پاک ہو (کیونکہ اس سے روح کو صفائی اور خطرات دفع ہوتے ہیں) اسکی طرف بہہ تن متوجہ ہو کر اللہ اکبر کہے اور ہاتھ اٹھائے تاکہ اس طرف اشارہ ہو کہ دین و دنیا غیر اللہ سب سے ہاتھ اٹھا کر اسکے دربار میں حاضر ہوا ہوں پھر ثنا اور اسکی مدح کرے پھر الحمد پڑھے کہ جسمیں اسکی ثنا اور اپنے لئے دعا ہے اسکے بعد سیقدر اور قرآن مجید پڑھے کہ اس سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو پھر زیادہ شوق میں آکر اسکے آگے جھکے اور اسکی پاکی بالفاظ سبحان ربی الاعلیٰ نہایت حمد و ثنا کرے پھر کھڑا ہو کر اسکی حمد میں بنالک کہے اور نہایت ادب و محبت سے اسکے پاؤں میں (وہ ان پاؤں سے پاک ہے) سر رکھکر عجز و نیاز سے سبحان ربی العظیم کہے تاکہ نفس کا تمام کبر و غرور خاک میں ملجائے پھر اس قرب کے نشہ میں دوبارہ سجدہ کرے اور پھر دوسری رکعت اسی طرح ادا کرے اسکے بعد باادب اسکے روبرو بیٹھکر اسکی نہایت حمد و ثنا اور شکریہ ادا کرے اور اپنے لئے دعا مانگے اور سلام پھیر دے کہ ایک سفر باطنی سے باز آنا ثابت ہو جائے۔ یہ مختصر سا حال اہل اسلام کی نماز کا ہے اور آگے صوفیہ اور کاملین کا سجدہ میں رونا اور تمام عاشقانہ ہیئت بنکے ادب کے ساتھ اسکی جناب کبریائی میں جانا بیان سے باہر ہے۔ اب اس نماز کو عیسائیوں اور ہنود وغیرہم مذاہب کی نماز سے مقابلہ کر کے دیکھئے تو دین الٰہی اور دین واہی میں اسیوقت تمیز ہو جائے۔ ہنود و مجوس کے ہاں تو عناصر اور آفتاب وغیرہ مخلوقات کی پرستش ہے اور حضرات عیسائی بلا طہارت گرجا میں جاکر باجا بجاتے اور خوب گاتے ہیں۔ آجکل دہلی میں پادریوں نے ایک پریم سماج قائم کی ہے کہ جسمیں طبلہ سارنگی اور آلات لہو و لعب بجائے اور حضرت مسیح کے بھجن گائے جاتے ہیں جس سے کان کے رسیا دور دور سے سننے آتے اور مزے اڑاتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا +

نکات

[۱] یؤمنون اور یقیمون اور ینفقون متقین کی صفت میں تین جملہ فعلیہ آئے کہ جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتی ہیں تاکہ یہ بات سمجھی جائے کہ صرف ایکبار ان باتوں سے متصف ہو جانا متقی ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً ان اوصاف کو بالاختیار کام میں لانا چاہئے جیسا کہ جملہ فعلیہ تجدد اور حدوث پر دلالت کر رہا ہے اور یہ کہ متقی کسیکا ذاتی اور خاندانی حصہ نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ کسبی بات ہے جو ایسے کام کریگا متقی ہوگا اور جو نہ کریگا تو جناب کبریائی سے اس لقب سے محروم رہیگا خواہ برہمن ہو خواہ بنی اسرائیل ہو خواہ کیانی ہو خواہ نبی زادہ ہو

خواہ ولی زادہ یا پیرزادہ کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎ ذات بھانت پوچھے ناکو • ہر کو بھجے سو ہر کا ہو •

۲ ان تینوں جملوں میں ترتیب طبعی کو ملحوظ رکھا ہے وہ یہ کہ جسکا مرتبہ مقدم تھا اُسکو مقدم اور جسکا مؤخر تھا اُسکو پیچھے ذکر کیا تفصیل اسکی یہ ہے کہ تمام عبادتوں اور سب نیکیوں کی جڑ ایمان ہے چند وجہ سے (۱) یوں کہ یہ فعل قلب ہے جو تمام بدن کا بادشاہ ہے (۲) یہ قوت نظریہ سے متعلق ہے جو قوت عملیہ سے مقدم اور اشرف ہے کیونکہ موت کے بعد یہ ادراکات انسان کے ساتھ باقی رہتے ہیں اور تکمیل نفس کرتے اور جہل کی ظلمت سے آزادی بخشتے ہیں (۳) تمام نیکیوں اور اعمال صالحہ پر جو چیز انسان کو حرکت دیتی اور متوجہ کرتی ہے وہ صرف ایمان ہے لہٰذا شرع نے ایمان والے کو گو اُسکے عمل خراب ہوں ابدی جہنم سے محفوظ رکھا ہے اور جسکو ایمان نصیب نہیں اُسکے اعمال صالحہ کا بھی اعتبار نہیں رکھا ہے پس ایمان کو سب پر جملہ یؤمنون بالغیب میں مقدم کیا پھر اعمال میں نماز مقدم ہے کیونکہ (۱) یہ اُسکے جناب میں حضوری اور اُسکے دربار عالی میں باریابی ہے (۲) اسمیں روزہ اور دیگر عبادات بھی شامل ہیں کیونکہ جب تک مومن نماز میں رہتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جماع کرتا ہے اور زبان بھی باہوں غیر ذکر الٰہی سے بند رہتی ہے اور دل اور تمام حواس بلکہ ہاتھ پاؤں سر سب اعضا بھی مصروف ہوتے ہیں اور نماز کے لئے کپڑا اور مکان یعنی مسجد وغیرہ میں اللہ کے نام ہی صرف ہوتا ہے (۳) یہ دن رات میں کم از کم پانچ بار ادا کرنی پڑتی ہے اور زکوٰۃ اور صدقہ کا تو کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہے (۴) اسمیں غنی اور فقیر سب شریک ہیں اسلئے اسکو زکوٰۃ اور صدقہ پر مقدم کیا •

۳ مما رزقنٰہم ینفقون میں من تبعیضیہ اور پہلے ذکر کرکے یہ جتلا دیا کہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنے تمام مال کو دیکر فقیر ہو جاؤ اور پھر آپ مانگتے پھرو اور حیرانی اٹھاؤ کیونکہ یہ بات قانون شریعت کے برخلاف ہے نہ عام طبائع اسکو قبول کر سکتے ہیں بلکہ یہ کہ کسیقدر خدا کی راہ میں دو اور باقی اپنے نفس اور اہل وعیال کے لئے رکھو۔ پس گویا سرچشمہ اسراف اور فضول خرچیوں سے منع کر دیا اور اس کوتاہ اندیشی سے روک دیا کہ بیاہ شادی یا کسی اور تفاخر اور ناموری کے کام میں یا لڑکوں کی بسم اللہ ختنہ عقیقہ دودھ بڑھانے میں اندھا بنکر صرف کرو کہ پھر آج جنکے روبرو اتراتے ہو کل اُنکے آگے ہاتھ پھیلاتے پھرو۔ اپنی جائداد اور تنخواہ یا کسی اور آمدنی کو کسی سودخور مہاجن کے پاس گرو رکھکر تمام عمر کے لئے آپکو اور اپنی اولاد کو اُسکا غلام نہ بناؤ۔ ہم آجکل ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ ان فضول خرچیوں سے مسلمانوں کے باغات اور دیہات اور مکانات اُن ہندوؤں کے قبضہ میں آگئے جو ابتداء میں انکے ملازم تھے اور اب وہ آقا ہیں یہ انکے خدمتگار ہیں اور سود کی بلا میں گرفتار خسر الدنیا والآخرۃ

۴ مال کا صرف کرنا اور خدا کی راہ میں دینا بڑی جوانمردی کا کام ہے۔ بہت سے لوگ ایسے کثرت ہیں کہ سینکڑوں روزے رکھوا لو ہزار نماز پڑھوا لو مگر دینے کا کچھ ذکر نکرو چمڑی جائے مگر دمڑی نہ جائے۔ اور یہ بخل دنیا و آخرت میں مضر ہے دنیا کا یہ ضرر ہے کہ سب اقارب اور ماں باپ برگشتہ ہو جاتے ہے اور وہ اسکی طرف احتیاج لاتے ہیں اور یہ موذی ٹلاتا ہے تو اُنکو نہایت رنج بلکہ حسد اور کینہ ہوتا ہے جس سے اسکے اُن کاروبار میں کہ جو عزیز اور دوستوں کی مدد اور اعانت سے متعلق ہیں فرق آتا ہے اور یہ سب کی آنکھوں میں حقیر اور مکروہ دکھلائی دیتا ہے اسکے مرنے کی آرزو لوگ کیا کرتے ہیں الغرض نہیں جو بات سے اسے بڑی مشکلیں پیش آتی ہیں اور حقداروں کی بددعائیں اسکے لئے مصائب بنجاتی ہیں بخلاف اسکے

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝

اور متقی وہ ہیں کہ جو تجھپر (اے محمد) نازل ہوا اسپر اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا اسپر ایمان لاتے ہیں اور قیامت کا یقین کرتے ہیں +

کہ جب یہ عزیزوں اور دوستوں اپنے بیگانوں پر لطف و کرم کرتا ہے تو گویا انکے دلوں میں اپنی محبت کا سکہ جما دیتا ہے اور ہزاروں لوں کو مٹھی میں لے لیتا ہے اسی لئے سخی کے ہزار سچے دوست اور بخیل کے اپنے عزیز و اقارب بھی دشمن ہوتے ہیں اسکے علاوہ جب غریبوں اور تیموں اور بیکسوں کی پرورش کا دستور نہ ہیگا اور نہ قوم کی درستی اور رفاہ عام کے لئے اور مخالفوں کے دفع کے لئے کچھ سب سے لیکر جمع کیا جاویگا اور لوگ نہ دینگے تو یہ تمام قوم مصیبت میں گرفتار اور مخالفوں کے غلام اور تابعدار بنجائیں گے اور یہ دولت شخصی بھی نہ رہیگی ۔ اور آخرت کی یہ قباحت ہے کہ جب دل پر مال کی محبت نقش ہوجاتی ہے تو جب روح اس جسم کو چھوڑکر اس عالم میں جاتی ہے تو اس محبوب کی جدائی میں بڑے رنج اٹھاتی ہے اور یہ حب محبت اس عالم میں سانپ اور بچھو اور آگ کی صورت میں ظہور کرکے خوب ستاتی ہے پس اسلئے اس اہم مقصود کی تعمیل آسان کرنیکو خدا تعالےٰ نے اپنے کلام میں دو لفظ بڑھا دئے کہ جس سے یہ کلفت عمل آسان ہوگئی (۱) مِنْ تبعیضیہ ذکر کرکے یہ جتلا دیا کہ کل یا اکثر نہیں بلکہ تھوڑا سا صرف کرو (۲) رزقنا کہہ کے یہ بتلا دیا کہ یہ جو کچھ تم دیتے ہو کچھ اپنے گھر کا نہیں دیتے ہو یہ ہم نے دیا تھا ہم پھر بھی دے سکتے ہیں ہم پر توکل کرکے دو + ایک اور بھی نکتہ اسمیں ہے وہ یہ کہ مال کے علاوہ اور جو علم و ہنر عقل و تدبیر قوم اور ملک کے کارآمد ہو اسکو بھی مما رزقنا شامل ہے اسکو بھی صرف کرنا چاہئے +

فائدہ - اس مما رزقنا ہم سے مراد عام ہے خواہ صدقہ ہو خواہ زکوۃ مفروضہ اور زکوۃ کا سر اور اسکے فضائل اور فوائد ہم آگے بیان کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ

ترکیب

الذین موصول ثانی ہے اور ما انزل الیک معطوف علیہ اور ما انزل من قبلک معطوف ۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں جملہ مفعول ہوئے یومنون کا ۔ یومنون اپنے فاعل ضمیر اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا الذین کا الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ ملکر معطوف ہوا پہلے الذین پر یا متقین پر +

تفسیر

چونکہ یومنون بالغیب سے تبادر اور قریب الفہم خدا تعالیٰ کی ذات و صفات اور ملائکہ تھے اور کتب آلہیہ اور قیامت کے دن پر بھی ایمان لانا ضروری تھا تو اسلئے اُس عام بات میں سے انکو خاص کرکے ذکر کیا اور یہ فصاحت و بلاغت کی عمدہ بات ہے کہ کسی مطلب ضروری کو (گو وہ پہلی عبارت سے سمجھا جاتا ہو) جداگانہ بعد میں بھی خصوصیت کے طور پر ذکر کردیا جاوے ۔ **یا یوں کہو** کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی (یعنی مدینہ میں) تو صاحب تقویٰ دو گروہ تھے ایک قدیم عرب کہ جو پیشتر شرک و کفر میں گرفتار تھے اور پھر اسلام لائے ۔ دوسرے اہل کتاب عبداللہ بن سلام وغیرہ کہ جو پہلے مذہب یہودی یا نصرانی میں تھے اور پھر دولت اسلام سے بہرہ ور ہوئے اور دو لوگروہوں کو ان صفات میں شامل کرنا ضرور تھا اسلئے اول جملہ تو اول فریق کے لئے اور دوسرا دوسرے کے لئے اور یہ بتلا دی گئی کہ تقویٰ بغیر اسکے تمام نہیں ہوتا کہ جبتک (وہ) رہیگا خواہ برہمن ہو

خدا کے تمام صحیفوں پر ایمان نہ لائے یعنی متقی وہ ہیں کہ جو چیز تجھپر نازل ہوئی اور جو کتابیں توراۃ و انجیل وغیرہ پہلے انبیا پر نازل ہوئیں سب کو برحق مانتے ہیں +

متعلقات

مَا اُنزِلَ اِلَیکَ سے مراد عام ہے خواہ وحی متلو ہو کہ جسکو جبرئیل علیہ السلام خدا کی طرف سے الفاظ مقررہ میں ادا کرتے تھے جسکو **قرآن** کہتے ہیں۔ خواہ وحی غیر متلو ہو کہ جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بلاتوسط جبرئیل یا بغیر الفاظ مقررہ نازل ہوئی یا جو کچھ انکشاف روحانی کے طور پر آنحضرتؐ کو معلوم کرایا گیا اور پھر آپ نے اسکو ارشاد فرمایا۔ سب پر ایمان لانا ضرور ہے۔ جو ایک بات پر بھی ایمان نہ لاویگا تو **کافر** ہوگا +

وما انزل من قبلک سے مراد پہلے انبیا علیہم السلام کے صحیفہ ہیں یعنی حضرت ابراہیم اور موسیٰ اور داؤد اور عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم انبیا کی کتابیں جو کہ انکو خدا کی طرف سے ملی تھیں خواہ مضامین الہام ہوئے تھے اپنی عبارتوں میں انہوں نے جمع کرکے لکھوا دیا تھا یا عبارتیں بھی ویسی ہی عطا ہوئی تھیں برحہ باشد والعلم عنداللہ تعالیٰ مگر سب کو برحق ماننا لازم ہے گو وہ بہت سے صحیفے تھے بہت سے انمیں ایسے ہیں کہ جنکے نام بھی باقی نہ رہے اور بعض کے نام اور کسیقدر صحیح اور الٹ پلٹ مضامین اب تک بھی باقی ہیں۔ مشہور کتب سابقہ میں سے یہ ہیں۔ **توراۃ** جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی **زبور** جو حضرت داؤد کو عطا ہوئی تھی اور **انجیل** جو حضرت عیسیٰ کو ملی تھی اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے صحیفے +

سوال یہ اخیر جملہ عبداللہ بن سلام وغیرہ علماء بنی اسرائیل کی مدح میں واقع ہے کہ وہ قرآن پر بھی اور اُس سے پہلی کتابوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جن کتابوں پر وہ ایمان رکھتے تھے وہ برحق تھیں اور اُس زمانہ تک موجود تھیں جس لئے اور مواضع قرآن میں بھی توراۃ و انجیل پر عمل کرنے کی تاکید اور انکا محل نزاع میں طلب کرنا بیان ہوا ہے۔ اور وہ جو اسوقت کتابیں اہل کتاب میں موجود تھیں وہی ہیں کہ جو اب ہیں جنکے مجموعہ کو **بائیبل** اور اسکے دونوں حصوں کو **عہد عتیق** اور **عہد جدید** کہتے ہیں۔ پس اہل اسلام پر اسوقت کی توراۃ و انجیل و زبور اور نامہ حواریوں اور پولوس کے نامجات کی تصدیق ضرور ہوئی اور انمیں کفارہ اور الوہیت مسیح اور تثلیث موجود ہے پس اس کا ماننا بھی مسلمانوں پر فرض ہوا۔ اور پھر باوجود اس اقرار کے کیوں قرآن نے ان مسائل کو رد کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن آسمانی کتاب نہیں

جواب اس سوال کا (کہ جس پر بہت سے پادری بڑے نازاں ہیں) یہ ہے کہ وہ کتابیں بیشک برحق تھیں ہمارا بھی بھی ایمان ہے ہاں یہ بات کہ اُس زمانہ میں بھی وہ کتابیں موجود تھیں غیر مسلم ہے کیونکہ انجیل کی نسبت تو تمام عیسائیوں کو بھی اقرار ہے اور خود انجیل موجودہ کے دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل موجود حضرت مسیح (عیسیٰ) علیہ السلام کی نصنیف یا ان پر نازل ہوئی نہ انہوں نے اسکو تصنیف فرمایا نہ انکے زمانہ میں تالیف ہوئی بلکہ سالہا سال بعد لوگوں نے سنے سنائے اور کسیقدر دیکھے ہوئے حالات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتداء ولادت سے موت تک تاریخ کے طور پر جمع کردیے ہیں۔ اور بہت سے لوگوں نے جمع کئے تھے چنانچہ بعض کا اب نام و نشان بھی نہیں جیسا کہ یوحنا کی انجیل کے اخیر سے ثابت ہے اور بہت سی انجیلیں (تاریخ کی کتابیں) اب بھی موجود ہیں جیسا کہ انجیل برنباس وغیرہ مگر بعض پایال اکثر عیسائی انہیں چاروں کو زیادہ مانتے ہیں اور بہت سے عیسائیوں نے وقتاً فوقتاً انکار بھی کیا ہے چنانچہ **لوپلوس مقدس** (کہ جنکو عیسائی بڑا رسول اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

بھی مشکل سمجھتے ہیں) اپنے اس خط میں کہ جو گلتیوں کو لکھا ہے اسکے پہلے باب میں یہ کہتا ہے کہ لوگوں نے انجیل کو الٹ پلٹ کر دیا اور لے
لوگو تم اور جعلی انجیلوں کی طرف کیوں مائل ہو گئے اصل انجیل بلاتوسط کسی انسان کے حضرت مسیح سے مجھکو ملی ہے اسکے سوائے جو کوئی اور انجیل
تمہیں سنائے اُسپر لعنت الٰہی ملعون ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ چاروں انجیلیں پولوس کی وہ انجیل نہیں ہیں۔ پس یہ بھی نامقبول و مردود ہیں
جو شخص پولوس کے کلام کو الہامی مانتا ہو اُسپر لازم ہے کہ وہ ان انجیلوں کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ پولوس و برنباس اور شمعون اور
بطرس وغیرہم اکابر عیسائی ان چاروں انجیلوں کو تسلیم نہیں کرتے تھے نہ حواریوں کے زمانہ میں انپر کچھ عمل درآمد رہا ہے۔ اور اسی طرح جسکو
توارات کہتے ہیں اُسکے بھی صدہا مقامات سے یہ ثابت ہے کہ یہ کتاب حضرت موسیٰ کے صدہا برس کسی نے تاریخ کے طور پر جمع کی ہے چنانچہ بہت سے
محققین اہل کتاب بھی اس بات کے قائل ہیں۔ اور زبور میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے اور یہی حال اور کتابوں کا ہے اور انکا محل نزاع میں
طلب کرنا اور انپر عمل کی مدح سو یہ اسلئے تھا کہ ان کتابوں میں بیشتر عمدہ اور اصلی کتابوں کے مضامین پائے جاتے ہیں اور نیز مخاطبین انکو تسلیم
کرتے تھے۔ اور اگر یہ کہئے کہ جب وہ اصلی کتابیں موجود نہ تھیں تو انپر ایمان کیونکر لاسکتے تھے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگلے انبیاء موجود نہیں انپر
اس طرح ایمان لاتے تھے اب ہم حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ موجود نہیں پھر کیا کوئی ہمارے ایمان لانے
سے یہ کہہ سکتا ہے کہ **عبد الحق** مؤلف تفسیر حقانی کے زمانہ میں حضرت موسیٰ و عیسیٰ موجود تھے۔ اور اگر آنحضرتؐ کے عہد میں اصلی توارات و
انجیل موجود ہوتی تو آپ حضرت عمر فاروقؓ پر توارات کے اوراق پڑھنے سے ناخوش نہوتے اور نہ لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم فرماتے۔
پس جب اصلی کتابیں اس عہد میں موجود نہ تھیں بلکہ اُنکے نام پر اور کتابیں لوگوں کی تصانیف تھیں کہ جن میں اصلی کتابوں کے مضامین
بھی مندرج تھے تو اُن میں کفارہ و تثلیث و الوہیت مسیح اگر ہو بھی تو کب معتبر ہو سکتی ہے نہ انپر ہم اہل اسلام کو ایمان لانا فرض ہے بلکہ ایسے
مضامین سے احتراز واجب ہے۔ اگر قرآن نے انکو رد کیا تو خوب کیا انکا اقرار کب کیا تھا؟ یہ قرآن کے حق ہونے کی دلیل قوی ہے۔ اس بحث
کی تحقیق مقدمہ کتاب میں ہو چکی ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے +

نکات

[1] ایمان کے بارہ میں مبدء و معاد کو بترتیب اس آیت میں ذکر کیا۔ اول یؤمنون بالغیب سے ذات و صفات باری کی طرف اشارہ کر دیا۔
وبالآخرۃ ہم یوقنون میں قیامت کو بیان کر دیا اور اس عالم کا ابتدا و انتہا بھی اشارۃً بتلا دیا +

[2] بالآخرۃ ہم یوقنون میں صلہ کو مقدم کرکے اور یوقنون کو ہم پر مبنی کرکے اور اہل کتاب کی پشت پر ایک تازیانہ سا مار دیا کہ آخرت پر یقین کرنا
انہیں کا حصہ ہے کہ جو قرآن کے ذریعہ سے تمام تفاصیل آخرت پر مطلع ہو گئے ہیں اور پھر ہر لمحہ میں انکو آخرت دکھائی دیتی ہے دنیا اور اسکے منصب اور
رسم کو اُسکے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں سمجھتے تعصب و عناد کو بھی اُسکے خوف سے نہیں کام میں لاتے بخلاف تمہارے + اول تو تمہاری کتب موجودہ
میں آخرت اور اُس عالم کی پوری کیفیت نہیں ہے اس توارات میں بنی اسرائیل کا دوزخ و جنت دنیا کی ناکامی (موت مرض قحط وغیرہ سے

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

وہی لوگ (متقی) اپنے خدا کی طرف سے بڑی ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانیوالے ہیں +

یا کامیابی بتلائی ہے۔ اور جو پہلے حصہ میں کہیں کچھ ہے تو مہما سا ہے اور اسیر دنیا کی محبت اور قوم اور رسم کی پابندی سے بےانصافی کر کے اُس نبی اور کتاب کو تم جھٹلاتے ہو کہ جو تمہارے انبیاء اور کتب اصلیہ کی تصدیق اور مدح کرتے ہیں جب ہے تو تمہارا آخرت پر کیا خاک یقین ہے اگر آخرت آنکھوں کے سامنے ہوتی تو یہ باتیں نکرتے۔ جب خدا تعالیٰ متقیوں کے اوصاف بیان فرما چکا یعنی سعادت کی جب شرح ہو چکی تو اب سعادت کے اُس نتیجہ کو ذکر کرتا ہے کہ جو اُس پر مترتب ہوتا ہے تاکہ سامع کو رغبت پیدا ہو +

ترکیب

اولئک مبتدا اور علی ہدی من ربہم ثابت کے متعلق ہو کر اسکی خبر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔ واو حرف عطف اولئک ثانی مبتدا اور ہم المفلحون اسکی خبر یا ہم مبتدا المفلحون خبر دونوں ملکر اولئک کی خبر ہوئے۔ یہ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا +

تفسیر

پہلے کہا تھا کہ قرآن ہدی للمتقین پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے اُسکے بعد پرہیزگاروں کے اوصاف بیان کر دیئے کہ وہ ایسے ایسے اوصاف حمیدہ رکھنے والے ہیں اور یہ اوصاف قرآن سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ طرح طرح کے پُر اثر بیانوں سے قرآن نے انسان کو ان اوصاف کا مشتاق کر دیا ہے اور جنمیں یہ اوصاف ہوتے ہیں وہ ہدایت پر ہوتا ہے یہ بدیہی بات ہے پس ہدی للمتقین ایک دعویٰ تھا اُسکا ثبوت تقویٰ کے معنی بیان کر کے کر دیا جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ قرآن سے پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے اور پرہیزگاری خدا کی ہدایت ہے۔ یہاں تک سعادت کا بیان تمام ہوا اور کلام مدلل ہو گیا کہ قرآن سے ہدایت حاصل ہوتی ہے پھر ہدایت کا ثمرہ اولئک ہم المفلحون سے بیان فرمایا کہ جسکو ہدایت خدا کی نصیب ہوتی وہ فلاح دارین پاتا ہے +

نکات

۱ پہلے الذین کے مقابلہ میں اولئک علی ہدی من ربہم لایا گیا اور جس طرح دوسرا الذین اُسکا تمہ تھا اُسی طرح اُسکے مقابلہ میں تمہ کے طور پر اولئک ہم المفلحون ذکر کیا تاکہ بالآخرۃ ہم یوقنون کی جزا وہاں کی فلاح سنکر سامع کا دل بشاش ہو جاوے +

۲ جس طرح بالآخرۃ ہم یوقنون میں ہمامداری کا اُنپر حصر کیا تھا اُسکے بعد فلاح کا بھی ہم ضمیر مقدم کر کے انہیں پر حصر کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ فلاح بھی انہیں کا حصہ ہے کہ جو ایسے لوگ و ان اوصاف سے متصف ہیں اور جو ایسے نہیں وہ کیسی ہی ریاضت کریں چونکہ راہ راست پر نہیں کبھی شہر فلاح کو نہ پہنچیں گے سب جو راستے کہ اسلام کے مقابلہ میں ہیں وہ اُسکے برخلاف ہیں اُن سے کبھی مقصود حاصل نہوگا خواہ کوئی کیسی ہی مشقت اُٹھائے اسی لئے ایک جگہ فرمایا ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام اور چونکہ صراط مستقیم نہیں اُن ۔۔۔ الی مطلب بھی

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝

البتہ جو کافر ہوئے اُنکے حق میں آپ کا (اے محمدؐ) ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں وہ ایمان نہ لائیں گے ف۱

خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝

اللہ نے اُنکے دلوں اور کانوں پر مہر کردی ہے (پس وہ حق بات نہ سمجھ سکتے اور نہ سن سکتے ہیں) اور اُنکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا اور اُنکے لئے بڑا عذاب ہے

بھی نہیں سہ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی - کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است +

۴ اسبات کے بتلانے کو (کہ اہل تقویٰ کو کامل ہدایت نصیب ہے اور وہ ہدایت خدا کی طرف کی ہے) لفظِ علیٰ بولا گیا تاکہ استعلاء اور تمکین پر دلالت کرے اور پھر ہدیٰ کو من ربہم کے ساتھ مقید کیا تاکہ خدا کی طرف سے ہونا ہدایت کا پایا جاوے - اور پھر اولٰئک اسم اشارہ لاکر اور خبر کو معرفہ بنا کر اور بیچ میں ھم فصل ذکر کرکے یہ بتلا دیا کہ یہ ہدایت اور فلاح متقین کا حصۂ خاص ہے کہ جن میں اوصاف مذکورہ پائے جاتے ہیں +

فائدہ

خوارج اور معتزلہ وغیرہ کہ جو کبیرہ کیا بلکہ صغیرہ سے بھی ابدی جہنم کا مستحق بناتے ہیں (عیسائیوں کا بھی اسی کے قریب عقیدہ ہے) اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ جنس فلاح کا موصوفین مذکورین پر حصر کر دیا ہے پس جو نماز نہ پڑھیگا زکوٰۃ نہ دیگا خارج از ایمان ہوکر ہمیشہ جہنم میں جاویگا - بعض ظاہری بھی انہیں کے شریک ہیں - انکا جمہور اہل اسلام کی طرف سے یہ جواب ہے کہ فلاح سے مراد بذریعہ الف لام فلاح کامل ہے پس جو ان اوصاف سے متصف نہ ہوگا تو اسکو فلاح کامل نصیب نہو گی نہ یہ کہ مطلقاً فلاح سے محروم ہوگا کیونکہ انتفاء فلاح کامل (یعنی مقید) سے انتفاء فلاح مطلق لازم نہیں آتا - علاوہ اسکے قرآن و احادیث کے متعدد مواضع سے گناہگارانِ اسلام کا فلاح پانا جنت میں جانا ثابت ہے +

جبکہ خداتعالیٰ نے اہل سعادت کا حال اور مآل بیان فرمایا تو ضرور ہوا کہ اہلِ **شقاوت** کا بھی حال اور مآل بیان کیا جاوے تاکہ بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا سعادت کا مقام خوب سمجھ میں آجاوے - سو اہلِ شقاوت دو طرح کے ہیں ایک وہ کہ جو ظاہراً و باطناً حق کے مخالف ہیں انکو زبان شرع میں **کافر** کہتے ہیں اور ایک وہ کہ جو بظاہر موافق اور باطن میں حق کے سخت مخالف ہیں اور انکو **منافق** کہتے ہیں اور چونکہ مومنوں سے پوری مضادت (یعنی ظاہراً و باطناً مخالفت) کفار سے ہے اسلئے خداتعالیٰ پہلے کفار کا حال بیان فرماتا ہے +

ترکیب

اِنّ اسم مشبہ بالفعل الذین موصول کفروا اسکا صلہ - موصول و صلہ دونوں ملکر اسکا اسم ہوئے - اور سواء بمعنی استواء اسکی خبر ہے اور اسکے بعد جو ہے وہ اس مصدر کا فاعل بنکر مرفوع ہے گویا کلام یوں ہوا ان الذین کفروا استوٰی علیہم انذارک وعدمہ - ختم فعل لفظ اللہ فاعل علیٰ جار قلوب مجرور مضاف اور ہم مضاف الیہ - مضاف اور مضاف الیہ دونوں ملکر معطوف علیہ اور علیٰ سمعہم معطوف - معطوف اور معطوف علیہ دونوں مجرور (جار مجرور) ملکر متعلق ہوئے ختم سے - ختم فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا - غشاوۃ مبتدا موخر اور علیٰ ابصارہم ثابت کے

ف۱ بھی جو ازلی گمراہ اور سیاہ قلب ہیں انکے لئے قرآن ہدایت نہیں [illegible]

متعلق ہوکر اسکی خبر۔ مبتدا و خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوا۔ اور جملہ سابقہ پر اسکا عطف ہوا۔ عذاب موصوف الیم صفت دونوں ملکر مبتدا مؤخر اور لہم خبر مقدم جو متعلق ثابت کے ہے۔ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پہلے جملہ پر معطوف ہوا +

تفسیر

پیشتر خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ قرآن متقین کے لئے ہدایت ہے اسپر یہ خیال گزرتا تھا کہ کافروں کے لئے یہ کیوں ہدایت نہیں حالانکہ ضرور انہیں کے لئے ہدایت کا ہونا تھا کیونکہ متقی تو خود ہدایت پر تھے۔ اسکا اپنے کلام میں اشارۃً یہ جواب دیا کہ کافر اور متقی سے مراد ازلی کافر اور ازلی متقی ہیں گو بالفعل ایک شخص طرح طرح کی برائیوں اور انواع و اقسام کے کفر و شرک میں مبتلا ہے مگر وہ ازل میں انوار الٰہی سے حصہ پاچکا ہے تو اسکو ضرور قرآن سے ہدایت ہوگی اور وہ ایمان بھی لاویگا اور اچھے اعمال بھی کریگا۔ اور جو ازل میں اس نور سے محروم رہا وہ انجام کار محروم رہیگا اسکو قرآن اور حضرت کے وعظ و پند سے کچھ نفع نہو گا کس لئے کہ اسمیں سرے سے اسکی صلاحیت ہی نہیں اس عدم صلاحیت اور اس ازلی بدنصیبی کو کہ جو ازل میں خدا کی طرف سے ظہور میں آئی مُہر اور پردہ سے تعبیر کیا ہے۔ اس اجمال کی **تفصیل** یہ ہے کہ یہ عالم اور جسقدر اس عالم کی چیزیں ہیں بلکہ جسقدر اور صد ہا عالم فرض کئے جائیں سب خدا تعالیٰ کے وجود حقیقی کے اظلال اور پرتوے ہیں۔ پس اس عالم حسی میں جو کچھ وقتاً فوقتاً پایا جاتا ہے وہ اسیوقت موجود نہیں ہوتا بلکہ **عالم مثالی** میں موجود ہوتا ہے وہاں سے وقتاً فوقتاً ظہور کرتا اور پردۂ غیب سے باہر آتا ہے گو وہ شے حادث ذاتی یا زمانی سہی مگر اب پیدا نہیں ہوئی ہے اور یہ بات **تنزلات ستہ** کے معانی میں غور کرنے سے بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے۔ پس اس عالم حسی سے ہزارہا سال پیشتر عالم مثالی میں خدا تعالیٰ کی ایک تجلی ہوئی کہ جسمیں تمام کائنات عالم حسی اُسکے دربار فیض آثار میں اپنی استعداد کے موافق ہر چیز سے فیضیاب ہوئے [۱] قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے + جس چیز کو جس شخص کے قابل نظر آیا + اُس جگہ حضرت آدم علیہ السلام سے تمام ذریت جو ہونہار تھی چیونٹیوں کی طرح سے نکل پڑی اور اُسکا آفتاب جمال ہر شخص پر نور افگن ہوا پس جن میں استعداد خداداد کی وجہ سے کچھ بھی صفائی تھی اُنپر وہ نور پڑا اور چمکا اور جنکی اصل میں کدورت تھی اُنپر وہ نور نہ پڑا (جس طرح اس عالم میں آفتاب نکلتا ہے تو شفاف چیزیں منور ہوجاتی ہیں اور مکدر نہیں چمکتیں) اور ہر شخص نے اُسکی ربوبیت کا اقرار کیا مگر جن پر وہ نور پڑا تھا وہ لوگ اس عالم حسی میں **اہل سعادت** یعنی مومن کہلائے اور جنپر وہ نور نہ پڑا وہ اُسی **شقاوت** کی تاریکی میں اس عالم میں آئے اور

---

[۱] چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے مخلوق کو ظلمت (طبیعت) میں پیدا کیا اور انپر اپنا نور ڈالا پس جس پر وہ نور پڑگیا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوا اور میں اسی لئے کہتا ہوں کہ احکام ازلیہ پر قلم خشک ہوگیا۔ رواہ احمد والترمذی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے پشت آدم سے بمقام نعمان عہد لیا پس اُسکی پشت سے تمام ذریت کو نکالکر اُسکے سامنے پھیلا دیا اور غنی و فقیر سب کو دکھا دیا اور انبیا چراغوں کی مانند چمکتے نظر آئے پھر خدا نے آدم کے روبرو سب سے عہد لیا کہ میں تمہارا رب ہوں تم اس پر قائم رہنا پھر اسکے یاد دلانے کو دنیا میں انبیا بھیجونگا تاکہ تم قیامت کو یہ عذر نہ کرو کہ ہمکو معلوم نہ تھا یا یہ کہ ہمارے آبا و اجداد نے شرک کیا ہم انکے مقلد رہے ہمپر کیا گناہ ہے انتہیٰ ملخصاً۔ رواہ احمد ۱۲منہ نبی صلعم نے فرمایا کہ ہر شخص کا ٹھکانا جنت یا دوزخ میں پہلے ہی سے علم الٰہی میں قرار پاچکا ہے (متفق علیہ) اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میرے ہاتھ میں دو کتابیں کیسی ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں فرمایا کہ داہنے ہاتھ کی کتاب میں خدا نے تمام اہل جنت کے نام لکھے ہیں انکی قوم اور باپ کے نام بھی مندرج ہیں اور بائیں میں تمام اہل دوزخ کے نام ہیں۔ رواہ الترمذی ۱۲منہ

کافر منافق کہلائے۔ پس قرآن حقائق اشیاء کو نہیں بدل سکتا جو وہاں محروم ہو آنکھ یہاں کون منور کر سکتا ہے اسلئے حضرت کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور جو لوگ دراصل اہل سعادت ہیں مگر عوارض رسم وغیرہ سے تاریکی میں گرفتار ہیں انکو ابھارنا ہے کہ ہمارے قرآن اور آپکے بیان میں اے نبی کچھ قصور نہیں لیکن جو ازلی بدنصیب ہیں انکی تقدیر میں بھلائی نہیں۔ **واضح** ہو کہ اس خداداد ہدایت اور صلاحیت ازلی کے لحاظ سے لوگوں کی سات قسم ہیں اس لئے کہ بنص قرآن یا لوگ شقی ہیں یا سعید۔ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيدٌ اور اشقیاء کو اصحاب الشمال یا اصحاب المشئمہ بھی کہتے ہیں پس ان اشقیاء کی دو قسم ہیں **اول** مطرودین کہ جن پر بہیمیت اور تاریکی ہیولانیت نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ ان پر نور الٰہی پڑنے کی قابلیت ہی نہیں اور جو طرفہ اندھیریوں اور ہر قسم کی تاریکیوں نے انکو ایسا گھیر لیا کہ گو وہ بظاہر جنس انسان میں ہیں لیکن در حقیقت جانور ہیں انکو **کافر** بھی کہتے ہیں دیوار اور مہر اور پردہ جو قرآن میں مذکور ہے اس سے یہی ظلمات مراد ہیں انہیں کی نسبت فرماتا ہے ان الذین کفروا سواء علیہم أانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون ۔ **سوال** ہے صدہا کافروں کو ایمان لاتے دیکھا ہے اکثر صحابہ پیشتر کافر تھے پھر ایمان لائے متقی اور ہادی و مہدی کہلائے **جواب** جو لوگ مشرف باسلام ہوئے وہ دراصل کافر نہ تھے اور انکو جو اسوقت کافر کہا جاتا تھا تو بحکم حالت موجودہ کے ورنہ وہ حقیقت میں متقی تھے جو ہدایت پا گئے اور ازلی کافر جیسا کہ ابوجہل وغیرہ ہرگز ایمان نہ لائے نہ لاوینگے نہ انمیں صلاحیت ہے اسلئے انکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ہم نے بہت سے جن اور آدمی جہنم کے لئے پیدا کئے ہیں انکو دل ہے مگر سمجھتے نہیں انکو آنکھیں بھی ہیں مگر ان سے دیکھ نہیں سکتے۔ کان دیئے گئے انسے سن نہیں سکتے۔ وہ لوگ بمنزلہ چارپایوں کے ہیں بلکہ انسے بھی گمراہ اور یہی غافل ہیں ۔ (**دوم**) وہ لوگ کہ جنمیں کسیقدر استعداد ذاتی تو تھی کہ جو کبھی طبیعت کی تاریکیوں میں اس طرح چمکتے تھے جس طرح گنگھور گھٹا میں بجلی۔ مگر ان لوگوں نے حب جاہ و مال اور شکوک وشبہات اور پابندی رسم و عناد سے اور شہوت پرستی اور بدمستی سے اس نور کو بجھا دیا اور اس ذاتی استعداد کو مٹا دیا اس گروہ کو **منافق** کہتے ہیں انکی تفصیل سے پہلی آیتوں میں ذکر آیا ہے ذرا منتظر رہ۔ اور **سعیدوں** کی بھی دو قسم ہیں ایک قسم مقربین اور سابقین۔ دوسری اصحاب الیمین کہ جنکو اصحاب المیمنہ و مقتصدین بھی کہتے ہیں۔ پھر مقربین کی بھی دو قسم ہیں۔ اول مجتبی دوم منیب اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ مجتبی کو اہل سلوک محبوب و منیب کو محب بھی کہتے ہیں اور کبھی مجذوب سالک بھی کہتے ہیں یہ لوگ انبیاء و **صدیقین** ہیں۔ اور اسی طرح اصحاب الیمین کی بھی کئی قسم ہیں۔ اول اہل فضل و ثواب کہ خدا کے فضل سے مقصود کو پہنچتے ہیں اور اسی امید پر ایمان و اعمال صالحہ کرتے ہیں۔ دوم اہل عفو کہ جنکے اچھے اعمال میں کچھ برے بھی شامل ہیں مگر یا تو انکی قوت ایمان اور نور معرفت اور ستار صادق سے خدا تعالیٰ اس گناہ کو معاف کر دیتا ہے یا توبہ اور اسکے مقابلہ میں گریہ وزاری اور اعمال صالحہ سے وہ داغ مٹ جاتا ہے خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ کا یہی لوگ مصداق ہیں اور فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ انہیں کے حق میں فرمایا ہے۔ سوم معذبین کہ بقدر فساد انکو عذاب ہوگا اور یہ عذاب کبھی تو دنیا ہی میں بصورت نقصان مال وجان و بیماری وخواری ظہور کرتا

اور گناہوں سے صاف کرجاتا ہے جیسا کہ آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور کبھی مؤمن کی روح پر ایک عجیب دہشت اور وحشت اور سخت بیکلی اور تاسف لاحق ہوتا ہے سو وہ بھی اسکا کفارہ ہوجاتا ہے اور کبھی آخرت میں وہ بُرے اعمال آگ اور سانپ اور بچھو کی صورت میں ظہور کرکے اسکی روح کو صدمہ پہنچاتے ہیں اور جب ایک مدت تک اس تکلیف کو پالیتا ہے تو پھر روح منور ہوجاتی اور جنت میں آرام پاتی ہے اور کبھی انبیاء اولیاء ملائکہ کی شفاعت سے خلاصی ہوجاتی ہے۔ ان پانچ گروہوں کا حال الذین انعمت علیہم میں اور ہدی للمتقین الخ میں ہوچکا۔ اور اشقیاء کے اول فریق کافر کا ان آیات میں بیان ہوا کہ قرآن سے انکو ہدایت نہیں اور اشقیاء کے دوسرے فریق منافق کا اسکے بعد ومن الناس من یقول الخ میں خدا بیان فرماتا ہے۔

متعلقات

ختم اللہ علی قلوبہم

ہرچند ختم کا اسناد اللہ کی طرف اہل حق کے نزدیک اسناد حقیقی ہے لیکن مہر کرنے سے اور انکی آنکھوں پر پردہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ درحقیقت خدا تعالیٰ نے انکے دلوں اور کانوں پر اس طرح سے مہر لگادی کہ جس طرح کسی برتن کا منہ بند کرکے اسپر لاکھ سے اسلئے مہر لگادیتے ہیں کہ اسکے اندر اور کوئی چیز نہ جانے پاوے نہ اندر کی چیز باہر آنے پاوے۔ اور سچ مچ کا کوئی ٹاٹ یا ترپال کا پردہ انکی آنکھوں پر ڈالدیا ہے۔ شاید کسی کم فہم نے یہ بات سمجھکر قرآن مجید پر اعتراض کیا ہو تو کیا ہو۔ بلکہ اس سے مراد وہ جبلی کجروی اور طبعی تاریکی ہے کہ جبلی وجہ سے کفر اور معصیت کی طرف بیخود ہوکر دوڑتا ہے اور امور فطرت سے اسکو دلی نفرت ہوتی ہے جس طرح کہ گوہ کے کیڑے کو خوشبو اور پھول سے جبلی نفرت اور گندگی سے رغبت ہوتی ہے گویا کہ خوشبو کی طرف رغبت کرنے سے اس کیڑے کے دل پر مہر ہوگئی ہے اور اسکی آنکھوں پر قضا و قدر سے حجاب پڑا ہوا ہے سو ایک حالت ہے کہ جسکو خدا نے استعارہ کے طور پر ختم او غشاوہ سے تعبیر کیا ہے اور کبھی اسی حالت کو طبع سے تعبیر کیا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور کبھی اغفال سے وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا اور کبھی اقساء سے وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً اس حالت کا خالق حقیقی خدا تعالیٰ ہے کیونکہ یہ جتنے امور جبلی ہیں سب قضاء و قدر سے ہیں اور اسی لئے انکو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور اسمیں اسکی ذات پاک پر کوئی عیب بھی نہیں لگتا اور اسکا کاسب بندہ ہے اسکو اسیقدر اسمیں دخل ہے اسلئے اسکی طرف بھی نسبت کرتے ہیں اور برائی کا بوجھ اسکے سر پر دھرتے ہیں اور اسی لئے اتمام حجت کو انکے پاس بھی خدا کے انبیاء علیہم السلام پیغام ہدایت لاتے ہیں اور پھر وہ اپنی نافرمانی کی سزا دنیا و آخرت

ف [1] معتزلہ کے نزدیک اسناد مجازی ہے۔ اہل حق کے نزدیک مجاز لغوی یعنی مسند معنی مجازی میں مستعمل ہے باقی اسناد حقیقی ہے۔ معتزلہ اور عیسائی کہتے ہیں کہ خدا کی طرف کفر کا پیدا کرنا اور مہر اور گمراہ کرنا منسوب کرنا نہایت بے ادبی اور اسکی ذات مقدس میں عیب لگانا ہے لہذا اس قسم کی عبارتوں کو مجاز پر محمول کیا جاتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ لوگ اس بات کو اچھی طرح سمجھے نہیں۔ عقلا یوں کہ جب تسلیم کرلیا گیا ہے کہ اس عالم کا وہی خالق ہے تو اعیان و اعراض سب کچھ اسی کا مخلوق ہوا کس لئے کہ ممکن کو دوسرے ممکن پیدا نہیں کرسکتا خواہ وہ جوہر خواہ عرض (کوئی جسم وغیرہ) قدرت مستقلہ نہیں اور جو ہو تو دو خالق مستقل ماننے پڑیں گے جسکی تسلیم میں سے بڑھکر بے ادبی ہے پس جب یہ ثابت ہوا کہ بندہ کو اپنے افعال پر قدرت مستقلہ [illegible] ورنہ کبھی کوئی ناکامیاب نہوتا اور یہی ظاہر ہے کہ بندہ اپنے افعال ارادیہ میں پتھر اور لکڑی کی طرح مجبور نہیں اسکے ارادے کار وبار اس طرح سے مجبور نہیں ہوتے کہ جس طرح رعشہ میں ہاتھ [illegible] تو ضرور یہ تسلیم کرنا پڑا کہ نہ جبر محض ہے نہ قدر محض بلکہ خالق ہر چیز کا اللہ تعالیٰ اور کسیقدر اختیار بندہ کو بھی دیا ہے خواہ وہ [illegible] جو کچھ ہوگا اسکی وجہ سے [illegible] کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے [illegible] برائی اسکی طرف منسوب ہوتی ہے اور جزا و سزا پاتا ہے [illegible] گمراہی وغیرہ افعال کو خالق ہونیکی وجہ سے [illegible] منسوب کرسکتے ہیں [illegible] [illegible] اسکو قابل کہہ سکتے ہیں [illegible] نہیں سمجھے بلکہ کہتے ہیں کہ جیسے (سواد) سیاہی قائم ہوتی [illegible] بندہ کا سبب [illegible] بھی نسبت ہوگی جسکی وجہ سے وہ برائی بھلائی سے متصف ہوگا۔ اور جو [illegible] اور گمراہ [illegible] منسوب کیا جاتا ہے جس طرح کہ [illegible] اسی طرح قرآن انبیٰ علیہ السلام کو [illegible] کہ قرآن واحادیث میں [illegible] مقامات پر ایسی عبارتیں پائی جاتی ہیں [illegible]

میں پاتے ہیں۔ اب جس طرح یہ سوال بیجا ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو مختلف استعداد پر کیوں بنایا اور بعضوں کی جبلت میں یہ تاریکی کیوں
رکھی اور پھر انکو عذاب کیوں دیا؟ کس لئے کہ یہ کسیقدر اختیار پر مبنی ہے! اور مختلف استعداد اور رنگ برنگ کی قابلیت دینے میں وہ خود مختار ہے جسکو
جو کچھ دیا اسکا فضل ہے اور جسکو نہ دیا تو اُسپر کچھ ظلم نہیں کیا۔ کیا برتن کمہار سے کہہ سکتا ہے کہ تو نے مجھ پر ظلم کیا کہ جو آبدست کرنیکی بدھنی بنایا یا بادشاہوں
اور معشوقوں کے پینے کا پیالہ نہ بنایا؟ اس مسئلہ جبر و قدر میں زیادہ گفتگو کرنے سے ممانعت ہے کیونکہ اسکے اسرار پورے پورے عقل میں مشکل سے
آتے ہیں اس لئے میں بھی قلم منہ زور کو روکتا ہوں +

قلب لغت میں ایک گوشت صنوبری کو کہتے ہیں کہ جو بائیں جانب پہلو میں اُلٹا لٹکا ہوا ہے اور اسی لئے اُسکو قلب کہتے ہیں اور اسمیں جگر
سے آکر خون پکتا ہے اور پھر اسکے لطیف اجزء روح حیوانی ہیں بنتے ہیں اور شرائین کے ذریعہ سے تمام بدن میں دوڑتے ہیں اور حس و حرکت کا
منشا بھی یہی روح ہے جس عضو میں وہ روح نہ جائے تو وہ بےحس وحرکت ہو کر مرجائے۔ اور یہ روح ہوائی کہلاتی ہے اور اسیکو نسمہ بھی کہتے
ہیں اور روح حقیقی یعنی نفس ناطقہ کا اصلی مرکب یہی ہے اور اُس کا مرکب تمام جسم ہے جب اس روح ہوائی میں (کہ جسکو روح حیوانی اور
روح طبی بھی کہتے ہیں) سخت فساد آتا ہے تو روح حقیقی کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے اور قطع تعلق کا نام موت ہے۔ اور اصطلاح شرع میں قلب لطیفہ انسانی کا
نام ہے کہ جس سے انسانیت قائم ہے اور جس سے شوق و محبت پیدا ہوتی ہے اور جس سے شرع کے اوامر و نواہی بجالاتے ہیں۔ اور کبھی قلب
سے عقل بھی مراد ہوتی ہے جیساکہ اس آیت میں إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ اور کبھی نفس یا روح بھی مراد ہوتی ہے۔ اس آیت
میں یہی لطیفہ مراد ہے کیونکہ استدلال کرنا اسی کا کام ہے اور یہی الہام الٰہی کی جگہ ہے اور یہی حق شناسی کی دوربین ہے پس جب اسپر مہر ہوگئی
تو یہ سب باتیں مفقود ہوگئیں +

نکات

۱ کلام مدلل کیا کیونکہ اول دعوے کے طور پر یہ فرمایا کہ کافروں کو برابر ہے آپ وعظ سنائیں یا نہ وہ ایمان نہ لاوینگے۔ بظاہر اس دعوے کا
ثبوت سمجھ میں نہیں آتا تھا اسکے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اسلئے کہ خدا نے انکے دلوں اور کانوں پر مُہر کردی ہے اور انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے یعنی
انکی جبلت میں تاریکی ہے اور بہیمیت کے اندھیریوں نے انکو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا +

۲ کسی چیز کا دریافت کرنا تین طرح سے ہوتا ہے یا حس سے معلوم کرے یا خبر صادق سے حال کھلجائے یا خود عقل غور کرکے دریافت کرلے پس چونکہ امور
آخرت اور خدا کی ذات و صفات حس سے نہیں معلوم ہوتی انکو یا خود عقل یقین کرے یا خبر صادق سے انکی تصدیق ہو اور ایمان و کفر یعنی سعادت
وشقاوت میں امور آخرت اور خدا کی ذات و صفات پر یقین کرنے یا نکرنے پر مدار ہے اور ان لوگوں کی بدبختی بیان کرنی ضرور تھی تو اسلئے پیشتر ختم اللہ
علی قلوبھم وعلی سمعھم فرمایا اور قلب اور سمع کو بصر پر مقدم کیا انکے دلوں پر مہر ہے عقل سے ان امور پر کیونکر یقین کریں اور انکے کانوں پر
بھی مہر ہے وہ مخبر صادق کی خبر کیونکر سنیں اور کس طرح ایمان لاویں۔ لیکن کسیقدر حس سے بھی ایمان حاصل ہونیکا طریق تھا وہ یہ کہ
نبی علیہ السلام کے معجزات کو دیکھکر ایمان لاویں سو یہ بھی بات انکو نصیب نہیں وہ ہرچند بیشمار معجزات دیکھ چکے ہیں لیکن بمنزلہ نابینا کے ہیں

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ۝

(اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ بالکل مومن نہیں +)

ہیں گویا کہ جنم کے اندھے ہیں اُنکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے کچھ دیکھتے ہی نہیں +

۳ مُہر ایسی چیز پر کیا کرتے ہیں کہ جس میں ہر طرف سے تصرف ہو سکے پس مُہر اُسکو ہر طرف سے بند کر دیتی ہے چونکہ کان میں ہر طرف سے اور دل میں ہر طرف سے بات پڑ سکتی ہے آنکے لئے کوئی جہت خاص نہیں اسلئے اُنپر تو مُہر لگانا فرمایا اور آنکھ چونکہ سامنے سے دیکھتی ہے اسکے لئے جہت خاص ہے تو اسپر پردہ پڑنا فرمایا کہ سامنے سے پردہ پڑ گیا دیکھنا بھی جاتا رہا +

جب خدا تعالیٰ حکم اور اُسکی دلیل بیان فرما چکا تو بعد میں اُسپر جو اثر مرتب ہونیوالا ہے وہ فرمایا کہ ولہم عذاب الیم - یہ عذاب خواہ آگ سے ہو خواہ طوق و زنجیر سے خواہ اور کسی طرح سے کہ جسکی کیفیت ہمکو معلوم نہو جو کچھ ہو وہ سب روح کی تاریکی اور اس جبلی کجروی کا اثر مرتب ہے جس طرح پانی کا اثر برودت اور آگ کا اثر حرارت کا پیدا کرنا ہے اسی طرح انسان کے بُرے اعمال کا اثر خاص ہے جو مرنے کے بعد معلوم ہوگا اعاذنا اللہ منہ +

جب خدا تعالیٰ اس فریق اشقیا کو بیان کر چکا تو اب دوسرے فریق **منافقین** کا حال بیان فرماتا ہے +

ترکیب

یقول فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف اس کا فاعل اور آمنا باللہ الخ جملہ فعلیہ اسکا مقولہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہوئی من نکرہ موصوفہ کی - من جار الناس مجرور - جار مجرور متعلق ثابت یا ثبت کے ہوا جو رافع ہے من کا تقدیر کلام یوں ہوئی ومن الناس ناس یقولون یہ جملہ خبریہ ہوا اسکا عطف الذین یومنون الخ پر یا قصہ کفار مصرین پر ہے - اور ممکن ہے کہ من کو موصولہ مانا جاوے ہم ما کا اسم اور بمؤمنین خبر اسم و خبر ملکر جملہ خبریہ ہوا واو حالیہ کے ساتھ ملکر حال ہوا فاعل یقول سے جو من ہے - من لفظ مفرد ہے مگر معنی میں تثنیہ اور جمع کے بھی آتا ہے اسی لئے علم اصول میں اسکو عام گنا ہے پس باعتبار لفظ کے یقول صیغہ واحد بولا گیا اور باعتبار معنی کے ہم اور آمنا جمع کے صیغے بولے گئے - بعض یوں بھی کہتے ہیں کہ من یقول آمنا باللہ الخ مبتدا اور من الناس ثابت کے متعلق ہوکر اسکی خبر ہوئی **تنبیہ** کفار کے حال کو بطور عطف کے اسلئے نہیں بیان کیا کہ وہاں متقین کا حال ضمن کتاب تھا اسلئے مضادت مانع عطف ہوئی اور چونکہ کفار کا حال مستقلاً بیان کیا دوسری قسم منافقین کا عطف اُس پر زیبا ہوا +

تفسیر

مدینہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو بظاہر تو یہ کہتے تھے کہ ہم اللہ اور رسول اور قیامت پر ایمان لائے اور مسلمان ہوئے تاکہ مسلمانوں میں ملکر منافع دنیا حاصل کریں اور ہر قسم کی سختی سے جو اُنپر مثیں آنیوالی تھی اسلام کو آڑ بنا کر بچیں مگر یہ بیان درحقیقت ایمان نتھا اور بغیر خلوص دل کے زبان سے کہنا خدا تعالیٰ علام الغیوب کے آگے کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا اسلئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کرنیکے لئے فرما دیا کہ یہ لوگ زبانی ہیں

ہرگز مومن نہیں۔ ان لوگوں کو شرع میں منافق کہتے ہیں انہیں سب کا سرگروہ **عبداللہ بن ابی بن سلول** تھا حضرت کے مدینہ میں تشریف لانے سے پہلے لوگوں نے چاہا تھا کہ اسکو سرداری کی پگڑی بندھوادیں اور مدینہ کا سردار بنادیں لیکن جب حضرت تشریف لائے اور روح کو زندہ کرنیوالی باتوں سے تمام جہالت کی تاریکیاں لوگوں میں سے دور ہوگئیں اور لوگوں کو ایک نئی زندگانی کا مزہ آگیا تو پھر اسکے رو برو اس بنا پرست کی کچھ بھی وقعت نرہی اسلئے اس شخص کو حضرت اور اہل اسلام سے حسد اور رنج پیدا ہوا مگر غلبۂ اسلام کی وجہ سے یہ خبث باطن کو ظاہر نا سکا اور لوگوں کے ساتھ بظاہر آپ بھی اسلام میں شمار ہو گیا لیکن یہ اور اسکے رفیق **یہود** جو مدینہ کے آس پاس بستے تھے اور دس پانچ اور اسی کے ہم قوم ہمیشہ در پردہ اسلام کی بیخ کنی کرتے رہے اور اس آفتاب عالمتاب پر گرد اڑانے اور اس چراغ جاودانی کو بجھانے میں ہر طرح سے کوشش کرتے رہے سورۂ برأت اور سورۂ منافقون اور اس سورہ اور دیگر سورتوں میں انکے **اقوال و افعال ناشایستہ** کا جواب مذکور ہے اور جو کچھ غزوات میں انہوں نے فتور برپا کئے ہیں وہ بھی مسطور ہیں جس سے خدا نے نفاق کی جڑ کو بالکل کاٹ دیا +

متعلقات

نفاق کی چند قسم ہیں **اول** یہ کہ زبان سے اسلام اور ایمان ظاہر کرے مگر در پردہ صاف منکر ہو۔ **دوم** یہ کہ در پردہ صاف منکر تو نہو مگر یقین بھی نہو بلکہ متردد اور مذبذب ہو **سوم** یہ کہ دل میں تصدیق تو ہو مگر کامل نہو اور گناہوں و حب دنیا و غلبۂ شہوات نے اسکو ایسا کر دیا ہو کہ یہ دنیا کے منافع کو ایمان پر مقدم سمجھتا ہو دنیا کی خاطر لشکر اسلام کا مقابلہ و اہل اسلام کی بربادی اور دین کی ہجو اسکے نزدیک کچھ مشکل نہو۔ یہ تینوں گروہ خدا کے نزدیک سخت کافر ہیں اور جہنم کے سب سے اسفل طبقہ میں ہیں گے **إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ** ان تینوں قسم کے منافق مدینہ میں موجود تھے **چہارم** یہ کہ قال حال کے مطابق نہو زبان سے کچھ کہے دل میں کچھ اور ہو جسکو تقیہ[1] کہتے ہیں اگرچہ اس سے کافر نہیں ہوتا مگر یہ بھی انہیں منافقین کا شیوہ ہے اور سراسر ناراستی ہے۔ نور ایمان اور صداقت کی روشنی ذرا بھی فریب و مکر کو گوارا نہیں کرتی چہ جائیکہ اس پاک مذہب کا رکن قرار دیکر اسکے نورانی چہرہ پر دھبہ لگایا جاوے بلکہ نبی صلعم کے فیض صحبت سے صحابہ تو اپنی حالت قلبیہ میں ذرا فرق آنے کو بھی **نفاق** سمجھتے تھے چنانچہ امام **مسلم** نے روایت کیا ہے کہ **حنظلہ بن ربیع** اسدی حضرت ابوبکر سے ملے ابوبکرؓ نے پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا میں تو منافق ہو گیا ابوبکر نے فرمایا تو یہ کیا کہتا ہے اس نے عرض کیا کہ جب ہم نبی صلعم کے پاس سے گھر میں آتے اور بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ کیفیت جو وہاں ہوتی ہے اسکو بھول جاتے

---

[1] اہل اسلام میں اول صدی کے اخیر میں جو کچھ خلافت کی بابت زیادہ نزاع ہوئی تو ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرفداری کا یہانتک دم بھرنے لگا کہ جسکو وہ خود بھی جائز نہ رکھتے تھے اور پھر رفتہ رفتہ وہ ایک فریق ہو گیا جسکو شیعہ کہتے ہیں اور یہ فریق اکثر ایران میں پھیلا اور ایران میں مجوس کے ہاں یہ تقیہ ہمیشہ سے چلا آتا تھا چنانچہ دساتیر نامہ ساسان اول کے (۴۰) جملہ میں مرقوم ہے انکی تقلید سے یہ مسئلہ اس گروہ نے بھی اپنے مذہب میں جاری کیا اور جہاں کہیں حضرت علی اور ائمۂ اہل بیت سے خلفاء ثلاثہ کی مدح منقول ہے اسکے جواب میں اس تقیہ سے کام لیا اور کہدیا کہ وہ تقیہ کرتے تھے اس لغویات کو روشن دماغ شیعہ بھی ہرگز نہیں تسلیم کرتے اور ائمۂ کبار کی نسبت حق پوشی اور نفاق کا عیب لگانے سے از حد ڈرتے ہیں ہاں جو لوگ ملاؤں کی تقلید اور انکے رطب و یابس روایات و حکایات پر غش ہیں وہ اسکو مانتے ہیں ۱۲ منہ

يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا ۚ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ

(اپنے نزدیک) دھوکا دے رہے ہیں اللہ کو اور مسلمانوں کو۔ حالانکہ وہ خود اپنے ہی آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور جانتے نہیں ۔

میں ابو بکر نے کہا میرا بھی یہی حال ہے تب وہ دونوں نبی صلعم کی خدمت میں گئے اور حنظلہ نے یہ حال بیان کیا تو نبی صلعم نے فرمایا کہ اے حنظلہ اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت میں رہو کہ جو میرے پاس ہوتی ہے اور یاد الٰہی میں رہو تو ملائکہ تم سے گلی کوچوں میں اور بستروں پر مصافحہ کیا کریں مگر یہ بات کبھی کبھی ہوتی ہے ۔

نکات

۱ منافقین دعویٰ کرتے تھے ہم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے بھی انکی ادعا کے موافق باللہ و بالیوم الآخر کو خاص کیا تاکہ معلوم ہو کہ جسمیں تم کو دعویٰ ہے اسمیں بھی تم سچے نہیں کیونکہ خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے تو اس مکر اور فریب کو خدا اور اسکے رسول سے جائز نہ رکھتے پس ور باتوں میں تو تمہارے ایمان کا کیا اعتبار ہے یعنی جہاں تمکو سچائی کا دعویٰ ہے وہیں جھوٹے ہو چہ جائیکہ جہاں تمکو خود نفاق مقصود ہو **۲** اگرچہ سیاق کلام یہ چاہتا تھا کہ انکے جواب میں ما آمنوا کہا جاتا تاکہ جواب مطابق ہوتا مگر برعکس اسکے ما ہم بمؤمنین فرمایا تاکہ انکے ایمان کی نفی اچھی طرح سے ہو جائے کیونکہ زمانہ ماضی میں انکو ایمان سے باہر بیان کرنا جیسا کہ ما آمنوا سے سمجھا جاتا اس امر میں اتنا فائدہ نہیں بخشتا کہ جو انکو ہمیشہ کے لئے ما ہم بمؤمنین سے ایمان سے باہر کر دینا بخشتا ہے علاوہ اسکے ما آمنوا میں بمقابلہ جواب نسبت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے کی نفی سمجھی جاتی ۔ اور جبکہ ما ہم بمؤمنین کہا اور نفی کو باسے مؤکد کر دیا تو بالکل ایمان سے بے بہرہ ہونا ثابت کر دیا کہ نہ انکا ایمان اللہ پر ہے نہ قیامت پر نہ نبی اور قرآن اور اسکے معجزات پر ۔ اسکے بعد خدا تعالیٰ انکے اس فعل سے جو غرض ہے اسکو بیان فرماتا

ترکیب

یخادعون فعل ضمیر ہم جو راجع ہے منافقین کی طرف اسکا فاعل اور لفظ اللہ اور الذین آمنوا (موصول صلہ ملکر معطوف ہو کر لفظ اللہ پر) مفعول فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ بنا کلام مستانف ہوا یا یہ حال ہے فاعل یقول سے ۔ اور ما یخادعون فعل با فاعل اور مفعول محذوف مستثنیٰ منہ الا انفسہم مستثنیٰ فعل فاعل او رمستثنیٰ منہ او رمستثنیٰ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر بذریعہ واو حال ہوا فاعل یخادعون سے ۔ وما یشعرون جملہ فعلیہ بذریعہ واو کے اس ما یخدعون الخ سے حال واقع ہے ۔

تفسیر

یعنی وہ منافقین جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اپنے زعم میں خدا سے اور مسلمانوں سے فریب بازی کر رہے ہیں اور حالانکہ یہ فریب اپنے تئیں دے رہے ہیں کیونکہ خدا علام الغیوب ہے اس سے کوئی بات مخفی نہیں رہ سکتی اور وہ مومنوں کو آگاہ کرتا رہیگا ہوا نہ ہو پھر بھی اس مخادعت (فریب بازی) کا اثر نہ پڑا الٹا انہیں پر پڑا کہ دنیا میں بھی رسوائی ہوئی آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا ہونگے مگر

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ

اُنکے دلوں میں مرض ہے پھر خدا نے اُنکے مرض کو زیادہ کردیا اور اُنکو عذاب دُکھ دینے والا اُنکے جھوٹ بولنے کی وجہ سے

اُنکے حواس سلیمہ میں فتور آگیا کہ انکو یہ موٹی سی بات بھی دکھائی نہیں دیتی کہ خدا تعالیٰ کو کوئی فریب نہیں دیسکتا اسکا اُلٹا وبال ہم ہی پر پڑیگا

متعلقات

خدع لغت میں بُری بات چھپانا اور اُسکے برعکس کھانا تاکہ کسی کو فریب دیا جاوے +

نفس ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض یا دونوں سے بری جیسا کہ ذات باری تعالیٰ بقولہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک الآیہ اور روح کو بھی کہتے ہیں کیونکہ حی کا نفس اسی سے قائم ہے اور قلب کو بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ محل روح ہے اور خون کو بھی کہتے ہیں کیونکہ نفس کا قوام اسی سے ہے اور پانی کو بھی کیونکہ اسکی طرف نفس کو زیادہ حاجت ہے اور رائے کو بھی کیونکہ یہ نفس سے پیدا ہوتی ہے

شعور احساس کو کہتے ہیں اور انسان کے مشاعر اُسکے حواس ہیں اور اصل اسکی شعر (بال) ہے اور جو لباس جلد کے بالوں سے ملا ہوتا ہے اسی لئے عرب اسکو شعار کہتے ہیں۔ اس مناسبت سے پھر اور وسیع معانی میں بھی اس لفظ کا اطلاق آتا ہے +

نکات

[۱] چونکہ منافقین یہ فریب بازی ہمیشہ کرتے تھے اور آئندہ بھی اُنسے یہ فعل متوقع تھا تو اس رمز کے لئے مضارع سے اُنکے اس حال کو تعبیر کیا تاکہ تجدد اور حدوث پے اور آئندہ کے صدور پر دلالت کرے +

[۲] اُنکے پرلے درجہ کی حماقت ثابت کرنے کو ما یشعرون کہا ما یعلمون نہ کہا کیونکہ شعور محسوسات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور علم محسوسات معقولات دونوں کے لئے پس جب ما یشعرون کہا تو گویا یہ ثابت کردیا کہ اس مکر کی بُرائی ایک محسوس چیز ہے مگر چونکہ علیٰ ابصارہم غشاوۃ یعنی انکی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے دیکھ نہیں سکتے۔ اب اگلی آیت میں اس فعل کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ وہ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں +

ترکیب

مرض مبتدا مؤخر فی قلوبہم خبر دونوں ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ زاد فعل اللہ فاعل ہم مفعول اول مرضاً مفعول ثانی فعل فاعل اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔ عذاب موصوف الیم اسکی صفت پھر بما کانوا یکذبون جملہ بتاویل مصدر کے ہوکر متعلق کائن کے ہوا اور الیم کی صفت ہوا۔ یہ موصوف اپنی صفات سے ملکر مبتدا لہم خبر مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا اور اُسکا عطف کلام سابق پر ہوا

تفسیر

یعنی انکی یہ فریب بازی اسلئے ہے کہ انکی فطرت میں صحت و سلامتی نہیں اور دل پر مرض ناراستی عارض ہے پس جوں جوں فطرت کو درست کرنیوالی اور روح کو صحت بخشنے والی باتیں نبی علیہ السلام پر نازل ہوتی گئیں انکی برخلافی سے اُس اصلی مرض کو ترقی ہوتی گئی

ع - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی + جس طرح جسمانی امراض کا نتیجہ موت ہے اسی طرح روحانی امراض کا ثمرہ اُس عالم میں عذاب الیم ہے۔ آسمانی پانی ہر درخت اور تخم کی بالیدگی کا باعث ہے مگر کسی درخت میں اُسی پانی سے کانٹے اور کڑوے پھل آتے ہیں اور جسکا تخم اچھا ہوتا ہے اُس سے عمدہ اور خوشبودار پھول وپھل نکلتے ہیں۔ اسی طرح قرآن جو تخم روح کے لئے آسمانی پانی ہے پس اس سے مومنوں کو شفا اور جنکی جبلت میں کجی ہے اُنکو زیادہ مرض پیدا ہوتا ہے پھر وہ مرض اُس عالم میں بصورت عذاب الیم ظاہر ہوتا ہے +

متعلقات

مرض لغت میں بدن کی اُس حالت غیر طبعی کو کہتے ہیں کہ جو افعال طبعیہ میں خلل انداز ہوتی ہے اور مجازاً اُن اعراض نفسانیہ کو بھی کہتے ہیں کہ جو نفس کے کمالات میں مخل ہوتے ہیں جیسا کہ جہل اور بدعقیدت اور کینہ اور حسد اور شہوت اور حُبّ دنیا اور جھوٹ اور ظلم وغیرہ کیونکہ جس طرح مرض سے کمالِ بدن یا حیات زائل ہو جاتی ہے اسی طرح اِن اعراض سے حیاتِ ابدی اور اُس کے کمالات زائل ہو جاتے ہیں اور روح پر تاریکی پیدا ہوتی ہے +

الیم اسے مولم - الم (جسکو درد کہتے ہیں) ادراک ناملائم ہے ہر چند بدن میں ناملائم حالت تفرق اتصال زخم وشگاف ہو مگر جبتک ادراک نہ ہوگا جیسا کہ دوا بیہوشی کلورافارم میں ہوتا ہے کچھ دُکھ نہ معلوم ہوگا۔ اسی طرح اِس عالم میں روح کو طلسم دنیا کی کلورافارم نے بیہوش کر رکھا ہے جب موت کے بعد یہ بیہوشی دور ہوگی تو ہر شخص کو اپنے روحانی امراض کا دُکھ معلوم ہوگا اور اس عالم کی ٹھڈ بندی کا راز مفہوم ہوگا ؎ باش تا بندروی بجشایند + باش تا باتو در حدیث آیند + تا کیاں را نشاندہ بر در + تا کیاں را گرفتہ در بر +

کذب یعنی جھوٹ اُس خبر کو کہتے ہیں کہ جو خلاف واقع ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ جو خلافِ اعتقاد ہو بعض کہتے ہیں کہ جو اعتقاد اور واقعہ دونوں کے خلاف بیان ہو اُس کو کذب کہیں گے +

نکات

۱ اِس آیت میں بھی خدا تعالیٰ نے امر واقعی کی رعایت رکھی فی قلوبھم مرض سے یہ بات بتلادی کہ دنیا میں ہدایت اور گمراہی یا سعادت وشقاوت جو کچھ پیش آتا ہے وہ اصلی استعداد اور جبلی قابلیت کے موافق پیش آتا ہے جو ازلی مریض ہیں اور اُنکی روح کا مزاج فاسد ہے اُنسے اس عالم میں ویسے ہی افعال نامطلوب سرزد ہوتے ہیں اور فزادھم اللہ مرضاً سے اسباب کی طرف اشارہ کر دیا کہ ان امور کا اصل خالق خدا تعالیٰ ہے گو مجازاً سورہ یا کسی اور کیطرف بھی اسناد ہوتا ہے اور ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون سے یہ بات بتلادی کہ بندہ اپنے افعال میں مجبور محض نہیں بلکہ اختیار رکھتا ہے کہ جسکی وجہ سے اسکے افعال پر سزا وجزا مرتب ہوتی ہے +

۲ جس طرح اِس آیت میں کانوا انفسھم اُن لوگوں کے خیال باطل کے رد کی طرف اشارہ ہے کہ جو کہتے ہیں کہ یہ عالم محض توہمات وخیالات ہیں کسی چیز کی کچھ اصل نہیں نہ کوئی کرم (فعل) مؤثر ہے نہ کوئی عمل آخرت میں نافع ہے نہ مضر جیسا کہ حکماء سوفسطائیہ اور بید انتیوں کا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝

اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نکرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنیوالے ہیں۔ دیکھو وہی (منافق) خرابی کرنیوالے ہیں مگر سمجھتے نہیں

مذہب ہے اور عیسائی بھی بموجب فتوی پولوس شریعت سے آزاد ہیں۔ اسی طرح فرادہم اللہ مرضاً سے اُس فریق کے خیال باطل کیطرف اشارہ ہے کہ جو افعال (یا آرم) ہی کو مؤثر بالذات جانتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے وجود وقدرت کے منکر ہیں جیساکہ بودہ مہانا اہل ہند میں سے اسکے معتقد ہیں

۳ بما کانوا سے عذاب آخرت کی طرف اشارہ کر دیا تاکہ جو لوگ بطور تناسخ یا بطور ترقی مال وجاہ اسی عالم میں جزا و سزا کے قائل ہیں اُنکا خیال باطل ہو جائے **ف** عذاب کو جو کذب سے متعلق کیا اس سے جھوٹ کا حرام ہونا ثابت ہوا اسلئے اہل اسلام میں بالاتفاق جھوٹ بولنا حرام قرار دیا گیا۔ یہ وہ فعل ہے کہ جسکے قبح پر اکثر بنی آدم متفق ہیں + اب اگلی آیتوں میں خدا تعالیٰ اُنکے مرض قلب کو ثابت کرتا ہے کہ وہ بُری باتیں کرتے ہیں اور اُنکو بھلی سمجھتے ہیں جس طرح کوئی مریض کڑوی چیز کو میٹھی یا بالعکس تصور کرتا ہے اور یہ جہل مرکب ہے حکما کے نزدیک یہ مرض لاعلاج ہے پس فرماتا ہے +

ترکیب

اِذا حرف شرط قیل فعل مجہول لہم متعلق قیل کے لاتفسدوا فی الارض مفعول مالم یسم فاعلہ ہوا قیل کا یہ دونوں ملکر شرط ہوئے اور قالوا فعل انما نحن مصلحون جملہ اسکا مفعول فعل اپنے فاعل ضمیر ہم اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب ہوا شرط کا شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہو کر معطوف ہوا یکذبون یا یقول پر۔ اِنّ مشبہ بفعل ہم اسکا اسم اور ہم المفسدون مبتدا خبر جملہ بنکر اسکی خبر۔ ولکن کلمہ استدراک سکا مابعد لایشعرون جملہ استدراکیہ۔ الا حرف تنبیہ جو صدر جملہ پر تنبیہ مخاطب کیلئے آتا ہے۔ یہ جملہ خبریہ مستانفہ ہے جواب میں اُنکے قول کے +

تفسیر

یعنی مرض قلب اینرہا تک غالب آگیا ہے کہ اُنکو نیک و بد میں بھی تمیز نہیں رہی کسلئے کہ جب کوئی مومن یا رسول یا خود خدا تعالےٰ اُنسے یہ فرماتا ہے کہ تم ملک میں فساد نہ ڈالو یعنی گناہ اور چغلخوری اور غمازی نہ کیا کرو تو اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم تو بھلائی کرتے ہیں وہ اس غمازی اور گناہ کو بھلائی سمجھ گئے۔ خدا فرماتا ہے دیکھو یہی لوگ مفسد ہیں مگر بے شعور ہیں کہ انکو اپنے فساد اور صلاح میں تمیز نہیں معاذاللہ جب انسان اپنے عیب کو عیب نہیں سمجھتا تو بڑی خرابی میں پڑتا ہے اور صدہا آدمی دنیا میں ایسے اندھے ہیں کہ انکو حقیقت امر معلوم نہیں ؎ چشم بازو گوش بازو ایں ذکا + خیرہ ام بر چشم بندی خدا + ایک عالم اس جہل مرکب میں گرفتار ہے کوئی خدا کا تقرب سمجھکر بتوں کو پوجتا ہے کوئی توحید سمجھکر تثلیث کی دلدل میں گرفتار ہے کوئی بامید سلطنت آگ کی دھونی رمائے بیٹھا ہے کوئی کسی ہوس خام کو دل میں پختہ کرکے دریا کے کنارے آسن لگائے بیٹھا ہے۔ ہزاروں لوگ گنگا میں غوطہ لگا کر گناہوں سے پاکی سمجھکر دوا

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ○

اور جب اُنسے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں کی طرح سے تم بھی ایمان لاؤ تو کہتے ہیں کیا ہم بیوقوفوں کی طرح ایمان لاویں دیکھو یہی لوگ بیوقوف ہیں لیکن جانتے نہیں +

ور انسے آتے اور مشقت اُٹھاتے ہیں اہل دنیا شب روز لین دین بیع وشرا میں غرق ہیں نہ مرنے کی مہلت نہ جینے کی فرصت ۔ صدہا دنیا پرست حکام کی خوشامد اور ترقی مناصب میں شب و روز گرم اور اسی کو فوز کبیر اور مقصود اصلی سمجھتے ہیں الغرض ہر کس بخیال خویش خبطے دارد لیکن جب اس طرف سے آنکھ بند ہوگی اور اس عالم کی چیزیں کھائی دینگی تو حسرت وافسوس ہوگا اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ہی +

متعلقات

فساد کسی شے کا اعتدال سے باہر ہونا اور جو نفع کہ اُس سے متصور ہے اُسکے قابل نہ رہنا اسکی نقیض صلاح ہے یعنی جس طرح فساد میں بگڑنا ہے ویسا ہی صلاح کے معنی میں سنورنا معتبر ہے ۔ اس جگہ فساد سے مراد بقول ابن عباس وحسن وقتادہ معاصی ہیں کیونکہ جب دنیا میں گناہگاری چوری قتل زنا فتنہ انگیزی شرک وکفر کی اشاعت ہوتی ہے تو انتظام عالم میں خلل آجاتا ہے اور قیل کا فاعل یعنی کہنے والے اس جگہ مومن یا رسول یا خدا تعالے ہے نہ کفار واشرار +

نکات

جس طرح کہ منافقین نے بزعم فاسد اپنے فساد کو صلاح بنایا اور انما نحن مصلحون میں صلاح کا انحصار اپنے ہی نفس پر کیا تھا اسی طرح اُسکے رد میں لفظ الا اور انھم ھم المفسدون کلمۂ انحصار فرمایا کہ بلا شک یہی مفسد ہیں تا کہ کلام مقتضئ حال کے مطابق ہو جائے ۔ یہ اُن منافقوں کی دوسری حرکت ناشایستہ تھی اب تیسری حرکت ناشایستہ یہ ہے کہ +

ترکیب

اذا حرف شرط قیل فعل مجہول قول اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ محذوف اور لھم متعلق ہے قیل کے اور آمنوا فعل بافاعل اسکی تفسیر کما آمن الناس بتاویل آمنوا ایمانا مثل ایمان الناس مصدر محذوف کی صفت ۔ قالوا فعل بافاعل اور انؤمن الخ جملہ اسکا مفعول جواب ہوا شرط کا الا حرف تنبیہ انھم الخ اسم وخبر اِنّ کی ہو کر جملہ خبریہ مستانفہ ہوا اور ولکن حرف استدراک لا یعلمون جملہ استدراکیہ +

تفسیر

یعنی جب ناصح اُنسے یہ کہتا ہے کہ ایمان حقیقی لاؤ کہ جس سے ترک فتنہ وفساد اور نفرت بدنا اور اعراض از لذات فانیہ حاصل ہو اور مردان خدا کے

لے بس وجو تفسیر القرآن کے صفحہ ٢٢ میں نیچری مفسر کہتے ہیں (قولہ واذا قیل لھم ان آیتوں میں اس گفتگو کا اشارہ ہے جو منافق او کافر آپس میں کرتے تھے یعنی کافر سمجھتے تھے کہ منافقوں کا اس طرح ظاہر میں اپنے تئیں مسلمان جتانا فساد ڈالنا ہے تو وہ اُنسے کہتے تھے کہ تم فساد مت ڈالو اور اپنے تئیں مسلمان مت بتلاؤ یا جس طرح اور لوگ سچ مچ مسلمان ہوگئے ہیں تم بھی ہو جاؤ الخ) سراسر غلط ہے چندوجہ سے اول تو یوں کہ کافر منافقوں کے اس بیان کو فساد نہیں سمجھتے تھے بلکہ عین صلاح جلہ مسلمانوں سے فریب کرکے اُنکے راز ہاتھ لگتے ہیں دوم آنحضرت کی تصدیق کلام الٰہی میں نا اُنکی عظمت پر دال ہے حالانکہ یہ خلاف مقصود ہے ۔ سوم کافر دل سے یہ ہرگز مرضی نہ تھی کہ تم سچ مچ کے مسلمان ہو جاؤ علاوہ اسکے کوئی مفسر اسکا قائل نہیں بلکہ تفسیر کبیر میں یوں لکھا ہے قولہ صفحہ ٢٨٣ ولا یجوزان یکون القائل بذلک من لا یختص بالدین والنصیحۃ الخ ۔ خانصاحب کو جب اسقدر وقوف تھا تو تفسیر لکھنے کی کیا ضرورت

ایمان کی مثل ہو کہ جو نفع و نقصان دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جانتے اس عالم کو فانی سمجھکر عالم باقی کے لئے جان و مال صرف کرنے میں کچھ دریغ نہیں کرتے اور درحقیقت یہی آدمی ہیں ورنہ جو لوگ کہ عالم باقی کے مقابلہ میں ان چند روزہ نعمتوں پر مفتون ہیں مجنون ہیں پس اسکے جواب میں وہ منافق کہتے ہیں کیا ہم بیوقوفوں کی مانند ایمان لائیں خیالی جنت و دوزخ کے لئے مطالب و مقاصد دنیا چھوڑ بیٹھیں؟ یہاں دنیا دین سے مقدم ہے عالم آخرت اور وہاں کے نعماء کس نے دیکھے ہیں جسکو یہاں عیش و آرام ہے اسکو ہر جگہ آرام ہے جس طرح ہو سکے دنیا ہاتھ آوے ؎ حرص باش و خوک باش و یا سگ مردار باش + ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش + اور کسی نے کہا ہے ؎ ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ + دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے + یہ لطف زندگانی اور یہ مزے اور یہ جلسے کون چھوڑے؟ ادھار پر نقد کو کون ہاتھ سے دے؟ اور کیا ہم ان لوگوں کی مانند ہو جاویں کہ جو دنیا اور ہر طرح کے عیش چھوڑکر شب و روز خدا کی یاد میں مشغول ہیں اپنے منافع پر بھی نظر نہیں کرتے مناسب کہ دنیا سازی کی جائے اگر ان مسلمانوں کا دور دورا رہا تو انکے یار بنے رہے اور درپردہ مخالفوں سے بھی سازش رہی کیونکہ اگر انکا وقت آئیگا تو بھی ہمارا مدعا ہاتھ سے نہ جائیگا - ایک طرفہ ہو جانا عقلمندوں کا کام نہیں اسکے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے خبردار یہی لوگ احمق اور بیوقوف ہیں کیونکہ ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کیسے کیسے نوجوان حسین اور کیسے کیسے با اقبال اور ذی اقتدار اور کیسے کیسے بادشاہ ہفت کشور اور کیسے کیسے عیش و آرام اٹھانیوالے ہزاروں من مٹی کے تلے آ جاتے ہیں ؎ مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم + تو نے یہ گنجہائے گرانمایہ کیا کئے + اب نہ انکے وہ سامان عیش ہیں نہ وہ احباب جلسہ ہیں نہ وہ مال و زر انکے پاس ہے پھر جب آخرکار ایک روز یہ تمام عیش و آرام ہاتھ سے جاناہے (غایۃ الامر دس بیس برس بعد) تو اس چند روزہ حظ دنیا پر دل لگانا عبث ہے ؎ قابو میں ہوں میں تیرے گر اب جیا تو پھر کیا + خنجر تلے کسو نے ٹک دم لیا تو پھر کیا + پس اس عالم بقا کے مقابلہ میں کہ جس کا زمانہ غیر متناہی ہے ان لذائذ حسیہ پر مفتون ہونا اور اس یقینی امر کے لئے کچھ بندوبست نہ کرنا نہایت حماقت اور پرلے درجہ کی سفاہت ہے جس طرح نادان بچے ذرا سی مٹھائی سے بہل جاتے اور عمدہ چیز کو ہاتھ سے دیدیتے ہیں اسی طرح یہ لوگ ہیں اور جب عالم آخرت حق ہے اور وہاں جانا بھی حق ہے اور اسکے ہادی بھی برحق ہیں اور ان کا وعدہ بھی سچا ہے تو پھر مذبذب رہنا اور بھی حماقت ہے مگر وہ امراض قلب میں گرفتار ہیں انکو اس امر کی خبر نہیں +

متعلقات

سفہ ہلکا پن عرب بولتے ہیں سفہت الریح الشئ اڑا لیگئی اس چیز کو ہوا - پھر اس کا اطلاق بیوقوفی اور حماقت میں بسبب خفت ہونے عقل کے آتا ہے - سفیہ بروزن فعیل اسم فاعل بمعنی بیوقوف سفہاء اسکی جمع ہے - سفاہت کے مقابلہ میں اناءت (کہ جسکو تانی بھی کہتے ہیں) اور حلم آتا ہے جسکے معنی سوچ اور سمجھ کے ہیں +

الناس میں لام جنس کے لئے ہے جس سے مراد کامل ہیں کیونکہ جنس بولکر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے ہمارے محاورہ میں بھی کہتے

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا

اور جب ملتے ہیں ایمان والوں سے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لائے اور جب تنہائی میں ملتے ہیں اپنے شیاطین (سرداروں) سے تو کہتے ہیں قطعاً ہم تمہارے ساتھ ہیں (مسلمانوں سے)

نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

ہم صرف دل لگی کیا کرتے ہیں۔ اللہ ان سے دل لگی کر رہا ہے اور ڈھیل دے رہا ہے انکو انکی سرکشی میں کہ جو اندھے ہو رہے ہیں

کہ فلاں انسان ہے اور فلاں آدمی نہیں یعنی کامل انسان ہے اور کامل آدمی نہیں۔ اور عرب میں بھی اس معنی کے لئے استعمال آیا ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎ بلاد بہا کنا وکنا نحبہا، اذ الناس ناس والزمان زمان + یعنی ہمارا وطن عمدہ تھا ہم وہاں ہا کرتے اور اس سے محبت رکھتے تھے جبکہ آدمی آدمی تھے اور زمانہ زمانہ تھا یعنی جب اچھا زمانہ اور اچھے لوگ تھے + پس اس تقدیر پر اہل ایمان کو آدمی فرمایا کیونکہ جو ایسے نہیں وہ آدمی نہیں۔ یا لام عہدی ہے جس سے اشخاص معہود مراد ہیں یعنی صحابہ کبار رضی اللہ عنہم +

نکات

[۱] فساد کے ذکر میں تو منافقین کو لا یشعرون کا لقب دیا اور ایمان نہ لانے کے بارہ میں لا یعلمون فرمایا اس میں یہ نکتہ ہے کہ فساد ایک امر محسوس ہے اور لا یشعرون بھی محسوسات میں بولا جاتا ہے بخلاف ایمان کے کہ اس پر مطلع ہونا از قسم علم ہے کہ جو نظر و تامل سے حاصل ہوتا ہے۔ وہم سفہا ایک قسم کا جہل ہے اسکے مقابلہ میں علم کا لانا کمال بلاغت ہے +

[۲] منافقون کے قبیح بیان کرنے میں ایک دلچسپ مرمی رکھا ہے وہ یہ کہ لا یشعرون اور لا یعلمون کے مفعول کو ذکر نہ کیا تاکہ انکی بے شعوری اور جہالت عام طور پر ثابت ہو جائے یعنی یہ بات نہیں کہ وہ فلاں بات نہیں جانتے بلکہ کچھ بھی نہیں جانتے +

[۳] نصیحت کو پورا کر دیا اول جملہ میں لا تفسدوا اور دوسرے میں آمنوا فرمایا کیونکہ نیکی کے دو جز ہیں بری باتوں سے بچنا اور اچھی باتوں کو عمل میں لانا + اب اللہ تعالیٰ انکی چوتھی خصلت ناز یبا بیان فرماتا ہے +

ترکیب

و حرف عطف کہ جو کلام سابق پر ہے۔ اذا حرف شرط لقوا کہ در اصل لقیوا تھا فعل با فاعل اور الذین آمنوا موصول وصلہ جملہ اسکا مفعول یہ اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر شرط ہوا۔ قالوا فعل با فاعل آمنا مفعول سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اذا حرف شرط خلوا فعل با فاعل الی شیاطینہم متعلق ہوا خلوا کے یہ سب شرط ہوئی اور قالوا فعل با فاعل انا معکم جملہ اسمیہ اسکا مفعول انما نحن مستہزؤن جملہ اسمیہ اسکی تاکید یا بدل سب ملکر جواب ہوا شرط کا اور جملہ شرطیہ ملکر عطف ہوا پہلے جملہ پر + لفظ اللہ مبتدا یستہزئ بہم جملہ اسکی خبر معطوف علیہ و حرف عطف یمدہم جملہ فعلیہ معطوف فی طغیانہم متعلق ہے یمد کے یعمہون جملہ فعلیہ حال ہے یمدہم کی ضمیر ہم مفعول سے

تفسیر

یعنی جب وہ منافق مسلمانوں سے ملتے تھے تو اُنکے خوش کرنے کو یہ کہتے کہ ہم بھی ایمان لائے اور پھر جب اپنے سرداروں کے پاس جاتے تو نہایت تاکید سے یہ کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مسلمانوں سے بطور دل لگی کے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہدیتے ہیں وہ بیوقوف سیدھے سادھے لوگ ہیں ہماری اس بات کو سچ جانکر ہمیں اپنے رازوں اور دلی ارادوں سے مطلع کرتے اور فوائد میں شریک بنالیتے ہیں خدا تعالی فرماتا ہے کہ وہ مسلمانوں سے کیا دل لگی اور مسخرہ پن کر رہے ہیں خدا تعالی اُنسے دل لگی کر رہا ہے کہ اُنکو اس حالت خراب میں چھوڑ رکھا ہے کہ جس کا نتیجہ دین و دنیا میں خراب اور آخرت میں روح کو سخت عذاب ہے +

متعلقات

اللہ یستہزئ بہم استہزا اور مکر اور خداع وغیرہ اوصاف کو جو آیات قرآنیہ میں خدا تعالی کی طرف منسوب کیا گیا ہے تو مجازاً کیا گیا ہے کس لئے کہ یہ اوصاف ذمیمہ ہیں اُنسے وہ پاک ہے مگر محاورہ میں ایک فعل پر کسی مناسبت سے دوسرے فعل کا اکثر اطلاق آتا ہے بولتے ہیں جسقدر کوئی تمپر ظلم کرے اُسیقدر تم بھی اُسپر ظلم کرو حالانکہ ظلم کے مقابلہ میں جو کچھ جزا مناسب ہی جائے وہ ظلم نہیں مگر وہ دونوں فعل باہم مناسبت رکھتے ہیں اسلئے اُسپر بھی ظلم کا اطلاق آیا قال تعالی۔ وجزاء سیئۃ سیئۃ۔ پس وہ لوگ جو دینداروں کے ساتھ مکر اور ٹھٹھا کرتے ہیں خدا تعالی نے اُنکو اس فعل بد کی جزا دیتا ہے لیکن اس جزا پر ایک مناسبت سے مکر اور ٹھٹھے کا اطلاق آیا اور خدا تعالی کی طرف منسوب ہوا اور یہ ایک محاورہ کی بات ہے اسپر طعن کرنا سراسر بیوقوفی ہے۔ بعض پادری اور ہندو مسلمانوں کو ان آیات سے اُن الزامات کا جواب دیا کرتے ہیں کہ جو اُنکی کتب ہنیہ سے ثابت ہوتے ہیں جنمیں خدا تعالی کی ذات مقدس میں جسمانیت اور حدوث اور جہل وغیرہ امور کو ثابت کیا ہے مگر یہ سراسر ناانصافی ہے یا ان آیات کے مطالب سے لاعلمی ہے یا عمداً کجروی ہے +

طغیان بالضم والکسر ایک جگہ مقرر سے تجاوز کرنا بولتے ہیں طغی الماء جسوقت کہ پانی اپنے حدود سے تجاوز کرتا اور حد سے بڑھجاتا ہے یہاں اس سے مراد سرکشی اور کفر میں حد سے بڑھجانا ہے۔ لفظ شیطان کی تحقیق مقدمۂ کتاب میں ہوچکی یہاں اس سے مراد کفر کے سردار ہیں

عمہ اور عمی دونوں کے معنی اندھاپن و نابینائی کے ہیں مگر عمی کا اطلاق ظاہری آنکھوں کے اندھا ہونے پر اور عمہ کا دل کی آنکھوں کے اندھا ہونے پر آتا ہے

نکات

۱ منافقین اپنی چالاکی سے ایمانداروں کو اُنکے بھولے پن سے بیوقوف سمجھکر اپنا ایمان جتلانے میں قسم اور کلام مؤکد کی ضرورت نہ سمجھتے تھے سو اُس کو تو خدا نے آمنا کے ساتھ تعبیر کیا اور کفار بالخصوص کفر کے سردار تو بڑے چلتے پُرزے اور پرلے درجہ کے ہوشیار تھے وہ بغیر قسم اور کلام مؤکد کے کاہیکو اعتبار کرتے اسلئے اُنسے انا معکم تاکید کہا اور بجائے کفر کے معیت کو جتلایا +

۲ خدا تعالے کے مقدس لوگوں سے ہنسی کرنا خدا تعالے سے ہنسی کرنا ہے۔ اور اُنکا ادب اور اُنسے محبت کرنا خدا تعالی کا ادب اور اُس سے محبت کرنا ہے اسی بات کے بتلانے کو خدا نے یہ فرمایا کہ تم میرے بندوں سے ہنسی کرتے ہو اُنکی طرف سے میں تمہارے ساتھ ہنسی کرتا ہوں

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝

یہ (منافق) وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت دیکر گمراہی کو خریدا پس کچھ نفع نہوا اُنکی تجارت میں اور نہ وہ تجارت کرنا جانتے تھے

کہ تم کو گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے جس کو تم بھلا سمجھتے ہو اور نتیجہ اس کا بُرا ہے ۔

۳ اللہ یستہزئ بہم میں لفظ اللہ کو مقدم کرکے یہ بات جتلادی کہ کوئی اور نہیں بلکہ خدا تم سے ہنسی کر رہا ہے پھر دیکھو اُسکی ہنسی کیسی ہے جسطرح کوئی بادشاہ اپنے کمال غصہ کیطرف سے اُسکے مخالف کو یوں کہے کہ تجھ سے بادشاہ مقابلہ کر رہا ہے تاکہ اُسکو خوف پیدا ہو اور اپنی حرکت ناشایستہ سے باز آوے ۔ ۴ اللہ یستہزئ نہ کہا کہ جو ظاہر میں مطابق تھا مگر اس نکتہ کے لئے یستہزئ جملہ فعلیہ فرمایا کہ تجدد اور حدوث پر دلالت کرے اور وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے مصائب کا نازل ہونا انکو معلوم ہو جائے کما قال اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین الآیہ ۔ اب اگلی آیتوں میں خدا تعالیٰ منافقوں کے اس فعل بد کا نتیجہ بڑے لطف کیساتھ بیان فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے عمر عزیز صرف کرکے کیا حاصل کیا ۔

ترکیب

اولئک مبتدا، الذین موصول اشتروا الخ جملہ فعلیہ اس کا صلہ مجموعہ ملکر خبر ہوئی۔ فا تفریعیہ ما حرف نفی ربحت فعل تجارتہم فاعل۔ مجموعہ جملہ فعلیہ خبریہ معطوف علیہ اور ما کانوا مہتدین جملہ اس پر معطوف ۔

تفسیر

یعنی وہ جوہر انسان کو خدا کی طرف سے ایک فطرتی ہدایت ہے (کہ اگر اُس پر کوئی عوارض و موانع پیش نہ آئے تو اُسکی وجہ سے نیکی اور حیات ابدی کے رستہ پر چل سکے) اِن منافقوں نے اپنے اندر اخلاق رذیلہ اور ملکات فاسدہ پیدا کرکے اُس نور فطرت کو بجھا دیا (جسکو خدا تعالیٰ نے ہدایت کے بالعوض گمراہی خریدنے کے ساتھ تعبیر کیا ہے) اِن لوگوں نے اپنے نزدیک بڑی عمدہ اور نفع دینے والی تجارت کی تھی کہ مُنہ سے کلمہ توحید کہدیا اور اُسکی بدولت منافع دنیا کو حاصل کیا خدا تعالےٰ فرماتا ہے اس تجارت میں نفع نہوا کیونکہ عمر عزیز اور نور فطرت کہ جس کی کوئی قیمت نہیں اُس کو صرف کرکے دنیا چندروزہ اور شہوات نفسانیہ حاصل کرنا دُر بے بہا دیکر مٹی کا کھلونا لینا ہے جیسا کہ احمق اور لڑکے کرتے ہیں ؎ آئے تھے کس کام کو کیا کر چلے ۔ تہمتِ چند سر پہ اپنے دھر چلے ۔ اور نہ سرے سے ان لوگوں کو تجارت کرنی آتی کیونکہ تجارت یہ تھی کہ اپنی جان و مال کو خدا کی راہ میں صرف کرکے حیات ابدی حاصل کرتے جیسا کہ وہ خود تلقین فرماتا ہے ــــ کہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الآیات ۔ اصل مال فطرت سلیمہ کو بھی برباد کیا

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ

انکی مثل اُس شخص کی سی ہے کہ جس نے آگ سُلگائی پس جب اُسکے آس پاس روشنی ہوگئی تو خدا نے انکی روشنی

بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۝ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝

بجھا دی اور انکو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کسیطرح نہیں دیکھتے (وہ) گونگے ہیں بہرے ہیں اندھے ہیں پس کسیطرح راہ پر آوینگے

اور نفع بھی نہ ملا اب خدا تعالیٰ انکی حالت کو اور زیادہ تشریح سے بیان فرماتا ہے +

ترکیب

مثلہم مبتدا، کمثل الخ موصول وصلہ سے ملکر اسکی خبر۔ کاف بمعنی مثل ہے اور ممکن ہے کہ محذوف کے متعلق ہو۔ لما حرف شرط اضاءت فعل نارا اسکا فاعل ما حولہ اسے حول استوقد اسکا مفعول ممکن ہے کہ اضاءت لازمی ہو پھر ما اسکا فاعل قرار دیا جاوے اور تانیث اضاءت کی بلحاظ معنی ما ہو کہ جس سے مراد اشیاء یا اماکن ہیں اس تقدیر پر ما ظرف ہوگا۔ لفظ ما کی تین صورت ہیں ایک بمعنی الذی دوسرے نکرہ موصوفہ تیسرے مکانا حولہ سوم زائدہ۔ ذہب فعل اللہ فاعل بنورہم بواسطہ بای تعدیہ مفعول۔ ہم ضمیر جمع راجع ہے طرف الذی کے کہ جو بمعنی جمع ہے یہ سب جملہ معطوف علیہ وترکہم فعل با فاعل مفعول اول فی ظلمات مفعول ثانی کس لئے کہ ترک متضمن معنی صیّر ہے لا یبصرون جملہ فعلیہ حال ہے ہم مفعول سے یہ سب جملہ معطوف ہوا معطوف علیہ ومعطوف ملکر جواب ہوا لما کا۔ صمّ الخ خبر مبتدا محذوف کی جو ہم ہے فہم مبتدا لا یرجعون خبر جملہ مستانفہ

تفسیر

یعنی ان منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کسی نے آگ جلائی اور جب اُسکی روشنی چمکی تو جب ہی گُل ہوگئی اور وہ شخص ہکا بکا حیران و پریشان رہگیا اسی طرح انکا حال ہے کہ انکا وہ نور فطرت (کہ جو خدا نے ہر انسان میں ودیعت رکھا ہے) ذرا چمکا تھا یعنی ہر خیر و شر کے پہچاننے اور سعادت و شقاوت پر مطلع ہونیکا وقت آیا تھا تو اسیوقت اُسکو خدا نے بجھا دیا یعنے اُنکے نفاق اور تعصب و عناد اور حُبِ جاہ و مال کے اندھیاؤ ظلمت خیز نے اُس چراغ فطرت کو بالکل گُل کر دیا پس اب یہ بہرے ہیں کسی ہادی کی بات نہیں سُن سکتے اور گونگے بھی ہیں کہ اپنی بیماری دل کو حکیم روحانی سے بیان کرکے علاج پذیر بھی نہیں ہو سکتے اور خود اندھے بھی ہیں کہ از خود خدا کے آثار قدرت دیکھکر راہ پر نہیں آسکتے جب یہ ہے تو اب انکے ہدایت پر آنے کی کوئی صورت نہیں + یا یوں کہو کہ انہوں نے آگ جلائی اور ارد گرد روشنی ہوئی یعنی دنیا میں کلمۂ توحید کو اڑ بنا کر غنائم اور حفظ جان و مال وغیرہ فوائد حاصل کئے مگر مرتے ہی یہ چراغ فوائد گل ہوگیا تو جھوٹا وطعن زنی اور سل مرکب و قبر کی اندھیریوں میں ہاتھ ملتے رہگئے اب نہ اکتساب حسنات کا کوئی ذریعہ ہے نہ وہاں سے رجوع کرکے پھر دنیا میں آسکتے ہیں +

متعلقات

| مثلہم | مثل لغت میں بمعنی مثل اور مانند بولتے ہیں مِثل ومَثَل ومثیل جیسا کہ شِبہ وشَبَہ وشبیہ ایک ہی معنی کے لئے آتا ہے پھر |

مثل اُس کہاوت مشہور کو کہنے لگے کہ جسمیں کسی غرابت (عمدگی) کی وجہ سے موقع بیان کو اصلی حال کے ساتھ تشبیہ دینا منظور ہو جس طرح ہمارے محاورہ میں جہاں کوئی برعکس معاملہ ظہور میں آتا ہے تو یہ مثل کہتے ہیں بیل نہ کودا گودی گون یہ تماشہ دیکھے کون + یعنی جس کا حق کرنے کا تھا اُس سے نہ یہ کام کیا۔ اب اِس موقع کو اُس اصلی حال کے ساتھ کہ جہاں گون کو دنا فرض کیا گیا ہے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور مثل میں شرط یہ ہے کہ کوئی نادر بات ہو اسلئے اصلِ کلام کو نہیں بدلتے +

تشبیہ اور مثل میں علماء بلاغت کے نزدیک یہ فرق ہے کہ مثل کلام مرکب ہوتا ہے اور تشبیہ مفرد کو شامل ہے جیسا کہ زید کو شیر کہا جاوے امثال کے بیان کرنے سے دل میں معانی کا عمدہ طور پر جما دینا ہوتا ہے کیونکہ ایک خیالی اور معنوی بات کو محسوس بنا کر دکھایا جاتا ہے دیکھئے اگر کسیکا ضعف یوں ہے بیان کیا جاوے تو وہ اسقدر مؤثر نہیں ہوتا جسقدر کہ اسکو مکڑی کے جالے کے ساتھ تشبیہ دیکر بیان کرنے سے ہوتا ہے اور اسی رمز کے لئے حکماء اور خطباء اپنے کلام میں اکثر مثال لاتے ہیں اور اسی غرض سے کلام الٰہی میں بھی اسکا اکثر استعمال ہوا ہے اب تک بائیبل میں بھی بیشمار امثال ہیں قرآن میں بھی ہیں +

نار آگ کو کہتے ہیں اور نور اسی سے مشتق ہے جسکے معنی روشنی کے ہیں + ظلمات ظلمت کی جمع ہے کہ جس کے معنی اندھیرا ہے۔ اور چونکہ نار کو نور لازم ہے اِس لئے ایک کا دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے +

نکات

۱ استوقد نارا کے بعد جواب شرط میں ذہب اللہ بنورہم فرمانا اور نارہم نہ کہنا یہ بات بتلا دینا ہے کہ آگ جلانے سے اُنکا مقصود روشنی تھی اُس مقصود کو خدا نے فوت کر دیا۔ انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم کو خوب ثابت کر دیا۔ اور ذہب کو با کے ساتھ متعدی کیا نہ کہ ہمزہ کے ساتھ تاکہ اُسکے بالکل بجھ جانے پر دلالت کرے کہتے ہیں ذہب السلطان بمالہ جبکہ بالکل کچھ نہ چھوڑے اور اسی لئے ضوء کو ذکر نہ کیا کیونکہ اگر ذہب اللہ بضوءہم کہتے تو احتمال تھا کہ اصل نور باقی رہگیا ضوء جاتی رہی ہو +

۲ مثال میں نور کے گم ہونے کو خدا تعالیٰ کی طرف نسوب کیا (ذہب اللہ بنورہم یعنی خدا نے ان آگ جلانیوالوں کی آگ بجھا دی حالانکہ اسی موقع پر آگ یا چراغ جو بجھ جاتا ہے تو خود بخود یا ہوا سے بجھتا ہے) اسمیں یہ باریک نکتہ ہے کہ دنیا میں جسقدر چیزیں اپنے اسباب و علل پر مرتب ہوتی ہیں جنکی آنکھ میں نور حقیقی نہیں وہ تو اُس چیز کا سرزد ہونا اُسی سبب و علت سے جانتے اور اُسی کو فاعل حقیقی یا موجد سمجھتے ہیں مگر جنکو چشم بصیرت عطا ہے وہ اپنی نظر کو قاصر نہیں کرتے بلکہ جہاں ان اسباب و علل کا سلسلہ تمام ہوتا ہے یعنی جو ان اسباب و علتوں کا پیدا کرنیوالا اور ان سب کی علت ہے اُسکی طرف نظر ڈالتے اور ان درمیانی اسباب و علل کو واسطہ محض جانکر اُس فعل کو اس مسبب الاسباب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں پس اس سر تبلانے کے لئے خدا نے ذہب اللہ بنورہم فرمایا اور اسی طرح دیگر مقامات پر بھی اُن افعال کو جو بظاہر کسی اور فاعل سے سرزد ہوتے ہیں اپنی طرف منسوب کیا ہے منجملہ اُنکے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ہے کیا خوب کہا ہے کسی

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ

یا (انکی مثال اُن لوگوں کی سی ہے) کہ جنپر آسمان سے مینہ برسا کہ جسمیں اندھیریاں اور کڑک اور بجلی ہے۔ بجلی کی کڑکوں سے موت کے ڈر سے

فِي آذَانِهِم مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝

اپنے کانوں میں اُنگلیاں کرتے ہیں اور خدا کافروں کو گھیرے ہوئے ہے

عارف نے ❷ گر گزندت رسد ز خلق مرنج + کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج + از خدا داں خلافِ دشمن و دوست + کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست + گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد + از کماندار بیند اہلِ خرد + **ف** بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ ذہب اللہ الخ الگ جملہ ہے مثال اس سے اول تمام ہو چکی یہ جملہ صرف منافقوں کی حالت بیان کرنے کے لئے آیا ہے۔ **اب** خدا تعالیٰ ان منافقوں کے لئے ایک اور مثال بیان کرتا ہے تاکہ اس حال کی اور بھی وضاحت اور توضیح قباحت ہو جائے پس فرماتا ہے +

ترکیب

مثلہم مبتدا محذوف کصیب اسکی خبر۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ او مثلہم کمثل اصحابِ صیب۔ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہوا اور یہ کاف موضع رفع میں ہے۔ من السماء کائن کے متعلق ہو کر صیب کی صفت۔ ظلمات و رعد و برق بواو عاطفہ مبتدا موخر فیہ خبر مقدم اور ضمیر فیہ کی راجع ہے صیب کی طرف یہ جملہ صیب کی صفت ہوا۔ یجعلون فعل با فاعل اصابعہم مفعول فی آذانہم ظرف اصابع من الصواعق متعلق یجعلون کے۔ حذر الموت مفعول لہ ہے یجعلون کا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو انکا حال ظاہر کر رہا ہے اور ممکن ہے کہ حال ہو ضمیر فیہ سے۔ اللہ مبتدا محیط بالکافرین خبر جملہ معترضہ ہے۔ محیط اصل میں مُحوِط تھا حاط یحوط سے کسرۂ واو حاء کی طرف نقل ہوا تو واو یا بنگیا +

تفسیر

یعنی ان منافق لوگوں کی یا اُن لوگوں کی مثال ہے کہ جو بارش سے ڈر کر (کہ جس میں سراسر نفع ہے گو بظاہر بجلی اور کڑک اور بادلوں اور بارش اور رات کی اندھیریاں بھی ہیں) کسی قحط سالی کی جگہ میں چلے جاویں اور اس ظاہری تکلیف کو اصلی فائدہ کے مقابلہ میں لحاظ کریں بس اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ قرآن سے کہ جو آسمانی بلکہ روحانی پانی اور روح کی تر و تازہ کرنیوالی بارش ہے اُسکے اوامر و نواہی اور عبادات و احکام کی مشقتوں سے ڈر کر کفر کے گھر میں اور نفاق کی اندھیری کوٹھری میں چھپنا چاہتے ہیں اور قرآن کی نفس کُش باتوں سے کہ جو کڑک کے مشابہ ہیں اور اُسکی قدرتی اور روحانی روشنی سے کہ جو برق کی مانند ہے ڈرتے اور اُسکو موت کا باعث خیال کرکے نفاق اور غفلت کی اُنگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں تاکہ یہ آواز کان میں نہ پڑے اور اس سے مر نہ جائیں اول تو یہ موت نفس امارہ ہے نہ موت روح بلکہ اُسکے لئے تو زمین کے سبزہ کی طرح تازگی اور حیاتِ ابدی ہے اور جو موت بھی ہو تو خدا سے کیونکر بھاگ سکتے ہیں اُسکے احاطہ قدرت سے

کوئی باہر نہیں اور بالخصوص اِن کفار کو تو وہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے - پھر یہ حرکت سراسر حماقت اور نہایت درجہ کی سفاہت ہے

متعلقات

اَوْ اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں اسکا استعمال ہوتا تھا پھر اسکا مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا کہ جہاں شک مقصود نہیں جیسا کہ بولتے ہیں جالِسِ الحسنَ اوابنَ سیرین کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ جا یا ابن سیرین کے دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے اس مقام پر بھی یہ کلمہ اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے کہ منافقوں کو خواہ آگ جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں +

صیب فیعل کے وزن پر صوب بمعنی نزول سے مشتق ہے جسکے معنی بارش اور بادل ہیں مگر یہاں مراد بارش ہے +

السماء چند معانی میں مستعمل ہوتا ہے اُفق کو بھی کہتے ہیں اور بادل کو بھی اور آسمان کو بھی اصل میں سماء کا اطلاق اُوپر والی چیز پر ہوتا ہے خواہ وہ بادل ہو خواہ آسمان - اس جگہ بادل مراد ہے کیونکہ بارش وہیں سے نازل ہوتی ہے اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے +

رعد اس آواز یا گرج کو کہتے ہیں کہ جو باہم بادلوں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ ہوا سے چلتے ہیں +

برق وہ چمک اور روشنی ہے کہ جو بادلوں کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے جسکو بجلی کہتے ہیں **حکماء** کہتے ہیں کہ قوائی فلکیہ جب عناصر میں تسخین و تبخیر کرتے ہیں تو عناصر باہم مخلوط ہو جاتے ہیں پھر اُنسے گوناگوں مخلوقات پیدا ہوتی ہے چنانچہ جب آفتاب کی گرمی پانی اور زمین پر پڑتی ہے تو دریا سے ابخرہ اور زمین سے دھواں سا اُٹھکر آسمان کی طرف جاتا ہے پس وہ **دھواں** کبھی کرہ ہوا سے بھی گزر جاتا اور کرۂ آتش تک پہنچتا ہے تو اُسمیں آگ لگ اُٹھتی ہے پس وہ شعلہ ہو کر کبھی تو رات کو دُمدار ستارہ سا نظر آتا ہے اور کبھی نیزہ اور کبھی کوئی اور جانور یا درخت کی صورت میں دکھائی دیتا ہے پس اگر وہ قدر قلیل ہے تو جلد جلکر تمام ہو جاتا ہے اور جو مادہ زیادہ ہے تو مدت تک دکھائی دیتا ہے اور اُسکی راکھ بھی بسا اوقات جھڑتی ہوئی لوگوں نے دیکھی ہے اور کبھی اس دُھوئیں میں شعلہ نہیں پیدا ہوتا تو آسمان و زمین کے درمیان ایک عجیب سرخی نمودار ہوتی ہے اور **بخارات** جو پانی سے اُٹھتے ہیں تو کبھی وہ لطیف ہوتے ہیں اور اسقدر اُونچے جاتے ہیں کہ جہانتک زمین کی گرمی نہیں پہنچتی پس وہاں کی سردی سے وہ بخارات منجمد ہو جاتے ہیں اور اُنکو ابر یا بادل کہتے ہیں اور اس میں جو قطرات ٹپکتے ہیں اُنکو **بارش** کہتے ہیں - اور جب کبھی وہ قطرات برودت کی وجہ سے آتے ہوئے منجمد ہو کر گرتے ہیں تو اُنکو **اولے** کہتے ہیں یا یوں کہو کہ اگر سخت سردی (مجتمع ہونے کے بعد) ان بخارات پر پڑتی ہے تو وہ **برف** بنکر زمین پر گرنے لگتے ہیں اور جو پہلے ہی سے سخت ٹھنڈک پہنچی ہے تو اولے بنکر گرتے ہیں - اور کبھی وہ بخارات طبقۂ زمہریر[1] تک نہیں پہنچتے بلکہ نیچے ہی کسی جگہ سردی میں برودت کی وجہ سے بادل بنجاتے ہیں جیسا کہ لوگوں نے بلند پہاڑوں پر دیکھا ہے کہ نیچے بخارات سے بادل بنا اور برسنے لگا - اور جب وہ ابخرے بہت ہی کم ہوتے ہیں تو شب کی سردی سے شبنم بنکر ٹپکتے ہیں - اور جب ان بخارات کے ساتھ زمین سے دھواں بھی ملکر اُوپر چڑھتا ہے

[1] یہ ہوا کا وہ طبقہ ہے کہ جو نہایت ٹھنڈا ہے جہاں نہ زمین کی گرمی پہنچتی ہے نہ کرۂ آتش کی حرارت اثر کرتی ہے ۱۲ منہ

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا

بجلی انکی بینائی کو اُچک لیتی ہے　جب انکو روشنی معلوم ہوتی ہے تو اُسمیں چلنے لگتے ہیں　اور جب اُنپر اندھیرا چھاجاتا ہے تو ٹھیر جاتے ہیں

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

اور اگر خدا چاہے　تو　اُنکی شنوائی　اور　بینائی کو کھودے　بیشک اللہ　ہر　بات پر　قادر ہے

اور طبقہ زمہریریہ میں بخارات تو سردی کی وجہ سے جم کر بادل ہو جاتے ہیں اور وہ دہواں اپنی حرارت سے اُوپر یا نیچے بادل کو توڑ کر جانا چاہتا ہے تو ایک سخت آواز پیدا ہوتی ہے کہ جسکو رعد کہتے ہیں یعنی گرج اور کڑک اور جو اس دہوئیں میں دُہنیت (چکنائی) کی وجہ سے اس حرکتِ عنیفہ سے شعلہ نکلتا ہے پس اگر وہ لطیف ہے تو اُسکو **برق**[1] کہتے ہیں یعنی بجلی اور جو کثیف ہے تو اسکو **صاعقہ** کہتے ہیں جسکی جمع صواعق آتی ہے۔ یعنی وہ بجلی کہ جو زمین پر گرتی اور آدمی کیا بلکہ درختوں کو بھی جلاتی اور پہاڑوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے اور اسی طرح زلزلہ اور چشموں کے جاری ہونے اور پہاڑوں میں سے آگ نکلنے اور دیگر عجائبات قدرت کے اسباب بھی بیان کرتے ہیں[2] **لیکن** غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں کے پیدا ہونے کے یہی اسباب نہیں بلکہ انکے ساتھ اور بھی اسباب و علل ہیں اور وہ یہ کہ خدا کی طرف سے کہ جو سب اسباب و علل کا پیدا کرنیوالا ہے اُس نے ان مواد اور صورتوں پر ارواحِ مدبّرہ مؤکل کر رکھی ہیں کہ جنکو زبان شرع میں ملائکہ کہتے ہیں پس اُنکے ارادہ اور اختیار سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں ورنہ صدہا بار ایسے بخارات اور ادخنہ اُٹھتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ یہ چیزیں نہیں پیدا ہوتیں؟ پس وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ملائکہ بادلوں کو کھینچتے ہیں اور رعد فرشتہ کا کوڑا ہے اُن سے یہی مراد ہے پس جو عقل کہ نورِ الہام سے منور نہیں وہ تو انہیں اسباب ظاہرہ تک پہنچکر رہجاتی ہے اور اسی لئے سینکڑوں کم عقل خدا کے منکر ہوکر دہریہ ہوگئے مگر عقل الہامی ان اسباب و علل کا سلسلہ جناب باری تک پہنچاکر ہر ایک چیز کو اُسکے ید قدرت سے جانتے اور پھر ان عجائبات قدرت سے اسکی عظمت و جلال پر ایمان لاتی ہے انبیاء اور حکماء میں یہی تو فرق ہے **اب** اس آیت میں خدا تعالی اس مثال کی زیادہ تشریح کرتا ہے ◆

ترکیب

یکاد فعل البرق اسم یکاد یخطف ابصارہم جملہ فعلیہ اسکی خبر۔ یہ اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ مستانفہ ہوا گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں اُنکا کیا حال ہے فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے اندھے ہی ہوجاوینگے۔ کلما کلمۂ شرط اضاء لہم بمعنی لمع لہم شرطیہ مشوا فیہ جملہ جوابِ شرط۔ فیہ لے فی ضوء البرق یہ جملہ بھی مستانفہ ہے گویا کوئی سوال کرتا تھا کہ اس چمکنے اور تھم جانے میں وہ کیا کرتے ہیں؟ فرمایا ذرا روشنی ہوئی

[1] ممکن ہے کہ برق اور رعد اور صاعقہ اسوجہ سے بھی ہوتی ہو اور باہم بادلوں کے باہمی ٹکر رگڑ سے بھی ۱۲ منہ　[2] بعض حمقا نے جو علم طبعیات کے دو چار رسالے پڑھ لئے ہیں یہ کہا کہ خدا کی کیا ضرورت ہے اگر توپکے ہزار دو ہزار فیر کردیے جاویں تو دھوئیں کا بادل بنکر برسنے لگے چنانچہ امریکہ میں فلاں نے ایسا کیا اور بجھ ہونے کے لئے فلاں مسٹر نے ایک آلہ تیار کیا ہے اگر آسمید منی ڈالدی جاتی ہے تو بجھ بجاتا ہے الخ افسوس کہ یورپ کی روشنی نے ان حمقا کو اور بھی اندھا کر دیا ۱۲ منہ

تو چل پڑے ورنہ وہیں کھڑے رہے - اذا کلمۂ شرط اظلم علیہم جملہ شرط قاموا جملہ فعلیہ جواب شرط - لو حرف شرط شاء فعل اللہ فاعل لذہب الخ جملہ اسکا جواب اور مفعول شاء کا ان یذہب بسمعہم محذوف کسیلئے کہ جواب اسپر دلالت کرتا ہے - ان مشبہ بفعل اللہ اس کا اسم اور علی کل شیٔ قدیر اس کی خبر ؎

تفسیر

یعنی جس طرح بارش میں بجلی کی چمک سے آنکھیں چوندہیاتیں اور بند ہوئی جاتی ہیں اور جب بجلی کی چمک ہوتی ہے تو انسان چلنے لگتا ہے ورنہ خوفِ راہ سے اندہیرے میں ٹھہر جاتا ہے یہی حال ان منافقوں کا برق ایمان اور نور قرآن سے ہے کہ انکی آنکھیں خیرہ اور چوندہیائی جاتی ہیں اور اس روشنی حق کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی ہیں - جب اسلام کی بجلی چمکتی ہے تو چلتے ہیں یعنی جب فوائد ظاہر یہ غنیمت وغیرہ باتیں آتے ہیں تو راہ اسلام پر چلنے لگتے ہیں ورنہ پھر اپنی جبلی کجروی سے رُک جاتے ہیں - یا یوں کہو کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات و آیات بینات کی برق چمکتی ہے تو اسوقت اضطرار اً دل سے تصدیق کرلیتے ہیں ورنہ پھر تاریکی شکوک و شبہات میں آکر رُک جاتے ہیں - اور برق قرآن کی روشنی سے آنکھیں بند کرنا بینائی ہے اول تو اس سے بصیرت دُور نہیں ہوتی اور جو خدا چاہے تو اُنکو یوں بھی اندھا اور بہرا کرسکتا ہے کس لئے کہ وہ ہر بات پر قادر ہے

نکات

[۱] لفظِ لو سے یہ بات ثابت کردی کہ ہر چند انسان کے آلاتِ ادراک خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہیں مگر جب وہ اُنکو اُس کے حکم کے موافق استعمال میں نہیں لاتا تو خوف کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ انکو معدوم نکردے اور جتنی دیر وہ معدوم نہیں ہوئے اُنمیں غرہ نہ کرنا چاہیئے کس لیئے کہ ہر گناہ کی سزا میں جو دیر ہو تو مغرور نہونا چاہیئے کیونکہ وہ سزا اُسکی قدرت سے باہر نہیں یہ دیر کسی مصلحت یا رحمت سے یا کچھ بعد اسکے حق میں شدنی ہے ؎ [۲] اس جملہ ولوشاء اللہ الخ کو ذکر کرکے بعد میں ان اللہ علی کل شیٔ قدیر کہنا دعوے کو دلیل سے ثابت کردینا ہے اور اس کا لطف ارباب فہم پر مخفی نہیں ؎

[۳] اگرچہ کلما و اذا کلمات شرط ہیں مگر تاہم باہم فرق ہے کلما میں معنی تکرار زائد ہیں اسلیئے اس کو تو اضاء لہم کے ساتھ اور اذا کو اظلم کے ساتھ ذکر کرکے اس طرف اشارہ کردیا کہ انکو اس ابر رحمت سے بھاگنے کی نہایت حرص اور سخت رغبت تھی اور ذرا مینہ میں ٹھیر تے تھے تو بجبر جابر اور بقسر قاصر ورنہ بالطبع اِس حیاتِ ابدی کے مینہ سے بھاگتے تھے ؎

ربط

سب سے پیشتر نبی کو یہ ضرور ہے کہ اپنی کتاب کا کتاب الٰہی ہونا ثابت کردے اور جب اسکو محکم دلائل سے ثابت کرچکے اور یہ اول مرحلہ طے ہو چکے تو پھر جو کچھ مقصود اصلی ہو اُسکو بیان فرمادے کہ جسکے لئے وہ دنیا میں بھیجا گیا ہے اور جس لئے اُسکی طاعت بندگان خدا پر فرض ہوئی ہے اسلیئے خدا تعالیٰ نے الم ذٰلک الکتاب الخ میں قرآن کا کتاب الٰہی ہونا بیان کیا اور اُسکی یہ خاصیت بتلائی

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ

اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی کہ جس نے تمکو اور جو تم سے پہلے تھے اُنکو پیدا کیا تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ جس نے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

کہ تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو ذرہ بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل نکالے پس نہ بناؤ کسیکو خدا کا شریک حالانکہ تم جانتے ہو

کہ اس سے ازلی نیکبختوں یعنی متقیوں کو ہدایت ہوتی ہے اور وہ ان اوصاف سے متصف ہوتے ہیں اور جب ان نیکوں یعنی متقیوں کا ذکر کیا تو اسکے مقابلہ میں بحکم تعرف الاشیاء باضدادہا بدبختوں کے دونوں گروہوں کفار اور منافقین کا بھی ذکر کیا تاکہ تقویٰ اور ہدایت کی بھلائی اور کفر ونفاق کہ جو تمام گناہوں کی جڑ ہے مخاطب کے سامنے محسوس ہو جائے پس جب یہ مرحلہ طے ہو چکا اور بندے کو سعادت اور ہدایت کا ازبس مشتاق کر دیا تو مقصود اصلی یعنی عبادت کا ذکر کیا اور یہ بتلا دیا کہ اس عبادت سے وہ وصف تقویٰ کہ جس کے تم مشتاق ہوا اور جو سعادت ابدی اور ہدایت قرآنی کا ذریعہ ہے تم کو حاصل ہو جاویگا پس فرمایا +

ترکیب

یا حرف ندا ایہا الناس منادیٰ اعبدوا فعل با فاعل ربکم اسکا مفعول موصوف الذی موصول خلقکم صلہ جملہ فعلیہ معطوف علیہ - والذین من قبلکم اے والذین خلقہم من قبل خلقکم صلہ موصول جملہ ہو کر معطوف ہوا معطوف علیہ و معطوف ملکر دونوں صفت ہوئے ربکم کی - لعل مشبہ بفعل کم اسم تتقون جملہ اسکی خبر - الذی موصول جعل فعل با فاعل لکم متعلق بجعل الارض مفعول اول فراشاً مفعول ثانی واو حرف عطف السماء معطوف بر الارض یعنی جعل السماء بناء مفعول ثانی یہ سب جملہ صلہ ہوا الذی کا وانزل فعل با فاعل من السماء من ابتدائیہ متعلق ہے انزل کے ماءً مفعول ہے انزل کا فاخرج فعل با فاعل بہ ای بالماء متعلق ہے اخرج کے من الثمرات میں من تبعیضیہ بمعنی بعض الثمرات مفعول ہوا اخرج کا اور رزقاً لکم مفعول لہ ہوا یا رزقاً مفعول بہ ہے اخرج کا اور من الثمرات اسکا بیان ہے فلا تجعلوا فعل با فاعل للہ متعلق ہے لا تجعلوا کے انداداً مفعول ہے اور انتم تعلمون جملہ فعلیہ خبریہ حال ہے ضمیر فاعل لا تجعلوا سے پس انزل معہ جمیع متعلقات معطوف ہوا جعل پر اور صلہ میں داخل ہوا - اور یہ موصول وصلہ دوسری صفت ہے رب کی

تفسیر

یعنی اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو کہ جس نے تمکو اور تم سے جسقدر پہلی چیزیں ہیں سب کو معدوم سے موجود کر دیا پس جو اسقدر قدرت وعظمت رکھتا ہے وہی مستحق عبادت ہے نہ کہ تمہارے خیالی معبود اور وہی پروردگار ہے اور عبادت اسلئے کرو کہ اس سے تمکو صفتِ تقویٰ حاصل ہو جائیگی (کیونکہ عبادت ہمہ تن جناب باری کی طرف بعجز وانکسار متوجہ ہونے کو کہتے ہیں پس جب بندہ اپنی رُوح سے اور اپنے

جسم سے اُسکی طرف متوجہ ہوتا اور اُسکے آگے سر عجز و نیاز رکھتا ہے تو اُسکی روح پر انوار باری تعالیٰ کی ایسی چمک پڑتی ہے جیسی آفتاب کی آئینہ میں پس جب یہ حال ہوگا تو بالضرور متقی ہو جاویگا اور سعادت ابدی کا حصہ پاویگا۔ دنیا میں دیکھئے جب گھڑی دو گھڑی لوہا آگ میں رہتا ہے تو اُسکی صحبت سے گرم بلکہ انگارا ہو جاتا ہے اور جب پھول کو کسی کپڑے میں کھتے ہیں تو وہ خوشبو سے بس جاتا ہے الغرض ہر مؤثر کا متاثر میں اثر آتا ہے پھر جناب باری کا اثر روح پر نہ پڑنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ ضرور قوی اثر پڑتا ہے کہ جس سے کبھی کبھی بندہ قانون اسباب کے برخلاف کوئی کام بھی اسی روحانی قوت سے کرنے لگتا ہے اور چونکہ عبادت بندہ اور خالق میں ایک عجیب رابطہ اور نسبت شریفہ ہے تو اسلئے ضرور ہوا کہ یہ فعل کسی اور کے ساتھ نکیا جاوے لہذا معبود کی صفت بھی بیان کردی کہ رب وہ ہے جس نے تمکو اور تم سے سب پہلوں کو پیدا کیا اور وہ ہے کہ جس نے تمہارے آرام کے لئے زمین کو فرش بنادیا یعنی اُسکے ایک ٹکڑے کو چو طرفہ پانی سے باہر لایا اور پھر اُسکو نہ ایسا نرم کیا کہ جیسا گارا ہوا نہ ایسا سخت و مدور کیا کہ جس پر انسان لڑھک پڑے بلکہ ایسا کہ اُس پر تمام لوگ رہتے اور سوتے اور بیٹھتے چلتے پھرتے ہیں یہ بھی بڑی بھاری نعمت ہے اور رب وہ ہے کہ جس نے آسمان کو مثل خیمہ کی مانند بنادیا گویا زمین فرش اور آسمان اُسکی چھت ہے اور پھر اُس رب نے اس گھر میں رکھکر تمہاری روزمرہ دعوت و ضیافت کا بھی عجیب سامان کیا کہ اوپر سے پانی برسایا اور اُس سے رنگ برنگ کے پھل و پھول پیدا کئے کہ جنکو تم کھاتے آرام و راحت پاتے ہو اور جنمیں یہ تین وصف نہیں وہ حقیقی رب نہیں اول تمام مخلوق کا پیدا کرنا دوم آسمان کو خیمہ اور زمین کو فرش بناکے اِس پُر تکلف مکان میں رکھنا سوم قسم قسم کے کھانے کھلانا اور جو رب نہیں وہ عبادت کے قابل نہیں اِس لطیف بیان سے تمام خیالی معبودوں کی عبادت اور بتوں کی پرستش کو باطل کردیا ٭

متعلقات

لعلّ زبان عرب میں اُس جگہ بولتے ہیں کہ جہاں کسی چیز کے حاصل ہونیکی توقع اور امید ہوتی ہے اور یقین نہیں ہوتا ہے گو اس لحاظ سے جناب باری تعالیٰ کا اس کلمہ کو استعمال میں لانا محال معلوم ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا استعمال کرنا جب محال ہوتا کہ جب اُسکو کسی چیز کی علم میں شک و تردد ہوتا لیکن چونکہ وہ بندوں کے محاورہ میں کلام کرتا ہے اور جس موقع پر بندے اِس کلمہ کو استعمال کرتے ہیں وہ بھی کرتا ہے جس طرح کہ رحمت و غضب ساق و قدم وغیرہا الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ تو اب یہ تاویلات کرنا کہ لعل بمعنی کے ہے یا توقع بحال مخاطب ہے بیفائدہ ہے ٭

أنداد نِدّ کی جمع ہے اور نِدّ اسکو کہتے ہیں کہ جو برابر کا مخالف ہو۔ مشرکین گو کہ یکو خدا کی برابر ذات میں نہ سمجھتے تھے مگر جب عبادت و استعانت نذر و نیاز ادب و تعظیم اُنکی بھی اُسی طرح کرتے تھے کہ جس طرح خدا کی تو گویا انہوں نے اپنے معبودوں کو خدا کی برابر سمجھا ٭

لعلکم تتقون اگرچہ بظاہر عبادت اور تقویٰ ایک ہی چیز ہے اور اس تقدیر پر کلام کی یہ صورت ہو جاویگی عبادت کرو تاکہ تم عبادت

کرنیوالے ہوجاؤ لیکن ابتدا کے لحاظ سے تقویٰ اور عبادت دو چیزیں ہیں کیونکہ عبادت کے معنی نسبت عبودیت کی تصحیح کرنا ہے اور اسکا درجۂ اخیر تقویٰ ہے۔ اور ممکن ہے کہ تقویٰ کے لغوی معنی مراد لئے جاویں یعنی عبادت کرو تاکہ روح کو قوت اور نفس بہیمیہ کو ضعف حاصل ہو جس سے گناہوں سے بچو اور غضب الٰہی سے امون و محفوظ رہو اور اسی لئے ارباب کشف نے فرمایا ہے کہ جسقدر ذکر الٰہی اور اُسکی طرف توجہ کرنے سے روح کو صفائی اور گناہوں سے نفرت ہوتی ہے وہ مہینوں کی ریاضت اور نفس کشی اور فاقہ سے حاصل نہیں ہوتی چنانچہ کلام ربانی میں بھی آیا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کہ نماز زنا اور بری باتوں سے روکتی ہے منجملہ اور فوائد عبادت کے ایک بڑا فائدہ انسان کے لئے یہ بھی ہے اسلئے خدا نے اسکو فرض کیا +

نکات

[۱] اللہ تعالےٰ نے بندوں کو اس آیت میں عبادت کا حکم دیا کہ جو خدا اور بندہ میں نہایت عمدہ رابطہ ہے اور چونکہ عبادت نفس پر نہایت شاق اور سخت گراں گزرتی ہے۔ اور علاوہ اسکے آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں تمام عالم میں مخلوق پرستی کی اندھیریاں ابر سیاہ کی طرح محیط تھیں بالخصوص مکہ میں عموماً بُت پرستی تھی اور صدہا لوگ الحاد و دہریت کے وادی ضلالت میں حیران و سرگردان تھے نہ عالم کی ابتدا و انتہا مانتے تھے نہ اس عالم کے بانی کا وجود تسلیم کرتے تھے نہ عالم آخرت کے ثواب و عقاب جزاء اعمال کے معتقد تھے جیسا کہ آجکل یورپ میں ایسے ہزاروں آدمی ہیں پس ان لوگوں کو مخاطب بنا کے بلا دفع شکوک عبادت کا حکم دینا اپنی ذات و صفات کا ثبوت نہ کرنا مفید مدعا نہ تھا اسی لئے خدا تعالےٰ نے اسی آیت میں ان باتوں کا تدارک کر دیا یعنی یوں نہ کہا کہ میری عبادت کرو یا خدا کی عبادت کرو بلکہ یوں فرمایا کہ اپنے رب یعنی ہر وقت پرورش کرنیوالے کی عبادت کرو اور یہ جبلی بات ہے کہ جب کسی شخص سے طاعت یعنی مقصود ہوتی ہے تو اسکو اپنی نعمتوں اور بخششوں کو یاد دلاتے ہیں اسوقت آقا و ولی النعمت کے اطاعت کرنے کو از خود دل چاہا کرتا ہے پس اسلئے اعبدوا ربکم فرمایا اسکے بعد نفس کو اور بھی نعما بیحد کو یاد دلاکر عبادت کا مشتاق کیا اور مشقت عبادت کو آقا و نامدار کے بیحد احسانوں کے مقابلہ میں نہایت سبک کر دیا کہ الذی خلقکم والذین من قبلکم تمہارا رب وہ ہے کہ جس نے تمہیں بھی انسان کیا کہ تم کو اور تمہارے بزرگوں کو پیدا کیا نہ یہ کہ کچھ دام دیکر مول لیا پس جس حالت میں کہ چند روپے دیکر خرید لینے سے غلام پر کیسے کچھ حقوق عبادت و طاعت فرض ہو جاتے ہیں چہ جائیکہ جس نے زندگی عطا فرمائی اور ہاتھ پاؤں ناک وغیرہ صدہا بے قیمت نعمتیں عطا کیں اور یہ عنایت نہ صرف تم پر بلکہ تمہارے آباء و اجداد پر بھی ہے یعنی تم قدیمی خانہ زاد اور پروردہ نعمت ہو۔ پس جب بندہ ان معانی کا لحاظ کریگا تو اُس پر سو جان سے فدا ہوگا ؎ ایں جانِ عاریت کہ بحافظ سپرد دوست روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم + ؎ اے خدا قربانِ احسانت شوم + ایں چہ احسان است قربانت شوم + اس جملہ سے جس طرح نفس کو مشقت عبادت اُٹھانے پر آمادہ کر دیا اسی طرح اس سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ عبادت خاص اُسی کا حق ہے کس لئے کہ خدا کے سوا

جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو انمیں کسی نے بھی نہ تم کو پیدا کیا ہے نہ تمہاری پرورش کی ہے کیونکہ جس طرح تم محتاج اسیطرح وہ چیزیں بھی پھر انکو بلاوجہ کسی امر کا مالک سمجھکر عبادت کرنا خیال باطل اور ظلمت ہیولانیہ کا مقتضی ہے سینکڑوں جاہل اولیاء و انبیاء ملائکہ و دیگر غیر محسوس چیزوں اور ارواح غیر مرئیہ و جن و شیطان کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری حاجات کو پورا کرتے ہیں اگر ہم انکی پرستش نکریں تو ہمارے کاروبار میں فرق آجاوے اور وہ لوگ ہم کو مضرت پہنچائیں اور اسپر اتفاقاً مراد کا حاصل ہو جانا یا کمی عبادت میں اتفاقاً کوئی حادثہ پیش آنا انکے خیال باطل کی اور بھی قوی دلیل ہو جاتا ہے مگر درحقیقت یہ قوت وہمیہ کی کاریگری ہے اور کچھ نہیں جس طرح کہ شب کو تنہا مکان میں مردہ سے ڈراتی اور بلند مکان پر چلنے سے پاؤں لڑکھڑاتی ہے اسی طرح ان لوگوں سے نفع و نقصان پہنچنے کا اعتقاد بھی یہی دلاتی ہے ورنہ امکان اور احتیاج میں دونوں برابر پھر عبادت ناحق ہے اور جس طرح اس برہان نے شرک کی جڑ کو کاٹ دیا اسی طرح اس نے الحاد اور دہریت کے درخت کو بھی بڑ پیڑ سے اکھاڑ دیا کیونکہ اپنا حادث ہونا اور عالم نیست سے ہست میں آنا ایسا بدیہی امر ہے کہ جسمیں کسی ملحد یا دہریہ کو کچھ بھی شک نہیں جس دہریہ سے چاہیے پوچھ دیکھیے کہ تمہاری کتنی عمر ہے وہ ضرور بیس تیس چالیس پچاس کوئی عدد یقینی یا تخمینی بیان کریگا جسکے یہ معنی کہ ہم کو موجود ہوئے اتنے برس ہوئے اب اس سے پوچھیے کہ آیا آپ خود بخود پیدا ہوگئے یا کسی نے تم کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ پیدا کرنیوالا ممکن ہے یا واجب یہ تو ظاہر ہے کہ وہ خود بخود پیدا نہیں ہوا ورنہ واجب الوجود ہو جاتا اور ہمیشہ سے پایا جاتا اور پھر معدوم نہوتا کیونکہ جس کا وجود اپنا ہوتا ہے وہ ہمیشہ رہتا ہے یہ بدیہی بات ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسکا پیدا کرنیوالا ممکن نہیں ورنہ تسلسل لازم آوے اور پھر اس ممکن کے پیدا کرنیوالے اور پھر اسکے پیدا کرنیوالے میں کلام کیا جاویگا لاچار یہ سلسلہ کسی واجب الوجود کی طرف منتہی ماننا جاویگا پس سوقت بیل و تیسری شق میں واجب الوجود کا ضرور ماننا پڑا جس نے ہمکو اس خوبی اور محبوبی کی شان میں پیدا کیا جسکا ہر زبان میں ایک جدا نام ہے کوئی اسکو اللہ کوئی خدا کوئی ایشر کوئی گاڈ کہتا ہے اور جب وہ خالق ہے تو اسمیں علم و قدرت حیات ارادہ وغیرہ وغیرہ عمدہ صفات بھی ہیں خواہ وہ عین ذات ہوں یا غیر خواہ لاعین ولا غیر +

| ۲ | خدائے پاک نے منکر کے روبرو اس آیت میں چند دلائل سے اپنا وجود اور اپنی صفات کا ثبوت نہایت خوبی سے ثابت کر دیا اور لطف یہ ہے کہ وہ دلیلیں بیان کیں کہ جو اسکے انعام بیجا اور لطف سرمد کو بیان کرتی ہیں اور وہ دلیلیں یہ ہیں (۱) مکلفین کا پیدا کرنا (۲) انکے بزرگوں کا اور انسے پہلے جسقدر چیزیں ہیں کہ جنکو اسکے وجود سے نہایت تعلق ہے اور جنکو جاہل خالق یا شریک خالق سمجھ بیٹھتا ہے پیدا کرنا (۳) زمین کا اس ہیئت سے پیدا کرنا کہ جس پر لوگ زندگی بسر کر سکتے ہیں (۴) آسمان کا پیدا کرنا کہ جسکی تاثیرات سے زمین کی چیزیں نشو و نما پاتی ہیں (۵) بارش سے ہر قسم کا غلہ اور پھل اور اناج کا پیدا کرنا کہ جو جانوروں کی زندگانی کا سبب ہے +

| ۳ | ان دلائل کے بیان کرنے میں بھی ایک عجیب لطف رکھا ہے وہ یہ ہے کہ مخاطب کے ذہن میں جو چیز مقدم تر قابل استدلال تھی اسکو مقدم کیا اور جو مؤخر تھی اسکو بعد میں ذکر کیا پس سب سے مقدم انسان اپنی ذات اور اپنے حالات پر بخوبی غور کر سکتا ہے اور

اسی لئے کسی عارف نے فرمایا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ اسی لئے سب سے پیشتر یہ فرمایا کہ الذی خلقکم پس انسان جب اپنے حالات پر غور کریگا اور یہ دیکھیگا کہ میں ہمیشہ سے نہیں ہوں بلکہ آنافانا میرا وجود اور اسکے متعلق سب باتیں کہیں اور سے عطا ہوتی ہیں اور یہ ضرور ہے کہ وہ معطی نہ انسان ہے کیونکہ انسان باہم برابر ہیں نہ کوئی اور ممکن ہے کیونکہ ہر ممکن محتاج ہے اور ایک محتاج دوسرے محتاج کی حاجت روائی نہیں کرسکتا پھر اسی طرح جب اپنے قوی باطنہ اور ظاہرہ میں غور کریگا تو بلاشک اسکی ذات وصفات کا یقین کامل پیدا ہوگا اسکے بعد پہلے لوگوں کا مخلوق ہونا قریب الفہم ہے پس جب یہ خیال کریگا کہ نہ تنہا میں بلکہ مجھ سے سب پہلے از خود نہ تھے بلکہ کسیکے پیدا کرنے سے پیدا ہوئے اور کسی کے فنا کرنے سے فنا ہوگئے تو اور بھی یقین مستحکم ہوگا اور سب کو علی التساوی مخلوق الٰہی جانے گا اور بے تک اقوال سے نفرت کریگا کہ سب سے پہلے بشن کی ناف سے کنول کا پھول نکلا اور پھر اس نے برہما کو اور برہما نے تمام خلقت کو پیدا کیا الخ پھر جب انسان اپنے اور اپنے سے پہلے لوگوں کے حالات پر غور کرنے سے خوب سمجھ گیا کہ ضرور ہمارا خالق ومربی کوئی اور شخص ہے تو یہ بھی سمجھیگا کہ اس قادر مطلق نے کہ جس نے ہمکو پیدا کیا ہمارے لئے بسنے کو کوئی مکان بھی تجویز کیا ہے اور پھر کھانے پینے کا بھی کوئی سامان کیا ہے ورنہ جبکہ انسان جیسے ذات شریف کے پیدا کرنے کی قدرت ہو اور اسکو اسکے مکان واسباب معاش کا دھیان نہو اور اسکے پاس کوئی سامان نہو بعید از فہم ہے پس جب اس بات کا دل کو یقین کامل ہوا اور اس مکان وسامان کی طرف دیکھا تو ہم کو ایک نہایت پُر فضا اور وسیع کمرہ نظر آیا جس کا فرش زمین اور چھت آسمان ہے اور ابر وبارش کے ذریعہ سے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں اور چونکہ فرش چھت سے قریب تر ہے اسلئے پیشتر زمین کا بنانا اور اسکے بعد آسمان کا مخلوق ہونا اور اسکے بعد پانی سے ثمرات کا پیدا ہونا بیان کیا جس سے ہمکو یقین کامل ہوگیا کہ جس نے ہم کو بنایا اس نے آسمان وزمین کو بھی پیدا کیا اور وہی ہر روزہ روزی کا سامان کرتا ہے اب ان دلائل کے بعد گو ہم نے اسکو آنکھ سے نہیں دیکھا (اور نہ وہ دکھائی دیسکتا ہے) لیکن آنکھ کے دیکھنے سے زیادہ یقین اسکے وجود اور صفات پر ہوتا ہے جس طرح گو ہم مکان کے بنانیوالے معمار کو آنکھ سے نہ دیکھیں لیکن دیکھنے کے برابر یہ یقین ہے کہ ضرور کسی کاریگر نے اسکو بنایا ہے جس میں علم وقدرت تھی +

۴ جب انسان اور زمین وآسمان ہر چیز کا مخلوق الٰہی ہونا ثابت کر دیا (اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ عبادت خاص خالق مختار کا حصہ ہے کہ جو ہر طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے) تو اسکے بعد فلا تجعلوا للہ اندادا وانتم تعلمون فرمانا اور شرک کی نفی کرنا نہایت ہی دلچسپ اور بڑی ذہن نشین تقریر ہے کہ جس سے سوائے معاند یا جاہل کے اور کسیکو انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ جب یہ بات عیاناً معلوم ہوگئی کہ اسکے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ رازق ہے اور وہ پیدا کرکے غافل بھی نہیں ہوگیا بلکہ ہر وقت خبرگیری کرتا ہے پھر اسکی مخلوق میں کسیکو اسکا شریک قرار دینا اور اسکی برابر کا سمجھنا اور اس سے اسی عبادت اور تعظیم سے پیش آنا نہایت حماقت ہے +

جس طرح نفس آیت کریمہ میں عبادت کا حکم اور اسکا انجام کار بھی بیان کردیا اور اسکے ضمن میں اپنی حجت پوری کرنے کے مضامین

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ

اور اگر تمکو اُس چیز میں کہ جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کی شک ہے تو تم بھی اُسکی مانند کوئی سورہ بنا کر لاؤ اور خدا کے سوا جسقدر تمہارے حمایتی ہیں سب مدد لو اگر تم سچے ہو

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ ۝

پھر اگر تم نکر سکو اور ہرگز نہ کر سکوگے تو بچو اُس آگ سے کہ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے ✦

بھی یاد دلائے اور اپنا استحقاق بھی جتلا دیا اور آسمان و زمین بلکہ اس عالم کی ابتدا بھی بیان کر دی اور اپنا وجود اور قدرت و علم صفات کمال کو بھی ظاہر کر دیا اور بت پرستی کو بھی ممنوع کر دیا۔ سبحان اللہ عجیب کلام ہے کہ ہر پہلو میں ہزاروں معانی ہیں ✦

تنبیہ حکما کہتے ہیں کہ زمین گول ہے اور اسی طرح کل عناصر اور بسائط کی شکل طبعی گول ہے اس طرح پر کہ اول ایک گول سا جسم رکھا کہ جسکو زمین کہتے ہیں اور پھر اُسکے گرد دوسرا گولا پانی کا لپیٹا کہ جسنے اُسکو ہر طرف سے ڈھانک رکھا یعنی سمندر نے لیکن تخمیناً چوتھائی زمین اس پانی کے گھٹنے سے اوپر کو نکل گئی ہے جسپر یہ آبادی ہے اور اسکی نسبت خدا فرش ہونا فرماتا ہے لیکن جب وہ نہایت وسیع ہوتا ہے تو اُسکی گولائی اُسکے فرش ہونے میں مانع نہیں ہوتی اس پانی کے اُوپر ہوا کا گولہ اور اُسکے اُوپر آگ کا گولہ لپیٹا اور اُس کے اوپر آسمان اول پھر دوم سوم چہارم پنجم ششم ہفتم ہشتم نہم۔ خیر یہ حکما کی تحقیقات ہیں لیکن خدا تعالیٰ کو ہئیت بیان کرنا مقصود نہیں صرف فوائد بتلانا مطلوب ہے ✦ **مسئلہ ۱** خدا تعالیٰ کی عبادت فرض ہے نہ اسلئے کہ اسمیں کچھ اُس کا نفع ہے بلکہ بندہ کے نفع آخرت کے لئے اور عبادت عام ہے خواہ جان سے ہو خواہ مال سے ✦ **مسئلہ ۲** شرک حرام ہے خدا تعالیٰ کے سوا نہ کسیکی عبادت کرنا چاہئے نہ کسیکو اُسکی ذات و صفات میں حصہ دار ٹھیرانا چاہئے ✦ **ف** چونکہ اعمال صالحہ کے لئے ایمان شرط ہے بعض علما کہتے ہیں کہ اس آیت میں یا ایہا الناس اعبدوا جو وارد ہے اور وہ کفار کو بھی شامل ہے حالانکہ کفار کی عبادت بلا ایمان درست نہیں تو اسلئے مراد اُس سے توحید ہے کہ توحید اختیار کرو۔ مگر یہ توجیہ بعید ہے بلکہ کفار بھی اعمال سے مخاطب ہیں اور اُنکا کفران عبادات سے مانع نہیں جس طرح کہ حدث وجوب صلوۃ سے مانع نہیں بلکہ یہ معنی کہ لیے کفار عبادت کرو ایمان لاکر نماز پڑھو یعنی وضو کرکے فان من لوازم وجوب الشئ وجوب مالا یتم الا بہ۔ ہاں یہ مسلم ہے کہ ایمان لانے کے بعد حالت کفر کی عبادات کی قضا اسپر لازم نہیں آتی ✦

ربط

اس سے پہلے آیت میں خدا نے عبادت کا حکم دیا تھا اور عبادت مقبول عند اللہ و غیر مقبول عند اللہ کا فرق صرف عقل سے نہیں ہو سکتا اسمیں نبی اور الہام کی سخت ضرورت ہے جبتک نبی کا دامن ہاتھ میں نہ ہوگا کوئی شخص اس دریا بکنار سے پار نہ ہو سکیگا

محال است سعدی کہ راہِ صفا ✦ تواں رفت جز در پے مصطفےٰ ✦ پس اسلئے ضرور ہوا کہ جناب نبی علیہ السلام کی نبوت اُس

دلیل سے ثابت کی جاوے کہ جو قرآن کا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کرے تاکہ نبی اور اُسکی کتاب کی پابندی اور اتباع سے خدا تعالےٰ کی عبادت مرغوبہ سرزد ہو اور متقی ہو کر دارین میں صلاح و فلاح پاوے +

یا یوں کہو کہ بندہ اور خدا تعالےٰ میں کوئی مناسبت نہیں نہ یہ اُس سے بات کرسکتا ہے نہ اُسکی مرضی و غیر مرضی کو دریافت کرسکتا ہے نہ عقل اس مرحلہ کو طے کرسکتی ہے وہ بعینہٖ اور حالت صحت و مرض بدن میں جداگانہ طور رکھتی ہے کبھی وہم اور رسوم و تقلید کی پنجے سے نجات پاتی ہے اور اسی لئے ہر امر نظری میں عقلاء کا باہم اختلاف شدید ہے کسیکی عقل ستاروں اور غیر مرئی ارواح کی پیتل اور تانبے چاندی کی یا پتھر کی تصویریں بنا کر اُنکو وسیلہ جانکر عبادت کرنا بتلاتی ہے کسیکی عقل اسکو کفر کہتی ہے کوئی گوشت گائے کو حرام کہتا ہے کوئی حلال و مباح جانتا ہے الغرض بغیر کسی ایسے شخص کے (کہ جو اپنی روحانی قوت میں فرشتوں سے بھی بڑھکر ہو خدا سے کلام بھی کرسکتا ہو اور جس پر عالم غیب کے اسرار منکشف ہوں کہ جسکو عرف شرع میں نبی کہتے ہیں) ان امور کا فیصلہ ممکن نہیں اور اسی لئے یہ بات شرع میں قرار پاچکی ہے کہ انسان کی نجات کے لئے اقرار نبوت بھی شرط ہے تنہا توحید یا اتباع فطرت کافی نہیں پس جب سعادت[1] کے دو جزو ٹھیرے ایک توحید کہ جو پہلی آیت میں گزری دوسرا اقرار رسالت جناب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اس دوسرے جزو کا اثبات خدا تعالےٰ نے اس آیت میں حسن خوبی کے ساتھ کیا کہ جس سے قرآن کا منجانب اللہ ہونا بھی ثابت کر دیا +

[1] شہر کلکتہ میں عرصہ تخمیناً چالیس برس کا گزرا کہ ایک دولتمند تیز طبع راجہ رام موہن نام بنگالی نے اہل اسلام و پادریوں کی کتابوں سے واقف ہو کر اپنے قدیم مذہب بُت پرستی اور عجائب پرستی سے بیزار ہوا مگر چونکہ وہ شخص باخدا نہ تھا اسلئے اُس نے مذہب حقانی اسلام کو قبول کرنا اپنے قوم کے روبرو نہایت شاق جانکر ایک اور نیا مذہب اسلام سے اخذ کیا اور اس میں کسیقدر یورپ کے ملحدوں کے خیالات اور کچھ عیسائیوں کی عبادات کو بھی ملا کر ایک معجون مرکب بنایا اور برائے نام اُسکو قدیم مذہب ہنود کا عطر کہکے برہم دھرم نام رکھا اور حکیمانہ تقریروں پر اسکی شہرت اور شیوع کا دارمدار رکھا پھر اسکے بعد ایک شخص دیندر ناتھ اسکے خلفا میں سے کھڑا ہوا اور اس مذہب کو فروغ دیتا رہا اسکے بعد ۱۸۶۶ء میں بابو کیسب چندر سین جو انگریزی میں خوب ید طولیٰ رکھتے تھے اس مذہب کے سرپرست بنے اور لندن وغیرہ بعض یورپ کے شہروں میں اپنے خیالات حکیمانہ کو پھیلاتے پھرے یورپ کے لوگ چونکہ مذہب عیسوی کے بیہودہ عقائد سے انحار نفور ہیں اُنہوں نے شاید انکو غنیمت جانکر قبول بھی کیا ہو۔ اس مذہب کے اصول ہیں آسمانی کتاب قرآن یا وید یا توریت کوئی نہیں بلکہ آسمانی دو کتاب ہیں اول طبعی خیالات دوم وہ اصلی صداقتیں جو اخلاق خدا اور بقا کی بابت ہیں انبیاء علیہم السلام سے نہ معجزہ ممکن ہے نہ کبھی سرزد ہوا ہے اور نہ اُنسے خدا نے بطریق وحی یا الہام کلام کیا ہے نہ اس قسم کی نبوت کی کچھ ضرورت ہے بلکہ عقل کافی ہے انبیاء اپنے اپنے وقت میں بزرگ اور ناصح اور امورات دینی میں فائدہ بخش تھے گرد معصوم نہ تھے انپر دینی ترقی کا خاتمہ ہوگیا بلکہ ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہونگے اسمیں حضرات موسیٰ و عیسیٰ و محمد و نانک و کبیر سب شریک ہیں یعنی نبوت جو معنی اہل اسلام اور اہل کتاب کے ذہن میں ہیں یہ اُسکے منکر ہیں۔ اس مذہب میں ہندو مسلمان عیسائی مجوسی جو ان باتوں کے معتقد ہیں سب شریک ہیں۔ مرنے کے بعد صرف عمدہ کمالات کی خوشی کا نام جنت اور بری ملکات سے تاسف کرنے کا نام جہنم ہے۔ وسیلہ نجات عبادت ہے اور عبادت کے چار رکن ہیں حمد الٰہی ترقی روح الٰہی کا اپنی روح میں مراقبہ کرنا خالق کا ہر دم شکرگزار رہنا۔ اور اسی سے دعا مانگنا۔ یہ برہمو سماج مذہب کا خلاصہ ہے اور جو تفصیل چاہے تو انکے رسائل اور کتب کو دیکھے بالخصوص رسالہ خلاصۃ الاصول کو دیکھئے۔ اب چند روز ہوئے کہ بابو کیسب چندر سین مر گئے مگر صدہا بنگالی اور بہت سے اور لوگ بھی اُسکی فصاحت

ترکیب

ان کنتم فی ریب الخ شرط فاتوا بسورۃ من مثلہ اسکی جزا یعنی جواب - مما نزلنا موضع جر میں صفت ہے ریب کی اسے
ریب کائن مما نزلنا اور عائد محذوف ہے اسے نزلناہ اور ما بمعنی الذی ہے من مثلہ صفت ہے سورۃ کی اسے بسورۃ
کائنۃ من مثلہ - اور ضمیر مثلہ کی یا ما نزلنا کی طرف رجوع کرتی ہے اور من تبعیضیہ ہے یا بیانیہ اسے بسورۃ مماثلۃ القرآن فی
البلاغۃ یا ضمیر مثلہ کی عبدنا کی طرف رجوع کرتی ہے پس اسوقت میں من ابتدائیہ ہے اب یہ معنی ہوئے کہ کوئی سورۃ

و بلاغت سے انکو اس زمانہ کا نبی مانتے ہیں نعوذ باللہ منہ - اس مذہب کے ایجاد سے موجد کی دو غرض تھیں ایک یہ کہ یہ مذہب صلح کل ہے - رعایا
گورنمنٹ میں جسقدر خرخشہ مخالفت مذہبیہ سے پیش آتے ہیں وہ سب فرو ہوجاوینگے اور گورنمنٹ کی خوشنودی حاصل ہوگی دوم یہ کہ یہ
مذہب برائے نام وہی قدیم مذہب ہنود بھی رہا اور مخالفوں کے ان اعتراضات سے کہ جو ہمیشہ اس مذہب پر پڑتے تھے نجات حاصل ہوگی
کھانے پینے کی جو بیجا قیودات اس مذہب میں تھیں سب اٹھ گئیں سفر یورپ اور وہاں سے تعلیم پانے کے موانع جاتے رہے ؛

مذہب نیچری

شہر دہلی جب شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں نہایت تنزل کو پہنچا اور وہاں کے علماء شرفا اہل ہنر جو عہد سلطنت حضرت شاہ جہاں سے آباد تھے
ادہر ادہر پریشان ہوکر نکل گئے تو اس زمانہ میں خاص کشمیر یا اسکی نواح کے کچھ لوگ یہاں آبسے - فاحسین سول شاہی اور دیگر قلندر بنگ نوش
سبلی ٹوپی والے آزاد اسی قوم میں گزرے ہیں ان میں سے بعض خالصاحب اور بعض مرزا اور بعض سید اور میر صاحب کہلاتے ہیں -
اس قوم کے بعض لوگوں نے اس اُجڑی سلطنت میں کچھ رسوخ بھی حاصل کیا تھا اور کوئی معزز لقب بھی خریدا[۱] تھا پس اسی کنبے میں سے ایک شخص
سیّد احمد خاں صاحب بہادر بھی پیدا ہوئے - یہ شخص ابتدا میں مولوی مخصوص اللہ صاحب نبیرۂ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی خدمت
میں حاضر ہوکر کسیقدر صرف و نحو سے آشنا ہوئے اور تعویذ گنڈے بھی سیکھے لیکن جب یہ نسخہ نہ چلا تو گورنمنٹ برٹش کی طرف رجوع کیا اور
اپنی لیاقت خداداد سے کوئی اچھا عہدہ بھی پایا پھر تو پکے وہابی متبع مولوی اسمٰعیل صاحب مرحوم ہوگئے اور ایک کتاب آثار الصنادید لکھکر
شہر کے اہل علم وفضل میں بھی شہرت اور عزت حاصل کی - اس عرصہ میں غدر ہوگیا اور سید صاحب اپنی خیر خواہی اور احکام رسی
کے ذریعہ سے بڑی ترقی کر گئے - اور اپنی خوش بیانی اور عالی دماغی کی وجہ سے انگریزوں میں بڑے فاضل یا فلاسفر یار فارمر ملنے گئے اور
سی ایس آئی کا لقب حاصل کیا - اور کچھ عجب نہیں کہ گورنمنٹ برٹش ۱۸۵۷ء کے فساد سے (کہ جس کا منشاء صرف توہمات جاہلانہ تھے) بدحذر ہو
اور سید صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے گورنمنٹ کو اطمینان دلایا اور نہ صرف خیالات فاسدہ ملک اسلام قدیم کے گرانے کا بھی بیڑہ اٹھایا
ہو یا اپنی ترقی اور خیر خواہی کے لئے یہ خیال از خود سید صاحب کو پیدا ہوا ہو اور غالباً یوں ہی ہوگا کیونکہ گورنمنٹ کو ان باتوں کی طرف
چنداں خیال نہیں خیر ہرچہ باشد مگر اس شخص نے اسی ارادہ سے ایک کتاب تبیین الکلام بائبل کی تفسیر میں لکھکر عیسائیوں اور
مسلمانوں کو باہم ملانا اور ایک بنانا چاہا لیکن اس امر محال کے وقوع میں سید صاحب ناکام رہے اس عرصہ میں سید صاحب نے

[۱] قلعہ میں عہد شاہ عالم سے از حد افلاس تھا وزارت اور عہدۂ دیوانی اور القاب معززہ روپیہ سے فروخت ہوا کرتے تھے
یعنی جو شخص اسقدر روپیہ دے تو یہ عہدہ سرکار سے حاصل کرے چنانچہ بہت لوگوں نے اسبات کو غنیمت جانکر روپیہ صرف کرکے
یہ عہدے اور القاب حاصل کئے تھے اور یہ بات اخیر بادشاہ ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم تک بھی مروج تھی - ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ

مثل محمد صلعم سے ہوا کیا ؟ او کہ جو اُمّی ہو اور جس نے کبھی شعر و سخن کی مشاقی بھی نہ کی ہو وادعوا شہداءکم جملہ انشائیہ معطوف ہے فاتوا پر من دون اللہ موضع حال میں ہے شہداء سے یعنی شہداءکم منفردین عن اللہ ان کنتم صادقین شرط اسکا جواب محذوف ہے اُس پر کلام سابق دال ہے اعنی فاتوا وادعوا ۔ فان لم تفعلوا شرط اور فاتقوا النار الخ اِس کا جواب اور لن تفعلوا جملہ معترضہ ۔ اعدت للکافرین جملہ خبریہ موضع حال میں ہے ۔ النار سے اور عامل اِس میں فاتقوا ہے ۔

کلکتہ میں برہمو سماج مذہب کو ہونہار دیکھا اور اُسکے اُصول کو یورپ کے فلاسفروں اور ایشیا کے معلموں کے مطابق خیال پاکر اسکو ازحد پسند کیا اور جو دل میں مراد تھی اُسکو بلا محنت و مشقت پایا لیکن یہ بات نہ تنہا اُنکے دلی مقصد بلکہ اُنکے شان کی بھی خلاف تھی کہ وہ کھلم کھلا اسلام کو ترک کرکے ایک بنگالی بابو کے مُرید اور اُمت کہلاتے مگر دل میں یہ سوچا کہ برائے نام تو اسلام ہو مگر اُسکو برہمو سماج مذہب کے مطابق کیجئے لفظ نبی اور ملائکہ اور جبرئیل و جنت و دوزخ وحی و الہام و شیطان بلکہ سماء و جن کو تو بحال خود رہنے دیجئے اور ہر مسلمان سے کہئے کہ میں ان چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں تاکہ مسلمانوں کو مجال تکفیر نہو اور ان الفاظ کے معانی بالکل پلٹ دیجئے ۔ نبی صرف ریفارمر کہ جس میں بڑی نہار کے کام کی مانند اس وعظ گوئی کا ملکہ ہو اور نبوت ہر زمانہ میں پائی جاتی ہے بلکہ ہر قوم اور پیشہ میں دیکھو نظامی و جامی کو پیمبران سخن کہتے ہیں ۔ اِس زمانہ میں بابو کیسب چندر سین بھی نبی ہیں اور انگلنڈ میں بھی فلاں فلاں شخص نبی ہیں ۔ نبی کے لئے معجزہ یا کرامت جسکو خرق عادت کہتے ہیں شرط نہیں یہ صرف پُرانے خیالات ہیں بلکہ خرق عادات ممکن ہی نہیں الہام یا وحی خیالات فطری کا جوش ہے اور جبرئیل جو اُسکو لاتا ہے کوئی شخص خاص نہیں وہ اِس نبی کی قوت ہے جو فطرت کے موافق فوارہ کی طرح اُچھلکر اُسی پر گرتی ہے اور یہی معنی نزول کے ہیں ۔ ملائکہ اشخاص متحیزہ بالذات نہیں قرآن میں جو لفظ ملک یا ملائکہ یا جبرئیل آیا ہے اُس سے انسان کی قوت ملکیہ مراد ہے جس طرح شیطان سے قوت بہیمیہ اور جن سے ایک جنگلی قوم کہ جو لوگوں سے پوشیدہ رہتے تھے اور جنت و دوزخ صرف خوشی و غمی کا نام ہے باقی حوریں اور نہریں اور میوہ جات جو قرآن اور نبی اسلام نے بیان فرمائی ہیں وہ محض رغبت اور خوف دلانے کو اِس خوشی و غم کی ان چیزوں کے ساتھ تفسیر یا تشریح کردی ہے ورنہ کچھ نہیں آسمان سے مراد بلندی اور جو ہے اور جو نکہ بلندی بڑی تھی اور متصل پیچے بعد دیگرے ہے اسلئے اسکو سبع سموات کے ساتھ تعبیر کیا وقس علی ہذا یہ باتیں سید صاحب کی تفسیر اور پرچہ تہذیب الاخلاق میں موجود ہیں مقدمۂ تفسیر میں انکے حوالہ بقید صفحہ و سطر مندرج ہیں اور آئندہ بھی ہم اقوال کو نقل کرینگے ۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ سید صاحب حرف بحرف بنگالی بابو کے مقلد ہوں بلکہ ممکن ہے کہ اُس سے بھی ترقی کرجاویں کیونکہ اول تو سید صاحب دلی کے رہنے والے دوم اِس خاندان کے نونہال (یا اب شجر کہنہ) کہ جو مذاہب میں مپنیوا ہونے کی جبلّی لیاقت رکھتا ہے پھر کیا وجہ کہ ایک بنگالی دال بھات کھانے والے سے کہ جسکا بڑا سرمایہ انگریزی ہے پیچھے رہجائیں ؟ اسلئے سید صاحب نے ایک جدید اسلام کی بنیاد ڈالی اور پرچہ تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۲۹۶ ہجری صفحہ ۱۴۱ سے ۱۴۲ و ۱۰۰ میں یوں فرمایا الاسلام ہو الفطرۃ والفطرۃ ہی الاسلام یعنی اسلام جو ہے وہ فطرت ہے اور فطرت جو ہے وہ اسلام ہے اور فطرت اسلام کا دوسرا نام ہے لامذہبی بھی درحقیقت اسلام ہے کیونکہ لامذہب بھی کوئی مذہب رکھتا ہے اور وہی اسلام ہے الخ اور وہی عین فطرت و نیچر ہے جو آدمی نہ کسی نبی کو مانتا ہو اور نہ کسی اوتار کو اور نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو جو مذاہب میں فرض اور واجب سے تعبیر کئے گئے ہیں بلکہ صرف خدائے واحد پر یقین رکھتا ہو وہ آدمی کسی مذہب میں نہیں ہے مگر مسلمان ہے اور جو لوگ خدا کے بھی قائل نہیں ہیں وہ بھی مسلمان ہیں کیونکہ الخ انکے اہل جنت ہونے میں کیا شک باقی رہا تھا ۔ اِسکی تائید میں سید صاحب اِس

تفسیر

یعنی اگر تم کو ہمارے اُس کلام میں کہ جسکو ہم نے اپنے بندے محمد صلعم پر نازل کیا ہے (قرآن) کچھ شک ہو کہ آیا یہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں اور یہ نبی برحق ہے یا نہیں تو قطع نظر اور معجزات و آیات بیّنات کے کہ جن میں تمہارا عجز ظاہر ہے تم خاص اس کلام کا ہی مقابلہ کر کے دیکھو کہ جسکی تعمیل (معجزات سے) مقصود بالذات ہے کیونکہ ہر قسم کے کلام مرکب کرنے میں تم آنحضرت صلعم سے کسی بات میں کم نہیں تم بھی اہل زبان ہو اور تم بھی خاص اُسی شہر اور اسی ملک اور اسی

حدیث کو پیش کرتے ہیں من قال لا الٓہ الا اللہ دخل الجنۃ وان زنٰے وان سرق علی رغم انف ابی ذر سید صاحب کی تعریف اسلام جدید کے بموجب تو جو شخص جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر بلکہ سخت مخالف ہو جیسا کہ ابو جہل وغیرہ وہ بھی مسلمان اور جنتی ہے بلکہ کل بنی آدم اول سے اخیر تک مسلمان اور جنّتی ہیں خواہ وہ کیسا ہی عقیدہ رکھیں اور کچھ ہی کریں - اس اسلام جدید کی اسقدر حدود وسیع کرنے سے سید صاحب کے چند اغراض اور ایک وجہ ہے - غرض اول یہ کہ نہ تنہا بنگالی بابو نے اپنے مذہب کو ایسا وسیع کیا کہ کسیطرح ہندو دھرم میں سے باہر نہیں ہوتا خواہ گائے کا گوشت کھائے خواہ وید اور اوتاروں کا منکر ہو بلکہ سید صاحب نے بھی اس سے بڑھکر اسلام جدید کو وسعت دی کہ کفر منصوص کو بھی اسلام کا مصداق بنا دیا تاکہ انکے مریدوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل رہے - دوم یہ کہ جو چیزیں اسلام حقیقی کے بالکل برخلاف ہیں اور انپر پابندی کی سخت تاکید اور انکی مخالفت پر ڈری تہی یہ ہے انکے ترک و استعمال سے کچھ محذور لازم نہ آوے پس حکام کی خوشنودی یا نفس کی خواہش سے انکو عمل میں لاوے تو کچھ مضائقہ نہیں کوئی خانہ کعبہ ہی کیوں نہ گرا دے اور قرآن مجید اور اسکی ہدایتوں پر قہقہہ ہی کیوں نہ اڑائے نعوذ باللہ آنحضرت علیہ السلام سے جسقدر چاہے دشمنی کرے اور سُور کھائے شراب پیے تو بھی پکا مسلمان جنتی رہتا ہے اُسپر اور مسلمانوں کو کوئی اعتراض کا محل نہیں - سوم اسوقت جو عیسائی حاکم ہیں انکو غیر نہ جانیں نہ مخالفت مذہبی نہ اُنکے تعصبات کو خیال میں لائیں کیونکہ وہ بھی تو مسلمان ہیں حقیقت میں حکّام رسی کا یہ عمدہ ذریعہ سید صاحب کے ہاتھ آیا ہے صرف برائے نام مسلمان رہکر جو چاہو سو کرو اور وجہ یہ ہے کہ جب سید صاحب بابو کیشب چندر سین کی تقلید میں لندن تشریف لیگئے اور وہاں خطبات احمدیہ ایک کتاب لکھکر بابو صاحب کی طرح یورپین لوگوں کو اپنا مُرید بنانا چاہا تو لوگوں نے سید صاحب پر اعتراض کیا کہ نیچر اسکو تسلیم نہیں کرتا کہ بغیر اتباع نبی عربی کوئی شخص مہذّب اور نہایت علوم کا ماہر نجات نہ پاوے اور ماسوا اہل اسلام تمام یورپ بلکہ کل بنی آدم جہنم میں جائیں اسلئے سید صاحب نے اسلام جدید کو وسیع کیا پھر سید صاحب نے اپنے خیالات کی ترقی کیلئے ایک مدرسہ علیگڈھ میں قائم کیا اور ایک اخبار تہذیب الاخلاق جاری کیا اور اس پر بس نہ کر کے قرآن مجید کی تفسیر لکھکر قرآن کو اپنے اسلام جدید کے موافق بنایا - اس زمانہ کے اُمرا تو نام پر مرتے ہیں جہاں انکو سبز باغ دکھایا (کہ اس مدرسہ سے اہل اسلام کو دینی و دنیوی ترقی ہوگی) جھٹ معین و مددگار ہوگئے اور گورنمنٹ برٹش میں انکی معینت کو عمدہ ذریعہ تقرب سمجھا اور بعض وہ لوگ کہ جنکو انگریزی خیالات نے بے قید کر دیا اور وہ برائے نام مسلمان ہونا کافی سمجھتے ہیں اس مذہب کے معین و مددگار بنگئے اور بعض تو صرف کوٹ پتلون پہنکر جنٹلمین کہلانے کے لئے سید صاحب کے دین میں آگئے + ایک پادری صاحب نے ایک رسالہ تنقید الخیالات مطبوعہ الہ آباد مشن پریس ۱۸۸۲ء میں سید صاحب کے اس ایجاد خانہ زاد کو اور بات پر محمول کرتے ہیں وہ یہ کہ سید صاحب کی نظروں میں پادریوں اور حکمار یورپ کی روشنی علم و تحقیقات سے اصول اسلام نہایت کمزور اور لغو معلوم ہوئے لیکن سید صاحب نے اسلام کا ترک کرنا مناسب نہ جانا برائے نام اسکو قائم رکھکر ایک نیا اسلام ایجاد کیا کہ جو اصول حکمار یورپ پر مبنی ہو اور جس پر کسی قسم کا اعتراض وارد نہو اور نیز باعتبار مشقت عمل و قید حلال و حرام کی بہی بہت آسان ہو مگر یہ سب نہ دیکھا دی کی

قوم کے لوگ ہو کہ جسکے نبی صلعم ہیں بلکہ تم اُنسے اس امر میں کہیں بڑھکر ہو کیونکہ اول تو تم شعر و سخن کے مشتاق ہو اور
نبی صلعم کو تم ابتداء عمر سے عبادت و ریاضت اور گوشۂ تنہائی میں ساکت و صامت دیکھتے ہو دوم ہر مجلس و میلہ اور ہر ایک
قسم کے مجمع میں کہ جہاں اہل سخن جمع ہوا کرتے ہیں اپنے اشعار کو جلا دیتے اور اُسکی مشتاقی بہم پہنچاتے ہو اور حضرت تو اس قسم کے
مجامع میں مدت العمر ایکبار بھی تشریف نہیں لیگئے۔ سوم تم کو مبالغہ اور زیادہ گوئی میں اور ہر قسم کی لفاظی میں کچھ بھی
احتیاط نہیں اور یہی امور فصاحت و بلاغت کے سامان اور خوش بیانی کے مصالح ہیں پس باوجود اسکے تم سے ایک

صاحب کا یہ خیال خام ہے کیونکہ سید صاحب کو مذہب عیسوی کی حقیقت معلوم ہے شاید حکمار یورپ و دہریان فرنگ کی ملمع کار
خیالات نے پریشان کیا ہو تو کیا ہو اور انکی بے حاصل تقریروں نے انکی دماغ کو مخبوط بنایا ہو تو بنایا ہو جیساکہ انکی بعض عبارات بالخصوص
علیگڈہ اخبار سے جو سفر پنجاب کے بارہ میں لکھا تھا ثابت ہے مگر ان بیہودہ اعتراضات سے اسلام کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچتا۔ اسلام میں
کوئی ایسی بات خلاف عقل نہیں کہ جس پر مسلمانوں کو اُنکے روبرو نیچا دیکھنا پڑے اور جو معجزات انبیاء اور آسمان و زمین کی بابت کچھ
اسکو اعتراض ہے تو وہ بھی بیجا ہے اول تو انہوں نے ہنوز کوئی تسلی بخش دلیل ابتک اپنے تحقیقات پر بیان نہیں کی دوم قرآن نے ہئیت
یا طبعیات کے غلط مسائل کا دعویٰ نہیں کیا۔ سوم اسمیں کل مذاہب سماویہ شریک ہیں توارت و انجیل بھی اس حملہ کی مدافعت میں مساوی ہیں
یورپ کے عیسائی فلاسفروں پر بھی اسکی ذمہ داری ہے۔ اب میں پادری صاحب کے اقوال کو نقل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو میری رائے کی
تصدیق ہو قولہ سید صاحب تہذیب الاخلاق جمادی الاول ۱۲۹۶ھ صفحہ ۲۰ و ۱۲۹۷ ہجری صفحہ ۲۰۲ وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ اسلام کی وہ
حالت مجموعی جو تیرہ سو برس سے دنیا میں کہلایا درحقیقت وہ اسلام نہ تھا وہ تو علماء محمدیہ کا تراشا ہوا یا قرآن حدیث کے درست مطلب
نہ سمجھکر نکالا ہوا اسلام تھا اگرچہ اسمیں درست بھی تھا تو اسیقدر درست تھا جسپر کچھ اعتراض نہ پڑتا ہو اور جتنی باتوں پر علوم سے یا
غیر اشخاص سے اعتراض واقع ہوئے ہیں وہ سب نقصان کی باتیں ہمارے بزرگ عالموں کی غلطی سے اسلام میں قرار پکڑے ہوئے
تھیں وہ حقیقی خیالات اسلام کے نہ تھے وہ گویا کاٹھ کی ہنڈیا تھی جو اسوقت جل رہی ہے +
مراد انکی یہ ہے کہ جسکو آجتک اُمت محمدیہ نے اسلام سمجھا وہ اسلام نہ تھا اسی لئے تو جو جو اعتراض دنیاوی علوم کی روشنی سے یا مخالفوں سے
اُس پر وارد ہوئی وہ سب برحق نکلے اور وہ اسلام پوری شکست کھا گیا فی الحقیقت جو سچا اسلام ہے وہ درست ہے اور مضبوط گویا وہ
اسپات کی ہنڈیا ہے اور وہ آجتک سب محمدی علماء سے پوشیدہ رہا اب ہم اسکو تیرہ سو برس بعد ظاہر کرتے ہیں اور اسکا خیال اس زمانہ
میں صرف مجھ سید احمد خاں ہی کو آیا ہے اور میں اپنا فرض سمجھکر ان خیالوں کو ظاہر کرتا ہوں الخ لیکن سید صاحب یہ نہیں بتلا سکتے کہ کس
عہد تک اس درست راہ پر مسلمان رہے تھے تاکہ ہم اُس عہد کے خیالات کا مقابلہ سید احمد خاں صاحب کے خیالات سے کریں الخ
بس میں نے سید صاحب کے خیالات پڑھتے المقدور بہت فکر کیا کہ وہ کیا کہتے ہیں پر مجھے معلوم ہوا کہ سید صاحب کا خیال ہرگز درست
نہیں محض غلط بات ہے کہ اسلام قدیم اسلام نہ تھا اور اسلام جدید جو سید صاحب کھلاتے ہیں درست اسلام ہے +
قدیمی اسلام جسکو وہ کاٹھ کی جلتی ہنڈیا بتلاتے ہیں یقیناً وہی حقیقی اسلام ہے جو محمد صاحب نے اپنی اُمت کو دیا تھا پر وہ نیا اسلام جسکو الخ
انہوں نے اس زمانہ میں نکالا اور اہل ہند کے سامنے پیش کیا ہے وہ ہرگز اسلام نہیں ہے بلکہ اسمیں اکثر وہ خیالات بھرے گئے ہیں
جو ہندوؤں کے ایک برہمو فرقہ کے ہیں اور وہ بھی چند روز سے شہر کلکتہ میں نکلے ہیں الخ یا اُن لوگوں کے بعض خیالات اسلام میں
کے خلطی واقع ہیں جو قدیم زمانہ سے آجتک انبیائی سلسلہ کے مخالف ہیں جنکو دنیاوی عقلمند کہتے ہیں۔ ان خیالوں کو سید صاحب

سورہ کے برابر بھی کلام مرکب نہیں کیا جاتا اور تم کو نہایت زور اور دعوی سے کہا جاتا ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی اجازت
دی جاتی ہے کہ ایک نہیں بلکہ سب ملکر بنالاؤ اور اپنے اُن معبودوں سے بھی مدد لو کہ جنکو تم ہر قسم کی قدرت اور اختیار
کا مبدء اور ہر طرح کا حاجت روا جانکر پوجتے ہو پھر جب بھی تم سے ایک سورہ کی برابر بھی نہ بن سکا اور نہ کبھی بن سکیگا
تو یقین کرلو کہ یہ اُس شخص کا کلام ہے کہ جو تمام لوگوں اور غیر اللہ سب معبودوں سے بڑھکر ہے اور وہ خدا تعالے
ہے کہ جو ہر بات میں سب سے نرالا ہے پس جب یہ ہے تو خدا قادر کا مقابلہ اور اُسکے کلام کو جھٹلانا جہنم میں دکہ جس کی

فقرات میں لپیٹ کر اسلام میں شامل کرنا چاہتے ہیں یہ دعوی سنکر شروع میں مجھے خیال آیا تھا کہ شاید سید صاحب اسلام کے وہ زوائد جو پیچھے
سے اس میں پیدا ہو گئے ہیں کاٹ چھانٹ کر دکھلا دینگے لیکن اب جو کچھ کہ اُنہوں نے دکھلایا اس سے معلوم ہوا کہ وہ تو کہیں سے کہیں
چلے گئے حقیقی اسلام اُنکے ہاتھ سے نکل گیا اور ایسا چھوٹا کہ بہت ہی دور رہگیا اسلئے علماء محمدیہ نے اُنکی نسبت سخت فتوے لکھے ہیں
اسلام فی الحقیقت وہی ہے کہ جسکو مسلمانوں نے محمد صاحب سے پایا یا یوں کہو کہ اسلام وہ ہے کہ جو قرآن وحدیث سے تبادر اہل زبان کے
ذہن میں آیا اور ابتدا سے دعوی نبوت سے ۲۳ برس تک دنیا میں محمد صاحب نے قولاً و فعلاً اُسکی تعلیم دی ہے + یہ بات تو دیکھی جاتی ہے کہ
کسی مرشد برحق یا غیر برحق کے خیالات پر اہل غرض اور بے احتیاط مفسر کبھی کبھی اپنے خیالات کی قلعی چڑھا لیا کرتے ہیں الخ اگر سید صاحب
زوائد اسلام کو خارج کرکے خالص اسلام جو قرآن وحدیث میں ہے دکھلاتے اور پھر ثابت کرتے کہ علوم کی روشنی اور مخالفوں کے اعتراض سے
محفوظ ہے تو اُنکی یہ کوشش قابل تحسین وتشکر تھی لیکن سید صاحب نے ملحدوں اور لا مذہبوں اور حکماء مخالفین انبیاء کے اُصول اور کلکتہ
کے بنگالیوں کے خیال جنکے دلوں میں سے بُت پرستی کو انگریزی تعلیم نے نکالا اور ملحد انگریزوں کے اصول کو جمع کرکے قرآن وحدیث
میں چسپاں کرنے کا پورا بندوبست کر لیا اور یہی اس طرح پر کہ قرآن وحدیث کے صاف وصریح مطالب کو تحریف معنوی اور اجنبی
تاویلوں سے دھکے دیکر وہاں سے نکالتے ہیں اور اپنے مرغوب خیالوں کو وہاں بٹھلاتے ہیں جو ہرگز بیٹھ نہیں سکتے +
اور یہ تمام اس مراد سے ہے کہ اسلام قدیم کے اُصول مخالفوں سے شکست کھا چکے ہیں لیکن جب وہ اس طرح کی اُلٹ پلٹ اُنمیں
کر لینگے تو پھر اس اسلام جدید پر یہ اعتراضات نہونگے کیونکہ سید صاحب کے گمان میں ملحدوں کے خیالات انبیاء کی خیالات سے مضبوط اور
اُستوار ہیں۔ اس صورت میں سید صاحب کو ایک بڑی مشکل پیش آئی کہ تمام کتب مسلمہ اہل اسلام کو چھوڑنا پڑا اور بہت سی تاریخی
باتوں کو بھی تبدیل کرکے اپنے دل سے نئی تواریخ تصنیف کرنی پڑی تاہم ایک سخت مشکل باقی رہگئی کہ ان خیالات کی سند جنکو وہ لائے
ہیں محمد صاحب تک نہ پہنچی گویا کہ قرآن تو محمد صاحب نے دیا اور معنی اُسمیں تیرہ سو برس بعد سید صاحب نے ڈالے اور سند اُن معنوں کی
نہ محمد صاحب تک مگر اہل الحاد تک پہنچی اسکے علاوہ اسلام جدید میں اسلام قدیم کے برخلاف نیا الہام اور نئی وحی اور نیا خدا اور نیا نبی
تجویز کرنا پڑا اور اسی طرح دوزخ اور بہشت اور اُصولی باتوں میں بہت ہی بڑی تبدیل کرنی پڑی باوجود اسکے یہ اسلام جدید زیادہ تر محل
اعتراض ہے۔ اپنی تصانیف میں جہاں تک سید صاحب نے علوم کی روشنی سے اسلام قدیم کی شکست دکھلائی ہے میرے گمان
میں یہ تو اسکی کچھ بھی شکست نہیں کیونکہ حکماء مخالفین انبیاء کے چند خیالات ہیں جن سے کوئی مذہب مدعی الہام و نبوت شکست نہیں
کھا سکتا بلکہ وہ حکماء ہی طالبان حق کی نظروں میں حقیر ہیں اور رہیں گے اور مثلاً خدا کا محالات عادیہ پر قادر ہونا حکیم نہیں مانتے اسلام
اسکا قائل ہے اس مکروہ خیال سے اسلام کو شکست نہیں ہوئی بلکہ اس خیال مکروہ کو الخ انتہی مختصراً + پھر یہ پادری صاحب اپنے
اول اس رسالہ کے ۴ صفحہ میں یہ کہتے ہیں **قولہ** پہلے سید صاحب نے تبئین الکلام ایک کتاب لکھی تھی اور اُسمیں خدا کے کلا

آگ یہاں کی آگ سے سخت اور تیز ہے جسمیں پتھر اور آدمی جلتے ہیں) ٹھکانا بنانا ہے اب تم کو لازم ہے کہ اُس آگ سے بچنے کا سامان کرو یعنی اس کلام پاک پر صدق دل سے ایمان لاؤ اور اس حیات بخش کلام کو اپنا دستور العمل بناؤ ۔

متعلقات

معجزہ اُس امر خارق عادت کو کہتے ہیں کہ جو مدعی نبوت سے سرزد ہو خواہ وہ کلام ہو یا کوئی کام ہوا ور چونکہ مخالف کو خدا تعالے کی طرف سے ویسے امر بنانے کی قدرت نہیں ہوتی بلکہ وہ عاجز ہوتا ہے اسلئے اُسکو معجزہ کہتے ہیں اور اسی لئے یہ معجزہ اسبات کی دلیل ہوتا ہے کہ جسکے ہاتھ سے یہ سرزد ہوا ہے وہ موید من اللہ ہے۔ یعنی اس عالم اسباب میں جسقدر امور واقع ہوتے ہیں وہ اسباب پر مبنی ہوتے ہیں اور اُن اسباب کا سلسلہ جناب باری پر ختم ہوتا ہے اسلئے ان امور کو ظاہر اسباب پہ نظر کرکے اسباب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور جنکی چشم حق بین نور الہام سے روشن ہے وہ ان اسباب سے قطع نظر کرکے اس مسبب الاسباب کی طرف اس فعل کو منسوب کرتے ہیں لیکن جب خدا تعالے کو اپنے ہادی کی

تفسیر اکثر مقامات میں کچھ اپنے طور سے کرکے عیسائیوں اور محمدیوں کو قریب قریب ایک حکمت سے لایا چاہتے ہیں لیکن جو تفسیر خلاف حق ہو وہ کب مقبول ہو سکتی ہے اسلئے انہوں نے اپنے پہلے خیال کو چھوڑ دیا اور اب وہ اسلام کی مرمت کے درپے ہیں مگر یہ بھی انہوں کی بات ہے کیونکہ نام تو مرمت کا لیا ہے مگر ایک اور ہی بنیاد ڈالی ہے جسکو ہرگز اسلام نہیں کہہ سکتے۔ یہی سبب ہے کہ علماء محمدیہ اُنکے برخلاف ہیں ہاں بعض محمدی کہ جو اہل یورپ کے خیالات سے بہرہ یاب ہیں وہ سید صاحب کے ساتھ موافق ہیں نہ اسلئے کہ سید صاحب ٹھیک اسلام کے موافق بول رہے ہیں بلکہ اسلئے کہ انگریزی خیالات سے انکے خیالات کچھ اور ہی طرح کے ہو گئے ہیں اور محمدی اسلام انہیں اچھا نہیں معلوم ہوتا اور کسی مذہب میں اسکو چھوڑ کر کسی وجہ سے شامل ہونا بھی نہیں چاہتے انکو تو صرف قومی آرام اور آسائش دنیا اور آبائی نام کے لئے اسلام کا نام ہی کافی ہے جس عقلی راہ پر انکو چاہو لیچلو وہ تیار ہیں کیونکہ وہ اپنی اُس طبیعت کے مطیع ہیں جو انگریزی خیالوں سے ان میں پیدا ہو گئی ہے وہ ان خیالات کے کچھ درپے نہیں کہ جو انکے آبا کو محمد صاحب نے دیے تھے انتہے ملخصاً ۔

اقول حقیقت میں سید صاحب نے وہ بڑھکر کام کیا کہ جو انکے اسلاف میں سے کسی سے نہو سکا ؏ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست ۔ اُنکی ہمت صرف رسول شاہیوں میں مشائخ کہلانے ہی تک تھی جناب کی ہمت عالیہ نے ہندوستان کے مسلمانوں کا نبی اور رسول بننے کا تقاضہ کیا جس طرح کہ سید محمد جونپوری مہدی بنا اور میر محمد حسین بیکوک بنا۔ کیا عجب ہے کہ سید صاحب کی ذریت میں سے کوئی خدائی کا دعوی بھی کرے ۔ مگر جس امید کے لئے سید صاحب نے یہ کام کیا تھا وہ حاصل نہوئی - ہر چند گورنمنٹ کو ان لوگوں نے مغالطہ میں ڈالا کہ اُس نے سید صاحب کو اور اُس کے بعض خلفاء کو اہل اسلام کا رکن اور معزز جانکر اہل اسلام کے اتحاد اور ارتباط کے لئے وسیلہ بنایا مگر ان کا اعزاز اہل اسلام میں اسیقدر ہے کہ جسقدر دشمنان اسلام پادریوں یا دہریوں کا ہے یعنی تمام مسلمان انکو سخت کافر اور بے دین جانتے اور انکی کوٹ پتلون اور انکے تکبر و تجبر کو نہایت ذلت اور حقارت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اسلئے انجام کار ناکامی ہوتی ہے ۔ یہانتک جو حال اس فرقہ کے موجد کا تھا میں نے بنظر نیک نیتی لکھا اور اگر کوئی بات خلاف واقع ہو تو میں اسکا ذمہ دار نہیں ۔ اب میں اس تمہید کے بعد سید صاحب کے اقوال کو نقل کرکے جواب دونگا ۔ ۱۲ منہ

{(۱) جیساکہ سمیع اللہ خاں صاحب ۱۲ منہ}

عام لوگوں کے روبرو تصدیق منظور ہوتی ہے تو وہ خلافِ عادت اِن اسباب کو درمیان سے اُٹھا کر بغیر اُنکے کوئی کام اُس نبی کی معرفت سرزد کرا دیتا ہے تاکہ اسباب کی طرف نظر نہ پڑے اور یہ فعل اسی کا معلوم ہو +

مگر یہ کام خدا کا ہے جب چاہے کرتا ہے نبی کو چاہے اور وہ کسی مصلحت سے نہ چاہے تو نہیں کرتا - یورپ کے بہت سے حکما جنکو صرف ظاہر میں آنکھیں عطا ہوئی ہیں اس امر خارق عادت کا انکار کرتے ہیں اور اُنکی تقلید سے فرقہ برہمو سماج بھی منکر ہے اور انکی تقلید سے سید احمد خاں صاحب وغیرہم بھی اصول اسلام کے برخلاف اسکا انکار کرتے ہیں اور بلا دلیل ناممکن اور محال بتلاتے ہیں اور لطف یہ کہ ابتک امکان اور وجوب اور محال کے معانی سے بے خبر ہیں - یہ انکار اسلئے ہے کہ انہوں نے کبھی معجزہ یا خارق عادت بات دیکھی نہیں اور یہ طبائع عامہ کا جبلّی خاصّہ ہے کہ وہ جس چیز کو مدت العمر دیکھتے نہیں اُسکے وجود بلکہ امکان میں بھی شک کرتے ہیں چنانچہ عرب کے ریگستان میں کہ جس نے مدت العمر کوئی ندی یا دریا نہ دیکھا تھا دریا کا مفہوم سنکر بڑا تعجب کیا اور پھر سمندر کا حال سنکر تو دونوں کانوں پر ہاتھ دھر کر یہ کہدیا واللہ لا نمکین ثم باللہ لا نمکین +

اہل اسلام کا اسبات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید معجزہ ہے اور اسکی مانند بنانا طاقت بشریہ سے خارج ہے خواہ مضامین کی خوبی سے ہو یا اُسکے ساتھ عبارت بھی حد اعجاز کو پہنچ گئی ہو یا کوئی اور سر ہو مگر جمہور اہلِ اسلام یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن اپنی فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہے اور اس کا مثل بنانا بشر سے محال ہے - اور یہ بات خدا نے اسلئے قرآن میں رکھی کہ عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا گھمنڈ تھا پس خدا تعالیٰ نے اسمیں اُنکو عاجز کرکے اُسکا منجانب اللہ ہونا بتلا دیا[1] +

نکات

[سورہ] شرع میں قرآن مجید کے اُس حصہ کو کہتے ہیں کہ جس میں کم از کم تین آیتیں ہوں اور اُس حصہ کا کوئی نام معین بھی ہو جیسا کہ فاتحہ بقرہ - بعض اہلِ لغت کہتے ہیں کہ اسکا واو اصلی ہے اِس تقدیر پہ یہ سور البلد (شہر پناہ) سے ماخوذ ہے

[1] سید صاحب فرماتے ہیں قولہ صـ۲۳ مگر یہ بات کہ اسکی مثل کوئی نہیں کہہ سکا یا کہہ سکتا اسکے من اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی - کسی کلام کی نظیر نہ ہونا اسبات کی تو بلاشبہ دلیل ہے کہ اسکی مانند دوسرا کلام موجود نہیں ہے مگر اسکی دلیل نہیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے بہت سے کلام انسانوں کے دنیا میں ایسے ہیں کہ انکی مثل فصاحت و بلاغت میں دوسرا کلام نہیں ہوا مگر وہ من اللہ تسلیم نہیں ہوتے الخ اول تو انسانوں کا کونسا ایسا کلام ہے کہ جسکا مثل فصاحت و بلاغت میں آجتک باوجو سعی ہی کے دوسرا کلام نہو سکا ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی نے کوئی عمدہ کتاب تصنیف کی مگر اُسوقت کے تمام فصیح بلیغوں کو عار دلا کر اُس کے مثل بنانے کا اشتہا نہ دیا اتفاقاً مدت تک کسی نے اسبارہ میں قلم نہ اُٹھایا بلا شک اسوجہ سے یہ کتاب من اللہ تسلیم نہیں ہو سکتی اور جبکہ بڑے زور سے دعوے کیا ہو اور سب کو اس میں شریک ہونے کی اجازت دی ہو اور اپنے کلام کے ایک ٹکڑے کے برابر بنانے کی درخواست کی ہو اور لوگوں نے اس امر میں حوصلہ بھی کیا ہو اور پھر اپنے اپنے مسودات اور کلمات کو معیوب سمجھکر پیش نہ کر سکے ہوں بلکہ وہ خود ہی انہیں کے لوگوں نے اُس پر قہقہہ اُڑایا ہو یہ من اللہ ہونے کی صریح دلیل ہے دوم اگر عادی ہونے میں تحدی بھی تو یہ بھی کلام یعنی قرآن سے متعلق تھی پھر اسکا مثل نہ بنانا ہی بات ہے سر کے پیچھے سے ہاتھ پھرا کر ناک بتلانی فضول امر ہے ۱۲ منہ

اس مناسبت سے کہ سور البلد جس طرح شہر کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اسی طرح سورہ بھی چند آیات یا ہر قسم کے مضامین کو گھیرے ہوئے ہے یا سورہ بمعنی رتبہ سے ماخوذ ہے کیونکہ کل سورتیں بمنزلہ منازل اور مراتب کے ہیں یا ان کے باہم شرف اور طول و قصر میں مراتب جداگانہ ہیں +

بعض کہتے ہیں کہ یہ واو اصلی نہیں بلکہ ہمزہ تھی اسکو واو بنا لیا ہے اور باہم مبادلہ ہوگیا ہے اس تقدیر پر اسکی اصل سؤرۃ ہے جسکے معنی کسی چیز کا بقیہ اور ٹکڑا ہے یعنی یہ قرآن کا ایک ٹکڑا ہے اسلئے اسکو سورہ کہنے لگے۔ یہانتک وجہ تسمیہ کا بیان تھا۔ اور قرآن مجید کا سورتوں پر منقسم ہونا اس حکمت کے لئے ہے کہ ایک مضمون دوسرے مضمون سے جدا ہو جاوے اور ایک قسم کی نظم جو باہم مناسبت رکھتی ہے دوسری قسم سے علیحدہ شمار ہو جائے اور پڑھنے والیکو سہولت اور فرحت اور حفظ کرنے میں سہولت اور فراغت حاصل ہو کیونکہ جب وہ ایک سورہ کو تمام کریگا تو دل میں فرحت پیدا ہوگی جس طرح مسافر جب ایک منزل طے کر لیتا ہے تو دل میں خوش ہوتا ہے کہ اس مسافت کا اسقدر حصہ میں نے طے کر لیا اسی مقصد کے لئے مصنفین اپنی کتابوں میں فصل اور باب مقرر کرتے ہیں ورنہ ایک کلام مسلسل سے دل گھبراتا ہے اسکے علاوہ اور بہت سی حکمتیں ہیں سورتوں کے آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں نام مقرر ہو چکے تھے +

| شہداء | شہید کی جمع ہے جسکے معنی حاضر اور گواہی دینے والا اور مدد کرنیوالا اور حاکم کے ہیں۔ اس کا سر یہ ہے کہ لفظ شہید یعنی اس ترکیب میں حاضر ہونے کے معنی ملحوظ ہیں خواہ یہ حضور بالذات ہو یا بالتصور پس مدد کرنے والے اور حاکم اور حاضر میں تو بالذات حضور پایا جاتا ہے کس لئے کہ حاضر تو موقع پر حاضر ہوتا ہی ہے مگر مدد کرنے والا بھی موقع پر حاضر ہوتا ہے اور حاکم کے حضور (روبرو) مقدمات فیصلہ ہوتے ہیں اور گواہی دینے والے میں حضور کے معنی بالتصور پائے جاتے ہیں یعنی جب وہ گواہی دیتا ہے تو اپنے خیال میں اسباب کو حاضر کرتا ہے اور جو شخص خدا کی راہ میں مارا جاوے اسکو بھی اسلئے شہید کہتے ہیں کہ وہ خدا تعالے کے پاس حاضر ہو گیا اور اس کا بدلہ ثواب آخرت اور اسکے مصاحب ملائکہ اس کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں اللھم ارزقنی شہادۃ فی سبیلک + اس مقام پر یہ چاروں معانی مراد ہو سکتے ہیں یعنی تم قرآن کی سورہ کے مثل بنانے میں جو لوگ اسوقت بڑے فصیح و بلیغ حاضر اور موجود ہیں انکو بلاؤ اور انسے مدد لو۔ اور جو تمہارے کلام پر سورہ کے مثل ہونے کی گواہی دیں انکو بھی بلاؤ اور جو لوگ تمہارے زعم میں تمہارے مددگار اور حاجت روا ہیں اور جنکے نام کی تم دہائی دیتے ہو اور جنکی عبادت کرتے ہو انسے بھی مدد لے دیکھو الغرض سب زور لگا لو اور پھر حاکموں کے پاس اس منازعت کے فیصلہ کے لئے چلو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں؟

| دون اللہ | دون کے معنی پاس اور قریب جگہ کے ہیں اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک ضمیمہ کو

دوسرے مضمون کے ساتھ متصل اور پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا کہتے ہیں زید دون عمر یعنی زید عمر سے کم مرتبہ ہے اور اسی لئے حقیر چیز کو دون یا دنی بولتے ہیں اور اسی لئے اس عالم کو کہ حقیر و ذلیل ہے دنیا کہتے ہیں (مؤنث کا صیغہ) یا اسلئے کہ یہ قریب اور پاس اور وہ عالم بعید ہے۔ پھر اس میں بھی وسعت دیگئی اور اس کلمہ کا ایک چیز چھوڑکر دوسرے کے اختیار کرنے پر اطلاق ہوا اور لفظ غیر کے قریب المعنی ہوگیا۔ اس مقام پر اسکے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر او اُسکے سوا جسقدر تمہارے مددگار ہیں سب سے مدد لو ۔

ممانزلنا نزول اُوپر سے نیچے کسی چیز کا اُترنا اس جگہ قرآن مجید مراد ہے کہ بواسطہ جبرئیل عالم بالا سے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا

نکات

۱ نزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا اسلئے کہ تنزیل کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کرنا اور انزال کے معنی ایکبار نازل کرنا ہے۔ گو قرآن مجید لوح محفوظ سے بیت المعمور تک ایکبار نازل ہوا مگر وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلعم کے پاس حسب حاجت ٹکڑے ٹکڑے نازل ہوتا تھا اور اسبات سے بیوقوفوں کو شک پیدا ہوتا تھا کہ یہ تو شاعروں اور دیگر مصنفین کی طرح تھوڑا تھوڑا تصنیف کرکے سناتا ہے اگر منجانب اللہ ہوتا تو تمام قرآن کو ایکباری دکھلاتا بلکہ کاغذوں میں لکھا ہوا اور جلد بندھا ہوا لاکر سامنے دھر دیتا کہ

ف تفسیر القرآن کے مؤلف نے اس مقام پر صفحہ ۹۰ سے لیکر ۹۴ تک اپنے خیالات فاسدہ کو بہت کچھ طول دیا ہے اور چند ابحاث لکھی ہیں (۱) ممانزلنا پر جسکا خلاصہ امام رازی پر نزول وحی کے بارہ میں اعتراض اور تمام علماء اسلام پر طعن کرکے بعد یہ ہے کہ خدا اور پیغمبر میں جبرئیل وغیرہ کوئی واسطہ نہیں صرف اسی کے خیالات جس طرح کہ مجنونوں کو متشکل نظر آیا کرتے ہیں اور کوئی باتیں کرتا معلوم ہوتا ہے آوازیں سنائی دیتی ہیں اسی طرح اس نبی کو نظر آتے باتیں کرتے ہیں اسی کے دل سے خیالات اٹھکر دل پر فوارہ کی طرح اچھلتے ہیں اور یہی نزول وحی ہے (۲) بحث نبوت کی بابت کی ہے کہ نبوت خدا کی طرف سے ایک ایسا عہدہ سمجھنا کہ وہ جسکو چاہتا ہے دیتا ہے (جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حیث یجعل رسالتہ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء) اہل اسلام کا غلط عقیدہ ہے بلکہ نبوت ایک فطری ملکہ ہے کہ جس طرح انسان کے اندر اور صدہا فطری ملکات ہیں یہ بھی ایک ملکہ ہے کہ جو جسم کے قویٰ ضعیف و قوی ہونے سے قوی و ضعیف ہوتا ہے پس جسمیں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ مقتضاء اُسکی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہے وہ پیغمبر کہلاتا ہے (پھر یہ پیغمبری کسی شخص اور کسی زمانہ میں منحصر نہیں بلکہ ہر ملک و ہر زمانہ میں ایسے لوگ کہ جو ریفارمر کہلاتے ہیں نبی ہیں چنانچہ ہندوستان میں دیانند سرستی اور بنگالہ میں بابو کیشب چندر سین اور انگلستان میں فلاں فلاں صاحب بھی نبی ہیں۔ تہذیب الاخلاق مطبوعہ ۱۲۹۲ھ) (۳) لفظ اُعدت سے دوزخ اور جنت کا بالفعل موجود ہونا خیال کرنا جیسا کہ جمہور اہل سنت والجماعت عقیدہ رکھتے ہیں غلط ہے کیونکہ قطعی الوقوع چیز کو قرآن بلفظ ماضی تعبیر کرتا ہے (۴) بحث دوزخ و جنت کی بابت کی ہے کہ جنت کی حقیقت کا بیان کرنا خدا کو بھی محال ہے جنت و دوزخ صرف راحت و تکلیف کا نام ہے موسیٰ نے اُسکی تفسیر کثرت اولاد اور پیدائش مال کے ساتھ کی ہے اور دوزخ ان چیزوں کے نقصان و ہیضہ وغیرہ مصائب کو بتلایا ہے محمد صلعم نے قرآن میں لوگوں کو رغبت اور خوف دلانے کی مصلحت سے اسکی تفسیر حور و قصور و باغ اور نہریں و شعلہ آتش و زقوم و حمیم کے ساتھ کر دی اور اصل یہ چیزیں جنت و دوزخ میں نہیں اور اگر یہی جنت ہے تو اس سے ہماری خرابات بہتر ہے الخ اول یہ کہ ان اقوال کا خلاصہ مطلب ہے اب ظاہر ہے کہ یہ باتیں بلادلیل جو خانصاحب نے بیان کی ہیں محض فرقہ نیچر کی تقلید ہے یا نہیں؟ اور ان خیالات کو نہ تنہا اسلام بلکہ کل آسمانی مذاہب سے کسقدر مباینت ہے اور اسوقت جو الحاد یورپ کے دریا بیکنار کی موجیں ہندوستان کو تہ و بالا کر رہی ہیں (جس سے ہزاروں گور مغز کہ جنکو نہ علوم اسلامیہ سے بہرہ نہ فنون عقلیہ سے حصہ دینی برکتوں سے نصیب بلکہ کچھ دنیادار جاہ و مال کے بندے نفسانیت سے بھرے ہوئے کسیقدر ثروت دنیا حاصل کرکے بانی مذہب جدید ہوگئے اور سیکڑوں بندگان خدا کو گمراہ کر دیا اور حیات ابدی سے محروم بنا دیا) انسے کسقدر مناسبت ہے ان خیالات کا ابطال مقدمہ کتاب میں ہو چکا ہے فمن شاء فلیرجع الیہا ۱۲ منہ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

دیکھیو کتاب بجبر خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے قال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ چونکہ وہ جاہل اس پارہ پارہ نازل ہونے کی مصلحت سے واقف نہ تھے اور نہ یہ جانتے تھے کہ کسی نبی پر آجتک اس طرح سے بنی بنائی کتاب نازل نہیں ہوئی بلکہ سلسلہ وار بھیجی جاتی تھی اس امر سے منکر تھے اسی تقدیر پر قائل کیا کہ اچھا یوں ہی سہی تم بھی پوری کتاب نہیں بلکہ اس کے ایک ٹکڑے کی برابر بنا کے لاؤ پس اسلئے لفظ نزلنا فرمایا انزلنا نہ کہا +

۲ اس تحدی (معارضہ) کو خدا تعالیٰ نے ایک نکتہ کے لئے کئی سورتوں میں مختلف طور سے بیان کیا اس سورہ میں اور سورۂ یونس میں تو اس طرح سے فرمایا اور سورۂ ہود میں یوں فرمایا فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین کہ اسکے دس ہی ٹکڑوں کی مانند بنا کے لاؤ اور خدا کے سوا جس سے چاہو مدد لو اور سورۂ اسرے میں یوں فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا کہ اگر تمام جن و انس اس قرآن کی مثل بنانے پر متفق ہو جاویں اور ایک دوسرے کے مددگار ہے تب بھی اسکی مانند نہ بنا سکیں گے۔ اور سورۂ قصص میں یوں فرمایا قل فاتوا بکتاب من عند اللہ ہو اہدی منہما اتبعہ ان کنتم صادقین کہ انسے کہہ اگر تم سچے ہو تو خدا کے ہاں سے کوئی اور کتاب لا کے دکھاؤ کہ جو قرآن و توریت سے زیادہ ہادی ہو میں بھی اسکو مانوں گا۔ پس ان سب آیات کو ملا کر یہ نکتہ پیدا ہوا کہ خواہ تم ایک سورہ کی برابر خواہ دس کی برابر خواہ اس تمام قرآن کی برابر بنا کے دکھاؤ پس یہ سخت معارضہ ہے گویا یوں فرمایا کہ اسکی برابر بناؤ یا اسکے نصف کی برابر یا اس کے ربع کی برابر بناؤ +

۳ وقودہا الناس والحجارۃ فرمایا کہ آتش جہنم میں آدمی اور پتھر جلتے ہیں اسمیں یہ اشارہ ہے کہ جو لوگ غیر اللہ کو پوجتے ہیں اور انکو حاجت روا سمجھ اور انکے نام کی دہائی دیتے اور نذر و نیاز کرتے ہیں وہ عابد اور معبود دونوں خدائے جبار کے قہر میں مبتلا ہیں خدا کا قہر آگ کی صورت میں متمثل ہو کر انکو جلاویگا اور جہنم کا ایندھن بناویگا۔ اور عرب کے لوگ اکثر پتھر کے بت بنا کر پوجتے تھے اسلئے حجارہ کہا۔ الغرض اس لطف کے ساتھ انکی بت پرستی کی سزا اور بتوں کی وقعت و اقتدار کا اندازہ ظاہر کر دیا +

اس تھوڑے سے کلام میں خدا تعالیٰ نے ان چند مقاصد ضروریہ کو کس خوبی کے ساتھ ادا کر دیا کہ جس کا کچھ بیان نہیں (۱) جس امر میں مخالفوں کو بڑا دعوی تھا اسمیں انکو عاجز بنا کر قرآن کا منجانب اللہ ہونا ثابت کر دیا (۲) اسکے ضمن میں اس معجزۂ قرآنیہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مخالفوں کے روبرو مستقبلاً و ثابت کر دیا حتے کہ پھر جو کوئی انکار کرتا تھا تو محض عناد سے کرتا تھا لانہم کانوا یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم (۳) وادعوا شہداءکم سے خدا کے سوا جسقدر معبود لوگوں نے بنا رکھے ہیں اور انسے مرادیں مانگتے اور انکو حاجت روا یا قادر مطلق یا قادر مطلق کا مختار عام یا دار وغہ با اختیار جانتے ہیں (جیسا کہ ہنود کالی بھوانی بھیروں -

ہنومان کرشن بشن مہادیو راجہ رام چندر کواکب وعناصر وارواح وغیرہا اشیا، کو ابتک ایسا جانتے اور انکے نام کے پتھر تانبے پیتل کے بت بناکے پوجتے ہیں جسکو یقین نہ آئے تو بنارس[1] جاکر دیکھ لے انکا عاجز ہونا ثابت کردیا گویا یہ توحید کے لئے ایک برہان قاطع اور ابطال شرک کے لئے دلیل ساطع ہے (۴) ولن تفعلوا سے قیامت تک کی پیشین گوئی کرکے آنحضرت علیہ السلام کو کامل اطمینان دلایا جس سے آنحضرت نے اس دعوے کو نہایت اطمینان سے تمام لوگوں کو سناکر اپنی نبوت کو ثابت کردیا (۵) فاتقوا النار سے عالم آخرت اور وہاں کے احوال عذاب وثواب اور بت پرستی اور کفر کی سزا جہنم ابدی کو بیان اور نتیجہ اعمال کو عیاں کردیا (۶) التی وقودہا الناس والحجارۃ سے یہ ظاہر کردیا کہ وہ آگ یہاں کی آگ سے بہت تیز ہے یہاں کی آگ لکڑیوں سے جلتی ہے وہ آگ ارواح کفار اور سخت سخت پتھروں سے سلگتی ہے۔ اور یہ کہ وہ معبود کہ جنکو وہ لوگ پوجتے ہیں محض بے حقیقت ہیں اور کا تو کیا بھلا کرینگے۔ اپنے ہی تئیں مواخذہ سے بری نہ کر سکیں گے۔ جب کہ ہیں حضرت نے انوار توحید کو پھیلایا اور آفتاب نبوت جب ہو تو بتوں میں سے آوازیں آیا کرتی تھیں کہ اب ہماری پرستش کا زمانہ تمام ہوگیا چنانچہ اسلام لانے سے تھوڑے دن پہلے حضرت عمر نے جب ایک بت کے آگے قربانی کی گئے تو اسکے اندر سے نوحہ کی آواز آئی اور جن اشعار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت کی بابت سنائی دیے اور اسی آواز غیبی نے پھر کلمات الوداع پڑھکر حسرت وافسوس ظاہر کیا اس قصہ کو بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کیا ہے۔ (۷) اعدت للکافرین سے یہ بات ثابت کردی کہ جنت ودوزخ بلکہ جو کچھ عالم ظہور میں آنیوالا ہے وہ سب کچھ عالم مثالی میں قائم ہوچکا ہے۔ یہ مسلم کہ قرآن مجید میں آئندہ ہونیوالی چیزوں کو کہ جو قطعاً واقع ہونگی ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس چیز کو اس لفظ سے بیان کیا وہ ہنوز واقع نہیں ہوئی آئندہ ہوگی پس ان دونوں چیزوں میں مساوات سمجھکر یہ کہدینا کہ دوزخ وجنت ہنوز پیدا نہیں ہوئی بڑی غلطی ہے اسلئے جمہور اہل سنت کا اسبات پر اتفاق ہے کہ جنت ودوزخ اب بھی موجود ہیں نہ یہ کہ قیامت کو موجود ہونگے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں کیونکہ اگر یہ ہو تو جسقدر عہد آدم علیہ السلام لیکر قیامت تک لوگ نیک اور متقی مرے ہیں وہ جنت اور وہاں کے نعما سے محروم رہیں اور برے لوگ جہنم سے بچے رہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنے عرصہ دراز تک کیوں اعمال کی جزا وسزا انہیں ملتی؟

علاوہ اسکے قرآن واحادیث اسپر گواہ صادق ہیں۔ خود حضرت آدم جنت میں رہے تھے۔ نبی صلعم نے شب معراج میں جنت ودوزخ کی سیر کی اور ایکبار نماز پڑھتے میں دوزخ وجنت کو دیکھا۔ اور یوں بعض شخصوں کو دوزخ وجنت دیکھکر خبر دی اور ان باتوں کو ایک دو صحابی نے نہیں بلکہ بہت سے لوگوں نے روایت کیا ہے اور کتب احادیث صحاح ستہ وغیرہا میں بہت سے طرق سے یہ روایات مروی ہیں

روایت

۱۰

جنت ودوزخ کے لئے اس عالم کی کوئی دوسری زمین اور دوسرا آسمان نہیں کہ اسکا بعد مسافت اس سے پایا جاوے یا اس آسمان و

[1] بنارس جانے ہی کی کیا ضرورت ہے ہر گاؤں اور ہر شہر میں یہی صورت ہے ۱۲ منہ

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ كُلَّمَا

اور خوشخبری سنا اُن لوگوں کو کہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ۔ یہ کہ اُنکے لئے باغ ہیں کہ جنکے نیچے نہریں جاری ہیں جب

رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ۭ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ڎ وَّھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اُنکو وہاں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائیگا تو کہینگے یہ تو وہی ہے جو ہمکو پہلے ملا تھا اور اُنکو وہ پھل باہم (رنگ صورت میں) ملتے ہوئے دئے جاوینگے اور اُنکے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہیں وہ وہاں ہمیشہ رہینگے

زمین کے دائیں بائیں نیچے اوپر اُسکی جگہ متعین کی جائے کیونکہ جنت کا چوڑان جب آسمان وزمین کے برابر ہے تو اُسکے طول کی اس عالم میں کہاں گنجائش ہے قال تعالیٰ جنۃ عرضہا العرض السمٰوات والارض - بلکہ اس عالم حسّی کا دوسرا پہلو عالم آخرت ہے کہ جسکی وسعت کی کوئی نہایت نہیں مرکر وہیں انسان کی روح جاتی اور وہیں ثواب وعقاب حسبِ اعمال پاتی ہے اور وہیں دوزخ وجنت ہے اور وہیں سب راحت ورنج موجود ہو جاتے ہیں اور وہیں اُسکے اعمال اپنی مناسب صورتوں میں ظاہر ہو کر پیش آتے ہیں جس طرح خواب میں معانی اور خیالات اپنے مناسب صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں - وہ عالم جسقدر اس عالم حسّی سے دور ہے اُسی قدر نزدیک بھی ہے - احادیث صحیحہ میں جو بعض انبیاء وصالحین کا مقام آسمانوں پر آیا ہے یا ارواح مومنین کا آسمانوں تک جانا یا خود حضرتؐ کا آسمانوں کے اوپر جانا اور پھر جنت کو ملاحظہ فرمانا جو مذکور ہے اُس سے یہ مراد نہیں کہ آسمانوں کے اوپر جنت اور زمین کے نیچے جہنم ہے اور جو کسی حدیث یا کسی بزرگ کے قول میں آیا بھی ہے تو اُس سے یہ مراد ہے کہ افلاک چونکہ لطیف ہیں اور وہاں ملائکہ اور عالم قدس کے اکثر لوگ مقیم ہیں اس لطافت کے اعتبار سے اُس عالم یا جنت کو بلاشک آسمانوں سے نہایت قریب ہے اور چونکہ اُس عالم کی لطافت اعلےٰ ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ جنت آسمانوں سے بالا ہے - اُس عالم میں جو کچھ نعمتیں ہیں قرآنؐ واحادیث میں اُنکی اسقدر تصریح وتشریح ہے کہ کسی کتاب الہامی میں گو انگور کا شیرہ پینا وغیرہ اشارات انجیل میں بھی ہیں اور مکاشفات یوحنا میں بھی مجمل کے طور پر قرآن واحادیث کی تصدیق ہے - پس بلا دلیل محض فلاسفہ بے دین کی تقلید سے وہاں کی نعماء کا انکار کرنا کہ جہاں عقل کا قافیہ تنگ ہے حماقت پر حماقت ہے یہ جو کچھ میں نے بیان کیا قرآن واحادیث سے بمدد فہم سلیم سمجھا جاتا ہے +

ترکیب

بَشّر فعل با فاعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات صلہ وموصول جملہ اس کا مفعول - جنّاتٍ اسم ہے اَنّ کا موصوف تجری من تحتہا الانہار جملہ فعلیہ اسکی صفت لہم خبر اَنّ کی پس یہ اَنّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مجرور ہے با کا تقدیرہ باَنّ اور متعلق ہے بشّر کے کلّما کلمہ شرط رُزقوا الخ شرط قالوا ہٰذا الذی رزقنا من قبل جملہ فعلیہ اسکا جواب شرط وجزا ملکر دوسری صفت ہوئی جنّت کی

لہ دراصل اس عالم کی ادنےٰ نعمت کے آگے اس عالم کی سلطنت بھی ہیچ ہے وہ باقی یہ فانی وہ اصلی یہ نقلی یہاں کی ایک راحت میں صدہا رنج ومحن مستتر وہاں سرمدانی جلوہ گر

یا خبر ہے مبتدا محذوف کی اے ہم اوہی یا جملہ ستانفہ ہے (رزقاً مفعول بہ ہے رزقوا کا اور منہا من ثمرۃ میں من ابتدائیہ ہے دونوں حال ہیں رزقاً سے علی سبیل تداخل) یہ تمام جملہ عطف ہے جملہ سابقہ پر ✦ واُتوا بہ متشابہا جملہ معترضہ ہے گویا اس کہنے کا سبب اس میں بیان ہے یعنی وہ یہ بات اسلئے کہیں گے کہ انکو یہ پہل یکساں صورت کے دیئے جاوینگے ضمیر بہ کی مارزقوا کی طرف رجع ہے متشابہاً حال ہے ضمیر بہ سے ۔ ازواج موصوف مطہرۃ صفت دونوں ملکر مبتدا۔ لہم خبر مقدم ۔ جملہ ستانفہ ہے ۔ ہم مبتدا خالدون خبر فیہا اسکے متعلق یہ جملہ ستانفہ ہے یا حال ہے لہم سے ✦

ربط

پہلی آیت میں کفار کا حال بیان ہوا تھا ذکر انکو چاہیئے کہ اُس آگ سے کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں بچیں) تو مناسب ہوا کہ جو لوگ مومن ہیں اُنکا حال بھی بیان کیا جاوے کہ جس طرح نافرمانی کا وہ نتیجہ ہے فرمانبرداری کا یہ ثمرہ ہے ۔ کیونکہ ترہیب کے ساتھ ترغیب ایسی ہے کہ جیسے شگاف کے ساتھ مرہم ۔ یا یوں کہو کہ معاد کا ذکر آیا تھا مگر وہ ناتمام تھا کس لئے کہ ایک فریق (کفار) کا حال تھا دوسرے کا نہ تھا اسلئے اُس بیان کو تمام کرنے کے لئے یہ فرمایا ✦

تفسیر

کہ اے نبی صلی اللہ علیک وسلم جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام عبادت وسخاوت وغیرہا کئے ہیں اُنکو یہ مژدہ سنادے کہ انکو مرنے کے بعد اُس عالم میں ایسے باغ عنایت ہونگے کہ جن میں نہریں بہتی ہونگی اور ان باغوں کے میووں میں عجب لطف ہوگا کہ شکل وصورت رنگ وبو یکساں اور مزے الگ الگ ہونگے یہاں تک کہ جب کوئی میوہ انکو ملیگا تو اس مشابہت سے یہ سمجھیں گے کہ یہ تو ہم ابھی کھاچکے ہیں مگر جب کھاوینگے تو نیا لطف پاوینگے ۔ اور انکو جس طرح مکانات اور کھانے عمدہ عنایت ہونگے اسی طرح اُنس وصحبت کے لئے پاکیزہ بیویاں ملیں گی کہ جو نفرت کی باتیں ہوتی ہیں وہ ان میں نہونگے نہ صورت میں نہ سیرت میں اسپر انکو بڑھاپے اور موت یا افلاس کا غم نہوگا بلکہ وہ اسی عیش وآرام کے ساتھ ہمیشہ رہینگی ✦

نکات

ا کتب الہامیہ کا زیادہ تر مقصود تین چیزوں کا بتلانا ہوتا ہے (۱) علم مبدا کہ ہمکو کس نے پیدا کیا تھا اور اس عالم کو کس نے بنایا ہے اور میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں (۲) علم معاش کہ میں یا اور چیزیں پیدا ہونے کے بعد خودمختار ہیں اور ہر چیز کی قدرت مستقلہ رکھتے ہیں یا ہردم معاش میں پھر اسی کے وہ محتاج ہیں وہی اسباب معاش پیدا کرتا ہے اور ہماری سعی وکوشش تو صرف یہ ہے کہ ہم اُن اسباب کو کام میں لاتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ کسیوقت اُس سے بے پروائی اور استغنا نہیں ہوسکتا (۳) علم معاد کہ آخر کار سیر کیا ہے؟ ہمکو یہاں سے کہیں اور جگہ بھی جانا ہے وہاں اپنے اعمال کا ثمرہ بھی پانا ہے ۔

پس خدا تعالیٰ نے بعد اوصاف کتاب اور مراتب سعدا و اشقیا کے یہانتک ان تینوں علوم کو بیان کردیا اول کو الذی خلقکم

میں اور پھر اسکو اور دوم کو الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء سے لیکر رزقا لکم تک (سوم) کو فاتقوا النار التی سے لیکر خالدون تک

[۲] انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ جب کسی چیز کی مضرت سے واقف ہوتا ہے تو اُس سے ڈرتا ہے اور کسی منفعت کی طمع

میں کوئی کام کرتا ہے پس اسلئے خدا نے کفر کا نتیجہ فاتقوا النار الخ اور ایمان و اعمال صالحہ کا ثمرہ و بشر الذین الخ بیان کردیا اور

اسی حکمت سے جہاں ترہیب ہے ترغیب بھی ہے تاکہ خوف و رجا کے دونوں پلے مساوی رہیں +

[۳] کلما رزقوا منہا من ثمرۃ رزقا قالوا ہذا الذی رزقنا من قبل میں عالم آخرت کے اسرار کی طرف اشارہ کردیا کس لئے کہ کلما

عموم کو چاہتا ہے اور یہ بات جنت میں اول مرتبہ ثمرہ کھانے پر صادق نہیں آتی کیونکہ اُس سے پہلے وہ کہاں پا چکے ہیں؟ دنیا کے

ثمرات اول تو صدہا مفلس و غریب اہل جنت کو دنیا میں نصیب ہوئے تھے پھر انکو جنت کے ثمرات سے کیا نسبت بلکہ اس سے

مراد یہ ہے کہ اُس عالم میں انسان کے معارف و اعمال اپنی مناسب کسی شکل میں ظہور کرینگے جس طرح کہ معانی خواب میں اپنے

مناسب اشکال میں دکھائے جاتے ہیں پس جنت کے ثمرات یہی دنیا کے معارف و اعمال صالحہ ہیں جب انکو وہاں دیکھیں گے

تو اصلی مناسبت کا ادراک یہاں تک کامل ہوگا کہ دونوں کو ایک جانکر یہ کہیں گے کہ یہ تو ہم پہلے پا چکے اور دنیا میں کھا چکے ہیں

(واللہ اعلم بمرادہ) پس اسی طرح کفر و الحاد اور انبیاء سے غصہ کرنا آگ اور جہنم مردم سوز کی صورت میں اور ایمان اور اچھے اعمال

جنت و ثمرات و ازواج و انہار کی صورت میں ظہور کرینگے + واضح ہو کہ انسان کی رغبت تین چیزوں سے زیادہ ہوتی ہے

اور انہیں کی طرف زیادہ احتیاج پڑتی ہے (۱) مکان عمدہ (۲) اچھے سامان عمدہ کھانا پینا (۳) عورت حسین پس اول

کو تو ہم جنت میں اور دوسرے کو کلما رزقوا الخ میں تیسرے کو و لہم فیہا ازواج میں بیان کردیا اور اس پر ایک کھٹکا ان چیزوں کے

فنا ہوجانے یا اپنے مرجانے کا بھی ہوتا ہے کہ جو تمام لذت کو خاک میں ملا دیتا ہے ؎ مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش

چوں ہر دم + جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا + پس اس کھٹکے کو ہم فیہا خالدون سے مٹا دیا + اس امر میں اس سے

بڑھکر کوئی کیا کہیگا؟ جس طرح حد سے بڑھکر ترہیب میں فصاحت و بلاغت تھی ویسے ہی حد افزوں ترغیب میں ہے +

تحقیقات

(سوال) انسان اور دیگر ابدان اجزاء متضادۃ الکیفیت سے مرکب ہیں کہ جن میں طرح طرح کے استحالات و انقلابات

ہوتے رہتے ہیں کہ جن سے انجام کار انحلال و انفکاک ہوتا ہے اور اس مرکب کے اجزاء علیحدہ ہوکر یہ مرکب فنا ہوجاتا ہے

پس جب یہ ہے تو جنت میں ہمیشہ رہنا کس طرح ہوسکتا ہے +

(جواب) ہم پیشتر بھی جنت کی حقیقت بیان کرچکے ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ جنت میں جسم عنصری تو کیا بلکہ جرم فلکی کی

ؐ؎ اور احسن یہ صرف انہیں میں سمجھا ... غلط ہے ... حکماء یونان کے توہمات فاسدہ میں ... منہ

قسم سے بھی کوئی جسم نہیں بلکہ وہ عالم اس عالم سے غیر ہے اس عالم کا اُسپر قیاس کرکے انفکاک وفساد ترکیب کا احتمال نکالنا قیاس مع الفارق ہے قال تعالیٰ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ کہ یہ زمین اور یہ آسمان اُس روز نہ رہیگا بلکہ اسکے بدلے میں اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا کہ جنکی جمیعت انکی جمیعت سے بالکل مختلف الماہیت ہوگی یوحنا بھی اپنے مکاشفات کے ۲۱ باب میں کہتے ہیں (پھر میں نے ایک نئے آسمان اور نئی زمین کو دیکھا کیونکہ اگلا آسمان اور اگلی زمین جاتی رہی تھی) انتہی وہاں کے اجسام لطافت میں روح کے ہم پلّہ ہیں پس جس طرح روح ہمیشہ رہ سکتی ہے وہ بھی پس اس شبہ کی بنیاد ایک فلسفی وسوسہ پر ہے کہ جو نہایت کمزور اور بودا ہے +

(سوال) وہ عالم اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو وہ ایک عالم قدس ہوگا کہ جس میں کھانا پینا عورتوں سے لذت اُٹھانا یا عمدہ عمدہ باغ اور نہریں اور خوبصورت حوریں عیش اُڑانے کو کہاں؟ جنت یہ ہے کہ نفس ناطقہ اپنے ادراکات سے حظ اُٹھائیگا اور جہنم اور آگ یہ ہے کہ اپنے [illegible] لیا اور حقائق الاشیاء کے نہ جاننے پر بڑا تاسف کریگا پچتائیگا +

جواب - یہ سب چیزیں عالم قدس میں موجود ہیں اور پھر عالم قدس کے تقدس میں کوئی فرق لازم نہیں آتا ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ وہ عالم اس عالم کا دوسرا پہلو ہے یہاں جو کچھ ہے وہیں کا ظل ہے اور پھر یہاں کی چیزیں وہاں جاکر متمثل ہوجاتی ہیں اس مرتبہ کا اظہار نہ تحریر سے ہوسکتا ہے نہ تقریر سے انبیاء علیہم السلام یا اُنکے متبعین پر جو کچھ کشف وشہود سے یہ راز کھلا وہی خوب جانتے ہیں البتہ سمجھانے کے لئے ایک مثال یا نظیر (کہ جسکو اصل ممثل لہ سے ادنی سی مناسبت ہے ورنہ زمین و آسمان کا فرق ہے) بیان کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آئینہ میں ہاتھی گھوڑے درخت بڑے بڑے پہاڑ اپنی حقیقی صورت پر دکھلائی دیتے ہیں اور جس طرح آئینہ سے بیرونی وجود میں باہم امتیاز ہے اسی طرح آئینہ کے وجود میں بھی ان چیزوں میں حقیقی امتیاز ہے گھوڑا جدا دکھلائی دیتا ہے اور ہاتھی الگ پھرتا چلتا ہوا اور پہاڑ وقار سے زانو جمائے بیٹھا ہوا نظر آرہا ہے آسمان اور زمین بھی باوجود اس وسعت کے آئینہ میں موجود ہیں حالانکہ بالشت دو بالشت کا آئینہ ہے اور اسمیں ایسی بڑی بڑی چیزیں موجود ہیں پھر کیا بات ہے صرف یہ کہ یہ چیزیں تو وہی ہیں مگر یہاں اور حال ہے اور باہر اور + پس باہر کے حالات کو آئینہ میں فرض کرکے محال جاننا اور انکار کرنا کوتاہ فہمی ہے +

اور سنئے خواب میں جبکہ ہم لحاف میں مُنہ لپیٹ کر سوتے ہیں تو ہزاروں عجائبات دیکھتے ہیں کبھی باغوں میں جاتے کھانا کھاتے جماع کرتے ہیں انزال کا اثر صبح کو کپڑے پر پاتے ہیں اسی طرح صدہا مصائب بھی دیکھتے ہیں حالانکہ یہ صورتیں صرف خیال میں ہوتی ہیں کہ جس میں ہاتھ بھر کی چیز کی بھی گنجائش نہیں نہ اسمیں عورت آسکتی ہے نہ درخت گھس سکتا ہے پس ان چیزوں کے وجود خارجی کے حالات سے وجود خیالی کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ یہ اسکی وسعت کے مخالف ہے جہل مرکب ہے

یہی حال اُس عالم کا ہے کہ وہاں سب کچھ ہے مگر یہاں جسم عنصری فانی وہاں لطیف باقی۔ اس رمز کی طرف اس آیت میں اشارہ کر دیا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُم مِّن قُرَّةِ اَعْیُنٍ الآیہ۔ اور اسی طرح حدیث میں وارد ہے قال اللہ تعالیٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (رواہ البخاری ومسلم) پس شبہ بھی حکماء یونان کا بے بنیاد وسوسہ ہے۔

واضح ہو

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تھوڑے ہی دنوں بعد اس حقانی مذہب میں ایسا خلط ملط ہوا کہ کچھ کا کچھ ہو گیا جھوٹی انجیلیں اور جھوٹے نامجات حواریوں کے نام سے تصنیف ہونے شروع ہوئے جس شخص کے جو جی میں آیا اُس نے روح القدس نازل ہونے کے پیرایہ میں لوگوں میں جاری کر دیا چنانچہ پولوس کے خطوط سے بھی یہ بات ثابت ہے (بلکہ پولوس ہی انہیں میں سے ایک شخص تھا) پھر قوم گریک یعنی یونانی بھی اس مذہب میں آئے تو انہوں نے اپنے خیالات حکیمانہ کو اس مذہب میں ملا دیا ہوتے ہوتے پچھلی صدیوں میں[1] مارٹین لوتھر اور اُسکے شاگرد کالون وغیرہ فرقۂ پراٹسٹنٹ کے پیشوا ظاہر ہوئے تو اور بھی الحاد اور دہریت کو ترقی ہو گئی یہاں تک کہ سترھویں صدی میں فرانس اور جرمن میں سیکڑوں ایسے لوگ صاحب تصنیف ظاہر ہوئے کہ جو صرف خدا کے قائل تھے باقی انبیاء اور اُنکے معجزات اور امور آخرت اور جن و ملائکہ بلکہ وجود آسمان سب کو قصہ کہانی جانتے تھے پھر تو انگلستان میں بھی اسکا چرچہ پھیلا اور لارڈ ہربراٹ اور مسٹر بلاونٹ اور ہوبس اور ارل شاف جیسے معزز بھی ملحد ہو گئے اور اس بارہ میں بہت سی کتابیں انہوں نے تصنیف کیں اور پھر تو امریکہ اور ہسپانیہ وغیرہ جمیع بلاد یورپ میں بھی یہ بلا پھیل گئی اور ان نام کے عیسائیوں کی یہ بلا ہندوستان میں بھی آئی اور کلکتہ میں رام موہن نامی بنگالی نے ۱۸۳۰ء میں انہیں اصول بت پرستی سے ناراض ہو کر ایک جدید مذہب کی نبیاد ڈالی اور اس کا برہمو سماج نام دہرایا اُسکے شاگردوں نے انگریزی خواں بنگالیوں میں اسکا بہت رواج دیا اور اُنکی تقلید سے ایک شخص دہلی کے رہنے والے سید احمد خاں نے بھی مذہب اسلام کو برائے نام قائم رکھکر ایک جدید مذہب کی انہیں اصول ملحدانہ پر نبیاد ڈالی اور قرآن مجید کو تفسیر کے پیرایہ میں اپنے خیالات ملحدانہ کے تابع بنایا مگر یہ کب ہو سکتا ہے؟

اب میں ان برائے نام عیسائیوں اور برہمو اور اس شخص کے ان اعتراضات کو سُناتا ہوں کہ جو تقلید حکماء یونان انہوں نے بے سمجھے بوجھے جنت و دوزخ پر کئے ہیں منجملہ اُنکے پادری فنڈر اپنی کتاب میزان الحق کے ۳ باب کے ۳ فصل میں قرآن مجید کی اُن آیات کا ترجمہ کر کے کہ جن میں جنت کی جزئیات مذکور ہیں جیسا کہ حور و نہریں وغیرہ یہ کہتا ہے قولہ۔ محمدیوں کا اعتقادی بہشت بالکل

[1] یعنی سولھویں صدی عیسوی میں جبکہ پوپ لوگ کہ جو حضرت مسیح کے نائب کہلاتے تھے اُنکی سلطنت میں فتور آیا۔ ان پوپوں کو عیسائی پادری دجال اور شیطان بتلاتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح کے بزرگ سیکڑوں برس جانشیں تھے پس جب انکا یہ حال تھا تو اور کے ساتھ کیا ٹھکانا تھا ۱۲ منہ

مجازی وجسمانی ہے اِس نہج پر کہ جو چیز آدمی کے خیال میں آوے سو وہاں موجود ہے اور نفسانی وجسمانی ہر ایک لذت وعیش جس پر انسان کا دل مائل ہو وہاں ملتی ہے پس ظاہر ہے کہ ایسے بہشت کا امیدوار کرنا آدمی کو دل کی پاکی اور نیک فکر سے روک کر نفسانی خواہشوں کو قوت وقدرت دیتا ہے سو ایسا بہشت خدا کے تقدس کے لایق کیونکر ہو سکتا ہے الخ اور اس سے پیشتر قرآن مجید کی آیات کو غلط ثابت کرنے کے لئے لوقا اور پولوس کے اقوال نقل کئے ہیں کہ جنکو اہل اسلام حضرت مسیح علیہ السلام کے دین کا مخرب سمجھتے ہیں چنانچہ اسکا ثبوت مقدمہ کتاب میں گزرا اور آئندہ بھی کچھ ہوگا- **قولہ** مسیح نے تو لوقا کے ۲۰ باب کی ۳۴ سے ۳۶ تک یوں فرمایا کہ اس جہان کے لوگ یعنی بہشت کے لوگ نہ بیاہ کرتے ہیں نہ بیاہے جاتے ہیں کیونکہ وہ فرشتوں کی مانند ہیں اور رومیوں کے ۱۴ باب کی ۱۷ آیت میں مرقوم ہے کہ خدا کی بادشاہت کھانا پینا نہیں بلکہ راستی اور سلامتی اور روح قدس سے خوشوقتی ہے- مگر محمد نے قرآن میں اسکے برخلاف فرمایا ہے کہ بہشت میں کھانا پینا اور جورووں کے ساتھ رہنا ہے انتہی +

اقول آپکے مجازیت وجسمانیت کا جواب تحقیقی تو ابھی بیان ہو چکا اور الزامی یہ ہے کہ یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ جنت میں ایک شخص دوسرے کو نظر آویگا کلام کریگا پس جب یہ ہے تو جسمانیت ثابت ہوئی خواہ وہ کسی قسم کی جسمانیت ہو عنصریت ہو نہ ہو پس جب جسم ثابت ہے تو ہر جسم کو مکان ضرور ہے اور دیگر اُسکے لوازمات بھی ضرور ہیں لان الشئ اذا ثبت ثبت بجمیع لوازمہ آپکے حکماء یونان کا مقولہ ہے پس جب یہ ہے تو ان لوازمات کا حسب مرضی ہونا (کہ جسکو جنت کے معنی چاہتے ہیں ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد) کچھ خلاف عقل نہیں اور جو کہے تو کوئی دلیل پیش کرے اور آپکے نقلی دلائل کا یہ جواب ہے کہ اول تو لوقا حضرت مسیح کے قول کو نقل کرتا ہے اور یہ راوی معتبر نہیں نہ یہ شخص حواری ہے نہ کبھی اس سے کوئی معجزہ وکرامت سرزد ہوا ہے نہ حواریوں میں اسکی قدر ومنزلت تھی بلکہ یہ **پولوس** کا شاگرد ہے کہ جو دینیات میں جھوٹ بولنا ثواب سمجھتا ہے جیسا کہ مقدمۂ کتاب میں مذکور ہوا اور یہ خود کہتا ہے کہ میں سنکر مسیح کا حال لکھتا ہوں **دوم** اگر اسکو معتبر شخص بھی فرض کیا جاوے تو ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ مراد ہو کہ دنیا کی طرح وہاں بکھیڑے نہونگے کسلئے کہ یہ بات حضرت نے صدوقیوں کے جواب میں بیان فرمائی ہے کہ جو قیامت کے منکر تھے اور جنہوں نے ایک عورت چند شوہر دار کا سوال حضرت سے کیا تھا کہ وہ کس شوہر کو ملیگی **سوم** یوں بھی نہیں تو پھر خود حضرت مسیح علیہ السلام انجیل متی کے ۲۶ باب ۲۹ درس میں کیوں فرماتے ہیں کہ میں تمہارے ساتھ اپنے باپ کی بادشاہت آنے تک یعنی بہشت میں انگور کا رس پیونگا- پس جب وہاں پینا ہے تو کیا کھانا نہوگا اور جب شراب ہے تو کیا عورتیں نہونگی؟ ہاں یہ اور بات ہے کہ عیسائیوں کی جنت میں صرف انگور کا شیرہ ہو نہ انیس ہو نہ باغ ہو نہ اور کچھ کھانا ہو جیسا کہ دنیا میں بھنگڑ کہا کرتے ہیں کہ بنگ ہی کا مکان ہو اسی کا اوڑھنا اسی کا بچھونا ہو ہیچ ہے ؎ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست + علاوہ اسکے مکاشفات یوحنا کے ۷ باب اور ۲۱ و ۲۲ میں بھی اس قسم کا بیان ہے اور پولوس کے قول کا مسیح کے قول کے مقابلہ میں کیا اعتبار ہے

علاوہ اسکے وہ دنیا کے نسبت یہ کہتا ہے جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ پیشتر وہ یہ کہتا ہے کہ دنیا میں حرام وحلال
پاک وناپاک چیز کی احتیاط کچھ نہیں بلکہ پاک لوگوں کو ہر چیز پاک ہے پس اس ملحدانہ اعتراض سے اسرار نبوت میں کیا دھبہ لگ سکتا ہے؟
پھر انکے مقلد برہمو سماج رسالۂ خلاصۃ الاصول مطبوعہ وکیل ہندوستان پریس امرتسر ۱۸۷۵ء کے صفحہ ۱۷ میں یہ لکھتے ہیں کہ
صرف روح کا تقرب الٰہی میں سرور ہونا بہشت ہے اور یہ تقرب ابدالآباد بڑھتا جائیگا - اگرچہ یہ قول محققین اسلام سے لیا گیا ہے اور
قرآن مجید بھی اسکی تائید کرتا ہے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر + بلکہ قرآن واحادیث صحیحہ قاطعۃ اسبات پر متفق ہیں کہ
خدا تعالیٰ کا قرب اور روح کا اسکے دیدار فرحت آثار سے بشاش ہونا تمام نعماء جنت سے بڑھکر ہے اور یہ تو کوئی مسلمان بھی
نہیں کہتا ہے کہ جنت صرف اس عالم کی شہوات وتکدرات میں کامیابی حاصل کرنا ہے شاید کسی نے نافہمی سے یہ سمجھکر یوں
کہا ہو تو کہا ہو (سے ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت واعظ + دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے + وغیر ذلک من الاشعار) بلکہ کل
اہل اسلام اسپر متفق ہیں کہ وہ عالم قدس ہے وہاں موت بیماری دکھ درد بڑھاپا وغیرہ عوارضات جسم عنصری کچھ نہیں بالخصوص اور
ابرار تو ہمیشہ مسرت دیدار ہی میں مستغرق رہینگے ہاں یہ بات اور ہے کہ انسان کے اعمال صالحہ ومعارف عمدہ عمدہ شکلوں میں ظہور
کرینگے اور ان حور اور باغ اور نہروں کا یہی سر ہے پس ان چیزوں کو دنیا کی چیزیں سمجھکر اعتراض کرنا اور اہل اسلام کا یہی
جسمانی اور مجازی بہشت قرار دینا بڑی غلطی ہے مگر برہمو کا لفظ صرف اسی طرف اشارہ کرتا ہے اگر یہ ہے تو بڑے دھوکے میں پڑے
ہوئے ہیں + خانصاحب بہادر نواپنی تفسیر کے صفحہ ۳۶ میں ان دونوں کے مقلد ہو کر جامہ سے باہر ہو گئے ہیں اور جوش خروش
میں آکر علماء اسلام اور سلف کو بہت کچھ کہا ہے اور جنت کی نسبت بھی بڑی دریدہ دہنی کی ہے پھکڑ اڑایا ہے تاکہ اہل اسلام
خجل ہو کر اس عقیدہ سے نفرت کریں سب سے پیشتر میں خانصاحب کے قول کا مختصر ملخص کرکے بیان کرتا ہوں اور پھر انکی پھکڑبازی
خانصاحب کہتے ہیں کہ جنت کی ماہیت جو خدا اور رسول نے (آیت فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور حدیث اعددت لعبادی
الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر) میں بتلائی ہے وہ یہ ہے کہ اسکو کوئی نہیں جانتا کس لئے
کہ انسان اسی چیز کو جان سکتا ہے کہ جو حواس خمسہ سے محسوس ہوئے اور جنت کا کسی انسان نے حواس خمسہ سے حس نہیں کیا پس
اسکا بیان کرنا گویا ناممکن ہی چاہئے محال بلکہ محال سے بھی بڑھکر ہے کس لئے کہ انسان کی کیفیات دینا رنج وخوشی کی بھی کوئی
کیفیت نہیں بتا سکتا - اس تقدیر پہ اگر جنت کی حقیقت یہی باغ اور نہریں اور موتی اور چاندی سونے کی اینٹوں کے مکانات
اور دودھ اور شراب وشہد کے نہر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتیں اور لونڈی ہوں تو یہ آیت وحدیث کے برخلاف ہے
کیونکہ ان کو تو انسان جان سکتا ہے غایۃ الامر اس قسم کی عمدہ چیزوں کو حواس سے نہیں جانتا تو یہ کچھ بات نہیں کیونکہ عمدگی
ایک امر اضافی ہے اسکو جہاں تک ترقی دیتے جاؤ انسان کے دل میں اسکا خیال گزر سکتا ہے **پس** یہ چیزیں بقدر طاقت بشری

تمثیل کے طور پر سمجھانے کے لئے مذکور ہوئی ہیں ورنہ در حقیقت یہ بہشت میں نہیں۔ نہ بہشت و دوزخ راحتوں اور لذتوں اور رنج اور تکلیفوں کا نام ہے مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کو لوگوں کے واسطے مصلحتاً بہت سی باتوں سے منع کرنا اور بہت سی باتوں کا عمل میں لانا بیان کرنا پڑتا ہے اور آدمی کی جبلی بات ہے کہ وہ کسی کام سے جو باز رہتا ہے تو کسی خوف سے اور کرتا ہے تو کسی لالچ سے پس اس راحت و رنج کو ہر نبی نے لوگوں کے حسب حال تعبیر کیا ہے موسٰے نے جنت کو فراغ دستی کثرت اولاد و مال صحت و فتحمندی کے ساتھ اور دوزخ کو قحط و بائے مغلوبی کے ساتھ تعبیر کیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل انہیں باتوں کی رغبت اور انہیں سے نفرت رکھتے تھے اور محمد مصطفٰے نے اُسکو ایسی تشبیہوں میں بیان کیا ہے کہ جو تمام جہان کی طبیعتوں پر حاوی کس لئے کہ خواہ کوئی کسی گرم یا سرد ملک کا رہنے والا ہو اُسکو عمدہ مکان اور باغ اور خوبصورت عورت اور لذیذ کھانوں سے رغبت ہوتی ہے اور آگ میں جلنے اور لہو پیپ کھانے سے دل ڈرتا ہے اور ریفارمر یعنی ناصحوں کا یہی کام ہے انتہی ملخصاً اس قول کا تفصیلی جواب تو ہم مقدمۂ کتاب میں دے چکے ہیں مگر اجمالاً یہاں اسقدر کہتا ہوں کہ (۱) آیت و حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جنت کو کوئی نہیں جان سکتا بلکہ یہ مطلب کہ جنت میں جو کچھ جزئیات امور یوماً فیوماً پیش آوینگے اور تفصیلی حالات کو کوئی شخص نہیں جانتا اور نہ دل میں اُنکا خیال آسکتا ہے کس لئے کہ اُس عالم کا اور حال ہے۔ اسی عالم میں دیکھئے جنہوں نے لندن اور پیرس کے مکانات و دیگر لوازمات عیش نہیں دیکھے نہ اُنکا نقشہ دیکھا نہ تفصیلاً حال سُنا اور اسپر یہ شخص کسی گاؤں کا رہنے والا بھی ہو کہ بجز ... اور کھیرل کے سوا اور کچھ نہ ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ جزئیات تفصیلاً اسکے خیال میں نہیں آسکتی باوجودیکہ اس سے وہاں کے اجمالی حالات بھی بیان کئے جاویں (کہ وہاں عمدہ عمدہ کمرے اور نفیس نفیس بلور اور شیشہ کے آلات و ظروف اور نہایت خوبصورت خدام اور نہایت عمدہ کھانے ہیں) مگر تب بھی باعتبار علم تفصیلی کے اُسپر یہ صادق آتا ہے کہ اُس نے نہ اُن چیزوں کو آنکھ سے دیکھا نہ کانوں سے سُنا ہے نہ اُسکے دل میں اِن چیزوں کا خیال گزرا ہے **الغرض** اجمالاً علم ہونا اور تفصیلاً اُس علم کا سلب ہونا کچھ منافات نہیں رکھتا جس نے ایساغوجی بھی پڑھی ہوگی یہ تو وہ بھی جانتا ہوگا کہ تناقض میں اتحاد جہت شرط ہے۔ پس خانصاحب جو اسقدر پانی کی باڑ باندھی ہے یہ سب اُنکے آیت و حدیث نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ پس جنت میں حور و باغ اور دیگر امور مذکورہ فی القرآن کا ہونا اِس آیت و حدیث کے برخلاف نہیں (۲) اگر یہی مطلب تسلیم کیا جاوے کہ آیت و حدیث سے جنت کی حقیقت عدم علم مطلقاً ثابت ہوئی تو پھر خانصاحب کا یہ کہنا بھی (کہ جنت و دوزخ کی حقیقت ہر طرح کی راحت اور رنج ہے اور یہ حور اور آگ جو بیان ہوئے تو تمثیلاً نہ حقیقۃً الخ) آیت و حدیث کے برخلاف ہے کیونکہ وہاں تہا کہ کوئی جانتا ہی نہیں یہاں جانا تو یہی اور نہیں اسقدر تو جنت کو جانا کہ وہ راحت ہے وفیہ تناقض صریح لایتفوہ بہ من لہ ادنی شعور +

(۳) اگر بفرض محال علم و ادراک کا انحصار حواس خمسہ ہی پر تسلیم کر لیا جاوے تو بندہ کے قصور سے خدا تعالیٰ قادر ہیں کیوں

عجز لازم آیا کہ جو اس کو جنت کا بتلانا محال سے بھی بڑھکر ہو گیا اور حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلعم نے بلکہ آپ نے بیان کر دیا اب عام ہے کہ حقیقت جنت کا علم بالکنہ ہو یا بکنہ ہو یا بوجہ ہو یا بوجہ ہو +

(۴) آپ کے نزدیک جنت اس راحت کا نام ہے کہ جس کو موسیٰ علیہ السلام نے ترقی رزق وغیرہ امور دنیا سے تعبیر کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ اس عالم میں آرام پانا جنت ہے و ذالک فاسد لا یقول به احد من اہل الکتاب و اہل الاسلام +

(۵) آپ کے بیان سے ثابت ہوا کہ در اصل جنت و دوزخ کچھ نہیں پیغمبروں یا رفارمروں کو جب لوگوں کو کسی فعل یا اسکے ترک پر آمادہ کرنا منظور ہوتا ہے تو وہ جنت و دوزخ کا ڈھکوسلہ بنا کے بیان کرتے ہیں اور محض بے اصل بات کو (یعنی حور و قصور باغ و انہار کو یا اکل و طوف کو) شاعروں کی طرح خیالات بندی کرکے دکھلاتے ہیں۔ معاذ اللہ اس سے بڑھکر کیا کفر و الحاد ہوگا اس کفر کی سزا وہی جہنم ہے ہذه النار التی کنتم بہا تکذبون چند روز صبر کیجئے پھر معلوم ہو جائیگا۔ اور بالفرض آپ کا خیال صحیح نکلا تو ہمیں کیا فکر ہے مگر جب آپ کا خیال غلط نکلا تو دیکھئے اسکا کیا نتیجہ ہوتا ہے بہر طور تم خطرہ میں ہو +

پھکڑ بازی

کے یہ اقوال ہیں قولہ صفحہ ۳۰ - یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اس میں سنگ مرمر اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں دودھ و شراب و شہد کی ندیاں بہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے ساقی و ساقنیں نہایت خوب صورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں شراب پلا رہی ہیں ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دھرا ہے ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جاں بخش کا بوسہ لیا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ کر رہا ہے کوئی کسی کونہ میں کچھ ایسا بیہودہ پن ہے جس پر تعجب ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہے تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجہ بہتر ہیں - ہمارے علماء اسلام نے الخ بسبب اپنی رقت قلبی کے الخ یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو ان الفاظ سے مستفاد ہوتا ہے اسکو تسلیم کریں الخ اسواسطے وہ بزرگ تمام ان چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں کہ جن کو کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا اور جو عقل و مذہب کی بزرگی اور تقدیس کے برخلاف ہیں وقال صفحہ ۴۲ - اور ایک کوڑمغز ملا یا شہوت پرست زاہد یہ سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت میں نہایت خوب صورت ان گنت حوریں ملینگی شرابیں پیویں گے میوے کھاوینگے الخ **اقول** اس جہالت اور بیباکی کی سزا ابدی جہنم ہے اور جو دنیا میں الہامی احکام جاری ہوں تو ایسے دشمن خدا کی گردن ماری جاوے +

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيِيٓ أَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا فَأَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

اللہ شرم نہیں کرتا کہ ایک مچھر کی یا اس سے بھی بڑھکر کوئی مثال بیان کرے پس جو ایماندار ہیں جانتے ہیں کہ یہ مثال ٹھیک ہے ہمارے رب کی

وَأَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ إِلَّا

اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے اس مثل بیان کرنے سے کیا ارادہ کیا ہے (اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے) وہ اس سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو اس سے ہدایت کرتا ہے اور سوائے

الْفٰسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْأَرْضِ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

بدکاروں کے اور کسی کو اس سے گمراہ نہیں کرتا۔ جو کہ اللہ کے عہد کو مضبوط باندھکر توڑ دیتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اسکو کاٹ دیتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں یہی لوگ ہیں نقصان میں

ترکیب

اللہ اسم اِنَّ لایستحیی الخ اسکی خبر جملہ اسمیہ مستانفہ ہو الایستحیی بمعنی لایترک فعل با فاعل مثلاً مفعول یضرب ما ابہامیہ کہ جو نکرہ کو ابہام اور شیوع زیادہ دیتا ہے لقولک اعطنی کتابا ما اے ای کتاب کان یا زائدہ ہے جیسا کہ اس قول میں فبما رحمۃ من اللہ اے برحمۃ من اللہ تعو عطف بیان ہے مثلاً کا اور ممکن ہے کہ ما کو نکرہ موصوفہ اور بعوضۃً کو اسکی صفت قرار دیا جاوے فما فا سے عطف کے لئے اور ما نکرہ موصوفہ فوقہا اسکی صفت بعوضۃً معطوف علیہ پس یضرب اپنے فاعل اور مفعول اور اسکے متعلقات سے ملکر اَن مصدریہ کی وجہ سے تاویل مصدر میں ہوکر مفعول ہو الایستحیی کا۔ فاما فا سے تعقیبیہ ہے کس لئے کہ مرتبہ تفصیل اجمال کے بعد ہے۔ اما وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اسمیں شرط کے معنی بھی ہیں اسلئے اسکے جواب میں فا سے آتی ہے اسکے بعد جو اسم آتا ہے اسکو مبتدا اور جس پر فا سے داخل ہوتی ہے اسکو خبر کہتے ہیں پس الذین آمنوا مبتدا اور فیعلمون الخ اسکی خبر اور اسی طرح واما الذین کفروا۔ ما استفہامیہ ذا بمعنی الذی اراد اللہ بہذا الخ اسکا صلہ مجموعہ خبر ما اور ممکن ہے کہ ماذا کل ایک اسم ہو بمعنی ای شئے اور یہ منصوب المحل ہو اراد سے مثلاً حال ہے ہذا سے یا تمیز ہے۔ یضل بہ ویہدی بہ الخ معطوف اور معطوف علیہ ملکر جملہ مستانفہ ہے یا جواب ہے ماذا کا یا اُن دونوں جملوں کا کہ جنکے ابتدا میں آتا ہے بیان ہے میثاقہ مصدر ہے بمعنی الایثاق یا اسم لما یقع بہ الوثاقۃ۔ باقی سب ترکیب واضح ہے ؛

تفسیر

اِس سے پیشتر جبکہ خدا تعالےٰ نے منافقوں کا حال آگ جلانیوالوں اور مینہ والوں کے ساتھ مثال دیکر بیان کیا اور پھر اثباتِ نبوت میں آکر یہ فرمایا کہ اگر تم اِس قرآن کو خوبی میں ایسا اعلےٰ نہیں تسلیم کرتے کہ جو بشر کی طاقت سے باہر ہے اور جو خاص مبدا فیض سے نازل ہوا ہے یعنی اگر تم اسکو منجانب اللہ نہیں مانتے تو تم بھی اسکے برابر بنا کے دکھاؤ پس جب وہ عاجز آئے (حالانکہ اِس بارہ میں اُنہوں نے مجلسیں بھی منعقد کیں بڑے بڑے نامور شاعروں اور جادوگروں اور کاہنوں کو بھی شریک کیا مگر کسیکی جرأت نہ پڑی اور جو کسی نے کچھ جواب میں کہا جیسا کہ یمامہ کا ایک شخص ابو مسیلمہ کذاب والنساء ذات الفروج الخ اور الفیل وما ادراک

ما الفیل ذنبہ قلیل و خرطومہ طویل وانہ من خلقۃ ربک لقلیل وغیرہ خرافات بناکر لایا تو قبل از ینکہ آنحضرت علیہ السلام کے مقابلہ میں پیش کیا جاتا اُس پر وہیں اُسکے ہم قوم اور ہم زبان نے قہقہہ اُڑایا) تو اور کوئی بات تو نہ بن آئی مگر یہ عیب نکالا کہ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو تعجب کا مقام ہے کہ وہ ایسا جلیل القدر ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے ساتھ مثال دیکر بیان کرتا ہے خدا تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ خدا کو مچھر یا اُس سے بھی چھوٹی چیز کے ساتھ مثال دینے سے شرم نہیں آتی کسلئے کہ مثال سے غرض ایک حال کا اظہار ہے اور امر معقول کو محسوس بناکے دکھانا اور سمجھانا مقصود ہوتا ہے جیسا حال ہوگا اُسی قسم کی چیز سے مثال دی جائیگی مثال کی خوبی یہ ہے کہ جسکے ساتھ مثال دی ہے اُس سے وہ شے کہ جسکی مثال دی ہے مناسبت رکھتی ہو عام ہے کہ وہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی مچھر ہو یا اُس سے بھی کم پس جو مومن ہیں اور اُنکو خدا نے نورِ فطرت عطا کیا ہے وہ جان جاتے ہیں کہ یہ مثال درست ہے اور خدا تعالیٰ نے ہمارے سمجھانے کے لئے بیان کی ہے اور جو کافر ہیں نورِ بصیرت سے محروم ہیں وہ طعن کرکے کہتے ہیں کہ خدا کو ایسی مثالوں سے کیا غرض ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جواب دیتا ہے کہ ہاں اِسنے یہ مقصد ہے کہ بہت سے لوگ ان میں غور و فکر کرکے عمدہ نتیجہ نکالتے ہیں اور بہت سے نکتہ چینیاں کرکے فوائد سے محروم رہتے ہیں مگر فوائد سے وہی محروم رہتے ہیں کہ جو فاسق ہیں اور خدا کے عہد کو جو روزِ میثاق کیا تھا کہ ہم تیری اطاعت کرینگے مضبوط باندھکر توڑتے اور زمین پر چوری اور افشاء الحاد و کفر و ظلم و جور کرکے فساد مچاتے ہیں اور جس بات کے قائم رکھنے کا خدا نے حکم دیا تھا کہ اُسکو برپا رکھیں گے (یعنی والدین اور دیگر اقارب کے حقوق اور باہمی رحمدلی) اُسکو برپا نہیں رکھتے پس یہی لوگ بدنصیب اور زیانکار ہیں دنیا میں بھی اپنے اعمال بد کا نتیجہ بُرا پاوینگے اور آخرت میں بھی سختی اُٹھاوینگے اب چار دن نفس کو خوش کرلیا تو کیا +

متعلقات

حیا | نفس انسان کا بدنامی اور بُرائی کے خوف سے منقبض ہونا اور متغیر ہوجانا ہے پس یہ انسان کی وہ حالت متوسطہ ہے کہ جسکے نیچے **خجالت** ہے کہ جو نفس کے کسی کام سے بالکل باز رہنے کو کہتے ہیں اور اُسکے اوپر **وقاحت** ہے یعنی بے شرمی کی باتوں پر جرأت کرنا۔ یہ حیات سے مشتق ہے اِس مناسبت سے کہ یہ حیا قوی حیوانیہ کو اُنکے افعال سے روکتی ہے پھر اِس لفظ اور اِس قسم کے دیگر الفاظ کا اطلاق جناب باری پر (کہ جو نفس اور انقباض سے پاک ہے) حقیقی طور پر نہیں بلکہ ان معانی کو جو لازم ہے وہ مراد ہے مثلاً حیاء کو لازم ہے کہ جس کام سے حیا کرے اُسکو ترک کرے اور غضب کو لازم انتقام ہے پس اس سے

ے آجکل بعض پادریوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں قرآن مجید کے بےمثل نہونے پر یہ حجت پیش کی کہ ایسی عبارت تو مسیلمہ کذاب نے بھی بنالی تھی اور مقامات حریری کے بی ایسی عبارت ہے اور شیعہ کے علماء نے سورۂ فاطمہ اور سورۂ حسنین قرآن میں ایسی ہی بناکر ملادی ہے الخ میں ان پادریوں کی کور مغزی پر نہایت افسوس کرتا ہوں بقول شخصے عی سست گواہ چست ان کلاموں کے مؤلف تو خود قرآن کے مقابلہ میں لاتے ہوئے ڈرتے ہیں اور پادری لوگ کہ جنکو عربیت کچھ بھی مس نہیں سند بناکے لاتے ہیں [illegible] غضب حیرت وغیرہ

مراد ترک اور اُس سے مراد انتقام اور رحمت سے مراد نفع پہنچانا ہے اور یہ قاعدہ کلیہ ہے اِسکو اور ان مقامات پر بھی کہ جہاں ذاتِ باری پر وہ الفاظ بولے گئے ہیں کہ جو بندوں کے اوصاف پر بولے جاتے ہیں لحاظ رکھنا چاہئے +

یضل بہ گمراہ کرنا اور دلوں پر مُہر لگانا جو قرآن مجید میں مذکور ہے اِس سے بعض ناسمجھ عیسائی اور دیگر نکتہ چین اسلام پر عیب لگایا کرتے ہیں مگر اسکا جواب اجمالی اور تفصیلی ختم اللہ کی تفسیر میں دیکھ چکے ہیں وہاں ملاحظہ کرو +

فاسقین فسق نکلنے کو کہتے ہیں عرب بولتے ہیں فسقت الرطبۃ عن قشرہا کہ چھوارہ اپنے پوست سے باہر ہوگیا اور عرفِ شرع میں فسق خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کرکے خارج ہونے کو کہتے ہیں اور اسکے تین درجہ ہیں (۱) تغابی یعنی باوجودیکہ گناہ کو بُرا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اُسکا مرتکب ہوجاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کرلے اور کچھ پروا نکرے (۳) جحود وہ یہ کہ گناہ کو اچھا جانکر عمل میں لاوے اور خدا رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اِس تیسرے درجہ میں انسان کافر ہوجاتا ہے اور پہلے دونوں درجوں تک مؤمن رہتا ہے کیونکہ تصدیق جو اصل ایمان ہے اسکے دل میں باقی ہے پس ایسے شخصوں پر تمام احکام اسلام نماز جنازہ و امامت و توریث و مناکحت وغیرہا جاری ہونگے عالم آخرت میں جیا ہیگا خدا اسکو بلا عذاب جنت میں جگہ دیگا یا بقدر گناہ سزا دیکر چھوڑ دیگا اور دلیل اسبات پر کہ گناہ کرنے سے ایمان نہیں جاتا آیات و احادیث و اجماع صحابہ ہے قال تعالیٰ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا الآیہ اگر اہل ایمان کے دو گروہ باہم جنگ کریں الخ حالانکہ جنگِ باہمی گناہ ہے مگر اسکے مرتکب کو بھی خدا تعالیٰ نے مؤمن کہا ہے۔ **خوارج** چونکہ ایمان کا اعمالِ صالحہ کو جزو قرار دیتے ہیں تو گناہ کرنیوالے کو کافر کہتے ہیں اور **معتزلہ** چونکہ تصدیق قلب اور اقرار باللسان اور اعمال صالحہ کے مجموعہ مرکب کو ایمان کہتے ہیں تو اس شخص کو مؤمن نہیں کہتے کیونکہ مجموعہ میں سے ایک جزو اعمال صالحہ نہیں پایا جاتے مگر اسکو کافر بھی نہیں کہتے کیونکہ کفر میں انکار حق شرط ہے اور انکار پایا نہیں گیا پس وہ ایمان اور کفر میں ایک تیسرا مرتبہ فرض کرتے ہیں۔ **لازم** کہ اگر انسان سے بمقتضائے بشریت کوئی گناہ ہوجاوے تو فوراً توبہ کرے دل میں نادم ہو۔ خدا تعالیٰ سے بعجز و انکسار و بچشم اشکبار معافی چاہے اور استغفار کرے وہ غفور رحیم ہے۔ معافی اسکا عام دستور ہے +

عہد لغت میں اُس چیز کو کہتے ہیں کہ جسکی محافظت اور رعایت کی جاتی ہے جیسا کہ وصیت اور قسم اور گھر کو بھی عرب اسلئے عہد بولتے ہیں کہ ہر پھر کے انسان وہاں آتا اور اُسکی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے خیال رکھتا ہے۔ اور تاریخ کو بھی اِسلئے عہد کہتے ہیں کہ اُسکی محافظت ہوتی ہے اور عہد اللہ وہ ہے کہ جو روز ازل اُس نے عالم روحانی میں تمام ارواح کو موجود کرکے باندھا تھا اور سب سے یہ اقرار کرلیا تھا کہ میرے سوا کسیکو خدا نہ جاننا جیسا کہ اس آیت میں اسکی طرف اشارہ ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُہُوْرِہِمْ ذُرِّیَّتَہُمْ الآیہ پھر اسکی شرح اُس حدیث میں ہے کہ جسکو **امام احمد** نے ابن عباسؓ اور ابی بن کعبؓ

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

کس طرح انکار کرتے ہو تم اللہ کا ؟ حالانکہ تم مُردے تھے (معدوم تھے) پس تمکو زندہ (موجود) کیا پھر تمکو مارے گا پھر تمکو زندہ کریگا پھر تم اُسی کے پاس پھر جاؤگے

روایت کیا ہے کہ خدا نے آدم کی پشت سے اُسکی تمام اولاد کو نکال کر پھیلا دیا اور اُنسے یہ کلام کیا الست بربکم کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں سبنے کہا بلیٰ کہ ہاں تو ہمارا رب ہے تب خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے باپ آدم اور آسمان و زمین کو گواہ کرتا ہوں تاکہ قیامت کو یوں نکہو کہ ہمکو اسکی خبر نہ تھی اب تم جانلو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا کسیکو شریک نہ بنانا اور میں دنیا میں تمہارے پاس کتابیں دیکر اپنے رسول اس عہد کے یاد دلانے کو بھیجونگا الحدیث پس یہ عہد ازلی ہے اور اسکا پتہ تو انسان کی عقل خدا داد اور فطرت سلیمہ سے کہ جو اُسکے عجائب مخلوقات سے اور اُسکی ان نشانیوں سے کہ جو دنیا میں اور خود انسان کے اندر ہیں اُسکے وحدہ لا شریک ہونے کا عہد موثق ہے اور یہ بات ہر انسان میں خدا تعالےٰ نے رکھی ہے اور اسی عہد کو بار امانت کہتے ہیں کہ جسکی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ الآیۃ پھر اس الہام الٰہی یعنی انبیاء علیہم السلام اور اُنکے معجزات و آیات و کتاب سے اس عہد کی مضبوطی اور تاکید ہوتا ہے جہاں انبیاء نہیں آئے وہاں کے لوگ بھی اپنے عہد کے ذمہ دار ہیں اگر شرک کرینگے تو جہنم میں بدعہدی کی سزا پائینگے اور بالخصوص جہاں انبیاء علیہم السلام کا فیض نبوت پہنچ چکا اور یہ عہد موثق ہو گیا پھر جو اسکو توڑتا ہے اور بھی زیادہ گنہگار ہے **بعض مفسرین** کہتے ہیں کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل سے لیا تھا اور اُسکی مضبوطی دیگر انبیاء علیہم السلام کی معرفت کی گئی تھی کہ میرے انبیاء کو ماننا شرک نہ کرنا قتل نہ کرنا احکام عشرہ وغیرہا اس تقدیر پر اس آیت کے مخاطب یہود یا نصاریٰ ہیں پھر یہ عہد ہر شخص کے ساتھ اور بھی خصوصیت رکھتا ہی بادشاہوں کے ساتھ یہ خصوصیت کہ وہ عدل و انصاف کریں علماء سے یہ کہ حق نہ چھپاویں مداہنت نکریں انبیاء سے یہ کہ اُسکے دین کو قائم کریں تفرقہ نکریں وقس علی ہذا باقی توحید اور اقرار ربوبیت میں تو تمام بنی آدم شریک ہیں جس چیز کے وصل یعنی ملانے کا خدا نے حکم دیا ہے وہ حقوق قرابت و حقوق محبت و حقوق وطن و حقوق ملت ہیں واللہ اعلم

ترکیب

کیف استفہام حال کے لئے ہے اور یہاں استفہام انکاری ہے تکفرون باللہ جملہ استفہامیہ و ضمیر انتم جو تکفرون کا فاعل ہے ذی الحال اور یہ جملے معطوف مع معطوف علیہ وکنتم امواتا الخ حال واقع ہوئے ہیں +

تفسیر

یعنی جبکہ تم یہ جانتے ہو کہ ہم پہلے نیست تھے پھر خدا نے ہم کو موجود کیا ہے اور پھر مرنا ہے اور پھر حشر کو زندہ ہو کر حساب دینا ہے اور اُسکے پاس جانا ہے تو پھر کیوں کفر میں پڑتے اور انکار کرتے ہو کیونکہ یہ عقل کا مقتضےٰ نہیں کہ جس نے ایسے ایسے انعام کئے

ہوں اور آئندہ اُس سے اُمید بہتری کی ہو اور بُرائی کی سزا کا کھٹکا ہو پھر اُس کی نافرمانی اور ناسپاسی کی جائے اور اُس کے رسول سے عداوت باندھکر قرآن کا انکار کیا جاوے +

ربط

اس آیت کا پہلی آیتوں سے بھی اس تقریر و تفسیر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا - وہ یہ کہ جب قرآن مجید کا اعجاز اور کلام الٰہی ہونا ثابت ہو گیا اور مخالفین کے بیجا اعتراض کا بھی جواب ہو چکا تو اس آیت سے لیکر یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم تک اپنی نعمتیں بندوں کو بتلاتا ہے کہ جن میں خاص و عام سب شریک ہیں اور ان نعمتوں کے ذکر میں مبدء و معاد کے متعلق بہت سی باتیں بھی بتاتا ہے تاکہ قرآن کا اعجاز اور بھی دلنشین ہو جائے اور یہ بات ثابت ہو جائے کہ اب جو ان لغو شکوک سے قرآن کا انکار کرتا ہے تو وہ ایسے منعم و منتقم کا انکار اور نافرمانی کرتا ہے جو عقلاً کسی حال میں درست نہیں +

متعلقات

وکنتم امواتا | موت سے مراد عدم ہے یہ ظاہر ہے کہ ازلی و ابدی خدا تعالے ہے اسکے سوا جو کچھ ہے پہلے معدوم اور نیست تھا پھر اسکے ارادہ سے موجود ہوا ہے اجسام کی نسبت تو یہ امر اور بھی ظاہر ہے کس لئے کہ انسان جب غذائیں کھاتا ہے تو اس سے بدن میں خون بنتا ہے اور پیشتر وہ غذائیں عناصر محض تھیں یعنی آگ و ہوا پانی و خاک مگر ترکیب پاکر انسے درخت یا خوردنی حیوانات بنے الغرض خاک و پانی وغیرہ غذائیں بنیں پھر پیٹ میں جاکر خون ہو گئیں پھر وہ خون استحالات کے بعد منی بنا پھر وہ منی عورت کے رحم میں علقہ و مضغہ بنا پھر اسمیں ہڈیاں گوشت پوست نمودار ہوا پھر بچہ جاندار بنکر باہر آیا سو یہ بات کہ پہلے ہم اموات تھے پھر خدا نے ہم کو زندہ کیا (اس لئے کہ ماں باپ کی اسمیں کوئی کاریگری نہیں) مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اور اس زندگی مستعار کے بعد مرنا بھی مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے ؎ نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا — مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے +

اب رہا | ثم یحییکم | کہ مر کر پھر زندہ ہونا ہے اس دلیل سے ظاہر ہے کہ جس نے ابتداءً زندہ کر دیا دوبارہ زندہ کرنا اسکو کیا مشکل ہے؟ جب یہ ہے تو | ثم الیہ ترجعون | میں کہ اسکے پاس حساب و کتاب کے لئے پھر جانا ہے کیا شک ہے؟ گویا یوں کہنا چاہئے کہ انسان ملکِ عدم سے کوچ کر کے ملکِ ہستی میں آیا پھر یہاں سے انتقال کر کے ایک اور عالم میں جائیگا کہ جسکو باعتبار اس حیات کے موت کہتے ہیں لیکن چندے وہاں آلودگی جسمانی کے اثر میں مبتلا رہیگا پھر اُس سے پاک ہو کر ایک کامل حیات پاویگا اور جب یہ تکدر بالکل جاتا رہیگا تو خدا تعالیٰ کے روبرو ظہور کلی یعنی حشر کے روز حاضر ہوگا - اس تھوڑے سے کلام میں کسقدر مبدء و معاد کے احوال اجمالاً مذکور ہیں؟ تورات حال میں چونکہ زمین و آسمان کی آفرینش سے لیکر حضرت موسیٰ تک کی تاریخ بیان ہے اسلئے عیسائی اہل اسلام سے معارضہ کیا کرتے ہیں کہ الہامی کتاب کیلئے ضرور ہے کہ وہ انسان کی بلکہ زمین و آسمان کی ابتدا انتہا اور انجام بتلائے کیونکہ ان

باتوں کے ادراک میں عقل کا قافیہ تنگ ہے پس یہ باتیں قرآن میں نہیں اسلئے وہ کلام الٰہی نہیں۔ پادریوں کو ایسی باتیں لکھتے اور کہتے شرم نہیں آتی۔ قرآن کی اس آیت میں جسقدر یہ بیان ہے وہ توارت میں کہاں ہے؟ علاوہ اسکے اور جا بجا قرآن نے اس امر کو نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا ہے مگر ہم اسکو کیا کریں کہ وہ لوگ سلسلہ وار تاریخ کی کتاب پر جلد ایمان لاتے ہیں اور ایسے کلام معجز نظام کو نہیں سمجھتے +

نکات

[۱] الیہ ترجعون میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمام عالم بالخصوص انسان محض اُسکے وجود کا ظل ہیں جس طرح کہ دہوپ آفتاب کا ظل ہے پس جس طرح بتخصیص شیونات ہر چیز بالخصوص انسان اُس مبدء سے چلا ہے اسی طرح پھر اُسکی طرف تجرد ہوتے ہوتے (کہ جو موت سے حاصل ہوتا ہے اور اسی لئے موت کو نعماء میں شمار کیا ہے ورنہ موت فی نفسہ نعمت نہیں) وہیں جاکر منتہی ہوگا کیونکہ رجوع کے معنی یہ ہیں کہ جہاں سے جاوے پھر وہیں ہٹکر آوے جس طرح کرہ میں جہاں سے ابتدا ہوتی ہے وہیں آکر انتہا ہوتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ چونکہ ہر شے پر محیط ہے (انہ بکل شئ محیط) اُسی سے ابتدا ہے پھر اُسکی طرف انتہا ہے لیکن یہ احاطہ جسمانی نہیں۔ پس کفر و الحاد ہر طرح کی بے دینی شہوت پرستی روح کی نُور الٰہی کی طرف رجوع ہونے میں چونکہ موانع اور عوائق ہیں جیسا سڑک پر چلنے والے کے لئے غار و دیوار یا اینٹ پتھر اسلئے انبیاء علیہم السلام اس سلوک تمام کرنے کے لئے ان چیزوں سے منع کرتے ہیں کیونکہ اُس کے پاس پہنچنا کہ جو مرکز اصلی ہے مظہر جنت ہے اور اس کے قرب کا فرح و سرور مظہر حور و قصور ہے الَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ +

[۲] اگرچہ بظاہر فاعل تکفرون سے وکنتم امواتا حال نہیں ہو سکتا کسلئے کہ جب جملۂ ماضویہ کو حال بناتے ہیں تو لفظ قد مقدر لمتے ہیں کیونکہ قد ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے حالانکہ ماں کے پیٹ میں بیجان ہونیکا زمانہ جو کنتم امواتا سے سمجھا جاتا ہے دُور ہے لیکن اس رمز کی طرف اشارہ کرنے کے لئے حال بنایا کہ گو وہ زمانہ بعید ہے مگر ایام زندگانی چونکہ باد صبا کی طرح یوں ہی گذر جاتے ہیں جسکی سو برس کی عمر ہوگی وہ ایام طفولیت کے وقائع کو کل کی بات کہا کرتا ہے **خواجہ درد** فرماتے ہیں ؎ گزروں ہوں جس خرابہ پہ کہتے ہیں وہاں یہ لوگ۔ ہے کوئی دن کی بات یہ گھر تھا یہ باغ تھا + یہ تو کیا آنکھ بند ہونے کے بعد تو ہزار سال کے زمانہ کو یوماً او بعض یوم کہیں گے اسلئے اسکو حال بنایا +

[۳] گو اس تقدیر پر ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون کا بظاہر عطف وکنتم امواتا پر صحیح نہیں ہوتا کیونکہ یہ اُمور تو زمانہ آئندہ میں پیش آئینگے پس تکفرون سے بذریعہ عطف کہ جو زمانہ حال کو چاہتا ہے حال نہیں بن سکتے مگر یہاں بھی وہی نکتہ مرعی ہے کہ گویا یہ امور ایک عرصہ بعد پیش آوینگے جیسا کہ لفظ ثم باواز بلند کہہ رہا ہے مگر بقول عرب ما اقرب ما ہو آت و ما ابعد ما ہو فات آنیوالی چیز

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

اللہ وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا کیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو اُنکو سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز جانتا ہے +

گویا عاقل کے روبرو کھڑی ہے پس اس نکتہ کے لئے اُس آئندہ زمانہ کو حال بنایا گویا یہ بات بتلا دی کہ تمہارے پیدا ہونیکا اور پھر مرنے کا زمانہ دونوں ملے ہوئے ہیں پس جب یہ ہے تو اس وجود بین العدمین کا مظہر بین الذمین پر پھولکر خدا کو بھولنا اور اس بے حقیقت ہستی کے گھمنڈ میں خدا تعالے سے اکڑنا کفر کرنا بڑی حماقت ہے + بلغا کا عام دستور ہے کہ وہ وجود شے کو عدم اور عدم کو وجود اور بُعد کو قُرب اور قُرب کو بُعد (اعتبارات لطیفہ سے قرار دیکر کلام کرتے ہیں +

۴ اِسکو اس خوش اسلوبی سے بیان کیا اور اسکو اوّل کلام کا تتمہ یا نتیجہ اور اُسکے بعد کے کلام کا توطیہ تمہید کہیں تو بجا ہے۔ پس اِسکے بعد اُس دوسری نعمت کو بیان کرتا ہے کہ جسکو وجود انسان از بس مقتضی ہے اور جسکے بغیر اسکو دم بھر بھی چارہ نہیں پس فرماتا ہے

ترکیب

ہو مبتدا الذی موصول خلق فعل با فاعل لکم متعلق ہے خلق کے ما موصول تا فی ذی الحال فی الارض ثبت کے متعلق ہو کر اسکا صلہ ہوا جمیعاً بمعنی مجتمعاً حال ہے۔ یہ ما اپنے صلہ اور حال سے ملکر مفعول ہوا خلق کا اور پھر خلق تمام جملہ ملکر صلہ ہوا الذی کا پھر الذی خبر ہوئی ہو کی ثم کلمہ تراخی استوی بمعنی قصد فعل با فاعل الی السماء متعلق ہے استوی کے فسوٰہن میں سوی بمعنی عدل و خلق فعل ضمیر اسکی فاعل ہن ضمیر جمع مؤنث راجع ہے السماء کی طرف اگر اس سے مراد اجرام لیا جاوے ورنہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سموات ہے اور اول تقدیر پر بدل ہے۔ ہو مبتدا بکل شئے علیم خبر +

تفسیر

یہ دوسری نعمت خدا تعالے یاد دلاتا ہے کہ جو پہلی نعمت پر مترتب ہے۔ یعنی تم اُس خدا سے کیونکر روگردانی کرتے ہو کہ جس نے تمکو معدوم سے موجود کر دیا اور پھر موجود کرکے یوں ہی پریشان و بے سامان نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے فائدہ کے لئے زمین کی ہر ایک چیز کو پیدا کیا ۔ ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند + پھر اُس نے آسمان کی طرف توجہ کی تو اُسکے طبقے بنا دیے کیونکہ زمین کی چیزوں کا سر انجام پانا آسمانی اور علویات کی تاثیر بغیر نہیں ہو سکتا اگر آفتاب نہ ہوتا یا مہتاب و ستارے نہ ہوتے تو پھل پھول ہزاروں چیزیں نہ ہوتیں الغرض زمین کی چیزوں کو آسمانوں اور آسمانی چیزوں سے ایک عجیب ارتباط ہے (اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ رزق و روزی ہے وہ آسمان سے اُترتی ہے وفی السماء رزقکم وما توعدون اور یہ اسلئے کہ وہ خدا تعالے ہر چیز کا علم رکھتا ہے ہر چیز کی مصلحتیں اور اسرار اُس کو معلوم ہیں +

متعلقات

استوی کے معنی لغت میں قصد کرنے کے ہیں بولتے ہیں استوی الیہ کالسہم المرسل جبکہ کوئی کسی چیز کا قصد مصمم کرے۔ اور دوسرا قصد یہ کہ میلان کرے اور اصل استواء کی طلب مساوات ہے اور سیدھی چیز کو مستوی اسلئے کہتے ہیں کہ اسکے اجزا باہم مساوی یعنی برابر ہوتے ہیں جیسا کہ سطح و خطا و جسم مگر یہ معنی جناب باری کے لئے تجویز کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ جسمیت سے پاک ہے اور جن لوگوں نے اس قسم کے الفاظ سے یہ بات نکالی کہ وہ آسمان یا عرش پر سیدھا کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے جس طرح کوئی اپنی کرسی اور تخت پر بیٹھتا ہے اور پھر اسکی تائید میں کچھ احادیث لائے ہیں کہ جن میں بیشتر تیسری چوتھی صدیوں کے محدثین کی وہ احادیث ہیں جو رطب و یابس کا مجموعہ ہیں اسمیں بری غلطی ہے اور پھر حصر اور غلو کرکے مسائل لکھنا اور عرشی فرشی کہلانا ایک سادہ لوحی اور تعصب بیجا ہے عاذنا اللہ

السماء اس کا ماخذ واو سے بدل گئی یعنی پہلے واو تھا اور جو واو کہ الف کے بعد زائد ہوتا ہے بیشتر عرب اسکو ہمزہ سے بدل لیتے ہیں لغت میں لفظ سماء کا چند معانی پر اطلاق ہوتا ہے بادل کو بھی کہتے ہیں اور افق کو بھی۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎ فاواہُ لذکرہا اذا ما ذکرتہا۔ ومن بعد ارض بیننا وسماء + کہ جب میں اس محبوبہ کو اور پھر وہ جو مجھ میں اور اس میں زمین کے ٹکڑے اور انکے اوپر کے آسمان فاصل ہیں انکو خیال آتا ہوں تو دل سے ایک آہ نکلتی ہے +

اور اوپر کی جانب کو بھی اور اُس نیلی چھت کو بھی کہ جو ایک گول گو بند سا نظر آتا ہے اور وہ جو قرآن میں جابجا سماء کا ذکر ہے کہ ہم نے اسکو اپنے ہاتھ سے بنایا والسماء بنینٰھا باید - اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ کہ ہم نے پہلے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ کیا نہیں دیکھا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو کس طرح بنایا ہم نے اسکو اور زینت دی اسکو اور اُس میں کوئی درز نہیں اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ اُس نے سات آسمانوں کو اوپر تلے بنایا اے دیکھنے والے تجھ کو خدا کی پیدائش میں کچھ تفاوت معلوم ہوگا۔ دوبارہ نظر کو آسمانوں کی طرف پھرا تیری نگاہ تھک کر خیرہ ہو کر رہجائیگی - وغیرہا من الآیات پس ان سے وہی اخیر معنی مراد ہیں کہ جسکو ہماری زبان میں آسمان اور ہندی میں اکاش اور انبر کہتے ہیں اور ہر زبان میں اُسکا نام ہے اور جسکو تمام عرب و عجم ہند و روم اہل یورپ قدیم زمانہ سے اب تک ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ خدا نے آسمانوں کو بنایا ہے ہم انکو دیکھتے ہیں اُنمیں کوئی شگاف اور درز نہیں کہ جو خدا کی صنعت میں قصور ثابت کرے اور یہ ستارے آسمان پر لگے ہوئے ہیں اگر کسی پڑھے ہوئے سے پوچھیگا تو وہ بھی یہی کہیگا اور ان پڑھ بلکہ جنگل کے رہنے والوں وحشیوں سے دریافت فرمائیگا تو وہ بھی یوں ہی کہیں گے جس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ بھی منجملہ اُن مسائل کے ہے کہ جسکا علم انسان کی فطرت اور جبلت میں یکساں رکھا گیا ہے اور اسی فطری علم پر

خدا تعالیٰ اپنے کلام میں انسان کو مخاطب کرکے اپنے عجائبات قدرت کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی نہج پر کلام کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ تورات اول کے پہلے باب میں یہ لکھا ہے۔ ابتدا میں خدا نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ (۸) اور خدا نے فضا کو آسمان کہا (۱۰) اور خدا نے خشکی کو زمین کہا۔ پھر اسی کتاب کے ۷ باب میں طوفان نوح کے بیان میں یہ جملہ بھی ہے۔ جب نوح کی عمر چھ سو برس کی تھی دوسرے مہینے کی سترہویں تاریخ کو اسی دن بڑے سمندر کی سب سوتیں پھوٹ کر نکلیں اور آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ اور ۸ باب میں یہ جملہ ہے اور آسمان کی کھڑکیاں بند ہوگئیں اور آسمان سے مینہ تھم گیا۔ پھر اسی کتاب کے ۱۹ باب میں قوم لوط کی نسبت یہ ہے تب خداوند نے سدوم اور عمورہ پر گندھک اور آگ خداوند کی طرف سے آسمان پر سے برسائی۔ انجیل متی کے ۳ باب میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اِصطباغ یعنی دریا میں غوطہ لگا کر باہر آئے تو انکے لئے آسمان کھل گیا۔ انجیل لوقا کے ۱۸ باب میں یہ جملہ ہے پر اُس محصول لینے والے نے دُور سے کھڑا ہو کے اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اٹھاوے بلکہ چھاتی پیٹتا اور کہتا تھا کہ اے خدا مجھ گناہگار پر رحم کر۔ اور مکاشفات یوحنا کے ۸ باب اور دیگر ابواب سے صاف آسمان پر ستاروں کا ہونا اور انکے دروازے کھلنا اور وہاں سے آواز آنا وغیرہ وہ باتیں مذکور ہیں کہ جو قرآن و احادیث کے مطابق ہیں اسی طرح ہنود کے وید اور پارسیوں کے دساتیر سے بھی آسمانوں کی بابت اس طرح کے مضامین مفہوم ہوتے ہیں۔ الغرض ہزارہا برس سے الہامی اور غیر الہامی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر لوگوں کا اس امر میں اتفاق ہے **لیکن** گریک یعنی یونان کے فیلسوفوں نے جس طرح اور چیزوں کی حقیقت اور ماہیت دریافت کرنے میں عقل کے گھوڑے دوڑائے اور جو باتیں انکو اپنے قیاس اور تخمین یا تجربہ اور آلات رصد وغیرہا سے دریافت ہوئیں انکو قلمبند کیا اور اس علم کا نام حکمت نظریہ رکھا کہ جسکی شاخیں ہیئت اور طبعیات اور الٰہیات وغیرہا علوم ہیں کہ جنپر بہت سے کوتاہ بینوں کو ناز ہے اسی طرح انہوں نے آسمان و زمین کے بھی قلابے ملائے اور بحثیں کرتے کرتے انکے دو فریق ہوگئے ایک گروہ کے پیشوا **فیثاغورس** ہوئے وہ کہتے ہیں آسمانوں کا وجود نہیں یہ ستارہ بذاتہٖ خود قائم ہیں کسی میں جڑے ہوئے نہیں پھر اسی فریق کے دو قول ہیں بعض کہتے ہیں ستارے اور ثوابت متحرک نہیں صرف زمین حرکت کرتی ہے اسکی وجہ سے یہ چیزیں حرکت کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جس طرح کہ ریل گاڑی میں درخت و پتھر حرکت کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ زمین بھی متحرک ہے اور ستارے بھی آفتاب کو مدار ٹھیرا کر اسکے گرد حرکت کرتے ہیں ہاں چھوٹے چھوٹے ستارے کہ جنکو ثوابت کہتے ہیں وہ حرکت نہیں کرتے انکی حرکت زمین کی حرکت سے محسوس ہوتی ہے اور جس طرح ستارے آفتاب کے ایک فاصلہ معین پر حرکت دوری کرتے ہیں اسی طرح زمین بھی اپنے بُعد معین پر اسکے ارد گرد پھرتی ہے اور ستارے صرف یہ زحل ۱ مشتری ۲ مریخ ۳ عطارد ۴ زہرہ ۵ شمس ۶ قمر ۷ ہی نہیں انکے سوا اور بھی رصد سے ثابت ہوئے ہیں۔ یہ مذہب فیثاغورس سے تک

تو حکما کے نزدیک اُسکے دیگر اقوال کی طرح مردود اور بیقدر رہا مگر اب چند عرصہ سے اِس نئے یورپ میں بڑا رواج پایا اور یورپ کے بڑے بڑے
محقق اسی کے مقلد ہوکر انہیں باتوں کو الہامی اور لوح محفوظ کی باتیں سمجھنے لگے بلکہ اپنی تحقیقات سے اس پر اور کچھ بڑھایا اور چاند ستارہ
میں پہاڑ اور دیگر اجسام عنصری بلکہ حیوانات کے وجود کے بھی بعض لوگ قائل ہوگئے اور بہت سے عجیب و غریب باتیں پیدا کیں جنہیں
ہندوستان میں انگریزی پڑھے ہوئے نئی روشنی اور علوم جدیدہ کہکر خوب دل خوش کرتے ہیں اور جنہوں نے اُن انگریزی خوانوں
کی صحبت اُٹھائی ہے اور کچھ لغات انگریزی سیکھ لئے ہیں اور اپنی وضع بتکلف انہیں لوگوں کی بنا کر زبردستی سے رفارمر یا فلاسفر
بنے ہیں وہ تو ان باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں دوسرے گروہ کے سر دفتر حکیم بطلیموس ہیں وہ کہتے ہیں کہ زمین گول کروی ہے
سیقدر یعنی تخمیناً چوتھائی حصہ اسکا ناہمواری کی وجہ سے اونچا اُٹھا ہوا ہے باقی اسکے اردگرد پانی لپٹا ہوا ہے جسکو سمندر کہتے ہیں پانی کے
اردگرد ہوا لپٹا ہوا ہے اسکے اوپر آگ کوسوں تک اونچی ہر طرف سے لپٹی ہوئی ہے یہ چار کرہ عناصر کے ہوئے اب یہ جسقدر زمین پانی سے اوپر
اُٹھی ہوئی ہے اس پر سب لوگ بستے ہیں ان چاروں کروں کے چوطرف پہلا آسمان ہے جسکو فلک[١] القمر بھی کہتے ہیں یعنی اس
آسمان میں چاند ہے جس طرح کہ نیلے جسم پر ایک سفید گول گول نشان ہو جاوے اسکے اوپر محیط فلک[٢] عطارد ہے اسکے اوپر فلک[٣] زہرہ
اسکے اوپر فلک[٤] شمس ہے یعنی چوتھا آسمان جہاں آفتاب ہے اسکے اوپر فلک[٥] مریخ کہ جہاں مریخ ستارہ ہے اسکے اوپر فلک[٦] مشتری
کہ جہاں مشتری ستارہ ہے اسکے اوپر فلک[٧] زحل کہ جہاں زحل ستارہ ہے اسکے اوپر فلک[٨] الثوابت کہ جہاں یہ سیکڑوں اَن گنت
ستارے ہیں کہ جو از خود حرکت کرتے معلوم نہیں ہوتے یعنی ایک جگہ ہمیشہ ثابت رہتے ہیں چونکہ نیچے کے آسمان بلکہ کل آسمان
نہایت شفاف اور صاف ہیں وہ اوپر کے ستارے سب نظر آتے ہیں اسکے اوپر فلک[٩] الافلاک کہ جسکو فلک اطلس کہتے ہیں یعنی
سادہ اُس پر کوئی تارہ نہیں وہ دن رات میں مشرق سے مغرب کی طرف ایک جگہ میں چرخہ کی طرح پھر کر دورہ تمام کرتا ہے
اور اسکی وجہ سے سب آسمان او تارے دورہ تمام کرتے ہیں کہ جس سے رات اور دن پیدا ہوتے ہیں یعنی جہاں سامنے آفتاب

٥١ مقلد انکے سید احمد خان صاحب ہیں کہ جو اپنی تفسیر کے صفحہ ٥٤ میں اول تو لفظ سماء کا اطلاق ستاروں پر از خود فرض کرتے ہیں اور پھر سبع سموات
سے بتقلید حکماء یونان و یورپ وہ وسعت مراد لیتے ہیں کہ جو انسان کے اوپر دکھائی دیتی ہے بقرینہ سبع سیارہ اسکو سبع یعنی سات کہدیا ورنہ سات میں کچھ
حصر نہیں - اور بیضاوی نے عرش و کرسی ثابت کرنے کے لئے جو یہ کہدیا تھا کہ سات کہنے سے زائد کی نفی نہیں ہوسکتی اُس کو اپنے مدعا کے لئے دلیل
بنایا اور جہاں بیضاوی نے صرف لفظ السماء کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس لفظ سے مراد اجرام علویہ یا جہات علویہ ہے تو حضرت یہ سمجھ گئے کہ بیضاوی آیت میں
اس لفظ سے دونوں مراد لینا جائز رکھتے ہیں - اسپر طرہ یہ کہ اُنکا سب علماء اور مفسرین پر کہ جو تقلید حکماء نہیں کرتے طعن کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ
وسعت یعنی فضا کوئی مجسم چیز نہیں صرف بُعد موہوم ہے حالانکہ قرآن اور دیگر کتب الہامیہ سے آسمان کا مجسم ہونا ثابت ہے اور یہ کہ وہ قیامت کو پھٹ جائیگا

٥٢ اور اسی کو فلک البروج بھی کہتے ہیں یہاں بُرج اس طرح سے نہیں ہیں کہ جس طرح زمین پر قلعجات کے بُرج ہوتے ہیں بلکہ دوائر کی وجہ سے آسمانوں
کے بارہ حصہ اس طرح پر قائم کئے ہیں کہ جس طرح خربزہ کی پھانکیں اور ستاروں کی ہیئت اجتماعی سے کہیں شیر کی صورت پیدا ہوگئی تو اسکو برج اسد
کہنے لگے اور کہیں کیکڑے کی تو اسکو سرطان اور کہیں بچھو کی تو اسکو عقرب و قس علیٰ ہذا نزول قرآن کے زمانہ میں بھی عرب ان بروج سے واقف تھے اسی لئے خدا نے والسماء ذات البروج

آگیا وہاں دن ہوگیا اور جہاں سامنے سے بالکل ہٹ گیا رات ہوگئی اور تمام ستارے ازخود بھی ایک حرکت مغرب سے مشرق کیطرف
کرکے دورہ تمام کرتے ہیں چاند تو مہینے بھر میں اس دورہ کو تمام کرلیتا ہے درا صل گھٹتا بڑھتا نہیں بلکہ جسقدر وہ آفتاب کے مقابلہ
میں آتا ہے اور اسیقدر اسپر روشنی پڑتی ہے اتنا ہی ہم کو دکھائی دیتا ہے ورنہ وہ گول بڑا بھاری جسم ہے زمین سے کہیں زیادہ
اور آفتاب اپنے دورہ کو دائرہ منطقۃ البروج پر برس میں تمام کرتا ہے اسی لئے مختلف فصلیں سردی گرمی پیدا ہوتی ہیں۔ یہ کل تیرہ
کرے ہوئے جن میں سے نو آسمان ہیں سات تو یہ کہ جنکو شرع نے سبع سموات کہا ہے اور دو وہ کہ جنکو عرش و کرسی کہا ہے۔ کرسی
فلک الثوابت عرش فلک الافلاک ہے اس صورت پر اور آسمانوں کا کوئی رنگ نہیں کیونکہ اگر رنگ ہوتا
تو اوپر کی چیزیں دکھائی نہ دیتیں اور یہ جو نیلگوں معلوم ہوتا ہے یہ آسمان کی
شفافی اور غبارات کی تیرگی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے
کہ جب سفیدی اور سیاہی ملتی ہیں تو نیلی رنگت پیدا ہوجاتی
ہے یا یوں کہو کہ ہوا کے اجزاء شفاف میں اجزاء غباری کہ جو
سیاہ ہیں انکے ملنے سے یہ نیلگونی پیدا ہوگئی یا یہ کہ ہوا کے اجزاء شفاف
ہیں جب انکو دیکھتے ہیں تو نظر میں ایک تیرگی پیدا ہوتی ہے ان دونوں کے
ملنے سے نیلگونی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ سمندر کا پانی نیلا دکھائی دیتا ہے۔ اسکے علاوہ اور بہت سے
مسائل اس حکیم اور اسکی جماعت کے ہیں اور چونکہ یہ مسائل کسیقدر صحیح اور الہامی کتابوں بالخصوص قرآن مجید کے موافق ہیں
اسلئے اس حکمت کا جس طرح حکماء یونان میں رواج ہوا اسی طرح جب حکمت یونانیہ عربی میں ترجمہ ہوکر آئی اہل اسلام نے بھی
اسکو پسند کیا چنانچہ ابتک شرح چغمینی اور تذکرہ وغیرہا اسی حکمت کی کتابیں درس میں داخل ہیں بلکہ ایشیائی ملکوں میں ہندو
اور ایرانی وغیرہا سب لوگ اور قدیم عیسائی اور یہودی بھی بیشتر انہیں مسائل کے معتقد ہیں لیکن نہ اسلام کو اس ہیئت سے
کچھ بحث ہے نہ اس سے اگر یہ غلط ہوا تو اسلام کی صداقت میں کیا نقصان آتا ہے ؟ اور جو وہ سراسر غلط ہو تو کیا نقصان ہے
البتہ آسمانوں کی بابت علی سبیل الفکر آیاتِ قدرت جو کچھ قرآن یا دیگر کتب الہامیہ میں مذکور ہے اسکے تمام بنی آدم قائل
ہیں وہ علم فطری ہے جب بطلیموس اور فیثاغورس نہ تھے جب بھی ان باتوں کو لوگ مانتے تھے +
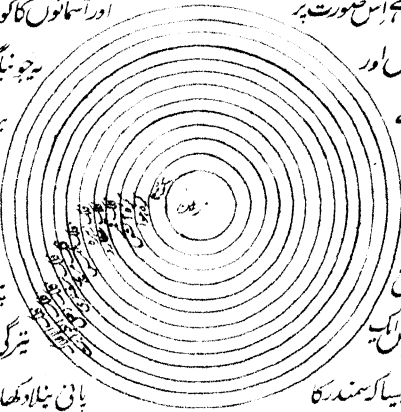
اول تو یہ مسلم نہیں کہ اگر آسمان کا کوئی رنگ ہو تو نیچے کے آسمان کی وجہ سے اوپر کے آسمان کی چیزیں نظر نہ آویں باوجودیکہ
پانی اور بلور اور آئینہ میں رنگت ہوتی ہے پھر بھی وہ نفوذ بصر کو مانع نہیں اسکے پرلی طرف والی چیز برابر نظر آتی ہے (دوم)
ممکن ہے کہ نویں یا آٹھویں آسمان کی رنگت نیلگوں ہو سو اگر اوپر کی چیز کے نظر آنے میں مانع ہونگے تو وہ ہونگے باقی نیچے کے

آسمان مانع نہونگے اور اُنکے اُوپر کوئی ستارہ نہیں اور اُنکی رنگت اُوپر تلے آئینوں میں جس طرح اُوپر کے آئینہ کی رنگت تلے
دکھائی دیتی ہے دکھائی دیتی ہے اور نیلہ رنگ کچھ انہیں صورتوں میں کہ جنکو مستدل نے ذکر کیا منحصر نہیں اور جو یہ سب کچھ
تسلیم بھی کیا جاوے تو قرآن سے صرف یہ ثابت ہے کہ آسمانوں کی طرف نظر کر سکتے ہیں اس تقدیر پر یہ نیلہ رنگ گو آسمان کا رنگ نہ ہو
مگر جب یہ آسمان کے ساتھ وہ علاقہ رکھتا ہے جو کہ سمندر کے پانی کے ساتھ پس جس طرح سمندر کا نیلہ رنگ اسبات میں قادح نہیں
کہ ہم نے سمندر کو دیکھا اور اُسکی طرف نظر کی اسی طرح آسمان کی طرف نظر کرنے میں یہ مانع نہیں یا یوں کہو کہ کسی جسم پر کوئی کپڑا لپیٹ کے
دکھایا جاوے تو وہ دیکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہم نے وہ جسم دیکھا آدمی پاجامہ کرتا پہنے ہوئے جب دکھائی دیتا ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے
اُسکو دیکھا اسی طرح اگر آسمانوں کے نیچے خدا نے بہ قدرتی نیلگوں چھت گیری لگا دی ہے تو اُسکے دیکھنے میں کوئی حرج پیدا
نہیں کرتی اور یوں تو حقیقۃً کوئی جسم دکھائی ہی نہیں دیتا جب نظر پڑیگی تو اُسکے عوارض ہی پر پڑیگی کما ہو المحقق عند الحکماء
الہامی کتابوں بالخصوص قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ آسمان کوئی مجسم چیز ہے کہ جو قیامت کو پھٹ جاویگی عام ہے
کہ وہ کوئی جسم ہو کسی قسم کا ہو قال اللہ تعالےٰ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَقَالَ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝ وقال اِذَا السَّمَآءُ
انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَقَالَ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ الآیہ کیونکہ اگر
آسمان فضا یا بُعد موہوم کا نام ہو جیسا کہ بعض مقلدین یورپ کا قول ہے تو وہ ایک عدمی چیز ہے اُسکا پھٹنا اور اُسکے چھلکوں یعنی
طبقات کا اُکھڑنا اور اُسکو پیدا کرنا اور بنانا جس طرح کہ زمین اور اُسکی چیزیں بنائی یا اُسکی کھڑکیاں کھلنا جسکا کہ توراۃ میں ذکر ہے
اور اُسکو سقف محفوظ کہنا چہ معنی دارد؟ البتہ حضرت عبد اللہ ابن عباس وغیرہ اکابر سے جو کچھ کہ آسمانوں کے باہمی فاصلہ کی نسبت مروی
ہے اور یہ کہ فلاں آسمان چاندی کا اور فلاں زبرجد کا اور فلاں اسکا اور فلاں اُسکا اگر بسند صحیح ثابت ہے تو تشبیہ اور مجاز پر محمول ہے
نہ حقیقت پر۔ پھر اس پر اعتراض محض بیجا ہے ✦

فوائد

[۱] عالم کے پیدا ہونے میں لوگوں کے گوناگوں مذاہب اور مختلف اقوال ہیں ہندو جو اپنی کتابوں بالخصوص چاروں بید
اور پُرانوں کو تمام دنیا کی کتابوں سے قدیم سمجھتے ہیں اور اُنکے پنڈت اپنے علوم پر بڑے نازاں ہیں اور سوائے ہندوؤں
کے کل عالم کو ملیچھ کہتے ہیں یعنی ناپاک اور کسیکو نجات اور سرگ (بہشت) کا مستحق نہیں جانتے اسپر طرہ یہ کہ اپنے مذہب میں
بھی طلا مار رواہیں سمجھتے اُنکے ابتداء عالم اور آفرینش جہان کی بابت اسقدر مختلف اقوال ہیں کہ جنکے سننے سے عاقل کے سر میں
درد ہو اور کچھ حاصل نہیں چنانچہ **رگ وید** کے آتیریہ ارنیہ میں لکھا ہے کہ شروع میں یہ سنسار (عالم) صرف آتما یعنی روح تھا
اور کچھ نہ تھا پس اُس نے چاہا کہ میں جگت کو پیدا کروں پس اُس نے پانی روشنی جاندار وغیرہ طرح طرح کے عالم پیدا کئے پھر خیال کیا

قول اول

کران کا نگہبان پیدا کروں تب اُس نے ایک پُرش یعنی شخص کو پانی سے نکالا اور اس میں غور سے نگاہ کی تو اُس کا مُنہ انڈے کی طرح کھل گیا اور اُس سے ایک شبد یعنی آواز نکلی اور اس آواز سے آگ پیدا ہوئی پھر اُسکے نتھنے کھل گئے اور سانس آنے لگے اُس سانس سے آکاش یعنی آسمان پیدا ہوئے پھر آنکھ کھل گئی اُنسے جوت (روشنی) اور اس سے سورج پیدا ہوا اور کان کھل گئے اُنسے چاروں کونوں کا پھیلاؤ ہوا پھر اُسکے چمڑے سے بال نمودار ہوئے اُنسے نباتات پیدا ہوئے اور اُسکی چھاتی کھل گئی اُس سے مُدہ اور مُدہ سے چاند پیدا ہوا پھر ناف کھل گئی اُس سے ریان مور جس سے موت موجود ہوئی اسکے بعد لنگ (آلۂ تناسل) کھل گیا اُس سے منی نکلی اور اس منی سے پانی پیدا ہوا پھر وہ برہما یہ سوچا کہ یہ پُرش مجھ بغیر کس طرح رہ سکیگا اسلیئے وہ اُس کے سر میں سماگیا الخ +

اس بیان میں چند خرابیاں ہیں (۱) یہ کہ جب وہ خود لکھتا ہے کہ اُس نے تمام عالم پانی روشنی سب کچھ پیدا کر لیا تو انکی محافظت کے لیئے اس پُرش کو پیدا کیا پھر یہ کہنا کہ اس پُرش کے مُنہ سے آگ اور آلۂ تناسل سے پانی اور سانس سے آکاش اور آنکھ سے آفتاب پیدا ہوا صریح غلط ہے (۲) جب پانی اُسکی منی سے پیدا ہوا تو پھر یہ کہنا کہ پُرش کو پانی سے نکالا بالکل غلط ہے کیونکہ اُس سے پہلے پانی کہاں تھا اور تھا تو یہ کیوں کہا کہ اُسکی منی سے پیدا ہوا (۳) منی غذاؤں کے کھانے سے پیدا ہوتی ہے اُس سے تو تمام نباتات اور پانی پیدا ہوا پھر اس سے پہلے کیا کھا کر منی پیدا ہوئی؟ (۴) اس قول کے بموجب اس پُرش اور تمام عالم کا پیدا کرنے والا برہما ثابت ہوتا ہے حالانکہ اسکے برخلاف وید اور پرانوں سے ثابت ہے +

(قول دوم)

برھم وَیوَرت پران کی برہم کھنڈ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرشن سرشٹ کرتا یعنی خالق ہے اُسکے داہنی طرف سے وشنو اور بائیں سے شیو اور ناف سے برہما پیدا ہوا اور ان تینوں نے اُسکی پوجا کی یہ قول اول اقوال کے صریح برخلاف ہے +

(قول سوم)

بھاگوت اور شیو پران میں لکھا ہے کہ وشن کی ناف سے ایک کنول کا پھول نکلا اُس سے برہما پیدا ہوا جس نے وشن سے جھگڑا کیا +

(قول چہارم)

متسیہ پران میں لکھا ہے کہ برہما سے شیو پیدا ہوا یعنی مہادیو - یہ اول اور دوم سوم سب کے مخالف ہے +

(قول پنجم)

لنگ پران میں لکھا ہے کہ شیو برہمانڈ سے نکلا اور صورت پکڑ کے اپنی بائیں طرف سے وشن اور لکھشمی کو - اور دائیں طرف سے برہما اور سرستی کو پیدا کیا - یہ پہلے قول سے بالکل مخالف ہے +

(قول ششم)

وید انت اور سانکھیہ سار اور دیگر پرانوں سے ثابت ہے کہ سرشٹ کے وقت برہمہ سے بدھ اور بدھ سے اہنکار اور اہنکار سے اکاش اور اکاش سے اگن اور اگن سے جل اور جل سے پرتھوی اور ان سے سب چیزیں پیدا ہوئی ہیں +

(قول ہفتم)

یجروید میں لکھا ہے کہ دراج پُرش سے سرشٹ ہوئی اس طرح پر کہ اُس نے مرد اور عورت کی شکل ایک شخص کو پیدا کیا پھر وہ دو شخص ایک مرد ایک عورت بنگئی اور جُورو خسم بنگئی وہ عورت مرد سے شرما کر گاے بنگئی تو مرد بیل بنگیا اس سے بیل و گاے کی نسل جاری ہوئی پھر وہ گھوڑی تو یہ گھوڑا بنگیا اور وہ گدھی تو یہ گدھا بنگیا اور وہ کُتیا تو یہ کُتا بنگیا الغرض جسقدر کائنات عالم ہے اُسکی صورت میں وہ مرد اور عورت آتے گئے اور وہ چیزیں عالم میں ظہور پاتی گئیں - اس قصہ کو سُنکر ناظرین بے اختیار ہنسینگے +

(قول ہشتم)

منو کے شاستر میں کہ جسکو دہرم شاستر کہتے ہیں یہ لکھا ہے کہ پہلے ایسا اندھیرا تھا کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا تب ایشر نے پرتھمی ظاہر کرنے کے لئے مہاتت اور بہوت وغیرہ کی صورت میں ظہور کیا تب برتھمانے خلقت کو پیدا کرنے کا ارادہ کرکے اول جل (پانی) کو پیدا کیا اور اس جل میں اپنی منی ڈالی جس سے سونے کا چمکتا ہوا انڈا پیدا ہوا اُس انڈے میں سب کا باپ آپ برتھما ہو کے پیدا ہوا پھر برس تک برتھما اُس انڈے کے خیال میں رہا اسکے بعد اُسکو توڑ کر دو ٹکڑے کر دیے اور اُن سے آسمان و زمین بنایا الخ یہ ہذیان بھی قابل غور ہے +

(قول نہم)

کرم پران میں لکھا ہے میں نارائن دیو جو ہوں سو سرشٹ کے پہلے تھا پر میرے رہنے کو استہان (جگہ) نہ تھا تب و سے ہو کر شیش ناگ کو پلنگ پر بنا کر آرام کیا اسکے پیچھے میری مہربانی سے جو کبھی برتھما پیدا ہوا جو تمام دنیا کا دادا ہے پھر برتھمانے اپنی مانند پانچ شخص بنائے سنک سنانن سنندن رودر و اور سنت کمار الخ تب مہا منی وشنو نے اپنے پتر (بیٹے) برتھما کو تسلی دی جس سے وہ عبادت کرنے لگا لیکن جب اس کا اُسکو کچھ پھل نہ ملا تو غصہ میں آکر رونے لگا اور اُن آنسوؤں سے مہادیو پیدا ہوا پھر اُس نے اور خلقت کو پیدا کیا الخ + ان سب کے علاوہ بیدانتی لوگ کچھ اور ہی کہتے ہیں - ان سے بڑھکر یہ قوال حیرت افزا ہیں مارکنڈے اور سری مدبھاگوت میں لکھا ہے کہ کھاری پانی کا سمندر ایکھ کے رس کا سمندر شراب کا سمندر گھی کا سمندر دودہ کا سمندر چھاچھ کا سمندر میٹھے پانی کا سمندر یہ ساتوں سمندر سمیرؔ[1] کے چاروں طرف بہتے ہیں - مگر

[1] سمیر ہندوؤں کے نزدیک ایک فرضی پہاڑ کا نام ہے جس طرح کہ مانسرور ایک تالاب ہے کہ جسکی ہنس موتی کھاتے ہیں شاید یہ باتیں عالم خیال میں ہوں تو ہوں یا جنوں کے تصور میں ورنہ ان کا کہیں وجود نہیں ۱۲ منہ

نہ اس سیمر کا پتا ہے نہ ان سمندروں کا کہیں پتا ہے بعضی پرانوں میں ہے کہ زمین مچھلی کے ... ہے ... ہے کہنا دیہ بیل کے دونوں سینگوں پر زمین ہے اور وہ بیل مچھلی پر کھڑا ہے اور جب وہ بیل سر ہلاتا ہے تو زلزلہ آتا ہے اور بعض میں ہے کہ شیش ناگ کے سر پر ہے۔ اس خیال سوداوی کا کچھ ٹھکانا ہے وید اور شاستروں اور پرانوں میں یہ لکھا ہے کہ سیمر پربت زمین کے بیچوں بیچ ایک پہاڑ ہے جسکی بلندی تین لاکھ کوس ہے اور اسکی جڑ کی سٹائی چونسٹھ ہزار کوس کی ہے اور اسکے اوپر برہما وشن شیو اندر اور اور دیوتاؤں کا استہان ہے اور اسکے آس پاس اور بھی بہت پہاڑ ہیں جنہوں کے اوپر ایک ایک درخت چار چار ہزار سو کوس کا اونچا ہے۔ ہنود کی بعض کتابوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ کرم یعنی افعال خالق ہیں اور بعض پراکرت یعنی زمانہ کو خالق جانتے ہیں خدا تعالے کے منکر ہیں بعض ماہا کے قائل ہیں بعض کہتے ہیں وہ خود اپنی صورتیں بدلکر عالم میں ظاہر ہوا کبھی درخت کبھی پتھر بنا۔ اب میں حکماء یونان کے اقوال اس بارہ میں نقل کرتا ہوں +

واضح ہو کہ حکماء کے دو گروہ ہیں ایک گروہ متقدمین یعنی افلاطون سے پہلے اور خود افلاطون ایک گروہ متاخرین ارسطاطالیس اور اسکے معاصر اور بعد کے حکماء۔ قدما کے مختلف اقوال ہیں چنانچہ تالیس ملیطی یہ کہتا ہے کہ ضرور کوئی نہ کوئی عالم کا مبدع ہے اور وہ پانی ہے کیونکہ یہ ہر قسم کی صورت قبول کر سکتا ہے اسی سے آسمان زمین عناصر مرکبات ہر چیز بنی ہے پس جو پانی کہ منجمد ہو گیا یعنی جم گیا وہ زمین ہے اور پانی کے تحلیل ہونے سے ہوا پیدا ہوئی ہے اور اوصاف پانی اور جھاگ سے آگ بنی اور پھر پانی اور آگ کے ابخرات اور دہوؤں سے آسمان بنا اور ان ارضیات میں جو اشتعال واقع ہوا اُس سے ستارے آفتاب ماہتاب بنے پس اسی لئے یہ آسمان پانی کے گرداگرد حرکت دوری کرتا ہے گویا کہ مسبب اپنے سبب اور عاشق اپنے معشوق پر قربان ہوتا ہے۔ شاید مبدع سے مراد مبدء ہے اس تقدیر پر یہ مذہب توریت اور کتب الہامیہ سے کسیقدر مطابق ہو جاویگا اور کچھ عجب نہیں کہ تالیس نے انبیاء علیہم السلام سے فیض حاصل کیا ہو +

حکیم انکیمانس یہ بھی ملیطی ہے یہ کہتا ہے کہ کل عالم کا پیدا کرنیوالا خدا تعالے ہے پس یہ جو کچھ موجود ہوا ہے یہ سب اسکے علم ازلی میں تھا سب سے اول اُس نے عنصر کی صورت پھر عقل کی صورت پیدا کی پھر بقدر انوار و آثار عنصر نے عقل میں دفعۃً صورتوں کے رنگ مرتب کر دیے جس طرح کہ صاف آئینہ میں صد ہا صورتیں یکبارگی پیدا ہو جاویں مگر ہیولے میں بغیر ترتیب و زمان کے یکبارگی سب صورتیں مرتب نہیں ہو سکتیں پس اسلئے ہیولی ایک عالم سے دوسرے عالم میں صورتیں بدلکر منودار ہوتا گیا یہانتک کہ جو صورتیں کہ ہیولی میں ہیں آ گئے اور خود ہیولے کے انوار کم ہو گئے اور خاص وہ رذیل صورت رہگئی کہ

---

۱ ابتدا پیدا کرنیوالا ۱۲ منہ ۲ یعنی وہ چیز کہ جسکو سب سے اول اللہ تعالے نے بنایا اور پھر اُس سے اور چیزیں بنائیں ۱۲ منہ ۳ یعنی ملیطہ کا رہنے والا کہ جسکو اناطولیہ کہتے ہیں یہ ایک جزیرہ ہے اسکو یونان سے پہلے بڑا تعلق تھا ۱۲ منہ

جو نفس روحانیہ نہ نفس حیوانیہ نہ نباتیہ قبول کر سکتی ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس عالم کو اس عالم سے وہ نسبت ہے کہ جو
چھلکے کو مغز سے یعنی یہ عالم اُس عالم کا ظل ہے اور جبتک اُس عالم کا نور اس عالم میں باقی ہے تو یہ قائم ہے۔ اور اُس سے
یہ بھی منقول ہے کہ سب چیزیں جو اس عالم میں پیدا ہوا وہ ہوا ہے پھر جسقدر اجرام علویہ اور سفلیہ میں سب اسی سے ہوئے
ہیں پس جو چیز لطیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ روحانی اور لطیف ہے نہ وہ بگڑیگی نہ اُسمیں کچھ خرابی ظہور کریگی اور جو
کثیف ہوا سے پیدا ہوئی ہے وہ کثیف اور جسمانی ہے یا ایک روز خراب ہوگی۔ یہ حکیم تالیس کے مذہب پر ہے شاید اس نے
موجودات جسمانی میں ہوا کو سب سے اول مانا جس طرح کہ موجودات روحانی میں عنصر کو مبدء اول قرار دیا جس طرح کہ تالیس نے
پانی کو مبدء اول مانا تھا۔ اور یہ عنصر کو بمنزلہ قلم کے اور عقل کو بمنزلہ لوح کے قرار دیتا ہے کہ جو ہر طرح کی صورتیں قبول کرتی ہے
حکیم انبذقلس جو حضرت لقمان حکیم کے شاگرد ہیں انسے حکمت حاصل کر کے یونان میں آئے۔ یہ کہتے ہیں کہ تمام عالم کا پیدا
کرنیوالا خدا تعالیٰ ہے اس نے سب سے پیشتر ایک بسیط چیز کو یعنی عنصر کو پیدا کیا یہ عنصر جو معلول اول ہے بالکل بسیط نہیں کیونکہ ہر
معلول بمقابلہ علت تامہ مرکب ہوتا ہے پس عنصر بھی فی ذاتہ محبت اور غلبہ سے مرکب ہے پھر ان دونوں سے سب چیزیں پیدا ہوئی
ہیں اس طرح پر کہ تمام روحانیات پر محبت خالصہ منطبق ہے اور جسمانیات پر غلبہ اور جو دونوں سے مرکب ہے اُسمیں دونوں ہیں
اور یہ باری تعالیٰ کے لئے ایک قسم کی حرکت و سکون بھی ثابت کرتا ہے۔ یہ مذہب فیثاغورس سے لیکر افلاطون تک حکماء میں مسلم
رہا۔ اور سب قدماء عالم کو حادث کہتے ہیں مگر افلاطون کے شاگرد ارسطاطالیس کا جب زمانہ آیا تو وہ جو کچھ ریاضات و مکاشفات
تھے اُن میں فرق آگیا پھر تو صرف تخمینی باتوں اور خیالی مقدمات سے مرکب دلیلوں پر حکمت کا دار و مدار رہگیا اسلئے اس گروہ کو
مشائین کہنے لگے اور چونکہ یہ ارسطو سکندر رومی کا وزیر تھا کہ جس نے ایران کو فتح کر کے ایشیائی ملکوں میں بھی اپنا نام پیدا
کیا تھا اسلئے ارسطو کے مذہب کی زیادہ شہرت ہوئی اب میں قبل اسکے کہ ارسطو اور اُسکے متبعین متاخرین کا مذہب سب
میں بیان کروں دو چار مقدمات گوش گزار کرتا ہوں کہ جنپر اس مذہب کی بنیاد ہے (۱) یہ کہ ایک شخص سے (کہ جو من کل
الوجوہ واحد ہو جیسا کہ باری تعالیٰ) دو چیز صادر نہیں ہو سکتیں کیونکہ اگر دو صادر ہوں تو اس میں دو جہت ثابت ہو جاویں
اور ترکیب لازم آوے (۲) یہ کہ ستاروں کی مختلف حرکات سے نو آسمان ثابت ہوتے ہیں (۳) یہ کہ ان آسمانوں کی حرکت
دوری قدیم ہے اور انکے محرک نفوس فلکیہ ہیں کہ جنکو عقل و شعور ہے (۴) جو چیز حادث ہے یعنی جو معدوم ہو کر موجود ہو ضرور
ہے پہلے سے اُسکے لئے مادہ ہو ورنہ اس شے کی جو صفت امکان ہے کس کے ساتھ قائم ہوگی؟ جب یہ مقدمات اپنے خیال
میں ان لوگوں نے مضبوط کر لئے تو کہنے لگے عالم قدیم ہے یعنی یہ آسمان و زمین اور کل بسائط سب ہمیشہ سے ہیں ہاں یہ
مرکبات حادث ہیں جیسا کہ حیوانات نباتات جمادات اور یہی فانی بھی ہیں کہ یہ ترکیب منحل ہو جاتی ہے ہر عنصر اپنے اپنے حیز اصلی

اصلی میں آملتا ہے۔ اور کل عالم کا بانی خدا تعالیٰ ہے جب سے وہ ہے تب ہی سے یہ عالم ہے عالم کو حادث ذاتی کہہ سکتے ہیں اور
اسکا صدور اُس سے یوں ہوا ہے کہ سب سے اول اُس نے عقل اول[1] کو پیدا کیا کسلئے کہ وہ بسیط ہے دو یا کئی چیزیں پیدا نہیں کر سکتا
اب عقل اول میں تین اعتبار ہیں ایک وجود فی نفسہ دوسرا وجوبہ بالغیر تیسرا امکانہ لذاتہ پس اُس نے پہلے اعتبار سے کہ جو اشرف تھا عقل
دوم کو پیدا کیا کہ یہ بھی اشرف ہے اور دوسرے لحاظ یا اعتبار سے نفس کو کہ جسکو روح یا آتما کہتے ہیں پیدا کیا اور تیسرے اعتبار سے
جسم یعنی فلک اول کو پیدا کیا کہ جسکو دہر کے لحاظ سے نواں آسمان اور فلک الافلاک بھی کہتے ہیں پھر عقل دوم نے عقل سوم
اور آسمان دوم یعنی فلک الثوابت اور ایک نفس کو پیدا کیا علیٰ ہذا القیاس نویں عقل نے نویں آسمان فلک القمر اور دسویں
نفس کو پیدا کیا پھر دسویں عقل نے بذریعہ حرکات فلکیہ بسائط اور سب چیزوں کو پیدا کیا اسلئے اُسکو عقل فعال کہتے ہیں۔ اور
اسی خیال سے شعرا حوادثات کو آسمان کی طرف منسوب کرکے اُسکو برا بھلا کہا کرتے ہیں +

اسی طرح اصول مرکبات میں بھی حکما کا باہم اختلاف ہے چنانچہ متاخرین حکما آگ پانی خاک ہوا اربع عناصر کے قائل ہیں
بعض صرف ایک ہی عنصر کے قائل ہیں۔ بعض دو کے بعض تین کے بعض بہت سے عناصر مانتے ہیں۔ جو ایک کہتے ہیں پھر انکا
بھی اختلاف ہے کوئی آگ کو اصل مانتا ہے اور عناصر اسی سے پیدا ہونا کہتا ہے کہ آگ مستحیل ہوکر ہوا بنی اور ہوا تخیل ہوکر
پانی بن گیا اور پانی منجمد ہوکر زمین ہوگیا۔ بعض کہتے ہیں ہوا اصل ہے باقی چیزیں مستحیل ہوکر ہوا سے بنی ہیں بعض پانی کو اصل
کہتے ہیں بعض مٹی کو اصل قرار دیتے ہیں بعض ابخرات کے قائل ہیں۔ اور بھی آفرینش عالم میں حکما مصر اور فارس و روم
اور ہند و چین کے رجماً بالغیب بہت سے اقوال ہیں۔ یہاں بھی عقل کو بڑی حیرانی اور سرگردانی تھی کسکو غلط کہے کسکو صحیح ؟
اسلئے خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی معرفت اس راز سربستہ کو یوں کھول دیا +

[۲] قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَجَعَلَ
فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ
لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَاَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ
اَمْرَهَا وَزَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ اس آیت کی تفسیر تو اسکے ترجمہ ہو گی مگر حاصل
مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دو روز میں زمین کو پیدا کیا اور بموجب قول ابن عباس کے (کہ جسکو تفسیر مدارک وغیرہ میں نقل کیا ہے)
مبدء اس کا ایک جوہر ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی نظر ہیبت سے پانی ہوگیا پس یہ پانی بحر ہستی میں موج زن تھا کہ جو خدا تعالیٰ کے احاطہ
قدرت و جبروت میں تھا جیسا کہ فرماتا ہے وکان عرشہ علی الماء[2] کہ اُسکا تخت پانی پر تھا اور توراۃ کتاب پیدایش کے اول باب

[1] عقل سے مراد انسان کی عقل نہیں کہ جسکو ذہن اور فہم بھی کہتے ہیں بلکہ موجود جیسا کہ ملائکہ جسکو عرف شرع میں قلم کہتے ہیں ۱۲ منہ
[2] صحیح بخاری میں ہے قال کان اللہ ولم یکن شیء قبلہ وکان عرشہ علی الماء ثم خلق السموات والارض الحدیث کہ اللہ ہی تھا اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور اسکا تخت پانی پر تھا پھر اُس نے آسمان و زمین کو بنایا اور ترمذی نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے ۱۲

۲ آیت میں بھی ہے کہ خدا کی روح پانیوں پر جنبش کرتی تھی پھر اس پانی کی حرکت اور تموج سے حرارت اور ابخرات اور دخان پیدا ہوئے اور جھاگ بھی بیشمار اُٹھے سو وہ جھاگ وغیرہ جو کچھ منجمد ہو گیا وہ زمین ہو گئی اور ہر طرف سے پانی اس پر محیط ہو گیا مگر کسیقدر ارتفاع انخفاض کی وجہ سے پانیوں کے اُوپر بھی رہے کہ جس پر لوگ آباد ہیں اور پانی تحلیل ہو کر حرارت کی وجہ سے ہوا بنگئی اور ہوا تموج کی حرارت سے مستحیل ہو کر آگ بنگئی مگر قرآن سے صرف اسقدر ثابت ہے کہ خدا نے دو روز میں زمین کو بنایا پھر وہ جو دھوئیں اور ابخرات مرتفع تھے اُنسے دو روز میں سات آسمان بنائے جیسا کہ خود فرماتا ہے ثم استوٰی الی السماء (اور وہ جو لطیف ابخرات تھے اُنسے) ستارے بنا کر آسمان کو مزین کیا۔ پس جب آفتاب اور ماہتاب ورات دن ہو چکے (تو اُنکی حرارت و برودت سے) زمین کے اُوپر نباتات پہاڑ وانہار وغیرہ وہ چیزیں پیدا کیں کہ جنکی طرف انسان وحیوانات کو انتہا ضرورت ہے اور یہ بھی دو روز میں کیا جیسا کہ فرماتا ہے السَّمَآءُ بَنٰھَا ہ رَفَعَ سَمْکَھَا فَسَوّٰھَا ہ وَاَغْطَشَ لَیْلَھَا وَاَخْرَجَ ضُحٰھَا ہ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا ہ اَخْرَجَ مِنْھَا مَآءَھَا وَمَرْعٰھَا وَالْجِبَالَ اَرْسٰھَا ہ کہ خدا نے آسمان کو بنایا اور بلند کیا اور پھر اُسکی درستی کی اور اُس سے رات دن پیدا کئے اُسکے بعد زمین کو آراستہ کیا اور اُسکے اُوپر پہاڑوں کا دباؤ ڈالا۔ پھر حیوانات وحضرت انسان کو بنایا جیسا کہ ابھی آتا ہے۔ توریت میں بھی اسی کے موافق ہے مگر کسیقدر عبارت کا ایچ پیچ ہے باقی مطلب صاف ہے۔

ف ۱ جمہور علماء صحابہ و تابعین عبداللہ بن عباسؓ و مجاہد و حسن وغیرہ اسی تفسیر پر متفق ہیں کہ آسمان زمین کے بعد بنایا گیا ہے جیسا کہ ابھی مذکور ہوا لیکن بعض علماء جیسا کہ قتادہ اور سدی اور مقاتل اور بیضاوی وغیرہ یہ کہتے ہیں کہ آسمانوں کو پہلے پیدا کیا اس آیت سے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا۔ اور ثم کو تراخی رتبی پر محمول کرتی ہیں مگر یہ تکلف ہے کلام الٰہی میں غور نہیں کیا کیونکہ بعد ذلک جو فرمایا ہے تو زمین کے دحو کی نسبت فرمایا نہ پیدا ہونے کی نسبت یعنی زمین آسمان سے پیدا تو پہلے ہو چکی ہے مگر اُسکی آراستگی کہ جو دحو کا مفاد ہے آسمانوں کے بعد ہے۔ **ف ۲** زمین کو دو روز میں پیدا کیا اور دو روز میں اسکو آراستہ کیا اور دو روز میں آسمان بنایا یہ کل چھ روز ہوئے جیسا کہ فرمایا ولقد خلقنا السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام بعض احادیث میں آیا ہے کہ زمین کو اتوار اور پیر کے روز اور اسکی آراستگی اور اسکے پہاڑ وغیرہ چیزیں منگل اور بدھ کے روز اور جمعرات کے دن آسمانوں کو اور جمعہ کے روز ستاروں کو پیدا کیا صحیح مسلم میں اور طرح پر آیا ہے۔ توریت سفر خروج کے ۳۱ باب ۱۷ درس میں بھی یہ ہے اسلئے کہ چھ دن میں خداوند نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔ اور یہ ساتواں روز ہفتہ کا دن ہے کہ جسکو یہود سبت کہتے ہیں لیکن آرام کرنا غلطی کاتب ہے اسلئے کہ وہ فرماتا ہے وما مسنا من لغوب کہ ہم پیدا کرنے میں کچھ بھی تھکے نہیں **ف ۳** اگر کوئی کہے کہ دن تو آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتا ہے پس انکے پیدا ہونے سے پہلے دن کہاں تھا اور پھر اُنکے نام کہاں؟ تو میں کہتا ہوں کہ جو کچھ عالم ظہور میں آتا ہے وہ پہلے علم الٰہی میں ہو ہو قائم

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا

اور جبکہ تیرے ربنے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں وہ بولے کیا تو اسمیں ایسے شخص کو خلیفہ کرتا ہے کہ جو اسمیں فساد کرے

وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور خون بہاوے حالانکہ ہم تو تسبیح تیری حمد کے ساتھ کہتے اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں (اللہ نے) کہا میں جو کچھ جانتا ہوں تم نہیں جانتے

ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں وہ دکھائی دیتا ہے جو پہلے موجود ہوتا ہے ہو بہو پس جس طرح کہ دن اور انکے نام آفتاب پیدا ہونے سے عالم ظہور میں متعین ہوئے اسی طرح اسکے علم میں بھی تھے پس وہ اپنے علم کے لحاظ سے اس مقدار زمانہ کو ایام سے تعبیر کرتا ہے صرف یہ فرق ہے کہ ہمارے نزدیک یہ تعین آفتاب کے بعد ہوئے اسکے نزدیک پہلے ہی تھے سوال خدا تعالےٰ قادر ہے اس لئے چھ روز کے عرصہ میں کیوں آسمان و زمین کو پیدا کیا؟ کسلئے ایکبار کن کہتے ہی نکردیا اسکو کس سامان کا انتظار تھا جواب کسی کا بھی نہ تھا بلکہ صرف اسلئے کہ عالم اسباب میں ہر کام کا بتدریج ہونا ثابت کیا جاوے۔ **ف** اگرچہ ہمکو خوب معلوم نہو مگر خدا نے دنیا کی سب چیزوں میں انسان کے لئے نفع رکھا ہے یہ اور بات ہے کہ مصلحت سے بعض چیزوں کا کھانا پینا حرام ہے مگر نفع کچھ کھانے پینے ہی پر موقوف نہیں اور اسی لئے جمہور علماء اس آیت خلق لکم مافی الارض جمیعا سے اس بات کے قائل ہوگئے ہیں کہ جبتک کوئی ممانعت شرعیہ نہ معلوم ہو ہر چیز مباح اور حلال ہے اصل اشیاء میں حلت ہے۔ **ف** وہو بکل شئے علیم میں اس طرف اشارہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بابت جو لوگ کتاب الٰہی کے مخالف کہتے ہیں وہ جانتے نہیں ایسا ہی اٹکل کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔

ترکیب

اذ مفعول بہ ہے اذکر محذوف کا بعض کہتے ہیں مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیرہ وابتداء خلقی اذ قال بعض کہتے ہیں زائدہ ہے قال فعل ربک فاعل للملٰئکۃ متعلق ہے فعل کے انی جاعل فی الارض خلیفۃ جملہ مقولہ ہے قول کا یعنی مفعول قال کا جاعل مستقبل کے معنی میں ہے اسی لئے عمل کرتا ہے ممکن ہے کہ بمعنی خالق ہو تو ایک مفعول چاہیگا جو خلیفۃ ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی مصیّر ہو تو اس تقدیر پر فی الارض مفعول ثانی ہوگا۔ قالوا فعل ضمیر فاعل أ ہمزہ استفہام ارشاد کے لئے تجعل فعل انت فاعل من یفسد ویسفک الدماء اسکا مفعول پھر یہ تمام جملہ مفعول ہوا قالوا کا ونحن نسبح الخ جملہ اسمیہ حال ہے فاعل تجعل سے یہ حال جہت اشکال کو ثابت کرنے کے لئے ہے قال فعل با فاعل انی اعلم الخ جملہ اسکا مفعول۔ اعلم فعل مضارع ما موصولہ لاتعلمون صلہ اصلہ لاتعلمونہ ضمیر محذوف۔ بعض نے کہا ہے کہ اعلم اسم ہے مثل افضل کے پر ما موضع جر میں ہے بسبب اضافت کے

(تبیان فی اعراب القرآن)

تفسیر

یہ تیسری نعمت خدا تعالےٰ یاد دلاتا ہے۔ پیشتر کہا تھا کہ اللہ نے تم کو پیدا کیا اور اس نے تمہارے لئے زمین و آسمان کو اور انکی سب چیزوں کو بنایا ہے اور اس نے تمہارے دادا ابو البشر آدم علیہ السلام کو وہ عزت و حرمت بخشی کہ فرشتوں کو اسکے پیدا ہونے سے پہلے ہی خبر کر دی تھی کہ ہم زمین پر اپنا نائب یعنی آدم پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ اسکے اور اسکی اولاد انبیاء علیہم السلام کی معرفت ہم اپنے احکام جاری کرینگے جب ملائکہ نے یہ سنا تو معلوم ہوا کہ آدم خدا کا برا برگزیدہ ہوگا دو وجہ سے ایک یہ کہ اسکے پیدا ہونے سے پہلے ہی اسکی منادی کی گئی دوم یہ کہ وہ خدا کا نائب ہو کر زمین پر حکومت کریگا مگر اسکے ساتھ جب انکو یہ بھی معلوم ہوا (کہ اسکا خمیر اور مادہ ایسے اجسام مختلف الطبائع ہونگا جنکا قوت فہوتیہ اور غضبیہ لازم ہے کہ جس سے خواہ مخواہ زنا وغیرہ فساد ظہور میں آتا ہے) تو بڑا تعجب ہوا کہ جس میں دو بری قوتیں اور ایک قوت عقلیہ عمدہ ہو اسکا تو پیدا کرنا بھی مقتضی حکمت نہیں چہ جائیکہ اسکو خلیفہ بنایا جاوے پس اسلئے (نہ اعتراض اور مباحثہ اور حسد کے طور پر بلکہ) نہایت عجز و انکسار سے یہ سوال کیا کہ الٰہی اسکا یہ حال ہے پھر اسکو خلیفہ بنانا اور جس میں صرف خوبی ہے یعنی قوتِ عقلیہ کہ جسکی وجہ سے خدا کی ہمیشہ تسبیح اور تحمید اور تقدیس کرتے ہیں سبحان اللہ بحمدہ سبوح قدوس کہتے ہیں یعنی ملائکہ انکو خلیفہ نہ بنانا اسمیں کیا حکمت ہے ؟ خدا تعالےٰ نے مجملاً یہ جواب دیا کہ اسمیں جو کچھ حکمت ہے وہ تمکو معلوم نہیں کہ ان دونوں قوتوں یعنی غضبیہ و شہویہ کو جب مہذب اور تابع عقل کر لیا جاتا ہے تو انسے انصاف اور شجاعت اور عفت اور مجاہدۂ نفس وغیرہ صفاتِ حمیدہ پیدا ہوتی ہیں اور جو کچھ انکے باہم مرکب ہونے سے عمدگیاں پیدا ہوتی ہیں وہ تنہا ایک صفت سے پیدا نہیں ہوتیں جیسا کہ جزئیاتِ امور کا احاطہ اور طرح طرح کی صنعتوں کا ایجاد کرنا اور منافع کائنات کو قوت کے مرتبہ سے فعلیت کی طرف لانا حالانکہ خلافت سے یہی باتیں مقصود ہیں سو یہ باتیں آدم میں ہیں فرشتوں میں نہیں۔ اسکے بعد خدا تعالےٰ نے فرشتوں کو آدم کی فضیلتِ علم دکھلا کر انکو سجدہ کا حکم دیا اور فرشتے اپنے سوال پر نادم ہو کر سبحانک لا علم لنا کہنے لگے۔ پس تم ایسے محسن خدا سے کیونکر نافرمانی کرتے ہو اور اسکے احکام اور اس کے اخیر نبی علیہ السلام سے کس طرح سرتابی کرتے ہو؟

تعلقات

اذ قال ربک للملائکۃ ہنیسر مقدمۂ کتاب میں ملائکہ کی تحقیق ہو چکی ہے اور جو کچھ بعض نافہم لوگوں نے اس سوال کو مباحثہ اور اعتراض خیال کر کے ملحدوں کی تقلید میں آکر زباں درازی کی ہے اور پھر نہایت ضعیف تاویل کر کے کلام الٰہی کو بگاڑا ہے سب کا مفصل جواب وہاں دیکھو۔ خلیفہ فعیل کے وزن پر ہے اسلئے اسکی جمع خلفاء آتی ہے مگر مبالغہ کے لئے ہے کو زیادہ کر دیا۔ اسکے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے یہ خلف سے مشتق ہے۔ اگرچہ خدا تعالیٰ ہر وقت موجود ہے اسکو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں مگر بندوں کو واسطہ کی ضرورت ہے +

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

اور (خدا نے) آدم کو سب نام سکھائے پھر اُن چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کرکے یہ کہا کہ مجھکو ان چیزوں کے نام بتلاؤ اگر تم سچے ہو

یسفک سفک کے معنی بہانے کے ہیں۔ سفک اور سبک اور سفح اور شن قریب المعنی ہیں صرف یہ فرق ہے کہ سفک آنسو اور خون بہانے میں مستعمل ہوتا ہے اور سبک سونا چاندی وغیرہ کے پھگلانے میں اور سفح اونچے سے پانی وغیرہ ڈالنے میں اور شن مشکیزہ وغیرہ کے منہ سے پانی گرانے میں اور سن آہستہ آہستہ ڈالنے میں مستعمل ہوتا ہے +

تسبیح خداتعالیٰ کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا اور اسی طرح تقدیس خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ دلالت حال سے بیان کیجائے اسمیں تمام مخلوقات شریک ہے ہر چیز بزبان حال اپنے صانع کی خوبیوں اور پاکیزگیوں کو بیان کر رہی ہے اسی لئے اللہ فرماتا ہے یسبح للہ مافی السموات والارض وان من شئے الا یسبح بحمدہ کہ ہر چیز خدا کی تسبیح کر رہی ہے +

نکتہ

ملائکہ کو یہ معلوم تھا کہ انسان میں ضرور دو قوت ہونگی شہوتیہ کہ جسکا مقتضے زناکاری وغیرہ فساد ہے جسکو یفسد کے ساتھ تعبیر کیا دوسری غضبیہ جسکا مقتضے قتل و ضرب ہے جسکو یسفک الدماء کے ساتھ تعبیر کیا اور یہ بھی جانتے تھے کہ ہم میں یہ دونوں قوتیں نہیں پس اگر کبریا میں ادب کے مارے یہ تو کہہ نہ سکے کہ ہم یہ دونوں بدکام نہیں کرتے مگر اُنکے مقابلہ میں دو اور باتیں خداتعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنیوالے کہیں اور انسے اشارتاً ان دونوں عیبوں کی بھی نفی کردی اسلئے نحن نسبح بحمدک کو یفسد فیہا کے مقابلہ میں اور نقدس لک کو یسفک الدماء کے مقابلہ میں ذکر کیا ولطفہ لایخفی۔ اب آدم کی عظمت کو خدا بتلاتا ہے +

ترکیب

علم فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے فاعل آدم مفعول اول الاسماء کلہا تاکید و مؤکد مفعول ثانی یہ جملہ مستانفہ ہوا۔ عرض فعل با فاعل ہم ضمیر راجع طرف مُسمّیات کے کہ جو ضمناً سمجھی جاتی ہیں اسلئے کہ تقدیر کلام یہ ہے اسماء المسمیات مضاف الیہ کو حذف کردیا اسلئے کہ مضاف دلالت کررہا ہے علی الملائکۃ جار مجرور متعلق عرض کے ہوا۔ قال فعل ضمیر راجع طرف اللہ کے وہ فاعل انبئونی الخ جملہ مقولہ ہے ان کنتم صادقین جملہ شرطیہ اور انبئونی دال بر جزاء +

تفسیر

پس خداتعالیٰ نے حسب تجویز حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس پیدا ہونے کی کیفیت احادیث میں یوں مرقوم ہے کہ خدا نے فرشتہ کو حکم دیا کہ زمین سے تھوڑی تھوڑی ہر جگہ کی مٹی[1] لیکر اُسکا خمیر کرے اور ایک پتلا بنادے چنانچہ فرشتے نے حسب الحکم مکہ اور طائف کے بیچ میں بمقام نعمان اُسی طرح پتلا بنایا اور خدا نے اپنے ید قدرت سے اُسکی صورت ہاتھ پاؤں کان آنکھ بنائی اور چند مدت تک اس خاک کے

---

[1] اور اسی سے اولاد آدم مختلف الاحوال ہوئی کوئی کالا کوئی گورا کوئی نرم کوئی سخت اور ایسی خاک مختلف کی وجہ سے آدمی کے حالات مختلف ہوتے ہیں ۱۲ منہ

تک پتلے کو ایسی حالت مین رکھا اور فرشتے بھی اس عجیب وغریب صورت کو دیکھکر حیران ہوتے اور تعجب کرتے تھے کہ جانئے اسمین کیا سر ہے جو یہ خلیفہ بنایا جاویگا اور ابلیس اسکو دیکھکر دل مین کہتا تھا کہ یہ کیا ہے اگر جب قلب کو دیکھا تو حیران ہو گیا کہ عجیب چیز ہے اسمین کوئی لطیفہ ربانی رکھا جاویگا پس جب روح اس پتلے تک آئی یا پتلے خاکی مین جو حکم الٰہی آئی اور اسیوقت آدم کو چھینک آئی تو الہام الٰہی سے الحمد للہ کہا اور خدا کی طرف سے یرحمک اللہ کا جواب عطا ہوا پھر آدم کو حکم ہوا کہ تو جماعت فرشتون کے پاس جا کر السلام علیکم کہہ جو کچھ وہ جواب دین وہ تیرے اور تیری اولاد کیلئے تحفہ ہوگا انتہے پس جب آدم پیدا ہوئے اور فرشتون نے ہر چند آدم کی چھینک سے الحمد للہ کہنے اور جماعت ملائکہ کو السلام علیکم کہنے سے یہ معلوم کرلیا تھا کہ یہ کوئی ہونہار ہے مگر ہنوز انکے استحقاق خلافت کی کوئی فضیلت خاص معلوم نہوئی تھی اسلئے خدا تعالیٰ نے آدم کے دل مین یہ القا کردیا کہ فلان شئے کا یہ نام ہے فلان شئے کا یہ یعنی آدم کی سرشت مین وہ اجزای مختلفہ اور قوی متبائنہ رکھے کہ جنسے اوسکو طرح طرح سے معقولات اور محسوسات اور متخیلات متوہمات و حقائق اشیا اور انکے خواص اور نام اور اصول علم و قوانین صنعت اور انکے آلات کی کیفیت کا علم حاصل ہوسکے پس جب آدم کو فضیلت علم حاصل ہوگئی کہ جو تمام صفات کمالیہ کا سرتاج ہے اور جسپر مدار خلافت و نیابت ہے کیونکہ خلیفہ جبتک اشیا کو نجانیگا تو حکم نہ کرسکیگا تب خدا نے اُن چیزونکو فرشتون کے سامنے کرکے دربار عام مین یہ پوچھا کہ تم مجھکو ان چیزون کے نام تو بتلاؤ اگر اپنے اس دعوی مین سچے ہو کہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہین (اور تسبیح و تقدیس کو علم اشیا لازم ہے) پس اسلئے ہم مستحق خلافت ہین ؛

لیکن چونکہ فرشتونمین وہ مادہ نہ تھا کہ جسکی وجہ سے حقائق اشیا اور جزئیات امور کا علم حاصل ہو اسلئے نہ بتلا سکے۔ پھر خدا نے آدم سے کہا کہ انکو تو بتلادے آدم نے بتلادیا تو تمام ملائکہ اوسکی فضیلت علم کے قائل ہو گئے اور اپنے قصور فہم اور نقصان علم کے قائل ہوکر سبحانک لا علم لنا الخ کہنے لگے۔ جب آدم کی یہ فضیلت ثابت ہوچکی تو خدا نے آدم کو اپنی نیابت عطا فرمائی اور سبکو اس تخت نشینی سے مطلع کرکے سجود تعظیم کی نذر و نیاز کا حکم دیا سب فرشتے حکم الٰہی کو بجا لائے اور سبنے آدم کو سجدہ کیا مگر ابلیس کو کہ در اصل جن تھا فرشتونمین عبادت و ریاضت کی وجہ سے جا ملا تھا حسد ہوا اور وہ آدم کی فضیلت کا منکر ہوا اور کہا یہ خاک سے بنا ہے مین آگ سے بنا ہون مین اس سے بہتر ہون مجھپر اسکو کیا فضیلت ہے؟ آخر الامر سجدہ نکیا اور اس عتاب مین بارگاہ خدا سے نکالا گیا۔ اور پھر آدم کی خوشی خاطر کیلئے ایک عورت حوا کو خدا نے پیدا کی اور دونونکو جنت مین رہنے کا حکم دیا اور ایک درخت کے کہانے سے کسی حکمت کی وجہ سے منع کردیا تھا شیطان وہان سانپ کی صورتمین ہوکر پہنچا اور حضرت حوا کو بہکا کر اس درخت کے کہانے پر آمادہ کیا اور حوا کے کہنے سے حضرت آدم نے بھی کہایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہانسے نکالے گئے اور دنیا مین ڈالے گئے اور سب طرح کی تکلیفات اٹھا کر حضرت آدم نے اپنی زندگی تمام کی اور انکی نسل دنیا پر پھیلی پھر ہمیشہ سے بد لوگون کے سمجھانے کیلئے خدا کی طرف سے برگزیدہ لوگ کہ جنکو انبیا کہتے ہین آتے اور سمجھاتے رہے۔ یہ مختصر حضرت آدم کی ساری سرگذشت ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ نے اگلی آیات اور دیگر مقامات

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ

بولے (فرشتے) پاک ہے تو ہم تو اسیقدر جانتے ہین کہ جسقدر تو نے ہمکو بتلایا بیشک تو ہی پورا جاننے والا حکمت والا ہے کہا (خدا نے) اے آدم تو فرشتون کو ان چیزونکے نام بتا دے

بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ

پھر جب آدم نے فرشتون کو انکے نام بتائے تو خدا نے کہا مین نے تم سے نہ کہا تھا کہ آسمانون اور زمین کی پوشیدہ چیزونکو جانتا ہون اور جو تم ظاہر کرتے اور جو پوشیدہ کیئے ہو اسکو بھی جانتا ہون

مین نئے نئے عنوانات سے بیان فرمایا ہے اور توراۃ مین بھی اسیطرح سے ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکے حواری بھی بلکہ جمیع انبیاء یون ہی سمجھتے آئے ہین گو عنوان اور طرز بیان مین کچھ کہین فرق ہو مگر بعض بدبوتون نے اسکا انکار اور آیات کی تاویل کی ہے **سوال** علم آدم الاسماء کلہا سے تمام محققین نے یہ مراد لی ہے کہ اسماء سے مراد صرف نام نہین بلکہ اشیاء کی حقیقت اور خواص و اوصاف ہین کیونکہ نام پوچھنے مین کیا آدم کی فوقیت ثابت ہوتی ہے؟ پس اس تقدیر پر یہ بحث کرنا (کہ لغات کا وضع خدا نے یا کون اور اگر یون تو تسلسل لازم آویگا وغیرہ ذلک من الابحاث) بیفائدہ ہے اور تعلیم کے معنے بھی الہام اور القاء کے ہین مگر کل کا سمجھ مین نہین آتا کہ ہر چیز کی حقیقت خدا نے آدم کو بتلا دی تھی اور پھر ہر چیز کا فرشتون کے روبرو لاکر سوال کرنا بھی سمجھ مین نہین آتا **جواب** مراد یہ ہے کہ آدم مین ہر چیز کے جاننے کا مادہ اور قابلیت پیدا کر دی تھی کہ جب توجہ کرے جان سکے اور یہ کل اشیاء کو اسی حیثیت سے پیش کیا تھا اور اسی حیثیت سے عرضہم مین ہم کی ضمیر انکی طرف پھرتی ہے **سوال** ضمیر ہم مذکر کی طرف اور ذی عقل کیطرف پھرتی ہے اور اشیاء کی طرف تو ضمیر ہا کی چاہیے تھی عرضہا کہنا تھا **جواب** چونکہ اشیاء مین عقلا بھی تھے بقاعدۂ تغلیب یہ ضمیر لائی گئی

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ملائکہ کیطرف راجع اسکا فاعل سبحانک لا علم لنا الخ تمام جملہ مفعول بہ سبحان اسم ہے مصدر کی جگہ مین واقع ہوا ہے اور کبھی اس سے سبحٰن مشتق کیا جاتا ہے۔ اور یہ اکثر مضاف ہوکر مستعمل ہوتا ہے اور منصوب ہوتا ہے فعل محذوف سے تقدیر سبحت اللہ تسبیحا جیسا کہ معاذ اللہ۔ اور جب یہ اضافت سے مجرد ہوتا ہے تو علم تسبیح ہوکر عثمان کی طرح تعریف اور الف و نون کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے الا ما علمتنا ما مصدریہ ہے اے الا علما علمتناہ اور یہ موضع لا سے بدل ہوکر مرفوع المحل ہے جیسا کہ لا الہ الا اللہ انت مبتدا العلیم اسکی خبر الحکیم خبر ثانی پھر یہ سب جملہ خبر ان ہوا۔ اور ممکن کہ انت تاکید ہو کاف انک کی۔ باقی ترکیب واضح ہے

تفسیر

بھی اس کلام کی واضح ہے۔ لیکن اس سب کلام کی تقدیر یون ہے جب فرشتے نہ بتا سکے تو معذرت کرنے لگے پھر خدا نے آدم سے فرمایا تو اسنے بتلا دیا جب فرشتون کا بخوبی عجز ثابت ہوگیا تو خدا تعالیٰ نے انکو متنبہ کرنے کو فرمایا کہ تم اپنے دلمین کیا سمجھے ہو مین ہر چیز کی حکمت اور مصلحت اور آسمان و زمین کی پوشیدہ بات جانتا ہون اور تمہارے دلون کے مطالب دغا ہر حال سے بھی

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

اور جبکہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اُس نے انکار اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا

آگاہ ہوں - اب اس آیت میں انی اعلم مالا تعلمون کی خوب تشریح ہوگئی - یعنی تمہارا استعجاب بیجا تھا میں جو کچھ کرتا ہوں اسمیں صدہا حکمتیں ہوتی ہیں +

فوائد

اس آیت سے چند باتیں مستفاد ہوئیں (۱) یہ کہ علم کو جمیع صفات پر فوقیت ہے یہانتک کہ ملائکہ تسبیح و تقدیس میں ہمہ تن مصروف تھے اور آدم میں گناہ کا بھی مادہ رکھا تھا مگر علم کی وجہ سے خلافت کا مستحق اور فرشتوں کا اُستاد ہوگیا - قرآن اور احادیث اور کلام حکماء میں جسقدر علم کے فضائل ہیں اُنکے لئے ایک دفتر چاہئے (۲) یہ کہ حکمت علم سے زائد چیز ہے ورنہ انت العلیم الحکیم میں یہ لفظ مکرر گنا جاتا اسی لئے حکمت کی تعریف اور اقسام کو علم سے غیر طور پر بیان کیا گیا ہے مگر حکمت الٰہی کے یہ معنی ہیں کہ خداتعالیٰ اُس چیز کو پیدا کرے کہ جسمیں بالفعل اور آیندہ بندوں کی بھلائی ہو - واضح ہو کہ جب حضرت آدم کا حق خلافت اور اُستاد ہونا ثابت ہوگیا تو خداتعالیٰ نے ملائکہ کو اُسکی تعظیم و تکریم کا حکم دیا اور آدم اور اُسکی اولاد پر احسان کیا پس اُس کو اس آیت میں ذکر فرماتا ہے +

ترکیب

و حرف عطف - اگر اسکو اذکر مضمر سے منصوب یا جائیگا تو ظرف کا ظرف پر عطف ہوگا اور اگر قالوا یا انقادوا کے ساتھ متعلق کیا جاویگا تو جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا بلکہ ایک پورے قصہ کا دوسرے پورے قصہ پر - قلنا فعل بافاعل للملائکہ متعلق ہے فعل سے اسجدوا الخ یہ تمام جملہ اول ہوکر مقولہ ہوا قلنا کا - جو لوگ ابلیس کو ملائکہ ارضیہ[لہ] میں سے کہتے ہیں اور عصمت سب فرشتوں کے لئے شرط نہیں کرتے بلکہ علوی اور آسمانیوں کے لئے تو وہ الا کا استثنا ملائکہ سے متصل جانتے ہیں - اور جو اسکو غیر ملائکہ از قسم جن بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بنی آدم سے پیشتر دنیا پر جنوں کا تسلط تھا پھر جب اُنہوں نے زمین کو گناہوں سے ناپاک کر دیا تو خدا نے اُنکی شوکت توڑ دی اکثر ملائکہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور جو کچھ بچگئے غاروں و پہاڑوں میں پناہ گزین ہوئے منجملہ اُنکے ابلیس تھا یہ تائب ہو کر پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہوا ملائکہ ارضیہ میں ملگیا مگر خلافت کا اُمیدوار رہا پس جب آدم کو خلیفہ بنایا اسکو از حد حسد آیا ملائکہ کے ساتھ اسکو بھی سجدہ کا حکم ہوا اس نے تکبرانہ انکار کیا سو وہ غیر متصل کہتے ہیں اور شمول کی دو وجہ بیان کرتے ہیں اول حضرت علیؓ اور ابن عباس کا قول ہے دوسرے حسن اور قتادہ کا +

لہ کیونکر ممکن ہے کہ جسکا مادہ شعلۂ آتش ہے انہیں بعض کے لوگ ہوں نیک سعدہ بھی ایک قسم کے ملائکہ ارضیہ ہوں اور بدسود و شیاطین ہوں پس اس اعتبار سے ابلیس کو فرشتوں میں بھی شمار کر سکتے ہیں اور شیطان بھی کہتے ہیں ہاں اُن فرشتوں میں شمار نہوگا کہ جو اصلی نور کے ہیں اسواسطے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کان من الجن ففسق عن امر ربہ کہ ابلیس جن تھا حکم الٰہی سے نافرمان ہوگیا پس ملائکہ کے لئے جو عصمت شرط ہے تو اسکے اُسی کے لئے ہے کذا فی تفسیر البیضاوی ۱۲ منہ

تفسیر

یہ چوتھی نعمت ہے تمام بنی آدم پر کہ انکے باپ حضرت آدم کو یہانتک عزت دی کہ ملائکہ کو (بعض کہتے ہیں زمین کے ملائکہ کو بعض کہتے ہیں سب کو) سجدہ کا حکم دیا سب نے تعمیل کی مگر ابلیس نے کہ جسکو شیطان کہتے ہیں تکبر سے حکم عدولی کی اور دراصل وہ علم الٰہی میں کافروں میں شمار تھا +

متعلقات

سجدہ لغت میں سر جھکا کر عاجزی اور فرمانبرداری ظاہر کرنا ہے کوئی شاعر عرب کہتا ہے ؎ بجمع تضل البلق فی حجراتہ + تری الاکم فیہ سجداً للحوافر + ابوکمنف شاعر بنی عامر سے کہتا ہے کہ مجھکو تم جب جانوگے کہ میں ایسا لشکر عظیم لیکر تمپر حملہ آور ہونگا کہ جسکے اطراف میں ابلق گھوڑوں کا پتہ نہ لگے اور جسکے گھوڑوں کی ٹاپوں کے آگے ٹیلے سجدہ کرینگے یعنی جھکیں گے - وقال ؎ فقلن لہا دہما ابیا نعامۃ وقلن لہ اسجد للیلی فاسجد + عورتیں ایک سخت منہ زور اونٹ کو لیلی کے پاس کھینچکر لائیں اور کہا کہ لیلی کو سجدہ کر یعنی اسکے آگے جھک جا تو اس نے گردن جھکا دی - الغرض سجدہ کے معنی لغت میں جھکنا ہے اور شرع میں اسکو خاص کر لیا اور اسکے معنی زمین پر پیشانی رکھنا قرار دیا سو اسمیں نہایت درجہ کی تعظیم ہے اسلئے شریعت نے اسکو غیر اللہ کے لئے حرام کر دیا احادیث صحیحہ اسمیں بکثرت ہیں وقال تعالیٰ ولا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن - کہ نہ آفتاب کو نہ ماہتاب کو سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا اسکو سجدہ کرو - اور انجیل متی کے چوتھے باب میں یہ ہے کہ شیطان نے مسیح سے کہا کہ تو مجھے سجدہ کرے تو تجھے سب کچھ دوں (۱۰) تب مسیح نے اسے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اس اکیلے کے لئے بندگی کر انتہی +

پس اس تقدیر پر خدا نے فرشتوں کو ایسا حکم کہ جو اسکی ذات مقدسہ کے لئے مخصوص ہے کیوں دیا؟ اسکا یہ جواب ہے کہ سجدہ سے مراد لغوی معنی ہیں یعنی جھکنا اور تعظیم کرنا سو یہ حکم مختص بعبودیت نہیں بلکہ چھوٹا بڑے کے آگے اور شاگرد استاد کے آگے تعظیم و تکریم کرتا ہے حضرت یوسف کے بھائی اور باپ بھی اسی طرح اس سے پیش آئے تھے وخروا لہ سجداً اور جو سجدہ کے شرعی معنی مراد رکھے جاویں تو آدم مسجود حقیقی نہیں بلکہ آدم اس جہت سے (کہ تمام خدائی کا مجموعہ اور اسرار خدائی کا نمونہ اور اسکے جمال باکمال کا آئینہ ہے) قبلہ مسجود ہے یعنی آدم کی طرف منہ کر کے خدا کو سجدہ کرو اسجدوا لآدم میں لام بمعنی الی ہے یعنی لام کے معنی واسطے کے نہیں بلکہ طرف کے ہیں جیسا کہ اس شعر میں ؎ الیس اول من صلی لقبلتکم + واعرف الناس بالقرآن والسنن + الاباء باختیار خود کسی چیز سے انکار کرنا - تکبر اپنے آپ کو غیر سے بڑا سمجھنا استکبار اس امر کو بتزئین اختیار کرنا +

واضح ہو کہ جس طرح بعض دہریوں نے زمانۂ قدیم میں وجود شیطان اور اسکے انکار سجدہ اور آدم کے مبدء نوع انسانی ہونیکا انکار کیا ہے اور بخوف مناظرہ اہل اسلام و اہل کتاب آیات قرآنیہ و عبارات عہد عتیق و جدید کی تاویل بھی کی ہے جیسا کہ ملل و نحل و دبستان المذاہب میں اس کا بیان ہے اسی طرح انکے مقلدین نے بھی بذریعہ تفسیر آجکل یہ کام کر کے اپنے زعم فاسد میں بڑی لیاقت حاصل کی ہے مگر اس

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا

اور ہمنے کہا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں جا بسو اور وہاں دل بہر کے کہاؤ جہاں تمہیں چاہو اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ خرابی اوٹہانیوالوں

مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝

میں ہوجاؤگے پس شیطان نے اُنکو وہاں سے ڈگمگا دیا پہر انکو جسمیں تہے اس سے نکلوا دیا اور ہمنے کہا تم سب نیچے اُترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہارا ایک وقت تک زمین پر ٹہکانا اور سامان ہے

ہذیان کا جواب مقدمۂ کتاب میں تفصیلاً مذکور ہے وہاں ملاحظہ کرلو +

زیادہ تر قابل تعجب یہ بات ہے کہ بعض پادریوں نے بہی اپنے یورپی الحاد کے خمار میں اسپر یہ کچھ اعتراض کیا ہے لیکن اُسکا جواب بہی مقدمہ میں مذکور ہے۔ یہاں سے چند باتیں مستفاد ہوئیں (۱) یہ کہ حسد سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے جس نے شیطان کا ستیاناس کیا (۲) یہ کہ خدا کی رضا پر راضی رہنا چاہئے شیطان چونکہ اُسکی رضا پر راضی نہوا اُسکی کہاں تک نوبت پہنچی (۳) اپنے علم اور عبادت و ریاضت پر مغرور نہوا کر انجام کا اعتبار ہے دیکہئے شیطان کا انجام کیا ہوا؟ (۴) خدایتعالیٰ کے روبرو گستاخی کرنا سخت گناہ ہے +

اِسکے بعد خدایتعالیٰ حضرت آدم کا قصہ بیان کرتا ہے تاکہ ناظرین کو عبرت ہو اور خدا کی کسی نعمت پر مغرور ہوکر نافرمانی نکریں اور اگر بشریت سے کچھ خطا ہوجاوے تو اپنے باپ آدم کیطرح اُسپر ہمیشہ تاسف اور ندامت اور توبہ و استغفار کیا کریں تاکہ وہ غفور رحیم اپنی صفت مغفرت کو ظاہر کرے نہ کہ اپنے بزرگوں کے قدیم دشمن ابلیس کی پیروی کرکے اسپر اصرار کرے اور اسی طرح اسپر جما رہے ورنہ اُسکی درگاہ سے راندہ جاویگا اور پہر کہیں ٹہکانا نہ پاویگا +

ترکیب

واو حرف عطف کہ عطف جملہ کا پہلے جملہ پر ہے قلنا فعل ضمیر فاعل یا حرف ندا آدم منادی اسکن فعل ضمیر مستتر اسکی فاعل انت اُسکی تاکید تاکہ ضمیر مستتر پر عطف صحیح ہوجاوے و حرف عطف زوجک معطوف بر انت الجنۃ مفعول بہ یہ تمام جملہ معطوف علیہ وکلا الخ جملہ معطوف رغدا صفت ہے مصدر محذوف کی اے اکلا رغداً اے طیباً ہنیئاً حیث ظرف مکان اور عامل اسمیں کلا ہے اور ممکن ہے کہ جنت سے بدل ہوکر مفعول بہ ہوجاوے ولا تقربا فعل نہی انتما ضمیر اسکا فاعل ہذہ موصوف الشجرۃ اسکی صفت یہ دونوں مفعول ہیں یعنی منہی عنہا فتکونا جواب نہی ہے اسی لئے نون حالت جزمی میں گر پڑا تقدیرہ ان تقربا تکونا +

فازل مشدد زلت بمعنی لغزش۔ اور بعض نے اسکو ازال زوال سے لیا ہے جسکے معنی اُکھیڑ دینا ہے۔ یہ فعل ہما مفعول بہ الشیطن فاعل عنہا اے عن الجنۃ متعلق ہے ازل سے فاخرجہما جملہ معطوفہ مما میں ما بمعنی الذی اے من نعیم اہبطوا فعل ہبوط بمعنی نزول سے یعنی اُترنا انتم اسکا فاعل جس سے مراد آدم اور حوا اور شیطان یا آدم اور اُسکی ذریت جو اُسکی پشت میں تہی بعضکم لبعض عدو جملہ موضع حال میں ہے واو اہبطوا سے اور اسیطرح ولکم فی الارض مستقر الخ جملہ بہی اُسی سے حال ہے اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو

مستقر مصدر میمی اور ظرف دونوں ہو سکتا ہے۔ حین کے معنی وقت یعنی وقت موت تک تمہارا زمین پر قرار ہے +

تفسیر

یعنی جبکہ آدم کے سر پر دستار خلافت بندھ چکی اور ملائکہ نے نذرانۂ سجود پیش کر دیا تو خدا فرماتا ہے ہمنے آدم کو اور اُسکی بیوی حوا کو یہ حکم دیا کہ تم جنت میں رہا کرو اور وہاں تمپر کوئی روک ٹوک نہیں جہاں سے جو جی چاہے خوب کھاؤ پیو مگر اس درخت (گندم بعض کہتے ہیں انجیر بعض کہتے ہیں انگور کا درخت تھا بعض کہتے ہیں کوئی اور قسم کا درخت تھا کہ جسکی تاثیر یہ تھی کہ جو اُسکو کھاتا تھا آلودگی جسمانی میں مبتلا ہو جاتا تھا اور اسی مصلحت سے منع کیا تھا) کے پاس بھی نہ جانا چہ جائیکہ کھانا اور جو ایسا کروگے تو خرابی میں پڑجاؤگے (کیونکہ ظلم ایک چیز کو بے موقع رکھنے کا نام ہے اور یہاں غیر پر ظلم کرنا مراد نہیں بلکہ اپنی جان پر اور اسی لئے جو گناہگار گناہ کرتا ہے اپنی جان پر آفت ڈھاتا ہے کہ اُسکا بدنتیجہ دنیا یا آخرت میں آپ ہی پاتا ہے) لیکن اُس دشمن جانی یعنی شیطان نے وہاں جاکر یہ کہا یا آدم ہل ادلک علی شجرۃ الخلد وملک لایبلی (طہ) وقال ما نہا کما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین (اعراف) کہ اے آدم میں تجھکو ایک ایسا درخت بتلاتا ہوں کہ جسکے کھانے سے تو ہمیشہ جیتا رہے اور تجھے ہمیشہ کی سلطنت ملے اور تمہارے ربنے جو اسکے کھانے سے منع کیا ہے تو صرف اس خوف سے کہ تم فرشتہ ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہو اور میں قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ مَیں تمہاری خیرخواہی کر رہا ہوں۔ آخر الامر اس کہنے سے خداوند تعالیٰ کے حکم کو بھول گئی اور فلما ذاقا الشجرۃ بدت لہما سوآتہما وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ (اعراف) اور دونوں نے اُس درخت کو چکھ لیا پھر تو کیا تھا اُسکے کھاتے ہی اُسکی تاثیر ظاہر ہوئی کہ آدم و حوا برہنہ ہو گئے اور شرم کے مارے درختوں کے پتے چپٹانے لگے اور عتاب الٰہی شروع ہوا کہ نکلو یہ جگہ اب تمہارے رہنے کے قابل نہیں چلو اتر و زمین پر جا کر رہو وہاں باہمی عداوت کی تکلیف اُٹھاؤ اور موت تک وہیں رہو اور اپنی معیشت کے سامان بہم پہنچاؤ ونادا ہما ربہما الم انہکما عن تلکما الشجرۃ واقل لکما ان الشیطن لکما عدو مبین (اعراف) اور خدا تعالیٰ نے اُنکو یہ کہا کہ کیا مَیں نے تم کو اس درخت سے منع کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ شیطان تمہارا ظاہر دشمن ہے؟ +

متعلقات

اس مقام پر چند امور قابل غور ہیں (۱) یہ کہ حضرت آدم کو خدا نے پیدا کرکے کونسی جنت میں رہنے کا حکم دیا تھا جمہور اہل سنت جماعت کا یہ قول ہے کہ بہشت میں رہنے کا حکم دیا تھا اور وہ بنی آدم کے مخلوق ہونے سے پہلے قائم ہے کیونکہ وہ لطف رحمانی کا مظہر ہے اور عالم حسی سے الگ ہے اور وہاں اُسکے مناسب درخت و میوے سب کچھ ہیں نہ یہ درخت و میوہ کہ جو جسمانیت و تکدر سے آلودہ ہیں بچند وجوہ -

(وجہ اوّل) یہ کہ حضرت آدم کے جسم کی بنیاد اس عالم عنصری سے قائم تھی جیسا کہ احادیث صحیحہ و آثار قویہ سے ثابت ہے اور نیز یہ کہ وہ مکہ اور طائف کے درمیان بنائی گئی ہے اور گو آدم زمین کی خلافت کے لئے مقرر ہوئے تھے مگر انعامات الٰہی اور تقرب غیر متناہی سے حضرت آدم کو

وہ روحانیت غالب آگئی تہی کہ جس سے ملائکہ بلا تکلف ہر وقت آنکھو دکھائی دیتے تھے اور سب سے بڑھکر یہ کہ وہ خدا کے دربار عام میں نہایت عزت و منزلت حاصل کر چکے تھے پس جس طرح بعد مفارقت بدن ہر شخص پر اُس عالم کا راز کھل جاتا اور وہاں کی چیزیں جنت و دوزخ عیانا دکھائی دیتی ہیں اسی طرح حضرت آدم کو اِس جسم سے یہ بات نصیب ہوگئی تہی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں اکثر مقربان الٰہی پر یہ حالت طاری ہوجاتی ہے اور شب معراج آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمانوں پر تشریف لیجانا اور جنت و دوزخ کی سیر آنا ایک امر قرین فہم مستقیم ہے اور بائیبل سے بعض بعض و انبیاء کے ایسے حالات ثابت ہوتے ہیں چنانچہ حضرت الیاس کا ملائکہ اور روحانیات میں ملجانا ثابت ہے پس قرین قیاس ہے کہ حضرت آدم کو عالم قدس میں چندروز کے لئے اسلئے لیجاکر رکھا کہ زمین کی خلافت میں سیاست و مدہوش نہو جائے کہ اُدہر کا خیال نہ آئے اور اُس مرکز اصلی کو بہول جائے بلکہ اس عالم میں اُس عالم کے شوق میں ہر دم ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہے اور وہ اور اُسکی ذریت اس عالم کے خیال میں ہر طرح کی نیکی کو عمل میں لاویں دنیا اور اُسکے مال و زر کی کچھ وقعت آنکھوں میں نہ رہے اپنے آپکو مسافر تیز رو جانیں کیونکہ اگر یہ مضمون پیش نظر نہیں تو پہر صدہا فساد اور خونریزیاں زمین پر ہوتی ہیں خلافت کا نتیجہ حاصل نہیں ہوتا مگر اُس جگہ خدا نے اپنی قدرت سے ایک درخت ایسا پیدا کیا تہا کہ جسکی تاثیر آلودگی تہی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں اِس عالم میں نباتات کی عجائب تاثیرات ہیں قضاء و قدر میں آدم کا زمین پر آنا اور اُسکی اولاد سے زمین کا آباد ہونا لکھا تھا لکھا لیا اُسکی تاثیر سے نکالے گئے معتوب ہوئے (وجہ دوم) علاوہ احادیث صحیحہ اور اقوال صحابہ رضہ کے خود قرآن مجید کے طرز تکلم اور بعض الفاظ سے جو اس مطلب کے بیان میں وارد ہیں یہی مطلب سمجھا جاتا ہے انجملہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین یہ کہہ رہا ہے کہ وہ جگہ زمین کے علاوہ کوئی اور جگہ تھی جسکی نسبت اہبطوا بھی آیا ہے ورنہ اسکے کیا معنی کہ یہاں نکل جاؤ اور تم زمین پر ایک مدت رہو اور گزران کرو کسلئے اگر وہ جنت میں نہ تہے تو خود وہاں ہی ارض موجود تہی ؟ اور بہی وجوہات ہیں معتزلہ اور اسی قسم کے ظاہر پرست یہ کہتے ہیں کہ جنت سے مراد وہ جنت نہیں بلکہ زمین پر ایک باغ تھا پہر آمیں اختلاف ہے کہ کہاں تہا بعض کہتے ہیں کرمان کے متصل بعض کہتے ہیں فلسطین میں تہا اور اہل کتاب عدن میں کہتے ہیں چنانچہ توریت اول میں اسکی تصریح ہے (اگر عدن سے مراد جنت ہے تو ٹھیک ہے اور وہاں سے چاروں دریا نکلنے کی توجیہ بہی ہوسکتی ہے ورنہ وہ عدن کہ جو عرب میں سمندر کے کنارے پر واقع ہے وہاں تو چاروں نہریں کیا بلکہ حاجیوں کو میٹھا پانی بہی پینے کو نہیں ملتا اور کوئی عدن ہو تو معلوم نہیں) معتزلہ کہتے ہیں کہ خلیفہ زمین کے بنے تہے تو ضرور تہا کہ زمین پر رہتے - اس کا جواب ہوچکا - پہر کہتے ہیں اہبطوا کے معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہے جیسا کہ اہبطوا مصراً آیا ہے پس اُس باغ سے نکالکر خدا نے اسکو سرانديپ میں ڈالدیا تہا (۲) اکثر مؤرخین اسبات پر متفق ہیں کہ حضرت آدم جنت سے نکالکر سرانديپ میں ڈالے گئے کہ جہاں اب تک اُنکے آثار و تبرکات پائے جاتے ہیں اور ہزارہا ہندو اور مسلمان اُس پہاڑ کی زیارت کو آتے ہیں واللہ اعلم عند اللہ +

(۳۳) حضرت آدم نبی تھے انہوں نے یہ گناہ کیوں کیا؟ + واضح ہو کہ انبیاء کے عقائد اور تبلیغ اور فتوی میں عمداً یا سہواً خطا واقع ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں تمام اہل اسلام ان تینوں باتوں میں معصوم ہونے کے مقر ہیں ہاں اُنکے افعال و عادات میں کچھ اقوال ہیں چنانچہ شیعہ کہتے ہیں کہ نہ اُنسے کبیرہ نہ صغیرہ نہ علی سبیل قصد نہ سہواً نہ تاویلاً سرزد ہوئے اکثر معتزلہ کہتے ہیں کہ عمداً کبائر کا سرزد ہونا انبیاء سے ممتنع ہے ہاں صغائر سرزد ہوسکتے ہیں مگر جن میں رذالت ہے جیسا کہ کم تولنا وہ بھی سرزد نہیں ہوسکتے مگر جمہور اہل اسلام سنت و جماعت کا یہ قول ہے کہ کفر و شرک اور کوئی کبیرہ یا صغیرہ عمداً کبھی کسی نبی سے سرزد نہیں ہوا ہاں سہواً اور خطاءً کوئی صغیرہ کہ جس سے شان نبوت میں فرق نہ آوے اگر سرزد ہوگیا ہو تو ممکن ہے کہ جسکو زلت یعنی لغزش کہتے ہیں سو ان لغزشوں پر عام مسلمین معاف ہیں مگر چونکہ نبوت کی بڑی شان ہے اُنکو اسپر بھی چند در چند مصلحتوں سے عتاب ہوتا ہے جس پر وہ روتے اور ہر دم خدا کی یاد میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ بات جسپر عوام سے مواخذہ نہو خواص سے پوچھے عقلاً اور نقلاً بعید الفہم نہیں حسنات الابرار سیئات المقربین مشہور ہے۔ اور دلائل عصمت انبیاء کے آیات و احادیث صحیحہ ہیں کہ جو شرح مواقف وغیرہ کتب کلامیہ میں مذکور ہیں۔ پس وہ جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت اس قسم کی باتیں مذکور ہیں کہ جو شرک و کفر و زنا اور جھوٹ بولنے پر دال ہیں یا اور کبائر پر مشعر ہیں سو وہ جھوٹی ہیں یا ماؤل جانتا کلا کبھی انبیاء علیہم السلام کی جناب میں بدگمانی کرنا نہ چاہئے۔ علیٰ ہذا القیاس حضرت آدم نے جو یہ درخت کھایا یا نہ گناہ کیا تو اول تو یہ قبل نبوت تھا والکلام فیہ۔ دوم یہ کبیرہ نہ تھا محض آدم علیہ السلام کی بھلائی کے لئے خدا نے ارشاد کیا تھا جسکے خلاف سے اُنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ربنا ظلمنا انفسنا فرمایا۔ سوم یہ سہواً سرزد ہوا تھا آدم علیہ السلام کو بروقت کھانے کے وہ ممانعت یاد نہ رہی تھی اور جنت سے جو وہ نکالے گئے تو اول تو اس درخت کی تاثیر تھی اور دوم یوں بھی تسلیم کیا جاوے تو اس بے احتیاطی اور لغزش کی سزا تھی +

فائدہ

ازلہما الشیطان یہاں پھسلانے کو جو شیطان کی طرف منسوب کیا ہے تو مجازاً کیونکہ شیطان اس پھسلنے کا سبب تھا پس یہ اسناد مجازی ہے +

ربط

اس کے بعد خدا نے تعالے حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری اور توبہ سے معاف ہونا بیان فرماتا ہے +

لہ کیونکہ خدا فرماتا ہے ولم نجد لہ عزما۔ کہ ہم نے آدم کا ارادہ نہیں دیکھا فتامل ۱۲ منہ

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

پس آدم نے اپنے رب کی طرف سے چند کلمات حاصل کئے تب خدا نے آدم کو معاف کیا بیشک وہ معاف کرنے والا مہربان ہے

ترکیب

تلقی فعل آدم فاعل کلمات مفعول به من ربہ کا تلقی کے متعلق ہو یا صفت کلمات کی مگر جبکہ اسکو مقدم کر دیا گیا تو حال کی صورت میں منصوب ہے۔ فعل ہو۔ فتاب فعل ضمیر ہو راجع رب کی طرف فاعل علیہ متعلق تاب کے ہے انہ ہو ضمیر متصل کی تاکید التواب الرحیم صفت و صفت

تفسیر

جب آدم جنت سے نکالے گئے تو مدت تک زمین پر بحالت پریشانی اپنے گناہ پر روتے رہے آخر خدا تعالیٰ کو اپنے بندہ کی آہ و زاری اور ندامت و بیقراری پر رحم آیا۔ سعدی۔ تا نہ گرید ابر کے خندد چمن ۔ تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن ۔ ہر کجا آب رواں سبزہ بود ۔ ہر کجا اشک رواں رحمت شود ۔ اور یہ کلمات آدم کے دل میں القا کئے ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین جب آدم نے ان کلمات سے دعا مانگنی شروع کی تو خدا کو رحم آیا آدم کا گناہ معاف ہوا کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے بعض روایات میں کچھ اور کلمات اور آدم کی گریہ وزاری کے دیگر حالات مرقوم ہیں ۔

متعلقات

التلقی بلا کسی جستجو حاصل کرنا پانا۔ یہ کلمات آدم کو بطور الہام کے عطا ہوئے تھے۔ عام ہے کہ فرشتے نے آکر کہا تھا یا دل میں القا ہوا تھا **التوبہ** رجوع کرنا لیکن جب یہ لفظ بندہ کی طرف منسوب ہوتا ہے تو لفظ الی کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ تبت الیک و تاب الی اللہ جس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ گناہ چھوڑ کر غفلت سے منہ موڑ کر بندہ خدا کی طرف رجوع ہوا پس بندہ کو تائب اور تواب کہیں گے اور کبھی التواب بھی کہا جاتا ہے مگر فرق ہے کہ غفلت چھوڑ کر جب بندہ اسکی طرف رجوع ہوتا ہے تو اسکو آئب کہتے ہیں اور اواب بھی۔ توبہ کی حقیقت تین چیزوں سے مرکب ہے علم معصیت کہ گناہ کو برا اور جرم اور باعث خرابی دنیا و آخرت جانے تاکہ دل میں بیقراری پیدا ہو اور ندامت دل میں آوے۔ ترک فی الحال یعنی اسیوقت اس کام کو چھوڑ دے عزم مستقبل یعنی آئندہ کے لئے دل میں مصمم ارادہ کرے کہ میں اس کام کو ہرگز نہ کرونگا اور جو کچھ حقوق الٰہی یا حقوق عباد میں لئے ادا کرنے کا بھی قصد کرے۔ پس جب ان شرائط سے بندہ توبہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندہ کے گناہ معاف کر دیتا ہے احادیث صحیحہ اور آیات قرآنیہ اور کلام انبیاء میں جسقدر توبہ کی تاکید اور فضائل و اوصاف مذکور ہیں انکی اس مختصر میں گنجائش نہیں چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کر کے مقر اور تائب ہوتا ہے تو خدا اسکے گناہ معاف کرتا ہے رواہ البخاری و مسلم اور جب توبہ کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں تو لفظ علیٰ اسکا استعمال آتا ہے تاب اللہ علیہ تاب علیہ بولتے ہیں جسکے معنی یہ ہیں کہ خدا نے رحمت کے ساتھ بندہ کی طرف رجوع کیا یعنی معاف کر دیا اور اسکے عذاب سے درگزرا اسلئے خدا کو صرف تواب کہتے ہیں

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ہمنے کہا یہاں سے تم سب اترو | پس اگر تمہارے پاس میری طرف کی ہدایت آئے | تو جو میری ہدایت کا تابع ہوگا | تو نہ اُنپر کچھ خوف ہوگا | اور نہ وہ غمگین ہونگے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

اور جو انکار کرینگے | اور ہماری آیتوں کو جھٹلاوینگے تو وہ آگ میں گرینگے | وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے

نہ تائب۔ الٰہی تیری رحمت اور مغفرت پر بڑا بھروسہ ہے + **ف** خدا نے آدم کا توبہ کرنا بیان فرمایا حوا کا توبہ کرنا ذکر نکیا اسلئے کہ عورت اکثر کام میں مرد کے تابع ہے اور اسی لئے قرآن میں اکثر مرد مخاطب ہیں +

اب

اسکے بعد خدا تعالیٰ بنی آدم کے زمین پر پھیلنے کا اور اُنکے پاس انبیا علیہم السلام کا حکم الٰہی لیکر آنیکا مجملاً ذکر کرکے اس تمام قصہ کا نتیجہ نکالتا ہے

ترکیب

قُلنا فعل ضمیر نحن اسکا فاعل اہبطوا منہا جمیعا اسکا مقولہ۔ جمیعا لفظ تو اہبطوا سے حال ہے اور معنا تاکید ہے یعنی سب تر دو اور تبع ہوکر خواہ الگ الگ فاما اِن ما تھا۔ اِن حرف شرط اور ما اسکی تاکید ہے ادغام ہوکر اما ہو گیا۔ یاتینکم میں یاتین فعل مضارع کم مفعول فی متعلق فعل کے ہدی فاعل یہ سارا جملہ شرطیہ ہوا۔ فمن میں فا تفریع کے لئے من شرطیہ مبتدا محلاً مرفوع تبع اسکی خبر اتبع میں ضمیر راجع من کی طرف یہ محلاً مجزوم فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون جملہ اسمیہ اسکا جواب۔ پس من شرطیہ اپنے جواب سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جواب ہوا اما یاتینکم کا۔ والذین الخ عطف ہے فمن تبع الخ پر یہ اسکا قسیم ہے الذین موصول کفروا وکذبوا بآیتنا صلہ تمام مبتدا اولٰئک اصحاب النار جملہ اسکی خبر۔ ہم فیہا خالدون مبتدا خبر یہ حال ہے اولٰئک اصحاب النار سے اور عامل اسمیں معنی اضافت ہیں یا لام مقدرہ +

تفسیر

ہم نے کہا کہ تم سب تر و جنت سے نکلکر زمین پر جاؤ وہاں بھی تمپر میری نظر عنایت رہیگی میں تمہارے پاس اپنی ہدایت (عقل سلیم و فکر در عجائبات قدرت اور انبیاء اور کتابیں اور پھر انبیاء کے نائب) بھیجونگا دیکھو اتو جو کے سو جو اسکے آنے دو ایسا نکرنا ہدایت کے بموجب چلتا پس جو اسکے موافق عمل کریگا تو اُسکو نہ آئندہ کا خوف ہوگا اور نہ وہ کبھی عمر گزشتہ سے غمگین ہوگا بلکہ اس عالم میں ہمیشہ زندہ جاکر اُس عالم میں بھی شاد و خرم رہیگا اور جو میری ہدایت کو نہ مانیگا اور کفر کریگا اور ہماری کتاب کی آیات کو یا ہماری نشانیوں کو (کہ جو ہمارے وجود اور انبیاء کی صداقت اور عالم آخرت کے حق ہونے پر دلالت کرتے ہیں حتےکہ صاحب بصیرت کے سامنے نورانی قلم سے آسمان زمین و ہر ذرہ در و دیوار پر لکھی ہوئی ہیں) جھٹلاویگا یا غور و تامل نکریگا اور ان باتوں کا دل میں یقین نہ لاویگا بلکہ جانوروں کی طرح کھانے پینے دنیا کے مزے اڑانے ہی کو مقصود اصلی سمجھیگا تو وہ ہمیشہ آتش جہنم میں جلیگا اُنکے ملکات رذیلہ جو اُنکے دل پر سرایت کر گئے ہیں اور جو کسی وقت اُنسے جدا

نہیں ہوتے وہ وہاں آتش جہنم بنکر ہر وقت جلاوینگے العیاذ باللہ +

متعلقات

خوف کسی آئندہ چیز کے ڈر کو کہتے ہیں حزن کسی دلپسند چیز کے جاتے رہنے پر رنج کو کہتے ہیں +

نکات

۱ اگرچہ کہا اہبطوا اللہ تعالےٰ فرما چکا تھا مگر اس آیت میں پھر اس کلمہ کا اعادہ کیا تاکہ فاما یاتینکم الخ کا پورا پورا ارتباط اسکے ساتھ ہو جاوے یعنی کہا تو خدا تعالےٰ فرما چکا تھا جیسا کہ یہاں سے آگے مگر اس آیت میں پھر فرمایا تاکہ وہ جو آدم کے خلیفہ بناکر زمین پر بھیجنے کا نتیجہ ہے وہ واضح ہو جائے کہ یہاں سے نکلکر سب زمین پر جاؤ وہاں تمہاری باہم عداوت قائم ہوگی شیطان جو سانپ بنکر بہکانے گیا تھا اسکے مظہر کو دنیا میں لگ جائینگے وہ لوگوں کو کاٹیگا اور باہم بنی آدم ایک دوسرے سے عداوت کریگا اسپر انبیا اور انکے نائب ہادی ہوکر آوینگے الخ +

ف

چنانچہ حضرت آدم زمین پر تشریف لائے یقینا یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت آدم کس ملک میں آکر رہے تھے لیکن اسمیں بھی کوئی شک نہیں کہ ایشیائی ملکوں میں رہے تھے بعض کہتے ہیں کہ عرب بالخصوص حجاز میں رہتے تھے اور وہیں کہیں انکی قبر ہے اور شہر جدہ میں انکی بیوی حوا کی قبر ہے کہ جسکا ابتک نشان باقی ہے اور مقام عرفات میں میاں بیوی دونوں کی فراق آسمانی کے بعد ملاقات ہوئی تھی ایکنے دوسرے کو پہچانا اسی لئے عرفات کو عرفات کہتے ہیں جس طرح دادی کی قبر کی وجہ سے شہر جدہ کو جدہ کہتے ہیں کیونکہ جدہ عرب میں دادی کو کہتے ہیں اور کعبہ حضرت آدم نے بنایا تھا اس تقدیر پر روئے زمین پر مساجد سے پہلے یہ مسجد ہے اور حضرت ابراہیم نے بعد طوفان نوح کے اپنے ملک شام سے آکر پھر اسکو بنایا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت آدم کی زبان عربی تھی پھر اسکی اولاد کی زبان بگڑ کر عبرانی ہوئی پھر اختلاف بلاد اور زمانے اور اور زبانیں پیدا ہوتی گئیں۔ دیکھئے ایک ہی ملک میں پہلے کچھ اور زبان ہوتی ہے پھر کچھ اور۔ ایران میں پہلے پاژندی پہلوی تھی اور زبان مروج ہوئی ہندوستان میں پہلے کچھ اور زبان تھی پھر آریہ لوگوں سے سنسکرت نے رواج پایا پھر بھاشا ہوئی پھر خراب ہوکر اور وہ بھی کہ اب سات آٹھ سو برس سے اردو زبان ہوگئی۔ زمانہ کی گردش جس طرح اور چیزوں میں اثر کرتی ہے زمین پر انقلاب کرتی ہے اسی طرح زبان پر بھی اسکا اثر جلدی پڑتا ہے۔ بعض کہتے ہیں شام یا فلسطین کے ملک میں آباد ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں بابل کے آس پاس عدا ایران اپنے ملک و اہل ہند اپنے ملک میں آباد ہونا بیان کرتے ہیں مگر یہ صحیح نہیں بعض ملک مصر کو سب بنی آدم کا اصلی وطن کہتے ہیں یہ بھی قابل اعتبار نہیں واللہ اعلم عند اللہ۔ حضرت آدم کی اولاد بہت کچھ پیدا ہوئی اور نو سو تیس برس کی عمر میں حضرت آدم نے وفات پائی

۲ جس طرح کفار کی نسبت اولٰئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون فرمایا تھا اسکے مقابلہ میں اہل ایمان کی نسبت اولٰئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون کہنا چاہئے تھا مگر یہ کمال بلاغت ہے کہ لازم بولکر ملزوم مراد لیا جاوے اور کنایہ کے طور پر کسی مراد کو ظاہر کردیا جاوے

اسلئے جنت میں ہمیشہ رہنے کو دو بات لازم ہیں ایک یہ کہ وہاں سے نکلنے کا خوف نہیں۔ دوم یہ کہ کسی راحت مرغوب دل کے فوت ہونے پر حزن نہیں پس اسلئے اس مزدکو اس عنوان اور اس عبارت سے بیان کیا +

۳ لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون فرمایا یعنی خوف کی جو نفی کی تو جملہ اسمیہ سے جو حال اور استقبال سب زمانوں کو مستغرق ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو کہ جو ہدایت کے تابع ہیں اب بھی انکو کسی مصیبت کا خوف نہیں نہ آئندہ ہوگا اور اطمینان قلب حاصل ہے اور حزن کو جملہ فعلیہ بالخصوص مضارع کے صیغہ سے تعبیر کیا کہ جس سے بقرینۂ کلام استقبال سمجھا جاتا ہے اس امر کے لئے کہ اب کیا حزن ہے حزن کا زمانہ تو آئندہ ہے کہ جب انسان کی آنکھ کھلیگی سو جب ان لوگوں کو حزن نہوگا +

فوائد

۱ خدا تعالے نے ابتدا سورۂ بقرہ سے لیکر یہاں تک کس خوبی کے ساتھ قرآن کا کتاب الٰہی ہونا اور آنحضرت کا نبی برحق ہونا اور ان عمدہ اصول نبوت اور اسرار الہام کے ساتھ بیان کیا کہ جو تمام انبیاء اور انکی کتابوں کا لب لباب اور روح خالص ہے از انجملہ یہ کہ سب سے پیشتر ازلی سعادتمندی اور ازلی بدبختی بیان کردی اور مومن و کافر و منافق ان ازلی سعادتمندوں اور ازلی بدبختوں کے اقسام اور انکے خواص بیان کردے کہ ان پر ناصح کی نصیحت کچھ کارگر نہیں ہوتی سواء علیہم ءانذرتہم ام لم تنذرہم لایومنون الخ۔ از انجملہ اپنے عام احسانات کے ضمن میں انسان کے گزشتہ اور آئندہ حالات کا نقشہ کھینچ دیا تاکہ مرد دانا غافل نرہے۔ از انجملہ الٰہی تعلیم حمید اور پند مفید اور بیان اعجاز قرآن اور صداقت نبوت نبی آخرالزمان صلعم کے ضمن میں عالم کی ابتدا انتہا، آسمانوں اور زمینوں بنی آدم کے پیدا ہونیکی وہ صحیح صحیح کیفیت بیان کردی کہ جسکے ادراک سے عقل قاصر تھی اور حضرت آدم کی ساری تاریخ اور انکے حریف کی داستان اور پھر فرمانبرداری اور نافرمانی کے نتائج اور گناہ کے بعد توبہ پھر رحمت الٰہی کا دستگیر ہونا نہایت عمدگی سے بیان کردیا اور توریت موجودہ میں جو کچھ اس بیان میں کمی زیادتی ہے اسکی نہایت مہذبانہ طور پر اصلاح کردی کیونکہ توریت کتاب پیدائش کے دوم اور سوم اور چہارم باب میں کسی یہودی عالم نے سن سنا کر یوں لکھ رکھا ہے کہ خدا تعالے نے آدم کو باغ عدن میں رکھا کہ اسکی باغبانی اور نگہبانی کرے۔ اور خدا نے اس باغ کے بیچ بیچ دو درخت لگائے تھے ایک حیات کا درخت (کہ جسکے کھانے سے ہمیشہ زندہ رہنے جیسا کہ شیطان) اور دوسرا نیک و بد کی پہچان کا درخت۔ خدا نے آدم سے کہا کہ اس باغ میں اس درخت کو نہ کھانا ورنہ تو مر جائیگا۔ اور خدا نے زمین کے ہر ایک جانور اور آسمان کے ہر ایک پرندے کو آدم کے پاس بھیجا تاکہ دیکھے کہ وہ انکے کیا نام رکھے سو جو آدم نے ہر ایک جانور کو کہا وہی اسکا نام ٹھیرا (وعلم آدم الاسماء کلہا ثم عرضہم الخ کے قصہ کو صحیح صحیح یاد رکھکر اسکو الٹ پلٹ کرکے بیان کیا) اور خدا نے آدم کی دلبستگی کے لئے آدم کو سوتا ہوا پاکر اسکی ایک پسلی کو نکالکر اسکی ایک عورت بناکر آدم کے پاس لایا پس آدم اور اسکی بیوی برہنہ رہتے تھے اور شرماتے نہ تھے۔ زمین کے سب جانوروں میں ہوشیار سانپ تھا اس نے آکر حوا سے

کہا کہ سچ مچ خدا نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع کیا ہے اس نے کہا ہاں بلکہ یہ کہا ہے کہ اگر کھاؤگے تو مر جاؤگے سانپ نے کہا تم ہرگز نہ مروگے بلکہ خدا جانتا ہے کہ جس دن تم اسکو کھاؤگے نیک بد کی پہچان میں خدا کی مانند ہوجاؤگے اور تمہاری آنکھیں کھل جائینگی تب حوا نے خوشنما اور خوش مزہ جانکر اس درخت کو کھایا اور آدم کو کھلایا تب انکی آنکھیں کھل گئیں اور معلوم ہوا کہ ہم برہنہ ہیں پس انجیر کے پتے بدن پر چپکانے لگے ۔ ٹھنڈے وقت جو خدا باغ میں پھرتا تھا اسکی آواز آدم نے سنا اپنے تئیں برہنگی سے شرماکر درختوں میں چھپایا تب آدم کو خدا نے پکارا کہ تو کہاں ہے اس نے کہا میں آپ سے شرماکر درختوں میں چھپ گیا ہوں خدا نے پوچھا تجھکو کس نے بتلایا کہ تو ننگا ہے کیا تو نے اس درخت کو کھایا کہ جس سے میں نے تجھ کو منع کیا تھا اس نے کہا مجھکو اس عورت نے دیا عورت نے کہا مجھکو سانپ نے بہکایا پس خدا نے سانپ سے کہا تو ملعون ہوا ہمیشہ پیٹ کے بل چلیگا مٹی کھائیگا ۔ اور عورت کی نسل میں اور تجھ میں عداوت ہوگی وہ تیرا سر کچلینگے تو انکی ایڑی کاٹیگا اور عورت جننے میں درد زہ کی مصیبت اٹھائیگی اور خصم کی طرف تیرا شوق ہوگا وہ تجھ پر حکومت کریگا اور اے آدم تو زمین پر بڑی مشقت سے روٹی پیدا کرکے کھاویگا (۲۲) خدا کو فکر و تشویش ہوئی کہ آدم نیک و بد کی پہچان میں ہم میں سے ایک کی مانند ہوگیا اب ایسا نہو کہ حیات کے درخت سے بھی کھالے اور ہمیشہ جیتا رہے اسلئے خدا نے آدم کو باغ عدن سے باہر کردیا انتہے ملخصاً +

افسوس کسقدر الٹ پلٹ کردیا ۔ اول تو خدا کو جھوٹ بولنے سے کیا کام کہا کہ تو اس درخت کو کھاکر مر جائیگا ۔ دوم اس بخل سے کیا مقصد تھا کیا انکا ننگا رہنا پسند تھا ۔ سوم سانپ سچے اور کیونکر اس درخت کی تاثیر اور خدا کا مکر معلوم ہوگیا آدم کو نہ معلوم ہوا ۔ چہارم خدا کا باغ کیطرح ٹھنڈے وقت سیر کرنا اور آواز دینا چہ معنی دارد ۔ پنجم خدا کا آدم کے ہمیشہ زندہ رہنے سے اندیشہ کرکے باغ سے نکالنا سمجھ میں نہیں آتا پس صحیح بات وہ ہے کہ جس کو خدا نے قرآن میں واضح کیا اور علماء یہود کے محققین بھی اسی طرف مائل ہیں +

ف ۲ قرآن مجید میں اس قصہ کو مختلف عنوان سے آٹھ سورتوں میں بیان کیا ہے کہیں اجمال ہے کہیں تفصیل سورۂ بقرہ آل عمران اعراف حجر کہف بنی اسرائیل طٰہٰ صٓ ان سب کے مجموعہ سے وہ بات نکلتی ہے کہ جس کو ہم نے تفسیر میں بیان کیا اور ان آیات کو جمع کرنا اور باہم ترتیب دینا محض تکلف لاحاصل ہے کیونکہ ہر سورۃ میں بیان ناتمام نہیں ہے کہ جسکے ملانے سے تمام کیا جاوے

ربط

اس کے بعد خدا تعالےٰ اپنے خاص انعامات ذکر کرتا ہے کہ جو بنی اسرائیل سے متعلق ہیں اور چونکہ دنیا میں یہہ خاندان نبوت سب پر فائق تھا اس لئے اس کی طرف التفات بھی عام احسانات کے بعد ضرور تھا اس لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے +

يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ

اے بنی اسرائیل میری وہ نعمتیں یاد کرو کہ جو میں نے تمکو بخشی ہیں اور میرے قرار کو پورا کرو تو میں تمہارے قرار کو پورا کرونگا اور مجھی سے ڈرا کرو

وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ

اور اس کتاب یعنی قرآن پر ایمان لاؤ کہ جسکو میں نے تمہارے پاس والی چیز کی تصدیق کرتا ہوا نازل کیا ہے اور سب سے پہلے اسکے منکر نہ ہو اور میری آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لیکر نہ بیچو اور مجھی سے ڈرو

ترکیب

یا حرف ندا بنی منادی مضاف الیہ اسرائیل مضاف الیہ اذکروا فعل انتم ضمیر فاعل نعمتی مفعول موصوف التی انعمت الخ موصول وصلہ جملہ خبریہ بنکر اسکی صفت و حرف عطف برا ذکروا۔ اوفوا فعل انتم ضمیر فاعل بعہدی مفعول اوف بعہدکم جملہ جزا ہے جملہ اوفوا کی کہ جو شرطیہ کی بو لیے رہا ہے اور اسی لئے اوف میں سے ی حذف ہوگئی۔ ایای منصوب ہے فعل محذوف سے کہ جسپر فارہبون دلالت کر رہا ہے تقدیر ایای فارہبوا اور فارہبون کی اصل فارہبونی ہے وقف آیت سے ی گر پڑی نون وقایہ باقی رہگیا مگر زیر اس پر رکھا تاکہ دلالت کرے ی پر وآمنوا عطف ہے اوفوا پر فعل بافاعل بما انزلت (تقدیرہ بما انزلتہ) الخ صلہ موصول مفعول مصدقا حال مؤکدہ ہے ما محذوف سے کہ جوانزلت میں ہے حکم منصوب ہے علے الظرف والعامل فیہ الاستقرار ولاتکونوا معطوف ہے آمنوا پر انتم اسکا اسم اول کافر بہ خبر اول افعل ہے اور اسکی ف اور ع کلمہ میں سیبویہ کے نزدیک واؤ ہے اور اس سے کوئی فعل نہیں بنا اور اسکی تانیث اُولی ہے۔ کافر لفظ میں واحد اور معنی میں جمع ہے لے اول الکفار کما یقال ہو احسن رجل وقیل تقدیرہ اول فریق کافر۔

تفسیر

جبکہ خدا تعالےٰ نے توحید اور نبوت اور معاد کے دلائل بیان کر چکا اور اسکی تائید میں عام نعمتوں کو ذکر فرما چکا تو اب بنی اسرائیل کو مخصوص نعمتیں یاد دلا کر اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ میں تمہارا قدیم منعم ہوں میں تمہاری بہتری اور بھلائی ہمیشہ سے مدنظر رکھتا آیا ہوں اب میں نے تمہارے دین کی اصلاح کرنے کے لئے (کہ جسکو حوادثات زمانہ میں لوگوں کی افراط و تفریط نے الٹ پلٹ کر دیا ہے) قرآن اور نبی آخر الزمان کو بھیجا ہے تم میری مہربانیوں اور عنایتوں پر خیال کرکے کہ جو میں نے وقتاً فوقتاً تمہارے ساتھ کی ہیں میرے عہد کو پورا کرو کہ جو تم نے روز میثاق مجھ سے باندھا تھا کہ ہم تیری طاعت کرینگے اور تیرے پیغمبروں کا کہا مانیں گے اور پھر وقتاً فوقتاً حضرت موسےٰ اور دیگر انبیا کی زبانی بھی اس عہد کی تجدید کرتے آئے ہو۔ تو میں بھی اپنے عہد کو پورا کروں کہ دنیا میں تمہاری عزت و آبرو شوکت و سلطنت بازرفتہ کو پھیر دوں اور آخرت میں تمہیں حیات اور نجات کے ثمرات سے بہرہ مند کروں اور اس عہد کا وفا کرنا یہ ہے کہ اس نبی آخر الزمان اور قرآن پر ایمان لاؤ کہ جو تمہارے اصول دین اور مطالب تورات و دیگر کتب انبیا کی تصدیق کر رہا ہے اور انکو سچ بتا رہا ہے پس جبکہ یہ ہے تو اب تم اہل علم میں سب سے اول منکر بنکر مطالب و اغراض دنیاوی اور اتباع نفس کے بدلے میں میری آیات بینات کو نہ بیچو یعنی دنیا کے لئے حق کو نہ چھوڑو ایمان و نعماء اخرویہ کھو کر چند روزہ دنیا مول نہ لو اور مجھ سے ڈرو +

متعلقات

بنی اسرائیل اسرائیل حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کا لقب ہے جسکے معنی عبرانی میں صفوۃ اللہ یا عبداللہ کے ہیں
بنی مخفف بنین جمع ابن کا ہے نون اضافت سے گر گیا۔ اس لفظ کی جمع ابناء بھی آتی ہے۔ اگرچہ ابن کے معنی بیٹے کے ہیں مگر پوتے اور
اسکی اولاد پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے اسلئے اسوقت کے لوگوں کو بھی بنی آدم کہتے ہیں اور اس مقام پر یہی مراد ہے یعنی یعقوب کی
اولاد۔ حران سے ہجرت کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان میں بمقام حبرون[1] آبسے تھے انکے آٹھ بیٹے[2] تھے ان میں سے
حضرت اسماعیلؑ عرب میں آرہے تھے اسلئے آنحضرت علیہ السلام اور دیگر قبائل کو اسوجہ سے کہ وہ حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں بنی اسمعیل
کہتے ہیں اور حضرت اسحٰق وہیں رہے انکے دو بیٹے تھے عیص انکی بھی بہت سی اولاد شام اور اسکے اطراف میں پھیلی دوسرے
یعقوب انکے بارہ بیٹے تھے روبن شمعون لاوی یہوداہ اشکار زبلون۔ یوسف بنیامین۔ دان نفتالی جد آشر انکے
بارہ بیٹوں کے نام سے بارہ قبائل ان میں مشہور ہوئے چونکہ یہ لوگ مصر میں قحط سالی کی وجہ سے آرہے تھے پھر حضرت موسیٰ
اور ہارون اور داؤد اور سلیمان بہت سے اولوالعزم انبیاء اس خاندان میں پیدا ہوئے تھے اسوجہ سے یہ خاندان روئے زمین پر متبرک
اور مشہور ہو گیا آنحضرتؐ کے زمانہ میں مدینہ اور اسکے اطراف خیبر وغیرہ مقامات میں بنی اسرائیل رہتے تھے۔ ان بارہ فرقوں میں
سے آجکل چند باقی ہیں ان کو یہود کہتے ہیں +

اوفوا بعہدی عہد باہمی قرارداد کو کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے جب بندہ کو عقل سلیم عطا کی اور اپنی قدرت کاملہ کی نشانیوں میں
غور و فکر کرنے کی طاقت بخشی تو ایک بار امانت اسکے سر پر دھر دیا اور تمام نیک عمل کرنے اور خدا اور اسکے ذات و صفات و انبیاء پر
ایمان لانیکا اسے ذمہ لیلیا اور بندہ نے اسکا اقرار کر لیا اسکے صلہ میں اس نے دنیا و آخرت میں نیک نتیجہ مرتب کرنے کا اپنی رحمت سے
ذمہ لیلیا پس دونوں طرف سے یہ قول و قرار اور یہ عہد قرار پایا اسی کو عالم ارواح میں قائم کیا تھا اور اسی کو انبیاء وقتاً فوقتاً یاد
دلاتے اور تجدید کرتے رہے ہیں اور اس عہد کے پورا کرنے کے بیشمار مراتب ہیں۔ بندہ کی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ توحید
اور رسالت کا اقرار کرے کلمہ لا الہ الا اللہ الخ صدق دل سے پڑھے اسکی طرف سے اول مرتبہ یہ ہے کہ دنیا میں اسکی جان و مال کو
آسمانی مصائب سے مامون اور آخرت میں عذاب بدی سے محفوظ و مصئون رکھے۔ اور بندہ کی طرف سے اخیر مرتبہ یہ ہے کہ اسکی محبت
اور یاد میں ہمہ تن غرق ہو جائے کسی کی بھی خبر نہ رہے اسکی طرف سے یہ کہ اسکو ہمیشہ دربار قدس میں اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور رکھے

[1] یہ بابل کے پاس کسدیوں میں رہتے تھے وہاں سے ابراہیم کا باپ تارہ کہ جسکو آذر بھی کہتے ہیں اپنے بیٹے ابراہیم اور پوتے لوط اور ابراہیمؑ کی بیوی سارا کو لیکر وہاں سے جنوب
کی طرف بمقام حران آبسے تھے وہیں آذر نے وفات پائی پھر وہاں سے ستر برس کی عمر میں حضرت ابراہیم اپنی بیوی اور لوط کو لیکر ملک کنعان میں آئے اور جنیوں میں مقام حبرون مقام کیا

[2] سارا کے پیٹ سے اسحاق اور ہاجرہ کے پیٹ سے اسمٰعیل جو سب میں بڑے تھے زمران یقسان مدان مدیان اسباق شوخ ۱۲ تورات ۱۲ منہ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝

اور نہ ملاؤ سچ میں جھوٹ | اور نہ چھپاؤ حق کو | جان بوجھکر | اور قائم کرو | نماز | اور دو زکوۃ اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ ملکر رکوع کرو

جس سے کہا کہ اس عہد سے مراد وہ عہد ہے کہ جو بنی اسرائیل سے نبی آخر الزمان پر ایمان لانے کی بابت لیا گیا تہا جیسا کہ بائبل سے ابتک سمجہا جاتا ہے تو وہ کوئی اور بات نہیں وہ بہی اسی عہد کی شاخ ہے +

مصدقا لما معکم سے یہ مراد نہیں کہ یہود کے جمیع عقائد اور کل کتابوں کی تصدیق قرآن کرتا ہے بلکہ اصول مذہب ورہنمایان کتب الہامیہ کہ جنکو اپنی کتابوں میں مخلوط کر رکہا تہا اور اس مجموعہ کو وہ تورات کہتے تہے ۔ یہاں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نزول قرآن کے وقت انکے پاس بلا کم وکاست حضرت موسیٰ کی تورات تہی بلکہ ایک مجموعہ کہ جسکو علماء یہود نے مرتب کیا تہا اور جسکو وہ اپنی اصطلاح میں تورات کہتے تھے +

نکات

(۱) چونکہ مقصود یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو قرآن پر ایمان لانے کا حکم کیا جاوے اور بنی اسرائیل کو یہ نہایت شاق تھا کہ وہ غیر خاندان کے نبی پر ایمان لاویں ۔ یہ انسان کا ایک جبلی خاصہ ہے کہ وہ دوسرے خاندان کو مشکل مانتا ہے بالخصوص جبکہ حب جاہ وریاست دل میں پیوست ہو اسلئے خدا نے اول تو بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں یاد دلا کر رحم کیا نعمتوں سے انسان کا مطیع ہونا طبعی بات ہے اور اسمیں اشارہ کر دیا کہ غیر خاندان پر حسد کرنا عبث ہے تمکو کیا کم نعمتیں دی ہیں سب بات کا خیال کرو قرآن پر ایمان لاؤ دوم اپنا عہد یاد دلایا اور اسکے ثمرہ اوف بعہدکم کی طرف اشارہ کر دیا سوم اس نرمی کے ساتھ گرمی اور چشم نمائی بھی کر دی ایای فارہبون کہ مجہہ سے ڈرو ورنہ پہر میں یوں ہی سیدھا کر دیتا ہوں پس ان تینوں کے بعد مقصد اصلی آمنوا بما انزلت کو ذکر کیا اور اسکے بعد بہی تین تاکید کر دیں اول ولا تکونوا اول کافر بہ دوم ولا تشتروا بآیاتی الخ سوم ایای فاتقون اسمیں انکی خرابیوں کی طرف بہی اشارہ کر دیا ۔ (۲) آمنوا بما انزلت کے پہلے تو ایای فارہبون فرمایا کیونکہ یہود میں جو خدا ترس تہے انکو راہب کہتے تہے یعنی پہلے تم اپنے دین پر تو قائم ہو جاؤ اور اسکے بعد ایای فاتقون فرمایا کسلئے کہ امت محمدیہ میں خدا ترس کو متقی کہتے ہیں یعنی جب قرآن پر ایمان لاوینگے تو امت محمدیہ میں داخل ہو جاوینگے +

ترکیب

و حرف عطف بر کلام سابق اذکروا لا تلبسوا الحق جملہ فعل فاعل و مفعول ہے مرکب بالباطل متعلق ہے فعل مذکور سے وتکتموا فعل ضمیر انتم فاعل عطف ہے تلبسوا پر مجزوم ہے لا نہی سے الحق اسکا مفعول وانتم تعلمون جملہ اسمیہ حال ہے اقیموا الصلوٰۃ جملہ انشائیہ معطوف اور معطوف علیہ آتوا الزکوۃ معطوف اور معطوف علیہ وارکعوا معطوف اور مع الراکعین ظرف متعلق ہے ارکعوا سے +

تفسیر

جبکہ خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل کو اصول ایمان یعنی نظریات سے مخاطب کیا اور ایمان لانے کا حکم دیا تو اسکے بعد عملیات کا بہی

حکم دیا اور جو باتیں مشہری تھیں نہیں انسے منع کردیا - علماء یہود کا قدیم دستور اور جبلی عادت تھی کہ وہ کتب انبیاء میں کبھی محض کسی حسد اور غرض ثابت کرنے کے لئے کچھ گھٹا بڑھا دیتے تھے اور کسی حوادثات میں جو کتابیں تلف ہوگئیں یا انمیں کچھ نقصان واقع ہوتا تھا انھیں کے نام سے اپنے طور پر تصنیف کرکے اُس میں ملادیتے تھے اور کبھی شرح کے طور پر کچھ اُسمیں بڑھا دیتے تھے اور لطف یہ کہ متن و شرح مزید او مزید علیہ اور قدیم و جدید کتاب میں امتیاز کے لئے کوئی علامت اور نشانی بھی نہیں رکھتے تھے اور قوم بھر میں کوئی بھی اصلی کتابوں کا حافظ نہوتا تھا نہ کوئی حفظ سنانے کا دستور تھا اُس پر کاغذ اور کتابت کی قلت سے نہ کوئی ایسا کتب خانہ تھا کہ جس میں کل دینی کتابیں محفوظ رہتی ہیں نہ کوئی سوسائٹی تھی بلکہ ہر کاہن یا راہب کے پاس جو کچھ تھا سو تھا اُس کے مقابلہ سے کیا غرض؟ چنانچہ یہ بات آجتک مجموعہ عہد عتیق و جدید سے پائی جاتی ہے محققین اہل کتاب کے مقر ہیں بس ان وجوہات سے کتاب میں گھٹانا بڑھانا یا کچھ کا کچھ پڑھ دینا بالخصوص مقابلہ میں یا کسی دنیاوی غرض کے لئے ایک آسان سی بات تھی جبتک آنحضرت علیہ السلام ظاہر نہوئے تھے تو کتب انبیاء میں آپکی بشارتیں سمجھکر آپکے آنے کے منتظر اور آپ کے محامد بیان کرتے تھے پس جب آپ ظاہر ہوئے اور مدینہ میں تشریف لائے تو رشک عناد اور دیگر اغراض دنیاویہ سے آپسے حسد کرنے لگے اور ان بشارتوں کو اُلٹنے پلٹنے لگے اور کچھ کا کچھ کہنا شروع کردیا اور اپنے تقوے و طہارت کے مسائل میں بھی تاویلات و توجیہات کرکے ٹالنے لگے اسلئے اللہ تعالے نے فرمایا کہ حق میں باطل اپنی طرف سے نہ ملایا کرو اور جان بوجھکر حق نہ چھپایا کرو کیونکہ تمہاری گمراہی سے اور ہزاروں ان پڑھ گمراہ ہوتے ہیں - اسکے بعد تقوی و طہارت کا حکم دیتا ہے کہ نماز کو اچھی طرح سے قائم کرو تاکہ تمہارے دل ملائم ہوں اور دلوں کی سیاہی دور ہو تو پھر خدا ترسی کرکے اپنے مال میں سے کوئی حصہ معین بھی فقراء غرباء کو دیا کرو اسلئے پہلے نماز کا ذکر کیا پھر زکوٰۃ کا اِس میں بدنی اور مالی دونوں عبادتیں آگئیں - اور اکیلے اپنے گھروں میں نماز پر بس نکرو بلکہ خدا کی جماعت میں شامل ہوکر نماز پڑھو رکوع کرو تاکہ دین کی تمام برکات و انوار حاصل ہوں ؎

متعلقات

فارکعوا | رکوع کے معنی جھکنا ہیں چونکہ نماز کا یہ ایک جزء ہے تو کل کو کبھی اِس جزء کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور کبھی سجدہ کے ساتھ اور یہاں اِس جزء کے ساتھ تعبیر کرنے میں ایک نکتہ ہے ۰

زکوٰۃ | کے معنی زیادہ ہونے اور بڑہنے کے ہیں بولتے ہیں زکا الزرع جبکہ کھیتی بڑہتی ہے اور چونکہ خدا کے نام پر دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور اِس عمل کی تاثیر سے مال بڑہتا ہے اسلئے مال میں سے حصہ معین سال تمام پر دینے کو زکوٰۃ کہنے لگے - بعض کہتے ہیں یہ زکا سے مشتق ہے جسکے معنی پاکی ہیں چونکہ زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے اسلئے زکوٰۃ کہنے لگے اور اسی لئے ذبح کرنے سے نجس خون نکل جاتا ہے مذبوح جانور کو مُزکّٰی بولتے ہیں - اِس کے بعد خدائے تعالےٰ اور حکم دیتا ہے - فرماتا ہے ۰

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتٰبَ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا لوگوں کو نیکی کرنا بتلاتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پھر کیوں نہیں سمجھتے ؟

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخٰشِعِينَ ۝ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلٰقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رٰجِعُونَ ۝

اور صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے مدد لو بلاشبہ یہ نماز مشکل ہے مگر ان پر کہ جو عاجزی کرتے ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ ضرور ہم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور اسکے پاس پھر جاویں گے اصل میں یہ مشکل ہے

ترکیب

أ استفہامیہ داخل ہے جملہ تامرون الناس الخ پر اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نکرو تامرون الناس الخ جملہ معطوف علیہ وتنسون الخ دوسرا جملہ اس پر معطوف وانتم تتلون الکتاب جملہ اسمیہ حال ہے ضمیر فاعل تنسون سے افلا تعقلون جملہ استفہامیہ بمعنی توبیخ۔ یہانتک یہ جملہ معترضہ سا تھا اسکا شان نزول[1] ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے کہ علماء یہود اپنے ان اقارب سے جو مسلمان ہوگئے تھے یہ کہتے تھے کہ اسی دین پر قائم رہو کیونکہ یہ حق ہے اور خود اسلام میں داخل نہ ہوتے تھے (جلالین) بعض کہتے ہیں کہ اوروں کو صدقہ اور خیرات کا حکم دیتے تھے خود نکرتے تھے (بیضاوی) واستعینوا الخ معطوف ہے اذکروا پر یا آمنوا پر بالصبر والصلوٰۃ معطوف علیہ و معطوف متعلق ہیں استعینوا کے وانہا لکبیرۃ جملہ مستثنیٰ منہ الا حرف استثنا علی الخاشعین موصوف الذین الخ صلہ و موصول اسکی صفت یہ سب مستثنیٰ +

تفسیر

اے بنی اسرائیل باوجودیکہ تم کتاب یعنی توراۃ پڑھتے ہو اور اس میں اپنے نفس کے لئے اعمال صالحہ کی نہایت تاکید اور کلام انبیاء میں آپ عمل نکرنے دوسرے کو نصیحت کرنے پر بڑی تہدید ہے مگر تم خود عمل نہیں کرتے اور لوگوں کو وعظ و تدریس کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہو تمہارے نفس سرکش ہیں وہ ان اعمال صالحہ اور قید شریعت اور روحانی صفائی کو اختیار نہیں کرتے سو اسکا علاج روحانی طور سے یہ ہے کہ تم روزہ اور نماز سے نفس کو مشقت کشی کا عادی بناؤ کسلئے کہ روزہ میں باوجود ہر طرح کے سامان اکل و شرب و جماع مہیا ہونے کے صبر کرنا اور اسکی خواہش سے روکنا اور پھر نماز میں مشغول ہو کر ہاتھ پاؤں تمام جسم کو اسکی عبادت میں مصروف کرنا زبان اور روح کو اسکی طرف متوجہ کرنا اور تسبیح و تقدیس کرنا قرآن پڑھنا ان سب کا مجموعہ روح کو نہایت تازہ کرتا ہے جس سے نفس کی تیزی ٹوٹ جاتی ہے اور حب جاہ و مال اور ہر قسم کی نفسانی خواہش کہ جو عمل سے مانع آتی ہے پژمردہ ہو جاتی ہے (واقعی جسمانی ریاضت سے جو تزکیہ نفس سالہا سال میں حاصل نہیں ہوتا وہ روحانی تقرب سے دم بھر میں حاصل ہو جاتا ہے تھوڑی سی دیر اسکی طرف متوجہ

[1] شان نزول کے یہ معنی ہیں کہ آیت ان یہودی علماء پر صادق آتی ہے یا انمیں انکی طرف تعریض اور اشارہ ہے کہ جو خود اچھے کام نہیں کرتے تھے اور انکو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے جیسا کہ عموماً علماء بے عمل کیا کرتے ہیں نہ یہ خاص مراد ہے کہ ان لوگوں کے لئے اور اسی حال پر تنبیہ کرنے کے لئے جدا گانہ نازل ہوا جب تسلیم کیا جاوے کہ جب کسی سند صحیح سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ آیت الگ ہو کر نازل ہوئی ہے ورنہ اس سے اگلا اور پچھلا کلام جداگانہ نازل ہوا ہے فتأمل حامنہ

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ وَاتَّقُوْا يَوْمًا

اے بنی اسرائیل یاد کرو میری ان نعمتوں کو کہ جو میں نے تمکو دی ہیں اور میں نے تمکو جہان پر فضیلت دی اور ڈرو اس دن سے

لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ

کہ جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا اور نہ اسکے لئے کوئی سفارش قبول ہوگی اور نہ اسکے عوض میں کوئی معاوضہ لیا جاویگا اور نہ انکی مدد کی جاویگی +

اور متوجہ ہونے سے کسیقدر نفس کو پژمردگی اور روح کو تازگی حاصل ہوتی ہے) اور یہ نماز بھی فی نفسہ ایک بھاری بات ہے اسکی بھی وہی
متحمل ہوتے ہیں کہ جو خدا کے آگے عاجزی کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو اسکے پاس جانا ہے۔ امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلعم
کو جب کبھی کوئی رنج وغم لاحق ہوتا تھا تو نماز میں مشغول ہوجاتے تھے۔ اس ہی کے لئے امت محمدیہ پر پنج وقتہ نماز فرض ہوئی ہے اور اسلئے
اسکی نسبت فرمایا ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر کہ نماز ہر قسم کی برائی اور گناہ سے روکتی ہے۔ نماز کے فضائل اور اسکے تارک پر جو کچھ تہدید
احادیث صحیحہ میں وارد ہے اسکے بیان کی یہاں گنجائش نہیں +

ف اس آیت سے اس شخص کی برائی ثابت ہوئی کہ جو اوروں کو نصیحت کرتا ہے خود عمل نہیں کرتا کیونکہ اسکا یہ فعل ایسا ہے کہ جیسا کوئی
جاہل یا احمق کرتا ہے اور جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کلام کا اسکو اعتقاد نہیں ہے نہ خود بھی عمل کرتا۔ اسی لئے صحاح ستہ میں ہے کہ نبی
صلعم نے لوگوں کی زبان کو جہنمی فرشتوں کو آگ کی مقراضوں سے کاٹتے دیکھا تو جبرئیل سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ وہ لوگ ہیں کہ خود عمل نہ کرتے
تھے اور لوگوں کو نصیحت کرتے تھے مگر اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ فاسق کو وعظ کہنا منع ہے اسلئے کہ انسان پر جس طرح عمل کرنا فرض
ہے دوسروں کو سمجھانا بھی فرض ہے ایک فرض کے ترک کرنیوالے کو کیا ضرور ہے کہ دوسرے فرض کو بھی ترک کرے +

ترکیب

یا حرف ندا بنی اسرائیل مضاف اور مضاف الیہ منادی اذکروا فعل ضمیر انتم فاعل نعمتی التی انعمت علیکم صفت و موصوف معطوف علیہ
وانی فضلتکم علی العالمین تمام جملہ اسمیہ معطوف یہ دونوں اذکروا کے مفعول۔ یہ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ
ہوکر ندا ہوا۔ واتقوا فعل انتم ضمیر فاعل یوما مفعول یہ موصوف لاتجزی نفس الخ اور لایقبل الخ اور لایوخذ الخ ولاہم الخ چاروں جملے
معطوف بریکدیگر اسکی صفت اور سب میں عائد محذوف ہے لئے لاتجزی فیہ وقس علیہ البواقی اس جملہ اتقوا کا عطف اذکروا پر
ہوا عن نفس موضع نصب میں ہے تجزی سے اور ممکن ہے کہ حال ہوکر موضع نصب میں ہو تقدیرہ شیئا عن نفس منہا دونوں
جگہ میں ممکن ہے کہ یقبل اور یوخذ کے متعلق ہو اور ممکن ہے کہ شفاعۃ اور عدل کی صفت ہو +

تفسیر

لئے اور جو لوگ ہیں تو کیسے قائل خدا کے مقرر وہ تو اسکو عبث سمجھتے ہیں اسلئے انپر بھاری ہے اور کیسا ہی بھاری کام ہو جب انسان اسکا نتیجہ نیک یقین کرلیتا ہے تو اسکو اس
امید میں سب تلخیاں شیریں معلوم ہوتی ہیں ۱۲ منہ

چونکہ بنی اسرائیل کا اپنے اہل علم اور انبیا زادہ ہونے کی وجہ سے بہ نسبت اور لوگوں کے دو چند غرور اور تعصب تھا تو اسلئے خدا تعالیٰ نے دوبارہ پھر اپنے نعمار کو یاد دلایا کہ تم میری نعمتوں کو یاد کرو اور اُس بات کو بھی کہ مَیں نے ایک زمانہ میں تمہارے آبا اجداد کو (حضرت موسیٰؑ اور سلیمانؑ و داودؑ و دیگر انبیا اور سلاطین عادل کے سبب) دنیا پر بزرگی دی تھی بڑے بڑے بادشاہ اور متبرک لوگ تمہارے خاندان کو مقدس اور متبرک جانکر ادب سے پیش آتے اور نذریں اور ہدیہ پیش کرتے تھے اور تمہارے خاندان کی عزت و حرمت اور علم و نبوت کا شہرہ دنیا میں ہو گیا تھا

اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یوت احدا من العالمین ۞

اور جو تم اپنی سرکشی اور تعصب سے باز نہیں آتے اور ہماری نعمتوں کے حق کو ادا نہیں کرتے اور تم کو اس بات پر بھی عبرت نہیں (کہ مَیں نے اپنے انبیار کی معرفت تم کو آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم میری شریعت پر نہ چلو گے اور بت پرستی کرو گے تو میں تمہاری سلطنت و حشمت کو خاک میں ملا دونگا اور تمہارے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دونگا وہ بیت المقدس کو مسمار اور تم کو ذلیل و خوار کرینگے چنانچہ مَیں نے ویسا ہی کیا اور پھر مَیں نے بھی اپنے قہر کو تم پر بھڑکایا اور بخت نصر اور انٹوکس وغیرہ بادشاہوں نے تمہارے ساتھ وہ کیا کہ جو عالم کی عبرت کا باعث ہوا جس سے تم ابتک خوار و ذلیل پھرتے ہو کوئی حکومت اور سلطنت تمہاری باقی نہیں ہے) تو آخر ایک روز مرنا ہے قیامت میں ہمارے پاس آنا اور حساب دینا ہے پس اُس دن سے ہی ڈرو کہ وہاں کوئی وجہ عذاب الٰہی کے دفع کی نہیں کسلئے کہ دنیا میں یا تو خلصی کا طریق تھا ہے کہ دوسرا شخص اُسکی جگہ آپ سزاوار ہو جاتا ہے اور اُسکے جمیع حقوق اور محاسبہ کو اپنے سر پر لے لیتا ہے سو وہاں یہ بھی نہیں لاتجزی نفس عن نفس شیئا اُس دن کی سختی ایسی ہوگی کہ ہر کوئی نفسی نفسی کریگا یوم یفر المرء من اخیہ الآیہ اور یا کسیکی وجاہت سے سفت چھوڑ دیا جائے سو اگر تم کو اپنے بزرگوں باپ دادا انبیاء علیہم السلام پر بڑا بھروسہ ہے تو وہ ہماری مرضی بغیر دم نہیں مار سکتے اور جس سے خدا کو ناخوش دیکھتے ہیں اُسکے لئے کچھ بھی نہیں کہتے پس لایقبل منہا شفاعۃ اُس روز سفارش بھی کام نہ آویگی اور یا اپنے مال سے کچھ دیکر اور معاوضہ یا جرمانہ بھگت کر نجات پاتا ہے سو اگر تم کو اپنے مال و دولت پر غرور ہے تو وہاں یہ بھی کام نہ آویگا لایوخذ منہا عدل خدا کو مال و دولت کی کچھ پروا نہیں اور اس روز کسی پاس کیا ہوگا؟ نہ مال نہ دولت اور یا یہ کہ یار و انصار برادری و اقارب اپنے زور سے چھڑا لیتے ہیں سو وہاں یہ بھی نہیں ولاہم ینصرون خدا سے مقابلہ کرنے کی کسکو مجال ہے ۞

متعلقات

فضلتکم علی العالمین | عالم کا اطلاق اگرچہ ماسوی اللہ جمیع مخلوقات پر ہوتا ہے اور جب لفظ عالمین اسکو جمع کر لیا جاتا ہے تو اور بھی شمول و عموم کا فائدہ دیتا ہے مگر جس طرح ہمارے عرف میں دنیا بولکر اکثر لوگ مراد رکھتے ہیں اسیطرح محاورہ عرب تھا اور جس طرح ہمارے عرف میں لفظ کل بولتے ہیں و اکثر چیزیں اُس سے مراد لیا کرتے ہیں اسی طرح عرب میں محاورہ تھا بلقیس کی نسبت وارد ہے واوتیت من کل شئی کہ اسکو ہر چیز سے حصہ ملا تھا حالانکہ بہت سی چیزیں اُسکو نہ ملی تھیں۔ پس اس توجیہ پر مطلب آیت کا بہت صاف ہے

کہ بنی اسرائیل کو خدا نے ایک زمانہ میں اکثر لوگوں پر فضیلت دی تھی اور یہ واقعی بات ہے +

بعض مفسرین نے عجب موشگافی کی ہے عالمین سے جمیع مخلوقات مراد رکھی پھر دیکھا کہ اس سے ملائکہ اور جمیع انبیاء اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوتی ہے تو آنحضرت کو اور دلائل سے مستثنےٰ کیا اور بے سروپا دلائل سے ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے اسی طرح بنی اسرائیل سے ہر فرد بشر مراد لیکر بکھاوے میں پڑ گئے کہ بنی اسرائیل کے کفار و فساق کو جمیع عالم پر کیونکر فضیلت تھی؟ اسی طرح اکثر مقامات پر عرف اور محاورہ عرب سے غافل ہو کر الفاظ کے معانی لغویہ یا علماء کلام و علماء اصول کے معنی مقرر کردہ مراد لیکر سیدھی بات کو مشکل کر دیتے ہیں +

شفاعت شفع بمعنی جفت ہے یعنی طاق کا خلاف گویا کہ شفاعت کرنیوالا اپنے آپ اسکے ساتھ (کہ جسکی یہ شفاعت کرتا ہے) ملا کر اس کیلئے جوڑا کرتا ہے - معتزلہ اس آیت اور اس آیت من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ سے استدلال کرتے ہیں کہ قیامت کو انبیاء گناہگاروں کے لئے شفاعت کرینگے مگر انکا یہ قول صحیح نہیں کیونکہ ان آیات کا یہ منشا ہے کہ اسکی مرضی کے برخلاف اپنی وجاہت سے کوئی سفارش نکر سکیگا اور جبتک اسکی مرضی کفار و مشرکین کی نسبت نہوگی تو انکے لئے کوئی شفاعت نکریگا جیسا کہ ان آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اور لفظ الا باذنہ باواز بلند بتلا رہا ہے کہ گناہگار مسلمانوں کے لئے رحمت انبیاء اور اولیاء اور صلحاء کے دل میں انکی شفاعت کا شوق پیدا کریگی اور وہ نہایت عجز و انکسار سے اسکی جناب میں عرض کرینگے وہ اپنی رحمت سے قبول فرماویگا سچ ہے ع رحمت حق بہانہ مے جوید - آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے شفاعتی لاہل الکبائر من امتی اور احادیث صحیحہ میں آنحضرت کی شفاعت کبریٰ کی تفصیل ہے - آنحضرت تمام عالم کے شفیع اعظم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم - اور یہ آیات کفار کے ساتھ مخصوص ہیں کیونکہ کلام یہود سے چلا آتا ہے **عدل** کے معنی برابری کے ہیں چونکہ معاوضہ اور فدیہ دیکر دونوں برابر سرابر ہو جاتے ہیں اسلئے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہنے لگے اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں +

نکات

(۱) چونکہ جو نکرہ حیز نفی میں ہوتا ہے تو وہاں کثرت سمجھی جایا کرتی ہے اور لا تجزی نفس میں نفس نکرہ ہے معرفہ نہیں اور لا نفی کے پیچھے آیا ہے تو یہاں عموم مراد ہے پس یہ کثرت جو یہاں مفہوم ہوتی تھی اسکو و ہم لا ینصرون میں اس نکتہ کے لئے ظاہر کر دیا کہ علاوہ جب کسیکو ایسے شخص کے پنجے سے چھڑاتے ہیں کہ وہ نہ وجاہت اور لحاظ کو خیال میں لاتا ہے تاکہ سفارش قبول کرے نہ وہ معاوضہ سے راضی ہوتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کی ضمانت مانتا ہے تو وہاں ایک جماعت اور جمعیت سے کام لیا جاتا ہے کہ ایک جماعت بزور چھڑا لیتی ہے پس لفظ ہم میں انکی کثرت کے فائدہ مند نہونے کی طرف اشارہ ہے +

اسکے بعد

خدا تعالیٰ اپنے نعمتوں کی تفصیل کرتا ہے اور ہر ایک واقعہ کو یاد دلاتا ہے تاکہ اوروں کو سنکر عبرت و رغبت ہو اور بنی اسرائیل کے

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

اور (اسوقت کو یاد کرو) جبکہ ہمنے تمکو فرعون والوں سے نجات دی جو تمکو بُرے عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اسمیں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمائش تھی

دل ملائم ہوں اور راہ راست پر آویں - مگر یہ واضح رہے کہ ان واقعات کے بیان کرنے سے مقصود صرف اپنی نعمتوں اور نافرمانیوں کی عقوبتوں کا یاد دلانا ہے نہ ترتیب تاریخ آدم اور تاریخ بنی اسرائیل کا بیان کرنا جیساکہ اہل کتاب کی تورات وغیرہ کتب تاریخ میں ہے کہ جنکو وہ الہامی کہتے ہیں اسلئے کبھی مقدم واقعہ کو مؤخر اور بالعکس اور کبھی بطور اجمال اور کبھی بطور تفصیل بیان کرتا ہے اور کچھ موسیٰ ع کے واقعات ہی بیان نہیں بلکہ اُنسے پہلے اور پچھلے واقعات بھی ہیں اور ملک مصر میں اپنے وقت کے اور وہاں سے نکلکر ملک کنعان میں آنے وقت کے اور وہاں پہنچکر جو کچھ گزرا سب فرماتا ہے +

ترکیب

واذ موضع نصب میں ہے معطوف اذکروا نعمتی پر اور اسی طرح واذ فرقنا اور واذ وعدنا اور واذ قلتم یا موسٰے وغیرہ نجینا فعل با فاعل کم مفعول من آل فرعون متعلق ہے نجینا سے یسومون فعل ہم ضمیر راجع آل فرعون کی طرف کم مفعول اول سوء العذاب مفعول ثانی - یہ تمام جملہ حال ہے آل فرعون سے یا ضمیر نجیناکم سے یا دونوں سے - یذبحون ابناءکم اور یستحیون الخ دونوں جملے بیان ہیں یسومونکم کے اور اسی لئے عطف نہوا بلاء موصوف من ربکم اور عظیم صفت مبتدا مؤخر فی ذلکم خبر +

تفسیر

حضرت ابراہیم کے بعد حضرت یعقوب تک اُنکی اولاد کنعان میں آباد رہی - بھائیوں کے حسد و بغض کی وجہ سے حضرت یوسفؑ غلام بنکر مصر میں آئے یہاں اُنکا شاہ مصر کے ہاں بڑا عروج ہوا - مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا جس طرح کہ ایران کے بادشاہوں کا کسرےٰ اور روم کے بادشاہوں کا قیصر اُس زمانہ میں مصر کا فرعون ریان اور فوطیفار نام اُس کا وزیر تھا کہ جسکا لقب عزیز تھا عزیز نے یوسف کو خرید کر اپنے گھر میں رکھا عزیز کی بیوی زلیخا کا دل یوسف پر مائل ہوگیا اس نے بُرے کام کے لئے درخواست کی یوسف نے نہ مانا اُس نے اپنے شوہر سے یوسف پر کوئی بدنامی بیان کرکے قید کروایا قید میں سے بادشاہ نے یوسف کو تعبیر خواب کیلئے بلاکر معزز کیا اور بڑا عہدہ دیا اس عرصہ میں سخت قحط پڑا جسکی وجہ سے حضرت یعقوب اور اُنکی تمام اولاد مصر میں آرہی اور اُنکو خدا نے وہاں بہت بڑھایا اور تخمیناً چار سو برس تک مصر میں رہے لاکھوں آدمی ہوگئے اور اس عرصہ میں یوسف اور وہ فرعون سب مر کھپ گئے اور فرعون کا جانشین ہوا جسکا نام مصعب یا ولید تھا اُسکو بنی اسرائیل سے سخت عداوت پیدا ہوئی اور دل میں یہ خوف ہوا کہ مبادا یہ لوگ ہماری سلطنت کے قابض ہو جاویں اسلئے اُس نے اُنکو سخت سخت تکلیفیں دینی شروع کیں انپر خراج کے لئے محصل بٹھلائے اور مصریوں نے خدمت کروانے میں بنی اسرائیل پر سختی کی اور اُنہوں نے سخت محنت سے گارا اور اینٹ کا کام اور سب قسم کی خدمت کھیت کی کرواکے انکی زندگی تلخ کی

بوتیفار

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝

اور اسوقت کو یاد کرو جبکہ ہمنے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا پس تمکو بچادیا اور تمہارے دیکھتے دیکھتے فرعونیوں کو ڈبادیا

انکی ساری خدمتیں جو دے نفسے کرلتے تھے مشقت کی تھیں (۲۲۲) اور فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کو تاکید کرکے کہا اُن میں جو بیٹا پیدا ہوا سے مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اُسے جیتی رہنے دو خدا تعالی کو بنی اسرائیل کی مصیبت پر رحم آیا اُن میں عمران کے گھر میں ایک حسین لڑکا پیدا کیا جسکی پرورش اور سرگزشت عبرت کا باعث ہے یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام سو اُنہوں نے طرح طرح کے فرعون کو معجزے دکھائے اور تمام بنی اسرائیل کو مع یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کے اُنکے جدّ قدیم ملک کنعان میں لیگئے انکے پیچھے جو فرعون پکڑنے چلا تھا دریائے قلزم میں مع لشکر ڈوب مرا اور بنی اسرائیل دریا میں سے خشک نکل گئے۔ مصر سے کنعان یعنی ملک شام تخمیناً چالیس روز کا رستہ شمال کی جانب ہے مگر رستے میں موسیٰ سے بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانیاں کیں چالیس برس تک ٹکراتے پھرے پس اسی عرصہ میں من و سلوی نازل ہوا اور دھوپ سے ابر نے سایہ کیا اور دیگر ذبح بقرہ وغیرہ واقعات پیش آئے یہانتک کہ حضرت موسےٰ اور ہارون اور جو لوگ مصر سے نکلے تھے سب اسی رستے میں مرگئے پھر موسیٰ کے خلیفہ یوشع بن نون نے ملک کنعان فتح کیا اور وہاں بنی اسرائیل کی سلطنت قائم ہوئی اس قصہ کا مجملاً بیان خدا تعالےٰ نے اس آیت میں کیا ہے اور آئندہ اور قصوں کو ذکر کرتا ہے +

ترکیب

فرقنا فعل با فاعل بکم موضع نصب میں مفعول ثانی ہے اور البحر مفعول اول ہے اور ب معنی لام ہے فانجینا کم جملہ فعلیہ معطوف علیہ واغرقنا الخ جملہ فعلیہ معطوف وانتم تنظرون حال ہے اغرقنا سے +

تفسیر

یہ ایک اور واقعہ خدا تعالی ذکر کرتا ہے کہ جس میں اس نے بنی اسرائیل پر بڑی رحمت اور نعمت کی تھی کہ جب موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے لیکر ملک شام کی طرف چلے تو بحیرۂ قلزم کی طرف راہ پڑ لئے انکے پیچھے فرعون بھی مور و ملخ کی طرح لشکر لیکر گرفتار کرنے کو پہنچا بنی اسرائیل نے کہا اے موسیٰ اب ہم کیا کریں سامنے سمندر کی ایک شاخ ہے کہ جسکو قلزم کہتے ہیں اور پیچھے فرعون کا لشکر چلا آتا ہے موسےٰ نے جناب باری میں التجا کی حکم ہوا کہ اپنے عصا کو دریا پر مار اسکی وجہ سے یہ معجزہ ظہور میں آیا کہ سمندر پھٹ گیا اور جس طرح پہاڑ میں گھاٹیاں ہوتی ہیں اسی طرح پانی کے بستہ ہونے سے خدا نے گھاٹیاں کردیں جن میں سے بنی اسرائیل بخوبی مع اپنے جانوروں اور اسباب کے نکل گئے اور چونکہ پانی ایک لطیف جسم ہے اسکی گھاٹیوں میں سے ایک طرف کا آدمی دوسری طرف کو نظر آتا تھا پس فرعون نے انکے پیچھے اسی رستہ سے عبور کرنا چاہا تو پھر سمندر اپنی حالت اصلی پر آگیا اور فرعون اور اسکا سارا لشکر ڈوب مرا اور پرلے کنارہ پر بنی اسرائیل کھڑے ہوئے فرعونیوں کو ڈوبتے ہوئے دیکھتے تھے خدا اس نعمت کو یاد دلاتا ہے +

متعلقات

آل کی اصل اہل ہے کسلئے کہ اسکی تصغیر اُہیل آتی ہے اسکے معنی گھر والے ہیں جنکو عرف میں کُنبہ کہتے ہیں یا خاندان ہاں اہل مقدم فرق ہے کہ لفظ آل کا اطلاق اُس خاندان پر آتا ہے کہ جنکو دینی یا دُنیاوی عزت اور شرف حاصل ہو۔ اور کبھی اس لفظ سے مطیع و تبع بھی مُراد ہوا کرتے ہیں اول تقدیر پر آلِ نبی حضرت کا کُنبہ بیٹی نواسے چچا اور بیویں وغیرہم دوسری تقدیر پر تمام صحابہ مراد ہوتے ہیں اور کبھی یہ لفظ زائد آتا ہے آلِ فلاں میں وہ فُلاں ہی مراد ہوا کرتا ہے +

ہم ہنسیر ابتدا سے انتہا تک مختصر طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تاریخ بیان کرتے ہیں اور تورات اور قرآن کو مدِ نظر رکھتے ہیں تاکہ ہر قصہ خوب سمجھ میں آجاوے +

تاریخ بنی اسرائیل

مُوسیٰ مصر میں عمران کے گھر میں (جو قہات کا بیٹا لاوی بن یعقوب علیہ السلام کا پوتا تھا) حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً پندرہ سو اکھتر برس پیشتر منوچہر شاہ ایران کے زمانہ میں پیدا ہوئے اُس زمانہ کے فرعون نے بنی اسرائیل پر سختیاں کر رکھیں تھیں بیگار بڑے سخت کام لیتا اور بیگار میں رکھتا تھا اور یہ عام حکم تھا کہ جو انکے خاندان میں بیٹا پیدا ہو اُسکو قتل کر ڈالو لڑکی کو جیتی رہنے دو کیونکہ اسکو بنی اسرائیل کی کثرت سے خوف تھا یہ اُنکو مٹانا چاہتا تھا یہ لوگ اپنی مُصیبت پر آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر آہ و زاری کرتے اور درد سے روتے تھے مگر اُس مُوذی کو رحم نہ آتا تھا لیکن خدا تعالےٰ ارحم الراحمین کو رحم آیا اُس نے اسکے پنجے سے چھڑانے کے لئے بنی اسرائیل میں حضرت مُوسیٰ کو پیدا کیا۔ جب یہ پیدا ہوئے تو کئی مہینے تک انکی والدہ ماجدہ نے انکو چھپا کر رکھا جب سمجھا کہ راز فاش ہوتا ہے کوئی دم میں فرعونی جلاد آتے اور اس معصوم بچے کو ذبح کرتے ہیں تو بالہام الٰہی یہ تدبیر سوچی کہ اسکو کسی صندوق میں کہ جس میں پانی اثر نکرے ڈالکر دریائے نیل میں چھوڑ دیجئے۔ جہاں اسکی تقدیر ہوگی چلا جاویگا پس ایک صندوق میں خوب رال لگا کر اور خوب مضبوط کرکے اُس چاند سی صورت کو چھپا دیا

اور خدا کے نام پر دریا میں ڈال دیا۔ ڈال تو دیا مگر دل کا اللہ ہی مالک تھا زار زار روتی اور یہ کہتی تھی کہ میروی میرو د جانم بتو خُوش برو فاللہ خیرٌ حافظا + مگر اپنی بیٹی سے کہا کہ کنارے کنارے تو دیکھتی جا کہ صندوق کہاں جاتا ہے پس وہ صندوق کے ساتھ اس طرح جاتی تھی کہ کوئی نہ جانے کہ یہی صندوق کے ساتھ ہے وہ صندوق فرعون کے محل کے پاس جب بہکر آیا تو اُسکی بیوی آسیہ نے کہ جو بڑی خداترس اور پاکباز عورت تھی دیکھا کہ ایک صندوق بہا چلا آتا ہے اُسکے ساتھ اُسکی بیٹی اور خواصیں بھی تھیں سب اس امرِ عجیب کے دریافت کی طالب ہوئیں حکم دیا کہ صندوق نکالا جاوے نکالکر کھولا گیا تو اُسمیں کیا دیکھتی ہیں کہ ایک چاند سی صورت کا بچہ لیٹ رہا ہے اور ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور انگوٹھے چوستا جاتا ہے آتے دیکھتے ہی سب کا دل بھر آیا خدا کی قدرت دیکھئے وہ دشمن کے گھر میں کس طرح پرورش کرواتا ہے؟ فرعون کی بیٹی نے کہا اسکو بیٹا بنالو اور ابا جان کو بھی اسکی خبر کردو پس فرعون کی بیوی نے بچہ دکھایا اور اپنا مطلب ظاہر کیا پس موذی نے کہا غالباً یہ کسی کنعانی کا بچہ ہے ہمارے خوف سے دریا میں ڈال دیا ہے اسکو قتل کر ڈالو فرعون کی بیوی اُوپر گر پڑی اور کہا اسکو نہ مارو اسکو بیٹا بنالو شاید کسی وقت

یہ کام اُوسے پہر موسے کے لئے انا کی تلاش ہوئی دوا ایک انائیں
آئیں مگر موسے نے کسیکا دُودھ نہ پیا اُسکے رونے سے سب بیچین
ہونے لگے تب موسی کی بہن نے کہ جو فرعون کی بیوی اور بیٹی کے
پاس آیا جایا کرتی تھی یہ کہا میں تم کو ایک ایسی انا بتاؤں کہ جو اسکو
نہایت دردمندی اور خیرخواہی سے دُودھ پلائے اور اپنے گھر میں
لیجا کر پرورش کرے اُنہوں نے کہا ہاں اللہ پہر موسی کی ماں کا
حال سنئے کہ وہ موسی کی ہر ایک چیز کو دیکھکر زار زار روتی اور اُسکی
صورت یاد کرکے دل میں ہوا اُٹھتا تھا قریب تھا کہ چیخیں
مار مار کر رو دے اور یہ راز کھل جائے مگر خدا نے اُسکے دل کو صبر دیا
اور وعدہ کیا کہ سچ ہے ہم اُسکو پہر تیرے پاس پہنچا وینگے اتنے میں
[illegible] بھائی کو فرعون کی بیوی نے
بلا بھیجا تم کو دودھ پلانے کو بلاتے ہیں پس وہ خوشی کے مارے
کپڑوں میں نہ سماتی تھیں وہاں جاکر بیٹے کو دیکھکر دل بیتاب قابو سے
نکل گیا [illegible] بلایا فرعون کی بیوی نے اُن کی
[illegible] موسے کو دیدیا پس ایک مدت
موسے ایوان شاہی میں پرورش پاتے اور شہزادے کہلاتے رہے
پس جب موسی نوجوان ہوگئے تو فرعون کی زیادتیوں اور اپنے قوم
کی پریشانی دیکھکر نہایت غمگین رہتے تھے آخر ش ایک روز بازار میں
ایک قبطی کسی بنی اسرائیل کو کار بیگار پر سخت مار رہا تھا اُس نے موسے
کو سامنے سے آتے دیکھکر پکارا اور دُہائی دی موسے نے کہا ارے
کیوں مارتا ہے اس پر اُس نے نہ مانا تو موسی نے اُسکو مکا مارا وہ
وہیں تمام ہوگیا موسے اور اُس اسرائیلی نے اُسکو ریتے میں دبا دیا۔
اگلے روز حسب اتفاق جب موسی بازار میں گئے تو اُس اسرائیلی کو

پھر کسی قبطی سے لڑتے دیکھا اور اُس نے موسی کو دیکھکر چلانا اور دُہائی
دینا شروع کیا اس پر موسے نے خفا ہوکر فرمایا کہ تو بڑا بیہودہ ہے
اور اُسکے دشمن کو ہٹانے کے لئے ہاتھ بڑھایا یہ احمق اسرائیلی
یہ سمجھا کہ موسے سے کہنے لگا کہ صاحب جس طرح کل ایک شخص کو
قتل کر چکے ہیں آج اُسی طرح مجھکو بھی مارا چاہتے ہیں اسلئے موسے
تو بڑا سرکش اور مفسد ہوا چاہتا ہے اس سے وہ راز فاش ہوگیا
آخر فرعون کے دربار میں بھی خبر پہنچی کہ لیجئے وہ موسے کہ جسکو تم نے
فرزند بنایا ہے آخر اپنی قوم کا حامی بنا اور ہمارے ایک آدمی کو مار
ڈالا ہر چند بعض وجوہات سے فرعون پہلے ہی سے موسے سے
بدگمان تہا مگر اب جوش میں آکر قتل کا حکم دیدیا کسی نے موسی کو
اس راز سے مطلع کیا موسی اول قتل سے ہی ہراساں تھے اب تو
بہت ڈر گئے اور مصر سے مشرق کی طرف بھاگ کر چلے گئے بحر قلزم کے
پار مدین ایک شہر تھا وہاں پہنچے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سایہ
میں بیٹھے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ الٰہی میں تیرا بندہ فقیر ہوں کچھ مجھکو
عطا کر وہاں ایک کنواں تھا دیکھا کہ چرواہے چرس کھینچ کھینچکر اپنی
بکریوں اور جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں آنکھیں نیچی
کئے کھڑی ہیں اُن سے موسی نے پوچھا تم کیوں نہیں پلاتیں وہ بولیں
ہمارے والد بوڑھے ہیں ہم سے چرس کھینچ نہیں سکتا جب یہ پلا کر
چلے جاتے ہیں بچا ہوا پانی ہم بھی اپنی بکریوں کو پلا لیتے ہیں موسی
کو رحم آیا بفضل الٰہی شہزور جوان تھے جس ڈول کو کئی شخص ملکر کھینچتے
تھے اکیلے نے کھینچکر اُنکی بکریوں کو پانی پلا دیا اور پہر نیچی نگاہ کرکے
درخت کے سایہ میں آ بیٹھے ان لڑکیوں نے جاکر اپنے بوڑھے باپ
حضرت شعیب علیہ السلام سے موسی کا حال بیان کیا اُس نے

نے ایک بیٹی کو بھیجا کہ جاؤ اُس مسافر کو بلالاؤ وہ آئی اور نہایت شرم سے یہہ کہا کہ چلئے آپ کو ہمارے اباجان بلاتے ہیں تاکہ آپکو اِس پانی پلانے کا بدلہ دلویں پس موسیٰ وہاں پہنچے اور سب قصہ بیان کیا اُنہوں نے سُنکر فرمایا بیٹا کچھ خوف نکر تو ظالموں کے پنجے سے بچ گیا اِن میں سے ایک بولی کہ اباجان آپ اِنکو نوکر رکھ لیں کیلئے کہ آپ کو قوی اور امانت دار آدمی درکار ہے شعیبؑ نے (کہ جنکو یترو بھی کہتے ہیں) کہا بھئی میں یہی چاہتا ہوں کہ ان دونوں میں سے ایک کا تیرے ساتھ نکاح کردوں بشرطیکہ تم ہمارے ہاں آٹھ برس تک رہو اور دس پورے کردو تو تمہاری مہربانی ہے اور خدا چاہے تو میں تم کو کوئی تکلیف نہ دونگا تم مجھکو اچھا ہی پاؤگے موسےٰ نے کہا بہتر مگر میں جب ان مدتوں میں سے کوئی پوری کردوں تو پھر مجھپر کوئی زیادتی نہو جو کچھ میں کہتا ہوں خدا اُسکا گواہ ہے پس شعیبؑ نے ان میں سے ایک کے ساتھ کہ جس کا نام صفورا تھا نکاح کردیا اور مدت مقررہ تک اپنے خسر کی بکریاں چراتے رہے اس عرصہ میں اُنکے ایک بیٹا بھی پیدا ہو کہ جس کا نام جیرسوم تھا پس موسےٰ کو وطن کا خیال آیا اپنی بیوی اور بیٹے کو لیکر چلے سردی کا موسم تھا شب میں بیوی کو سردی معلوم ہوئی موسےٰ نے کوہ طور[1] کی طرف آگ کا شعلہ دیکھا موسےٰ نے بیوی سے کہا تم یہاں ٹھیرو میں جاکر آگ تمہارے سینکنے کے لئے لاتا ہوں جب وہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت آگ کا شعلہ ہو رہا ہے مگر جلتا نہیں (اُسپر خدا تعالیٰ کی تجلی تھی اور درحقیقت آگ نہ تھی) جب موسےٰ اُسکے پاس آئے تو اُس پاک جگہ درخت میں سے یہ آواز آئی کہ جو اس

آگ کے پاس اور جو اسکے اندر ہے وہ مبارک ہے اے موسےٰ میں صرف رب العالمین ہوں میں تیرا خدا ہوں تو جوتا اُتار دے کس لئے کہ یہ جگہ مقدس ہے (درخت نہیں بولا تھا اور نہ وہ آواز حروف وصوت کے ساتھ تھی دراصل وہاں تجلی ذاتی ہوکر اُس حالت میں موسےٰ خدا سے ہم کلام ہوئے) اے موسیٰ میں نے بنی اسرائیل کی آواز دردناک سُنی اور اُنکی آہ وزاری پر مجھکو رحم آیا تو اُنکے پاس جا اور فرعون سے کہہ اِنکو اُنکے ملک میں جانے دے موسےٰ نے کہا الٰہی میری کون سُنیگا فرعون مجھکو کب بخشیگا خدا تعالیٰ نے فرمایا تیرے داہنے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟ عرض کیا میرا عصا ہے جس سے میں بکریاں ہانکتا اور بہت سے کام لیتا ہوں فرمایا اسکو زمین پر ڈالدے موسےٰ نے ڈالدیا ڈالتے ہی سانپ بنکر پھن پھنانے لگا موسےٰ ڈر کر بھاگے خدا نے فرمایا مت ڈر تجھکو اس سے کچھ خوف نہیں رسول میرے پاس خوف نہیں کھاتے اسکو پکڑلے موسےٰ نے ہاتھ لگایا وہ وہیں عصا بنگیا پھر فرمایا اپنا ہاتھ کُرتے کے گریبان میں ڈالکر باہر لاؤ وہ باہر لائے تو نہایت سفید اور روشن ہوکر چمکنے لگا کہا پھر اسکو گریبان میں ڈال۔ ڈالکر نکالا تو پھر اصلی حالت پر آگیا خدا نے فرمایا میں نے تجھکو یہ دو معجزے دیئے تو فرعون اور بنی اسرائیل کو دکھا تو تاکہ وہ تیری تصدیق کریں پھر موسےٰ نے عرض کیا الٰہی مجھ سے ایک فرعونی مارا گیا ہے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھکو اُسکے قصاص میں مار نہ ڈالیں دوم میری زبان میں لکنت ہے میں اچھی طرح بات نہیں کرسکتا میرے ساتھ میرے بھائی ہارون کو مقرر کردو مجھ سے فصیح ہے خدا نے فرمایا تیرے بھائی کو تیرا قوت بازو بنا دینگے اور ہم تمکو غلبہ دینگے تمہارے پاس کوئی

[1] یہ جگہ کہ جہاں حضرت موسےٰ آگرہے تھے کوہ طور کے مغربی کنارہ میں واقع تھی کہ جو ملک عرب و مصر کے بیچ میں بحیرۂ قلزم کا اصل ہے اُسکے مشرق کی جانب عرب کا بڑا کنارہ کہ ملک عرب اور عرب میں ہی حضرت شعیبؑ تھے کوہ طور اسکے قریب تھا چنانچہ جب مصر سے موسےٰ بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو ادھر سے گزرے تھے ۱۲ منہ

اسلئے نہیں پاؤ گے جاؤ تم کو لو دیتا ہے تابعداروں کو میں غالب کرونگا
بس وہاں سے موسےؑ چلے رستہ میں انکے بھائی ہارون جو انکی پیشوائی
کو کھڑے تھے ملے پھر بنی اسرائیل کو مسنے لے یہ دونوں معجزے دکھا کر
خدا تعالےٰ کا پیغام و بشارت انعام سنایا سب سنکر سجدہ میں گر پڑے
نہایت خوش ہوئے پھر حضرت موسیٰ اور ہارون بڑی کوشش کر کے
فرعون کے پاس گئے اور کہا ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام لائے ہیں آپ
مانئے اور خداوند عالم سے ڈر کر راہ راست پر آئیے اور بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ
جانے دیجئے ان بیکسوں کو تکلیف نہ دیجئے فرعون نے کہا خداوند عالم کون
ہے؟ میں اسکو نہیں جانتا موسےؑ نے کہا وہ ہے کہ جس نے آسمان و زمین
ہر چیز کو پیدا کیا فرعون کو تعجب ہوا اور اپنے درباریوں سے کہا ذرا انکی
رسول کی بات تو سنئے کیا محال بات کہتے ہیں اسپر موسےؑ نے فرمایا بلکہ
تمہارا سب کا اور تمہارے سب باپ دادوں کا رب ہے، یہ سنکر فرعون نے
کہا یہ دیوانہ ہے اسپر موسےؑ نے فرمایا بلکہ مشرق اور مغرب و انکے درمیان
جو کچھ ہے سب کا رب ہے، اسپر فرعون نے نہایت ناراض ہو کر یہ کہا اگر تو نے
میرے سوائے کسی اور کو خدا کہا تو میں تجھکو حبس دوام کرونگا اور اپنے
درباریوں سے کہا دیکھو میرے سوائے اور بھی کوئی تمہارا خدا ہے؟ اسے
ہامان پکی اینٹوں کا ایک بڑا اونچا برج بنا میں سپر چڑھکر موسےؑ کے
خدا کو دیکھونگا کہ وہ کہاں ہے اور میں تو اسکو جھوٹا اور جادو کا مارا ہوا
جانتا ہوں پھر موسیٰ کی طرف متوجہ ہو کر یہ کہنے لگا کہ تو وہی ہے کہ جو مدت
تک میری روٹیاں کھا کر پلا ہوا تھا اور میرے ہاں رہا ہے اور پھر وہ کام
کیئے تو یہاں سے بھاگا تھا کہ جسکو تو جانتا ہے تمہیں تجھ پر لے ذلیل ایمان لانا
اور تیری قوم ہمیشہ سے ہماری غلامی کرتی ہے موسےؑ نے کہا یہ کیا
احسان جتلاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے خیر اچھا اگر
میں آپ معجزہ دکھاؤں تب بھی آپ تصدیق کریںگے اور میری
بات پر ایمان لائیں گے اس نے کہا وہ کیا معجزہ ہے موسےؑ نے عصا کو
ڈال دیا تو بلا فرعون کی طرف لپکا فرعون اور تمام ارکان دولت
پریشان ہونے لگے موسےؑ نے اسکو پکڑ لیا پھر وہ عصا ہو گیا
فرعون اور ارکان صاحب پھر بدستور بیٹھے تو موسےؑ نے ہاتھ کو
گریبان میں ڈالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا پھر ڈالا تو بدستور ہو گیا
یہ دیکھکر فرعون نے اپنے اہلکاروں اور امیروں سے مخاطب ہو کر
کہا یہ بڑا جادوگر ہے اس سے چاہتا ہے کہ تم کو اس ملک سے باہر
کرے اب تمہاری کیا صلاح ہے؟ انہوں نے کہا آپ بھی اپنے ملک
کے بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کیجئے اور ایک روز مقرر کر کے اسمیں
اسکے مقابلہ میں ویسا ہی کرشمہ دکھا دیجئے پس فرعون نے ہر شہر میں آدمی
بھیجا اور جادوگروں کو بلایا وہ سب اس روز کہ جو مقرر ہوا تھا جمع ہوئے
اور حضرت موسیٰ اور ہارون بھی مقابلہ میں آئے اور ایک خلق خدا کی بھیڑ
کی جمع ہوئی جادوگروں نے فرعون سے عرض کیا کہ اگر ہم غالب آئے
تو آپ ہمکو کیا انعام دینگے اس نے کہا تم کو اپنا مقرب بناؤنگا تب جادوگروں
نے موسےؑ سے کہا آپ پہلے کچھ کرشمہ دکھائیگا یا ہم دکھائیں؟ موسےؑ
نے فرمایا پہلے تمہیں جو چاہو کرو پس جادوگروں نے اپنی رسیاں
اور لاٹھیاں اور جو کچھ طلسم کیا تھا فرعون کا نام لیکر زمین پر ڈالدیا
دستبندی اور نظربندی سے جیسا کہ بھان متی رسی اور چھڑی کا
سانپ بنا دیتے اور درخت لگا کر دکھلا دیتے ہیں اسی طرح انہوں نے
دکھایا جتنے کہ موسیٰ اور سب حاضرین جلسہ کو وہ سانپ سے چلتے ہوئے
دکھائی دیے حضرت موسیٰ اپنے دل میں ہراساں ہوئے خدا تعالےٰ نے
موسیٰ کو وحی کی کہ کیا دیکھتا ہے تو بھی اپنے عصا کو ڈال دے وہ دامن

بھی اژدہا بنگیا اور اُنکے سانپوں کو لقمہ کرگیا تمام تماشائی در فرعون
ڈر کے مارے تربتر ہوگئے اور ایک غل مچگیا موسیٰ نے اُسکو پکڑ لیا وہ
پھر عصا ہوگیا جادوگروں نے جب یہ دیکھا کہ یہ کام جادو کی طاقت سے
بڑھکر ہے وہ خدا سے دل میں ڈر گئے اور سجدہ میں گر پڑے اور کہنے
لگے ہم رب العالمین پر کہ جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے ایمان لائے -
فرعون کو اس معاملے سے بڑی خجالت ہوئی غصہ میں آکر جادوگروں سے
کہا تم میری اجازت سے پیشتر کیوں ایمان لائے؟ بیشک یہ (موسے)
جادو میں تمہارا اُستاد ہے تم نے باہم اتفاق کرکے یہ مکر بنایا ہے
تاکہ یہاں کے باشندوں کو باہر نکالدو اب دیکھو میں تمہارے ساتھ
کیا کرتا ہوں تمہارے ہاتھ اور پاؤں جانب خلاف سے کاٹ کر تم کو
سولی پر اور درختوں پر لٹکاتا ہوں تاکہ تم کو معلوم ہو کہ ہم میں سے کون
زیادہ اور دیر پا عذاب کرسکتا ہے وہ بولے کچھ پروا نہیں آخر ہم کو اُسکے
پاس جانا ہے ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اسوجہ سے کہ سب سے پہلے ہم ایمان
لائے گناہ معاف کردیگا اور ہم تجھکو اُس سے کہ جس نے تمکو پیدا کیا اور جسنے
ہمکو اپنی نشانیاں دکھائیں عزیز نہیں جانتے ہیں - فرعون نے اُن
ایمانداروں کو بڑی تکلیف سے قتل کیا مگر وہ اس ثابت قدمی سے اپنے
ایمان پر قائم رہے اور یہ دعا کرتے تھے الٰہی ہم کو صبر دے اور ایمان سے
ہمارا خاتمہ کیجو - اسکے بعد فرعون نے غصہ میں آکر اور بھی بنی اسرائیل
کو تکلیفیں دینی شروع کیں پہلے تو اینٹوں کے لئے بھس بھی ملتا
تھا ابتو یہ بھی موقوف کیا اور کہا جاؤ تم خود کہیں سے بھس تلاش کرکے
لاؤ اور اُسیقدر اینٹیں بناکر دو بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا اے
موسیٰ ہمکو تو تیرے آنے سے پیشتر ہی بہت کچھ ایذائیں دی جاتی تھیں
ابتو اور بھی مصیبت میں پڑگئے موسیٰ نے فرمایا صبر کرو ملک خدا کا ہے

وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور انجام کار
خداترس فلاح پاتے ہیں عنقریب تمہارا رب تمکو وہ زمین عطا کریگا
کہ جسمیں برکت ہے اور طرح طرح کے میوے ہیں موسیٰ نے پھر فرعون سے
کہا کہ دیکھ بنی اسرائیل کو جانے دے اور انکو تکلیف نہ دے ورنہ خدا
تعالیٰ مصر کے پانی کو خون کردیگا تو اور تیری رعیت بڑی تکلیف پاوگی
اس نے نہ مانا اور موسیٰ نے ہارون سے فرمایا کہ دریائے نیل پر اور ہر ایک
نہر اور تالاب پر عصا مارا انہوں نے مارا تو وہ سب پانی خون ہوگیا
اور دریا کی مچھلیاں مرگئیں اور سات روز تک یہی تکلیف رہی مگر
اُس سنگدل پر اثر نہوا اسکے بعد پھر بحکم خدا موسے نے فرعون کو
پیغام بھیجا کہ دیکھ اب بھی بنی اسرائیل کو چھوڑدے خدا پر ایمان لا
ورنہ خدا مینڈکوں کی مصیبت تم پر بھیجیگا اُس نے اسکو بھی نہ مانا
تو موسیٰ نے ہارون سے کہا کہ اپنا عصا دریا اور نہروں اور تالابوں
پر مار اُنہوں نے مارا تو بیشمار مینڈک چڑھ آئے اور مصر کی زمین چھپا دی
کھانے پانی بستر ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک دکھائی دیتے تھے فرعون
نے تنگ ہوکر موسیٰ اور ہارون کو بلا کر منت کی کہ خدا تعالیٰ سے دعا
کیجئے کہ اس بلا کو دفع کرے اگر ایسا ہوا تو میں بنی اسرائیل کو جانے دونگا
اور خدا پر ایمان لاؤنگا پس موسے نے دعا کی وہ سب مرگئے اور انکے
تودے لگادئے گئے اور زمین سڑگئی جب فرعون کو مہلت ملی تو پھر
برگشتہ ہوگیا تب موسیٰ نے بحکم خدا ہارون سے فرمایا کہ اپنا عصا زمین
پر مار اُنہوں نے مارا تمام جگہ جوئیں ہی جوئیں ہوگئیں سب لوگ عاجز
آگئے مگر اُس سنگدل نے پھر بھی نہ مانا پھر خدا نے موسیٰ کو وحی کی کہ
کل صبح فرعون دریا پر آئیگا تو رستہ میں اُس سے ملکر یہ کہہ کہ خدا فرماتا
ہے میرے بندوں کو چھوڑ دے ورنہ میں تیرے تمام ملک پر مچھر دوں گا

مسلط کریگا اور سوائے زمین جشن کے کہ جہاں بنی اسرائیل رہتے
ہیں سب تکلیف پائینگے اس نے نہ مانا اور خدا نے یوں ہی کیا جس سے
فرعون اور اسکے گھروالے اور تمام اہل مصر چیخ اٹھے تب فرعون نے
موسی اور ہارون کو بلا کر کہا کہ اچھا باہر جا کر کیا کروگے جس لئے تم
باہر جانا چاہتے ہو یعنی قربانی سو اپنے خدا کے لئے یہیں کرو موسے
نے کہا یہ نہیں ہوسکتا کس لئے کہ اہل مصر گائے بیل کو پوجتے ہیں اگر
ہم اسی جگہ انکی اپنے خدا کے لئے قربانی کریں تو وہ ہمکو پتھراؤ کر ڈالینگے
پس ہم تین دن کی راہ بیابان میں جا کر جس طرح خدا فرمائیگا قربانی
کرینگے تب فرعون نے کہا اچھا یوں ہی مگر بہت دور نہ جانا اور میرے لئے
اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ اس بلا کو ٹالے موسی نے دعا کی وہ سب دفع
ہوگئے فرعون مہلت پاکر پھر پھر گیا۔ خدا نے بحکم الٰہی پھر فرعون سے
درخواست کی اور کہا اگر نہ مانیگا تو خدا تعالی تمہارے مویشی میں موت بھیجیگا
چنانچہ اس نے نہ مانا تو خدا نے ایسی مری بھیجی کہ مصریوں کے تمام جانور مرگئے
گھوڑا گدھا بیل اونٹ کچھ نہ بچا مگر بنی اسرائیل کا ایک جانور بھی نہ مرا پھر
بھی فرعون نے نہ مانا پھر خدا نے موسی کو حکم دیا کہ بھٹی سے راکھ لیکر آسمان
کی طرف اڑا دو انہوں نے اڑا دی جس سے ملک مصر میں تمام آدمیوں اور
جانوروں کے بدن پر پھوڑے پھنسیاں اس کثرت سے پیدا ہوئے
کہ الامان مگر پھر بھی فرعون نے نہ مانا پھر خدا نے موسے کو فرمایا کہ فرعون سے
جا کر کہہ وہ تجھے رستہ میں ملیگا کہ بنی اسرائیل کا خدا تجھکو فرماتا ہے تو ایمان لا
اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دے ورنہ میں سخت وبا بھیجونگا تو اب تک اپنے تکبر
سے باز نہیں آتا دیکھ کل میں بڑے بڑے اولے برساؤنگا کہ آجتک ابتدا
مصر سے کبھی نہیں برسے ہیں موسی نے لوگوں کو خبر کر دے کہ میدان
میں جو کچھ انکا مال اور جانور ہیں انکو گھر میں لے آویں پس وہ لائے اور

فرعون کے نوکروں میں جو خدا سے ڈرتے تھے وہ بھی لائے پس موسے
نے بحکم الٰہی اپنا عصا آسمان کی طرف اٹھایا تو ابر نمودار ہوا اور ہیبت ناک
کڑک اور بجلی نمودار ہوئی اور ایسے بڑے بڑے اولے برسے کہ جس سے
چرند پرند انسان حیوان درخت کھیتی سب کا ستیاناس ہوگیا مگر جشن
میں اولے نہ پڑے تب فرعون نے موسے اور ہارون کو بلا کر کہا بیشک
میں نے گناہ کیا ہے تم دعا کرو کہ پھر اس طرح نہ گرجے نہ اولے
برسیں تب میں تمہیں جانے دونگا پس موسی نے دعا کی وہ بلا
دفع ہوگئی مگر فرعون سرکش رہا پھر خدا نے موسے سے کہا کہ فرعون کو کہہ
دیکھ اب بھی باز آ اور میرے بندوں کو جانے دے اور میرے آگے عاجزی کر
ورنہ میں تمام مملکت میں ٹڈی بھیجونگا کہ جو کچھ اولوں سے باقی رہ گیا
سب کو چاٹ جائینگے جب وہ یہ کہکر وہاں سے گئے تو قال رجل مؤمن
من آل فرعون فرعون کی قوم اور نوکروں میں سے لوگوں نے فرعون کو
سمجھایا کہ جانے دیجئے دیکھئے مصر اجڑ گیا بالخصوص ایک شخص نے جو
اپنا ایمان مخفی رکھتا تھا یہ کہا کہ تم ایسے شخص کو کہ جسکے بہت سے نشان
دیکھ چکے ہو اس گناہ پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ خدا کو اپنا رب کہتا ہے
سنا جو اگر وہ جھوٹا ہے تو اسکا وبال اسی پر پڑیگا ورنہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے
وہ بلا تم پر نازل ہوگی اور آج تمکو خدا نے ملک و زور دے رکھا ہے اگر
تم پر کوئی عذاب الٰہی نازل ہوا تو ہمکو کوئی اسکا دفع کرنیوالا نہیں دکھائی
دیتا فرعون نے کہا جو کچھ میری رائے میں آتا ہے وہی صواب ہے اور میں تمکو
بھلائی کا رستہ بتلاتا ہوں اس دیندار نے کہا مجھکو تو اس قوم کی
بربادی دکھلائی دی رہی ہے جس طرح کہ عاد و ثمود اور قوم نوح
وغیرہم تباہ ہوگئے تم بھی برباد ہوگے اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا
مجھکو ایک شدنی بربادی کا خوف ہے جس روز کہ تم پس پا ہو

پھر کوئی خدا کے ہاتھ سے بچانیوالا نہیں اور تمہاری سمجھ میں میری نصیحت نہیں آتی کسلئے کہ جنکو خدا برباد کرنا چاہتا ہے تو پھر انکو کوئی ہدایت نہیں کرسکتا اسی طرح فرعون کی بیوی بھی دیندار فرعون کی حرکات سے نالاں تھی آخر اس نے یہ دعا کی کہ الٰہی مجھکو فرعون اور اسکی تکلیف سے نجات دے اور اپنے پاس بلاکر جنت میں رکھ چنانچہ خدا نے اسکی دعا قبول کی۔ القصہ فرعون نے کہا اچھا مرد چلے جائیں اور جاکر قربانیاں کریں اور سب کچھ یہیں رہے حضرت موسے نے کہا یوں نہیں بلکہ سب کچھ لیکر جاوینگے اسپر فرعون خفا ہوا اور دھکے دیکر موسے اور ہارون کو دربار سے نکلوا دیا تب موسے نے بحکم خدا اپنا عصا اٹھایا تو خدا نے تمام دن اور تمام رات پُروا آندھی چلائی اگلے روز صبح ہوتے ہی بیشمار ٹڈیاں آئیں اور تمام روے زمین کو ڈھانک لیا اور تمام ملک مصر میں کسی درخت پر اور میدان کی گھاس میں سبزی نہ چھوڑی تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو جلد بلایا اور کہا میں تمہارے خدا کا اور تمہارا گنہگار ہوں سو میں منت کرتا ہوں کہ اس مرتبہ میرا گناہ بخشوا اور اپنے خدا سے دعا کرو کہ اس بلا سے نجات دے تب موسیٰ نے دعا کی اور تمام ملک میں ایک ٹڈی نرہی لیکن فرعون پھر سرکش ہوگیا پھر خدا نے موسیٰ سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ آسمان کی طرف لمبا کرنا کہ ملک مصر میں تاریکی ہو ایسی تاریکی کہ ایک کو دوسرا نظر نہ آوے چنانچہ موسے نے ایسا کیا اور تین روز تک روے زمین پر سخت اندھیرا رہا تب فرعون نے موسیٰ اور ہارون کو بلاکر کہا کہ تم اور تمہارے بچے جاویں اور گلے اور گاے بھینس سب یہیں رہیں موسے نے کہا یہ منظور نہیں بلکہ ایک جانور بھی یہاں چھوڑا نجائیگا اس پر فرعون بہت خفا ہوا اور کہا میرے سامنے سے چلا جا پھر کبھی مجھے منہ نہ دکھانا ورنہ مارا جائیگا موسے نے کہا بہتر اب میں تیرا منہ نہ دیکھوں گا +

پھر خدا تعالیٰ سے موسے نے عرض کیا الٰہ العالمین آپنے تو فرعون اور اسکی قوم کو وہ مال اور زینت دنیا میں دے رکھی ہے جس سے وہ اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے الٰہی انکے مال کو تباہ کردے اور انکے دلوں پر سخت صدمہ پہنچا یہ بغیر اسباب کے کہ کوئی عذاب الیم دیکھیں ہرگز ایمان نہ لاوینگے خدا نے فرمایا تمہاری دعا قبول کی گئی اسنے بہت سے معجزات دیکھے اور ایمان نہ لایا دیکھ میں اب پھر ایک ایسی بلا نازل کرتا ہوں کہ جس سے کلیجہ تھام کر رہجائیں اور اسکے بعد خودبخود تمہیں یہاں سے نکالیں مگر تم اس مہینے کی دسویں تاریخ اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ یعنی فی گھر ایک بکرا بے عیب لیکر چودہویں تک رکھ چھوڑنا اور شام کو اسکو ذبح اپنے خدا کے نام بھونکر کھاجانا یہ تمہاری عبادت اور عید فسح ہے اور اس بکرے کے خون سے دروازوں پر نشان کر دیجیو اور اس سے پیشتر ہر ایک شخص اور ہر ایک عورت اپنے ہمسایہ سے چاندی اور سونے کے برتن اور زیور عاریتاً لیوے اور میں مصریوں کی آنکھوں میں تمہیں عزیز کرونگا وہ تمہیں دینگے پس اس رات کو خدا تعالیٰ کا فرشتہ مصر میں گزریگا جس کا گھر قبلہ نہوگا یعنی عید فسح کا نشان خون نہوگا اُس گھر میں ہر ایک انسان اور حیوان کا پہلوٹھا مر رہیگا چنانچہ سب بنی اسرائیل نے ایسا کیا اور آدھی رات کو خدا کا فرشتہ ملک الموت مصر میں آیا جس نے امیر سے لیکر فقیر اور انسان سے لیکر حیوان تک سب کا پہلا بچہ مر گیا اور مصر میں گھر گھر ایک سخت ماتم برپا ہوگیا کہ نہ ایسا کبھی ہوا تھا نہوگا تب فرعون نے موسے اور ہارون کو رات ہی کو بلایا اور

بھاگ اٹھو اور میرے لوگوں میں سے نکل جاؤ اور تمام بنی اسرائیل
بھاگ جائیں اور اپنے گلے اور مواشی بھی لیجائیں اور اپنے خدا کی قربانیاں
کریں اور میرے لئے بھی برکت چاہیں اور مصری یہ سمجھے کہ اگر یہ بھاگنے
نہ جاوینگے تو ہم سب مرجاوینگے ان لوگوں کے نکالنے میں بڑی
سختی کرتے تھے اسلئے ان لوگوں نے آٹا گندھا ہوا پیشتر اس سے کہ وہ
خمیر ہو آٹے کے لگنوں سمیت کپڑوں میں باندھکر اپنے کاندھوں پر اُٹھالیا

فصل ۲

اور یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کو بھی ساتھ لیا کیونکہ اُنہوں نے
تاکید کردی تھی کہ میری ہڈیوں کو بھی ساتھ لیجانا - اب موسیٰ علیہ السلام
کی اسّی اور اُنکے بھائی ہارون کی تراسی برس کی عمر ہے پس بنی
اسرائیل نے رعمیس[1] سے سکات تک اول منزل کی اور سیدھا
راستہ فلسطین کا کہ جو مشرق وشمال کی طرف سے تھا چھوڑ دیا اور
قلزم کی طرف مشرق کے رخ بیابانوں میں پڑ گئے بنی اسرائیل
مرد وزن کئی لاکھ آدمی تھے پھر سکات سے روانہ ہوئے اور ایتام
میں اُتر پڑے اور وہاں سے کوچ کرکے فی الحیرات میں بعل صفون
کے مقابل کہ جو بحر قلزم پر واقع تھا مقام کیا اس میں شاہ مصر
کو خبر دی گئی کہ وہ لوگ بھاگ گئے تب اس نے اپنی گاڑیاں جوتیں
جو چھ سو تھیں اور مصر کی عمدہ گاڑیاں لیں اور اُنپر سرداروں کو
بٹھایا اور لشکر پیادہ وسوار ہتھیار لیکر اُنکے پیچھے دوڑا اور بنی اسرائیل
کو خیمے کھڑے کرتے ہوئے جا ہی لیا جب بنی اسرائیل نے دیکھا
تو بڑے ہراساں ہوئے اور موسیٰ سے کہا کہ کیا مصر میں قبروں
کی جگہ نہ تھی کہ تو ہمکو بیابان میں مرنے کے لئے لایا موسیٰ نے
کہا خوف نکرو خدا تمہارے ساتھ ہے تب خداوند نے کہا اے موسیٰ
تو کیوں میرے آگے نالہ کرتا ہے؟ بنی اسرائیل سے کہہ کہ وہ آگے
چلیں (۱۶) تو اپنا عصا اُٹھا اور دریا پر مار اور اُسکو دو حصہ کر -
بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر
جاوینگے اور فرعون کے لشکر اور بنی اسرائیل میں خدا نے ایک بدلی
بھیجی کہ جس سے اندھیری ہوگئی ایک لشکر دوسرے کے نزدیک نہ آیا
اور موسیٰ نے جو کچھ خدا نے فرمایا تھا کیا اور دریائے قلزم کے دو حصے
ہوگئے اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ سے سوکھی زمین پر ہوکے گزر گئے
اور پانی کی اُنکی داہنی اور بائیں بڑی دیوار تھی اور فرعون اور اُسکا
تمام لشکر پیادہ اور سوار پیچھا کئے ہوئے دریا کے بیچوں بیچ تک
آئے اور خدا نے موسیٰ سے کہا کہ پھر دریا پر اپنا عصا مار اُنہوں نے
مارا تو دریا پھر اپنی حالت اصلی پر آگیا اور پانی نے سب کو چھپا لیا
اور سب ڈوب مرے (ڈوبتے میں فرعون نے کہا میں خدائے
بنی اسرائیل پر ایمان لایا فرشتہ نے کہا اب ایمان لاتا ہے) فرعون
اور اُسکے لشکر کی لاش بحر قلزم کے کنارہ پر بنی اسرائیل نے دیکھی
واضح ہو کہ ملک مصر اور عرب کے بیچ میں سمندر کی ایک شاخ ہی
ہے جسکو بحیرہ قلزم کہتے ہیں اسکے مشرق کی طرف جو ملک ہے اُسکو
عرب کہتے ہیں اور جو مغرب کیطرف ہے اُسکو مصر کہتے ہیں یہ شاخ
شمال کی طرف دور تک چلی گئی ہے جدہ اور مکلہ اور ینبوع وغیرہ
بندر اسی کے مشرقی کنارے ہیں آخر جاکر پھر اسکی دو شاخیں ہوگئی
ہیں ایک مغرب کی طرف جھک گئی ہے اور وہ لمبی ہے اور اُسکے
آخر پر سویز اور سکندریہ وغیرہ شہر آباد ہیں دوسری شاخ مشرق
کی طرف مائل ہے وہ چھوٹی ہے بڑی شاخ کو چھوڑ کر شمال کی طرف
جو ایک اور سمندر ہے جسکو بحیرہ روم کہتے ہیں اُسمیں ملا دیا گیا ہے اُسکو

[1] یہ قدیم شہر تھا کہ جہاں بنی اسرائیل اور فرعون رہتے تھے آجکل یہ برباد ہے کچھ نشان باقی ہیں ۱۲ منہ

نہر سویز بولتے ہیں۔ بنی اسرائیل اگر شمال کی طرف سیدھے جاکر پھر گوشہ مشرق و شمال کی طرف ہو لیتے تو قلزم رستہ میں نہ ملتا اور مہینے دو مہینے میں ملک کنعان میں پہنچ جاتے مگر خدا کو تو کوہ طور پر اپنا جلوہ دکھانا اور تورات دینا منظور تھا اسلئے بنی اسرائیل نے اس طرف رخ کیا القصہ بنی اسرائیل قلزم کو عبور کرکے اس بیابان میں پڑ گئے کہ جو مثلث کے طور پر آپ کو نقشہ میں دکھائی دیتا ہے اس میں حوریب اور طور سینا پہاڑ ہیں اور یہ جنگل لق و دق بیابان تھا یہیں قیام سے کوچ کرکے تین دن تک سور کے بیابان میں چلے اور پانی نہ ملا اور جب وہ مارہ میں آئے تو وہاں کا پانی تلخ تھا اسکو پی نہ سکے سب مضطر ہوگئے تب خدا تعالیٰ نے موسےٰ کو ایک درخت بتلایا کہ اسکو پانی میں ڈالدے یہ شیریں ہوجائیگا چنانچہ ہوگیا اور ایک قوم کو بت پرستی کرتے ہوئے انہوں نے دیکھا تو موسیٰ سے کہا جس طرح انکے معبود ہیں ہمارے لئے بھی بنا موسےٰ نے خفا ہوکر فرمایا تم بڑے نادان ہو پھر وہاں سے کوچ کرکے ایلیم میں آئے جہاں پانی کے بارہ چشمے اور ستر درخت کھجور کے تھے پھر وہاں سے روانہ ہوکر خروج سے دوسرے مہینے کی پندرہویں تاریخ کو سین کے بیابان میں آئے اور بنی اسرائیل بھوک کے مارے چلائے کہ اس سے تو بہتر یہی تھا کہ ہم مصر ہی میں مارے جاتے جہاں گوشت کی ہانڈیوں کے پاس بیٹھتے تھے اور من بھر کے روٹیاں کھاتے تھے تب خدا تعالیٰ نے بٹیریں بھیجیں کہ جنکو سلویٰ کہتے ہیں وہ انکے خیموں کے پاس شام کو آپڑیں اور صبح کو اوس پڑی جس سے گول گول سفید برف کی مانند چھوٹے دانے سے پڑے ہوئے نظر آئے کہ جو کھانے میں نہایت شیریں تھے جنکو من کہتے ہیں پس موسےٰ نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے روٹیاں ہیں اور وہ گوشت ہر شخص اپنے لئے ہر روز کی خوراک جمع کرے اور جمعہ کو دو دن کی کیونکہ ہفتہ کے روز کہ جسکو **سبت** کہتے ہیں کوئی نہ جمع کرے اس دن کی تعظیم واجب جانے مگر بنی اسرائیل نے نہ مانا۔ جیسے خدا نازل ہوا یہ من و سلویٰ بنی اسرائیل چالیس برس تک جبتک کہ ملک کنعان میں نہ بسے کھاتے رہے اور خدا نے موسےٰ کو حکم دیا کہ ایک مرتبان میں کچھ من بھر کر ایک صندوق میں رکھ چھوڑے تاکہ پچھلی نسلوں کے لئے یادگار رہے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر وہاں سے کوچ کرکے **رفیدیم** میں ڈیرا کیا وہاں لوگوں کے پینے کو پانی نہ تھا۔ سو لوگ موسےٰ سے جھگڑنے لگے کہ تونے ہمیں یہاں لاکر کیوں خراب کیا؟ تب موسےٰ نے خدا سے فریاد کی خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ **حوریب** پہاڑ کی ایک چٹان پر اپنا عصا مار چنانچہ سب لوگوں کے روبرو اپنا عصا اسپر مارا تو بارہ چشمے جاری ہوئے اور اسباط بنی اسرائیل اس سے پانی پینے لگے اسی جگہ **قوم عمالیق**[۱] بنی اسرائیل پر چڑھ آئی موسےٰ نے بحکم خدا **یوشع** کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے مردان جنگی کو لیکر مقابلہ میں جا اور خود **ہارون** اور **حور** کو لیکر دعا کیلئے کوہ پہاڑ پر چڑھ گئے پس جبتک دعا میں ہاتھ اٹھے رہتے تھے تو بنی اسرائیل فتح پاتے تھے اور جب لٹکا دیتے تھے تو **عمالیق** غالب ہوجاتے تھے یہانتک کہ موسےٰ کے ہاتھ بھاری ہوگئے آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی اور موسےٰ نے وہاں ایک قربانگاہ بنائی موسےٰ کے خسر سے کہ جنکو **شعیب** و رعوائل بھی کہتے تھے پھر

[۱] عمالیق الفز کا بیٹا اور عیص کا پوتا اور حضرت اسحاق کا پڑپوتا ہے اور اسحاق حضرت ابراہیم کے بیٹے ہیں۔ عمالیق وغیرہ اولاد ابراہیم علیہ السلام ملک کنعان اور انکے اطراف میں بڑے شہزور تھے عمالیق کی نسل بھی بڑی جنگجو تھی جنکو عمالقہ کہتے ہیں ۲۰ رحمہ اللہ تعالے +

ملی تو وہ موسی کی بیوی صفورا اور دونوں بیٹوں جیرسوم اور الیعذر کو ساتھ لیکر موسے کے پاس آئے موسے نے استقبال کرکے انہوں نے موسی کو صلاح دی کہ تم جو دن بھر آپ بنی اسرائیل کی عدالت کرتے ہو تھک جاؤ گے اسلئے اپنے نائب مقرر نہیں کرتے ہو موسے نے ویسا ہی کیا تب موسے کے شریر چلے گئے پھر خروج سے تیسرے مہینے میں بنی اسرائیل **سینا** کے بیابان میں آئے جہاں کہ کوہ طور ہے کہ جسکو کوہ سینا اور طور سینین بھی کہتے ہیں اور پہاڑ کے آگے ڈیرہ کھڑا کیا اور موسے کوہ طور پر بلائے گئے وہاں خدا نے انسے کلام کیا کہ تو بنی اسرائیل سے کہہ کہ تم نے دیکھا میں تم کو کس طرح ظالم کے پنجہ سے نکال لایا اور میں تمہے عقابوں کے ساتھ اپنا لایا اگر تم میرے حکم کو مانو گے اور میرے عہد پر ثابت رہو گے تو میں تمہیں برکت دونگا تب موسے نے آکر یوں ہی لوگوں سے کہا انہوں نے کہا کہ جب تک حکم خدا کو نہ دیکھینگے کبھی اسبات پر ایمان نہ لاوینگے تب خدا نے موسے سے کہا کہ بنی اسرائیل کو کہدے کہ دو روز میں نہا دہو کر مومین پاک وصاف بنیں تو تیسرے روز میں کوہ سینا پر تجلی کرونگا مگر کوئی شخص پہاڑ پر نہ چڑہے اسکی سرحد کو نہ چھوڑے ورنہ ہلاک ہو جائیگا تیسرے روز پہاڑ پر کالی گھٹا اٹھی اور اس زور و شور سے کڑک ہوئی اور تجلی آئی کہ سیکڑوں دم فنا ہو گئے اور جلال الہی شعلہ کی صورت میں نمودار ہوا لوگوں نے ڈر کر عاجزی کی کہ تو جو کچھ خدا کے احکام لاویگا ہم مانینگے خدا نے ان مردوں یا بیہوشوں کو زندہ یا ہوشیار کردیا اپنا فضل کیا پھر موسے پہاڑ پر گئے خدا نے فرمایا دیکھ میں تجھکو یہ دس حکم دیتا ہوں (۱) کسی جاندار کی صورت نہ بنانا نہ اسکو سجدہ کرنا (۲) خدا کے نام کی تعظیم کرو بیفائدہ نام نہ لو (۳) سبت کے

دن کی تعظیم کرنا چھ روز کام کرنا مگر ساتویں روز کوئی کام نہ کرے (۴) ماں باپ کی تعظیم کرو (۵) خون نکرنا (۶) زنا نکرنا (۷) چوری نکرنا (۸) اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی نہ دینا (۹) اپنے ہمسایہ کے گھر کا لالچ نہ کرنا (۱۰) اپنے ہمسایہ کی جورو اور اسکی لونڈی اور اسکے مواشی اور دیگر چیز کا لالچ نکرنا انکے علاوہ اور بہت سے احکام عبادت و سیاست خدا نے موسے کو دیکر بھیجا پھر موسے کو حکم ہوا کہ پہاڑ پر ستر آدمی لیکر آوے چنانچہ موسے **ہارون** اور ندب اور ابیہو وغیرہ ستر بزرگ اسرائیلی کو خدائے تعالی کے ملانے کو پہاڑ پر گئے اور انہوں نے وہاں تجلی الہی کا ملاحظہ کیا جس سے انکا دل یقین اور ایمان سے منور زیادہ ہو گیا اور بنی اسرائیل سے آکر انہوں نے بیان کیا اور خدا تعالے نے موسی کو فرمایا کہ پہاڑ پر مجھہ پاس آ اور تیس رات یہاں آکر گزار ہم تجھکو توریت عنایت کرینگے پس موسی وہاں گئے اور ہارون کو کہہ گئے کہ میرے بعد میری طرف سے نیابتاً سب کام کیجیو وہاں جاکر موسے کو چالیس رات رہنے کا اتفاق ہوا اس چالیس روز میں جب تمام ظلمات ہیولانی دور ہو گئیں تو موسے نے خدا سے دیدار کا سوال کیا خدا نے فرمایا مجھے تو ہرگز نہ دیکھ سکیگا دیکھ میں اس پہاڑ پر اپنی تجلی کرتا ہوں اگر وہ قائم رہا تو تو دیکھیگا پس جب خدا نے پہاڑ پر تجلی کی تو اسکے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور موسی بیہوش ہو کر گر پڑے پس جب ہوش آیا تو کہا الہی توبہ تو پاک ہے اور سب سے پہلے میں تجھپر ایمان لانیوالوں میں سے ہوں پھر موسے کو خدا کی طرف سے لوحیں ملیں کہ جن میں احکام الہی تھے یا خاص احکام عشرہ یا اور بھی اور اسکے ساتھ جانوروں کی حلت و حرمت اور قربانی کے دستورات اور ہارون کے لئے امامت اور لباس کے قیود اور نذرانوں کے مجموع وغیرہ

وغیرہ لوازمات کا تیار کرنا اور دیگر احکام عطا ہوئے اور یہ مجموعہ ایک کتاب آلہی تھی کہ جسکو **تورات** کہتے ہیں اور اصل یہی تورات تھی اور اب جو کچھ ہے وہ کسی مؤرخ کی تاریخ معلوم ہوتی ہے جس میں بعض باتیں غلطی سے خلاف عقل ونقل مندرج ہیں نہیں معلوم کہ تورات کاہے پر لکھی ہوئی تھی کچھ تعجب نہیں کہ کپڑے یا کسی اور چیز کاغذ وغیرہ نرم چیز پر تھی کہ جسکو تہ کرکے صندوق شہادت میں رکھدیا تھا والعلم عند اللہ ادہر تو پہاڑ پر موسیٰ کو یہ کچھ ملا اُدہر ایک شخص نے کہ جس کا نام **سامری** تھا لوگوں سے سونے کا زیور مانگ کر ایک بچھڑا ڈھالا اور چونکہ مصر کے لوگ بیل اور بلی وغیرہ جانوروں کی پرستش کرتے تھے اور اُسکو اپنی زبان میں **ابلیس** کہتے تھے اس خیال سے بنی اسرائیل بھی اس بچھڑے کو پوجنے لگے جب موسیٰ پہاڑ سے اُترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں گانے بجانے کا کہ جو بچھڑے آگے گایا جارہا تھا غل وشور تھا یہ دیکھکر غصہ میں آگ ہوگئے اور لوحیں ڈالدیں اور ہارون کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کہا تم نے یہ کیا خرابی کی انکو کیوں منع نہ کیا میرا انتظار نہ کیا۔ ہارون نے عذر کیا کہ یہ ساری بدعت سامری بدبخت کی ہے اور میں جو کچھ بولتا تو لوگ مجھے مار ڈالتے جب غصہ فرو ہوا تو اُن لوحوں کو لیا اور بچھڑے کو ریتوا کر دریا میں پھنکوا دیا اور خدا کی طرف سے یہ توبہ اُنکے لئے مقرر ہوئی کہ باہم ایک دوسرے کو قتل کرے چنانچہ ایسا ہوا پھر موسیٰ کا دل بھر آیا خدا کے پاس پہاڑ پر جاکر دعا کی کہ معاف کرے اسکے بعد سخت وبا بنی اسرائیل پر آئی جس سے صدہا مرگئے اسکے بعد ایک بڑا خیمہ اور اُسکے سامان تیار ہوئے دوسرے سال کے اول مہینے میں پھر وہاں سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا دن کو ایک بادل سایہ کرتا تھا اور رات کو وہ روشنی بن جاتا تھا پھر دوسرے برس کے دوسرے مہینے کی بیسویں تاریخ بدلی مسکن شہادت سے اُٹھی تو بنی اسرائیل نے بیابان سینا سے کوچ کرکے دشت **فاران** میں مقام کیا اور وہیں بدلی جاکر ٹھیر گئی اور کوہ سینا سے تین دن کی راہ دُور جا پڑے وہاں جاکر بنی اسرائیل نے اپنے اپنے خیموں میں رونا شروع کیا کہ ہم سے ایک کھانے یعنی مَن پر صبر نہیں ہوسکتا ہمکو وہ مچھلی یاد آتی ہے جو مفت مصر میں کھاتے تھے اور وہ کھیرے اور وہ خربوزے اور وہ گنڈنا اور وہ پیاز ولہسن وغیرہ اسے موسیٰ خدا سے کہکر ہمکو ترکاریاں اور گیہوں اور کھیرے اور ککڑیاں اور پیاز دے تب موسیٰ نہایت غصہ اور غمگین ہوکے خدا سے کہنے لگے کہ تو اپنے بندے کو کیوں دُکھ دے رہا ہے؟ اور تو نے کیوں مجھپر مہربانی نہ کی جو ان سب کا بوجھ مجھپر ڈالدیا کیا یہ سب لوگ میرے پیٹ میں پڑے تھے یا میں انکا باپ ہوں تب خدا نے فرمایا اسنے کہدے آگے کسی شہر میں چلو تم کو سب کچھ ملیگا اور کل تمکو گوشت ملیگا تب خداوند کی طرف سے ایک ہوا اُٹھی اور دریا سے بٹیریں اسقدر اُڑا لائی کہ خیمہ کے اردگرد ایک دن کی راہ تک ڈھیر لگ گیا پس وہ گوشت کھا ہی رہے تھے کہ خدا کا غصہ انپر بھڑکا اور انکو بڑی مری سے مارا اور اُس مقام کا نام اسی لئے **قبرات التہاوہ** رکھا پھر وہ وہاں سے کوچ کرکے **حصیرات** میں آئے اس جگہ کچھ لوگوں نے موسیٰ کے گلے تنگ سے کرکے انکو ایذا دی۔ فبرّاہ اللہ مما قالوا لیکن خدا نے انکو اُنکے الزام سے بری کردیا پھر دشت فاران سے موسیٰ نے ملک کنعان کی جاسوسی کے لئے ہر ایک قوم بنی اسرائیل سے ایک آدمی تیار کیا وبعثنا منہم اثنا عشر نقیبا اور

بارہ شخصوں کو روانہ کیا جن میں کالب اور یوشع بن نون تھے
یہ قادس کے میدان سے روانہ ہوکر ملک کنعان میں گئے اور وہاں کے
سب حوال دریافت کرکے اور انگور وغیرہ میوجات لیکر چالیس روز
بعد یہ موسیٰ کے پاس آئے اور سب حال بیان کیا اور اُس زمین
کی بڑی خوبی بیان کی مگر سوا کالب اور یوشع کے سبنے یہہ بھی
کہا کہ وہاں کے باشندے بڑے قدآور اور جنگجو ہیں انسے مقابلہ کرنا
سخت مشکل ہے جب بنی اسرائیل نے یہ سنا تو گھبرائے اور رونے پیٹنے
بہت بلبلائے اور کہا جبتک وہ لوگ وہاں سے خارج نہو نگے ہم ہرگز
نہ جائینگے اگر وہ جائینگے تو ہم وہاں داخل ہونگے۔ اے موسیٰ تو اور تیرا
خدا جاکر لڑے ہم تو یہیں بیٹھے رہینگے کالب و یوشع نے تسلی دی
کہ ان لوگوں کا اقبال جاچکا وہ زمین کہ جس کا تم سے اور تمہارے
بزرگوں سے خدانے وعدہ کیا ہے نہایت عمدہ ہے خدا پر توکل کرکے
جاؤ فتح پاؤگے۔ پس موسیٰ نے کہا الٰہی میں اور میرا بھائی تیری بندگی
کو حاضر ہیں اور باقی اس فاسق قوم سے مجھے کچھ سروکار نہیں تو
انسے جدائی نصیب کر تب قہر الٰہی نمودار ہوا اور یہ فرمایا کہ مجھے اپنی
حیات کی قسم جس طرح سے اس قوم نے باوجودیکہ بار بار معجزات دیکھکر
میری نافرمانی کی میں بھی انکو اسی بیابان میں ہلاک کرونگا
وقت خروج سے جنکی بیس برس کی عمر تھی یا اُس سے اوپر انمیں سے
سوائے کالب و یوشع کے کوئی بھی ملک کنعان میں نہ پہنچا وہ تمام
لوگ چالیس برس تک فاران کے جنگل میں کوچ و مقام کرتے پھر
تخمیناً بیس بار کوچ کیا کئے کئی برس یک جگہ گزار دیے جب یہ سب
مرچکے تو نئی نسل بنی اسرائیل نے ملک کنعان کو لیا۔ توریت سفر
عدد کے ۱۴ باب میں یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص قارح کہ جس کو

قارون بھی کہتے ہیں موسیٰ کا قرابتی تھا یعنی وہ چچازاد بھائی تھا
قہات کا پوتا۔ ان قارون کان من قوم موسیٰ فبغی علیہم وآتیناہ
من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوء بالعصبۃ اولی القوۃ خدا نے اسکو بقدر
مال و دولت عطا کیا تھا کہ جب قوی آدمی اسکی کنجیاں اُٹھایا کرتے
تھے) اسکو موسیٰ پر رشک آیا بہت سے بنی اسرائیل کے سرداروں کو
موسیٰ کے مقابلہ میں اُٹھایا موسیٰ نے اُسکو بلایا وہ نہ آیا آخر یہ ہوا
کہ وہ بڑے تجمل کے ساتھ اپنی قوم کے روبرو جماعت کے خیمہ پاس آیا۔
پس غضب الٰہی بھڑکا اور جو انکے نیچے کی زمین تھی پھٹی اور زمین نے
اپنا منہ کھولا اور انہیں اور انکے گھروں اور ان سب آدمیوں کو
جو قارح کے تھے اور انکے سب مال کو نگل گئی (ورس ۳۲) فخرج علی قومہ
فی زینتہ الآیہ فخسفنا بہ وبدارہ الارض الآیہ اس واقعہ عبرت خیز سے
تمام لوگ ڈر گئے اور جو اسکے مال و جاہ کی حسرت کرتے تھے خدا کا شکر کیا
اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے موسیٰ کی شکایت کی اور انکے مارنے کا
الزام لگایا تو ایک وبا آئی جسمیں چودہ ہزار بنی اسرائیل مرگئے اور یہ
موسیٰ کی دعا سے دور ہوئی۔ توریت سفر عدد کے ۱۶ باب میں قصہ
بھی ہے کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا ان اللہ یامرکم ان
تذبحوا بقرۃ کہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ ایک گائے کو ذبح کرو (بعد حجت
بسیار قرار پایا کہ) وہ سرخ رنگ بے داغ بے عیب ہو اور جس پر کبھی
جوا نہ رکھا گیا (۲) انہا بقرۃ صفراء فاقع لونہا تسر الناظرین انہا
بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث الآیہ مگر توریت میں صرف
یہ ہے کہ اُس گائے کے ذبح کرنے سے یہ مقصود تھا کہ جلاکر اسکی راکھ
دستور بنی اسرائیل کے موافق یہ راکھ خیمہ گاہ کے باہر دھری جاوے اور
جدائی کے پانی میں ملائی جاوے کہ جو بنی اسرائیل پر کاہن یعنی امام چھڑکتا

لی جو اخیر پر جا کر دو شاخین ہو گئی ہین ... بڑی شاخ کو عبور کرتے ہی ...
س برس تک ٹکراتے پھرے ہین جہان اب قاہرہ ہے پہلے اوسکے قریب شہر رعمیسس تھا جہانسے بنی اسرائیا
بحیرہ روم کے ملک فلسطین سے ہوکر یروشلم وغیرہ بلاد شام مین آتے تو جلد آسکتے تھے مگر منظور الہی یون ہی تھا جسنے نقشہ ـــ ۲
کہا یا ہے اور جہان سے بنی اسرائیل گزرے ہین وہان نقطے لگا دیے ہین۔
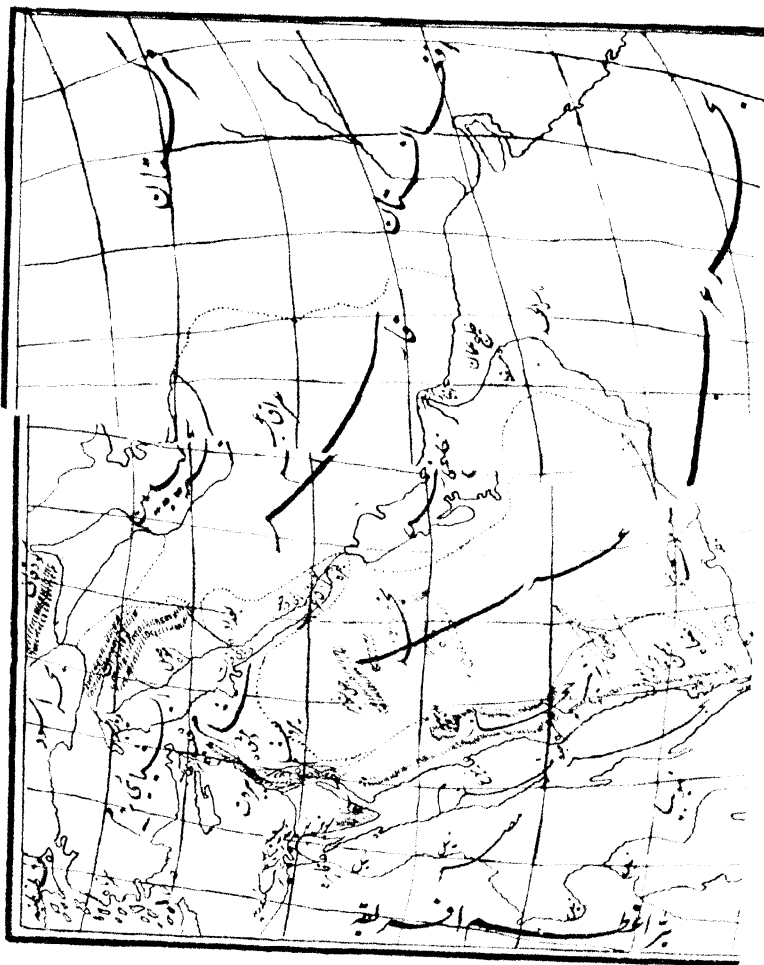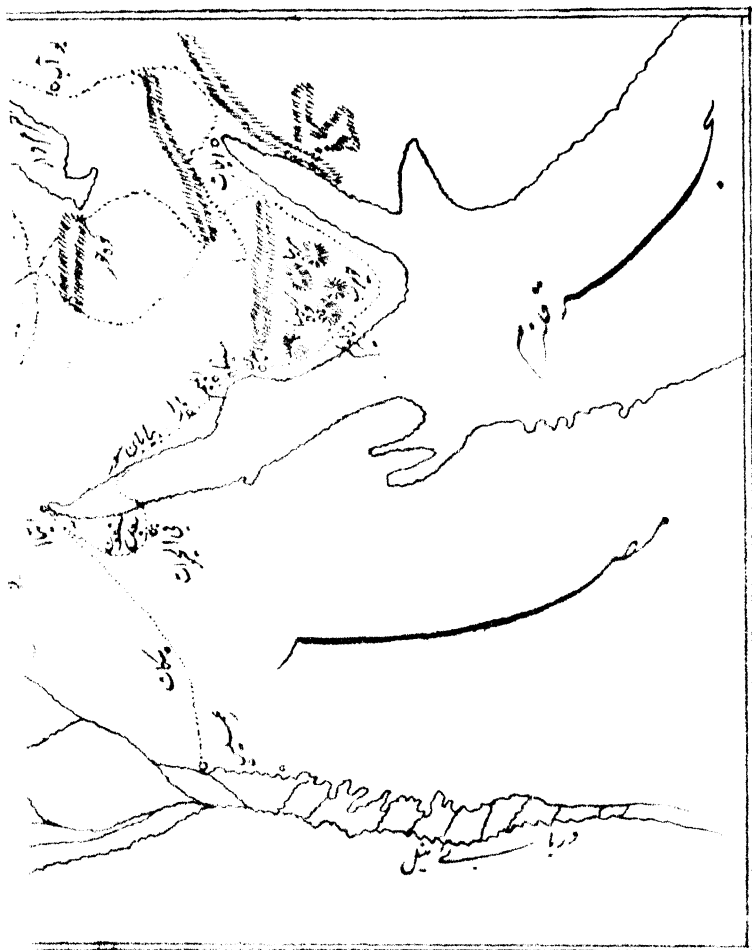
دریائے نیل

چھڑکتا تھا۔ اور قرآن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا لیکر اُس میت کے بدن پر مار جاوے کہ جسکو اُسکے وارثوں نے قتل کیا تھا اور قاتل کا پتا نہ ملتا تھا تاکہ یہ شخص زندہ ہو کر قاتل کو بیان کردے چنانچہ ایسا ہوا۔ یہ اختلاف قلیل ہے غالباً مشائخ یہود کے سہو سے ظہور میں آیا۔ اسکے بعد بنی اسرائیل نے قادس میں مقام کیا۔ ہارون کی بہن مریم کا یہیں انتقال ہوا چونکہ یہاں پانی نہ ملتا تھا اسلئے پھر بنی اسرائیل نے غل مچایا اور کفر بکنا شروع کیا تب خدا نے موسٰےؑ کو فرمایا کہ اس چٹان کو جو انکے سامنے ہے اپنا عصا مار۔ چنانچہ انہوں نے عصا مارا پانی چٹان سے نکلا کہ سب نے پیا اور اُنکے چارپائے بھی سیراب ہوگئے لیکن خدا تعالےٰ اُنسے سخت ناراض ہوا پھر موسٰےؑ نے **ادوم** کے بادشاہ پاس ایلچی بھیجا کہ آپکے ملک میں ہمارا رستہ ہے ہم راہ راست چلے جاوینگے۔ تمہاری گھانس اور باغوں اور کھیتوں کو ہرگز نہ چھوئینگے اور جو کچھ لینگے تو قیمتاً لیں گے مگر اُس نے منظور نکیا تب ساری جماعت بنی اسرائیل کوہ حور پر آئی اور اُسکے ملک کو چھوڑ دیا۔ موسٰےؑ کو حکم آیا کہ اس پہاڑ پر ہارون کا انتقال ہوگا تو اسکے کپڑے اسکے بیٹے الیعذر کو پہنا دے چنانچہ ہارون نے پہاڑ کی چوٹی پر رحلت[۵] کی۔ اور بنی اسرائیل نے تیس روز تک ماتم کیا۔ خروج کے چالیسویں سال بنی اسرائیل ملک ادوم کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ملک کنعان کے قریب پہنچے تو وہاں کے بادشاہ عراد نے جسکا پایۂ تخت دکھن کی طرف تھا یہ سُنا تو آمادۂ جنگ ہو اور اسرائیل کی ایک جماعت کو گرفتار کرکے لیگیا بنی اسرائیل نے خدا سے عاجزی کرکے منت مانی اور اُس سے پھر لڑائی کی تو کنعانیوں کو گرفتار کرلیا اور اُنکی بستیوں کو نابود کردیا وہاں سے کوچ کرتے کرتے مواب میں پہنچے اور وہاں حسبون کے رہنے والے **سیحون** نام بادشاہ سے کہلا بھیجا کہ ہمکو اپنے ملک کی سرحد سے گزر جانے دے آخر اُس نے نہ مانا لڑائی ہوئی بنی اسرائیل نے فتح پائی اور حسبون اور اُسکے گرد و نواح کے سب شہر قبضہ میں آئے (اسوقت ملک شام میں طوائف الملوکی تھی چھوٹے چھوٹے رئیس تھے) وہاں سے اسرائیل یعزیر کو فتح کرتے ہوئے **بسن** میں پہنچے وہاں بمقام ادراعی وہاں کے بادشاہ **عوج** سے سخت مقابلہ ہوا (اسکا قد لمبا ہوگا جو یہود میں مشہور ہوا اور پھر قارون کے مال اور رستم کی شجاعت حاتم کی سخاوت کی طرح عام میں شہرت ہوگئی اور قصہ گو لوگوں نے مبالغے کرنے شروع کردیے) انجام بنی اسرائیل نے اُسکو مع زن و فرزند قتل کرکے اُس کا ملک لے لیا اور اب بنی اسرائیل پھیلتے چلے یہاں سے بڑھکر نہر **یردن** کے پاس شہر **یریحو** کے مقابلہ میں جسکو اریحا بھی کہتے ہیں مقام کیا وہاں کے بادشاہ **بلق** بن صفور کو بڑا خوف پیدا ہوا اور تمام موابی ڈر گئے اور اس نے شہر فتور میں **بلعم باعور** کے پاس جو اس زمانہ میں بڑا بابرکت شخص مشہور تھا پیغام بھیجا کہ مصر سے ایک قوم مور و ملخ کی مانند آئی ہے اور سب ملکوں پر پھیلتی جاتی ہے آپ آئے اور اُنکے حق میں بددعا کیجیے خیر وہ بڑے حیل و حجت کے بعد آنے لگے مگر رستہ میں اسکی سواری کا خچر بیٹھ گیا بہت مارا پیٹا مگر نہ اُٹھا پھر خدا نے خچر کا مُنہ کھولدیا اُس نے کہا تو مجھکو کیوں مارتا ہے خدا کا حکم نہیں تو فرشتہ کو نہیں دیکھتا جو منع کر رہا ہے الغرض بلعم بادشاہ پاس آئے اور بددعا کرنے سے عذر کیا مگر بادشاہ نے نہ مانا بددعا کی بجائے دعا نکلتی تھی آخر بادشاہ ناراض ہوا بلعم واپس ہوگیا۔ آخر بنی اسرائیل سے مقابلہ کرکے شکست فاش پائی اس ملک پر بنی اسرائیل کا قبضہ ہوگیا اسکے بعد بنی اسرائیل نے سطیم پر خیمے قائم کیے ۔

—— بنی اسرائیل کی شکست کا ایک سامان پیدا ہوا کہ انہوں نے موابی عورتوں سے حرام کاری کی اور بت پوجنے شروع کیے جس سے اُنپر وہ سخت وبا آئی کہ چوبیس ہزار آدمی لقمۂ مرگ ہوئے مگر ہارون کے پوتے **فینحاس** نے بڑی ہوشیاری کی کہ گرز لیکر جسکے خیمہ میں وہ فاحشہ تھی اور اُس فاحشہ کو قتل کردیا۔ وبا دفع ہوگئی۔ بنی اسرائیل کے شکست کی یہ تدبیر مدیانی لوگوں نے نکالی تھی اسلئے بارہ ہزار لشکر بنی اسرائیل اُنپر چڑھا اور مدیان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر کیا

[۵] ایک سو تیئیس برس کی عمر میں ہوا تھا

اور بلعم باعور کو بھی قتل کیا (غالباً جب ہی کا اثر نہوا بلعم نے زنا کی تدبیر بتلائی ہوگی) اسکے بعد خدا نے موسےٰ کو حکم کیا کہ تیری وفات کے دن قریب آپہنچے تو **اباریم** کے اس پہاڑ پر چڑھ کہ میں تجھکو وہ ملک دکھاؤں جو میں نے بنی اسرائیل کو عنایت کیا ہے تب موسےٰ نے **یوشع** بن نون کو اپنا قائم مقام کیا اور الیعذر ہارون کی جگہ امام ہوا اور صندوق شہادت کہ جسکو تابوت سکینہ کہتے ہیں اور جس میں کہ من کا مرتبان اور ہارون کی چھڑی اور توریت دھری تھی بنی لاوی کو سپرد کیا اور بہت کچھ بنی اسرائیل سے وصیت اور نصیحت کی اور سب کچھ ذکر کرکے جناب رسول اللہ صلعم کا عہد آنیوالا یاد دلایا کہ میری مانند ایک اور نبی اولوالعزم آئیگا ایسا نہو کہ اسکی نافرمانی کرکے مصیبت ابدی میں گرفتار اور ہمیشہ کو لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاؤ پھر موسےٰ سب سے رخصت ہوکر نبو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے اور دریاے یردن کے پرلے پار جو کچھ ملک خدا نے بنی اسرائیل کو دینا کیا تھا دیکھا اور وہیں جاں بحق ہوکر اپنے لوگوں میں جا ملے اُسوقت انکی عمر ایک سوبیس برس کی تھی بنی اسرائیل موسیؑ کے لئے مواب کے میدانوں میں تیس دن تک رویا کئے +

فصل

موسےٰ کی زندگی میں یردن پار کا ملک فتح نہوا تھا یردن شام میں ایک دریا جاری ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے غوطہ لگایا تھا پس یوشع نے بنی اسرائیل کو آمادہ کیا اور اسوقت بنی اسرائیل میں اُن لوگوں میں سے جو مصر سے بیس برس کی عمر میں نکلے تھے کوئی باقی نرہا سواے کالب اور یوشع کے اس زمانہ میں دریاے یردن کا پل نہ تھا جسطرح موسےٰ نے قلزم سے لوگوں کو پار کیا تھا اُسی طرح دریا بیچ سے خشک ہوگیا اور تمام بنی اسرائیل اُتر گئے اور جاکر شہر یریحو پر حملہ کیا۔ رفتہ رفتہ تمام ملک فتح کرکے بنی اسرائیل کو تقسیم کردیا اور نابلس کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کی ہڈیوں کو دفنادیا یہیں حضرت یوسف کی بیچ بھی ہوئی تھی یہ حضرت موسےٰ کی وفات سے اٹھائیسویں برس وفات کرگئے انکے بعد **فینحاس** ہارون علیہ السلام کے پوتے تخت حکومت پر بیٹھے اور کالب بھی سرداری کرتے رہے سترہ برس تک یہی معاملہ رہا پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانی کی تو ان پر **کوشان** جزیرہ قبرس یا ارمن کا بادشاہ چڑھ آیا جو عیص کی نسل سے تھا پس آٹھ برس تک اسکی حکومت رہی تب بنی اسرائیل نے گریہ وزاری کی تو خدا نے **غثنیال** کالب کے بھائی کو ہمت عطا کی اُس نے بنی اسرائیل کو کوشان کے پنجہ سے چھڑایا اسکی چالیس برس تک حکومت قائم رہی پھر یہ سن بانوے سوسوی میں مرگئے انکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بُت پرستی شروع کی تو خدا نے **عغلون** بادشاہ مواب کو مسلط کیا یہ نسل لوط سے تھا پھر جب بنی اسرائیل نے آہ وزاری کی تو **آہوذ** کو بنی اسرائیل میں سے قائم کیا اس نے پھر بنی اسرائیل کی حکومت قائم کی اور اسّی برس تک اسکی حکومت رہی پس جب یہ سن ایکسو نوے موسوی میں مرگیا تو **شمکار** بادشاہ ہوا اور ایک سال کامل بھی اسکی سلطنت نرہی کہ یہ مرگیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بُت پرستی اور گناہگاری کی جس لئے اُنپر ملک شام کا ایک بادشاہ **یابین** نام مسلط ہوا اور بیس برس اسکی حکومت بنی اسرائیل پر رہی پھر جب تائب ہوئے تو بنی اسرائیل میں سے ایک شخص **باراق** نام اور ایک عورت جس کا نام **دبورا** تھا دوسو گیارہ موسوی میں قائم ہوئے اور اُنہوں نے یابین سے بنی اسرائیل کو چھڑایا۔ اور چالیس برس تک خوب حکومت کرکے مرگئے اِنکے بعد پھر بنی اسرائیل نے خدا کی نافرمانی شروع کی تب انپر سات برس تک انکے دشمن **اہل مدین** کا قبضہ رہا پھر جب تائب ہوئے تو خدا نے دوسو اکاون موسوی میں بنی اسرائیل میں سے **کدعون**[1] کو بادشاہ کیا۔ اس نے انکو مخلصی دی اور چالیس برس تک خوب انتظام بنی اسرائیل کیا پھر اسکی وفات کے بعد دوسو اکانویں موسوی میں اسکا بیٹا **ابی ملخ** تخت نشین ہوا اور تین برس حکومت کرکے مرگیا اسکے **تولا** بن بریر جو ہنی بادشاہ ہوا

[1] انکو جدعون بھی کہتے ہیں ۱۲ منہ

اور بائیس برس حکومت کرکے مرگیا۔ ۲۲۲۲ھ م میں اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے سرکشی کی تو اُن پر موابیوں میں سے **امونیطو** بادشاہ اٹھارہ برس تک مسلط رہا پھر بنی اسرائیل خدا کی طرف ملتجی ہوئے اور روئے تو اُن میں سے **کُفیتج** جرشی ۲۴۸۲ھ م میں کھڑا ہوا اور اُس نے اُسکے ہاتھ سے چھڑایا اور بیشمار موابیوں کو قتل کیا آخر چھ برس حکومت کرکے مرگیا اسکے بعد **ابصن** بادشاہ ہوا اور سات برس حکومت کرکے ۲۸۵۴ھ م میں مرگیا۔ اُسکے بعد **آلون** حاکم ہوا۔ اور دس برس کے بعد مرگیا اسکے بعد **عبدون** آٹھ برس تک حکومت کرتا رہا اور ۲۸۷۲ھ م میں مرگیا اسکے بعد پھر بنی اسرائیل نے بے دینی اختیار کی تو خدا نے اُنپر **فلسطین** والوں کو چالیس برس تک مسلط رکھا تب بنی اسرائیل روئے چلّائے تو خدا نے ان میں سے **شمشون** جبار کو قائم کیا اُسنے بنی اسرائیل کو ۲۹۱۲ھ م میں اُنکے ہاتھ سے رہائی دی اور بیس برس تک حکومت کی پھر اس پر اہل فلسطین غالب آئے اور اسکو پکڑ لیگئے اور اپنے کنیسہ کے ستون سے باندھ دیا چونکہ یہ بڑا زور آور تھا اس نے جو زور کیا تو وہ ستون اُکھڑ گیا۔ اور چھت گر پڑی وہ بھی اور بڑے بڑے سردار اہل فلسطین سب دبکر مرگئے اسکے بعد دس برس تک بنی اسرائیل بے سردار رہے پھر ۲۹۴۲ھ م میں ایک شخص جس کا نام **عالی** تھا بنی اسرائیل میں سے بادشاہ ہوا۔ یہ بڑا نیک بادشاہ تھا۔ اسکی تخت نشینی کے اول سال حضرت صموئیل علیہ السلام موضع شیلو میں پیدا ہوئے جو قدس کے قریب تھا اونیسویں سال حضرت داؤد علیہ السلام پیدا ہوئے اور چالیس برس اسکی حکومت رہی یہ پیشتر بنی اسرائیل میں کاہن یعنی امام تھا یہ ۲۹۸۲ھ م میں مرگیا اور اسکے بعد صموئیل نبی علیہ السلام گیارہ برس تک بنی اسرائیل کا انتظام کرتے رہے اب تک جو بنی اسرائیل کے حاکم یا بادشاہ تھے تو بمنزلہ قاضیوں کے تھے جس طرح کہ قوم یا بستی کے چودھری اور سردار فیصلجات اور سب کاروبار کرتے ہیں یہ لوگ کرتے تھے

یہ زمانہ ۲۹۹۳ھ م تک رہا اسکے بعد سلطنت کا طور قائم ہوا اور اسکا یہ بیان ہے

فصل

بنی اسرائیل نے حضرت صموئیل علیہ السلام سے یہ کہا کہ اب ہم میں کوئی بادشاہ قائم کر دیجئے کہ ہم اُسکی مدد سے اپنے مخالفوں سے جنگ کریں۔ اذ قالوا لنبی لہم ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ انہوں نے ساؤل کو کہ جنکو **طالوت** کہتے ہیں بادشاہ مقرر کیا یہ بنیامین کی اولاد میں سے تھا۔ چونکہ یہ شخص خاندانی نہ تھا تو بنی اسرائیل نے کہا انی یکون لہ الملک علینا ونحن احق بالملک منہ ولم یؤت سعۃ من المال کہ اسکو مال و دولت میں کچھ وسعت نہیں اس سے تو ہم مستحق زیادہ ہیں کہ بادشاہ بنائے جائیں صموئیل نے فرمایا خدا نے اسکو علم اور جسم میں فضیلت دی ہے اور اسکی سلطنت کی یہ علامت ہے کہ صندوق شہادت کہ جسکو اہل فلسطین لڑائی میں لوٹ کر لیگئے ہیں از خود واپس آجائیگا چنانچہ وہ تابوت سکینہ کہ جسمیں موسیٰ اور ہارون کے تبرکات اور الواح اور من کا مرتبان تھا انہوں نے از خود واپس کردیا ملائکہ نے بنی اسرائیل میں لاکر دھر دیا اور ساؤل چونکہ خوبصورت اور دانا بھی تھا پس ان وجوہات سے بنی اسرائیل نے انکو بادشاہ بنایا پس طالوت نے عمالیق پر فتح پائی اور کئی شہر اپنے قبضہ میں لایا اور فلسطینیوں سے بھی مقابلہ کی ٹھیرائی اُنکا سردار **جالوت** تھا جو بڑا قدآور اور بہادر تھا اُسکے مقابلہ میں کسی کی طاقت نہ پڑی پھر صموئیل نے فرمایا اسکو ایک شخص قتل کریگا کہ جسکی علامات خدا نے مجھکو بتائی ہیں چنانچہ صموئیل نے موضع **بیت اللحم** میں جا کر **یشیا** بن عوفید بن بوعز بن سلمون سے کہا کہ تو اپنے بیٹوں کو دکھا اُس نے سات بیٹے داؤد کے علاوہ بلائے مگر صموئیل کے پسند نہ آئے کہا کوئی اور بھی بیٹا ہے کہا ہے باہر بیاباں چراتا ہوگا اسکو بُلایا پسند فرمایا اور اُسکے سر پر تیل ڈالا پس داؤد بھی لشکر میں شریک ہوئے اور لشکر میں یہ حکم دیا کہ جو کوئی اس دریا سے

لہ یہ صندوق بنی اسرائیل کے ہاں نہایت معزز تھا یہ خیمہ جماعت کا بمنزلہ لایا جاتا تھا بالخصوص جبکہ غنیم نہایت طاقتور ہوتا تھا تو اسکے مقابلہ میں اسکو آگے لیجاتے تھے پھر اسکی برکت سے فتح پاتے تھے اس حملہ میں فلسطانی اس صندوق کو بھی لوٹ کر لیگئے مگر اس سے اُنکو نحوست معلوم ہوئی تو واپس کردیا ۱۲ منہ لہ اُنکو یسی بھی کہتے ہیں اور اُنکے باپ کو عابد ۱۲ منہ

[illegible] ہوئے جلوکے پیوریگا وہ میرا نہو گا اور جو نہ پیویگا وہ میرے ساتھ آویگا چنانچہ بہت نے پیاس کا صبر نہ کیا۔ پانی پی لیا اُن بے صبروں کو دور کیا اور چند خاصان خدا کو ساتھ لیکر مقابلہ ہوا جب جالوت کا لشکر اور شوکت دیکھی تو لوگ گھبرا اٹھے مگر داوٗد نے سب کو تسلی دی +

اور جالوت سے جا مقابل ہوئے اور اللہ کا نام لیکر جو گوپیے میں دھر کر ایک پتھر مارا تو جالوت کے سر پر پڑا وہ مرکر دھم سے زمین پر گر دیا پھر اُسکا تخنہ لیکر سر قلم کر دیا تمام بنی اسرائیل میں اس جوانمردی کی دھوم ہوئی اور بادشاہ طالوت نے اپنی بیٹی حسب وعدہ داوٗد علیہ السلام سے بیاہ دی مگر دل میں اُسکی شہرت پر رشک اور حسد ہوا کئی بار داوٗد کا قتل کروانا چاہا مگر کامیاب نہوا آخر کار یہ بادشاہ مع اپنے کئی لڑکوں کے فلسطیوں سے جنگ میں مارا گیا داوٗد بادشاہ ہو گئے مگر بنی اسرائیل کے گیارہ فرقوں پر طالوت کے بیٹے اشبوست [illegible] کی حکومت ہوگئی مگر چھ برس کے بعد اشبوست نے وفات پائی تمام حکومت حضرت داوٗد علیہ السلام کے حصہ میں آئی اسوقت انکی عمر سینتیس برس کی تھی اسکے بعد داوٗد نے فلسطین اور عمان اور مواب اور ارمن وغیرہ بہت سے ملک فتح کئے مصر تک اور اُدھر دمشق تک ملک کو وسعت دی اور انکے حیات میں انکے بیٹے ابشلوم نے انپر بغاوت کی مگر وہ ناکام رہا انہوں نے اپنی حیات میں شہر یروشلم میں خدا تعالیٰ کے لئے مسجد یعنی بیت المقدس بنانیکی تیاری کی مگر تمام نہو سکا آخر ساٹھ برس کی عمر میں ۱۰۱۵ء میں وفات پائی اور انکی جگہ انکے بیٹے حضرت **سلیمان** علیہ السلام تخت نشین ہوئے اور سات برس تک اپنے باپ کی وصیت بموجب بیت المقدس کی تعمیر میں لاکھوں روپیہ صرف کرکے اُسکو نہایت شان سے تیار کیا اس مسجد کا طول ساٹھ گز اور عرض بیس گز اور بلندی[لہ] تیس گز تھی اور اسی کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں اسکے تمام مکانات کی کیفیت کتاب تاریخ میں تفصیل ہے اور سلیمان کی حکومت کا وہ آوازہ دنیا میں پھیلا کہ روئے زمین کے بادشاہ

سے ڈرنے لگے - ملک یمن کی بیگم **ملقیس** انکی خدمت میں حاضر ہوئی چالیس برس سلطنت کرکے باون برس کی عمر میں ۹۷۵ء میں جاں بحق ہو گئے انکے بعد انکا بیٹا **رحبعام**[لہ] جو بد شکل اور بیوقوف تھا تخت نشین ہوا اسکی سختی سے بنی اسرائیل کے دس اسباط اسکی اطاعت سے نکل گئے صرف سبط یہودا اور سبط بنیامین پر حکومت رہگئی اور ان دس اسباط کا بادشاہ **یربعام** ہوگیا یہ شخص کافر اور بدکیش تھا - اِس زمانہ میں سلطنت بنی اسرائیل کے دو حصے ہوگئے اِس بڑے حصہ کی سلطنت کا پایۂ تخت شہر حبرون ہوا اور اسرائیلی سلطنت نام ہوا دوسرے کا پایۂ تخت شہر یروشلم قرار پایا ان دونوں سلطنتوں کے باہم جنگ وجدال حرب و قتال ہوا کرتے تھے اور ان میں سے کوئی بادشاہ دیندار ہوجاتا تھا تو شریعت اور توریت کی پابندی کرتا تھا پھر دوسرا بُت پرستی اور معصیت کو رواج دیتا علماء اور انبیاء کو چن چن کر قتل کرتا تھا سلطنت اسرائیلی کے دو سو اکسٹھ برس میں یکے بعد دیگرے سترہ بادشاہ ہوئے پھر ۷۲۱ء میں یہ سلطنت تمام ہوچکی اور اسوقت دوسری سلطنت کا حزقیا بادشاہ تھا اسکے چھٹے سال یہ واقعہ ہوا رحبعام کے بعد اُسکا بیٹا **ابیاہ** تخت پر بیٹھا اسکے بعد اُسکا بیٹا **آسا** تخت پر بیٹھا یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد میں عزیاہ نبی تھے اسکے بعد **یہوسفط** اسکا بیٹا بادشاہ ہوا یہ بھی دیندار تھا اسکے عہد میں ایلیا اعنی حضرت الیاس تھے جو آسمان پر چلے گئے اور میکیاہ علیہ السلام کا بھی یہی زمانہ ہے جس نے اخی اب کے حق میں قتل کی خبر دی تھی الیاس کے شاگرد الیسع نبی تھے اور زکریاہ کے بیٹے یحزی ایل بھی اسی عہد میں تھے اسکے بعد اسکا بیٹا **یہورام** تخت پر بیٹھا یہ بے دین تھا اسکے بعد اسکا چھوٹا بیٹا **اخزیاہ** تخت پر بیٹھا یہ بھی بے دین تھا جس طرح اسکے باپ کو فلسطیوں اور عربیوں نے غارت کیا تھا اسکو بھی دشمن نے قتل کیا اسکے بعد اسکا بیٹا **یوآس** بادشاہ ہوا - خوب سلطنت کی بیت المقدس کی مرمت از سرِ نو کی +

اسکے بعد اسکا بیٹا **امصیاہ** بادشاہ ہوا اسکے بعد اسکا بیٹا عزیاہ

لہ کتاب تاریخ [illegible] ۱۲ منہ ۔ لہ اسکے عہد میں سمعیاہ نبی تھے ۱۲ منہ

[عز]یاہ بادشاہ ہوا۔ اِسنے حضرت زکریا علیہ السلام کے قول پر عمل کرکے بڑی مراد پائی سلطنت کو نہایت قوت دی آخر کا[ر] بگڑ گیا۔ اور ۷۹۹ م مین مرگیا۔ اِسکے بعد اسکا بیٹا **یوتام** تخت نشین ہوا۔ اِسنے بہی ملک کو ترقی دی اور دیندار رہا۔ یونس علیہ السلام اِسی کے عہد مین تہے۔ اُسکے بعد اُوسکا بیٹا **آخز** تخت نشین ہوا۔ یہہ بت پرست اور بدکار تہا۔ اسلئے اسپر مصیبتین آئین۔ بیت المقدس مین اسنے بت پرستی کرائی۔ اِسکے بعد اسکا بیٹا **حزقیاہ** تخت نشین ہوا۔ اِسنے بیت المقدس کو نجاستوں اور بتوںسے پاک کیا۔ اور خدا پرستی کو رواج دیا۔ یہہ بڑا نیک بادشاہ اور با اقبال تہا حضرت یسعیاہ علیہ السلام جو عاموص کے بیٹے ہین اِسکے عہد مین تہے۔ اِسکے بعد اسکا بیٹا **منسی** تخت نشین ہوا۔ یہہ بڑا بے دین اور بت‌پرست تہا اِسنے پہر بیت المقدس مین بت پرستی کو رواج دیا۔ مگر جب وہ اِسکی شامت سے بابل مین گرفتار ہوگیا تو تائب ہوا جس سے پہر اپنے ملک مین آیا۔ اُسکے بعد [ا]سکا بیٹا **آمون** بادشاہ ہوا۔ یہہ تو سبسے زیادہ نالائق [ا]ور بت پرست تہا چنانچہ اسی نحوست سے مارا گیا اِسکے بعد اُوسکا بیٹا **یوسیاہ** تخت نشین ہوا۔ بڑا دیندار اور با اقبال تہا۔ اِسنے پہر بیت المقدس کو پاک صاف کیا۔ تو انکو توڑا تورات کو تلاش کیا۔ تخمیناً اٹہارہ برس تک کہیں پتا نہ ملا۔ کیونکہ وہ بیشمار حوادث مین تلف ہو چکی تہی۔ مگر **خلقیاہ** کاہن نے کہینسے تورات کو بہم پہونچایا۔ غالباً یادداشت کے طور پر احکام و قصص جمع کرکے اُنکا نام

تورات رکہا ہوگا واللہ اعلم عند اللہ۔ اسپر شاہ مصر نے چڑہائی کی یہہ اُس معرکہ مین مارا گیا اوسکے عہد مین **ارمیاہ** علیہ السلام تہے اُسکے بعد اُسکا بیٹا **یہوآخز** تخت پر بیٹہا۔ لیکن تیسرے مہینے مین شاہ مصر نے اُسکو معزول کرکے اوسکے بہائی **الیاقیم** کو اپنی طرف سے تخت پر بٹہایا اور بدلکر اِسکا نام یہویقیم رکہا۔ یہہ بڑا بدکار اور بت پرست تہا۔ اِسکی تخت نشینی کے چوتہے سال ملک عراق مین جو شہر بابل ہے وہان **بخت نصر** ۶۰۲ م مین تخت پر بیٹہا اور ملک شام پر حملہ آور ہوا۔ بعض کہتے ہین یہہ واقعہ ۶۰۹ م مین تہا اور مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے چہہ سو دس برس پہلے ہوا ہے۔ پس بخت نصر اسکو قید کرکے لے گیا اور اِسکے ساتہہ بہت سے مشائخ یہودی بہی گرفتار ہو کر گئے۔ پہر اُسکے بعد **یہویکین** اِسکی ہشت سالہ لڑکی کو لوگون نے تخت پر بٹہایا۔ سو تین مہینے گزرنے نہ پائے تہے کہ بخت نصر نے اسکو بہی گرفتار کروا منگایا۔ اور بیت المقدس کے وہ سونے چاندی کے اسباب و ظروف سب لوٹ کر لے گئے۔ اور کچہہ بہی اُسمین نہ چہوڑ گئے۔ اور اس لڑکے کی جگہہ اِسکے چچا **صدقیاہ** کو قائم کر گئے۔ اور اب کے حملہ مین **دانیال** اور **حزقیل** علیہما السلام کو بہی اور لوگون کے ساتہہ مین مقید کرکے لے گئے۔ صدقیاہ بڑا بے دین اور سرکش نکلا۔ اسکو یرمیاہ علیہ السلام بہت کچہہ احکام الٰہی سنا سنا کے اور ڈراتے رہے مگر اِسنے ہر قسم کی بدکاریان کین اور نبیونکو ہنسی مین اوڑایا اور خدا کے گہر کو ناپاک کر دیا۔

اور بخت نصر نے بھی بغاوت اختیار کی پھر تو بخت نصر نے غصہ میں آکر
چڑھ آیا بیت المقدس کو جلا کر مسمار کر دیا اور شہر کو بھی ڈھا دیا
توراۃ کا نسخہ جو بیت المقدس میں دھرا تھا اسکو بھی آگ
لگا کر پھونک دیا۔ اور ہزارہا بنی اسرائیل کو تہ تیغ کیا پس
آج بنی اسرائیل کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور یہ حادثہ ۵۹۹م
میں گذرا اور ہزارہا بنی اسرائیل کو غلام بنا کر لے گیا۔ اور
ستر برس تک یہ مسجد اور شہر اُجاڑ پڑا رہا۔ اور ستر برس تک
بنی اسرائیل بابل میں قید رہے۔ ۵۶۱ء میں بخت نصر مر گیا
اور ایران کا کیانی بادشاہ جسکا نام **خورس** تھا
(یہ دارا سے پیشتر تھا غالباً یہ خسرو ہے یا کوئی اور) ملک
بابل پر قابض ہوا۔ اور یہودیوں کو مع سامان بیت المقدس
اجازت نامہ دیکر اُنکے ملک میں بسنے کے لئے روانہ کر دیا۔ انمین
عزرا یعنی عزیر علیہ السلام بھی تھے۔ بنی اسرائیل کے پچاس
ہزار سے زیادہ آدمی تھے۔ جو اپنے ملک میں آئے۔
اور بیت المقدس اور یروشلم کو برباد دیکھکر آنسو بھر لائے اور
ارمیا علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ قید ہو کر نہ گئے تھے۔
پیچھے انکو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو آباد کرو اُنہوں نے
تعجب کر کہا انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا کہ اب یہ کیونکر
آباد ہوگا۔ اسمین وہ سو گئے اور گدھے کو باندھ دیا اور ایک
زنبیل میں کچھ کھانا پانی بھی تھا۔ اسمین سو برس اُنپر گذر گئے
اور خدا نے اُنکو بیدار کیا تو کھانا پانی ویسا ہی تھا۔ اور گدھے
کی ہڈیاں پڑی ہوئی نظر آئیں فرشتہ نے پوچھا کسقدر سوئے
کہا ایک دن یا کم۔ کہا تو سو برس تجھپر گذر گئے ہیں پس اُسکے روبرو
وہ گدھا زندہ ہوا اُنہوں نے کہا مجھکو یقین کامل ہو گیا کہ اللہ
ہر چیز پر قادر ہے۔ پس جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ اتنے عرصہ میں
بیت المقدس آباد ہو چکا تھا۔ بعضے کہتے ہیں یہ صاحب قصہ
حضرت عزیر تھے واللہ اعلم الغرض حجی اور زکریا بن عبدو
علیہما السلام کی اعانت سے دوبارہ دارا شاہ ایران کے
عہد میں بیت المقدس بنایا گیا۔ جب بنیاد چُننے لگے تو
نوجوانوں نے بڑی خوشی کا نعرہ مارا۔ اور جو بڈھے تھے
جنہوں نے بیت المقدس کو پہلے دیکھا تھا وہ چیخیں مار مار کر
رو رہے تھے۔ پس جب بن چکا تو **شمعون** صادق کو سردار بنا
اور حضرت عزیر علیہ السلام نے اُن انبیاء کو جمع کر کے یادداشت
کے طور پر توراۃ کے احکام اور دیگر قصص جمع کر کے گویا
توراۃ کو تعمیر کیا۔ اور پھر یہود کو یہ وعظ و پند کرتے رہے۔
مگر حکومت بنی اسرائیل جاتی رہی ایرانیوں کا صوبہ وہاں رہا کرتا
تھا۔ پس چند سال بعد یونان کے لوگوں نے زور کیا اور
سکندر بڑی فوج لیکر ایران پر چڑھ آیا تب ملک شام انکی
حکومت میں چلا گیا۔ پر یونان کی عملداری کے کئی حصہ ہو گئے۔ اسکے بڑے
حصہ کا پایۂ تخت شہر روشلہ تھا۔ یہاں کے بادشاہ کی سلطنت بہت وسیع تھی ملک اسکی
جو نائب کہ شام میں رہتا تھا اُسکو **ہیرودوس** کہتے
تھے۔ اور بادشاہ کو قیصر۔ حضرت زکریا علیہ السلام ان دنوں
بیت المقدس کے اماموں میں تھے۔ اُنکی بیوی الیشاع
(کہ جسکو الیسبات بھی کہتے ہیں) کوئی اولاد نہ تھی اسلئے
میاں بیوی دلمیں بڑے غمگین تھے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں۔
ایک روز زکریا علیہ السلام کو بیت المقدس میں جبرئیل دکھائی دئیے

[illegible]

اور لڑکے کی بشارت دے گئے اور یہہ کہ اُسکا نام یحیی (کہ
جسکو یوحنا بہی کہتے ہین) رکہنا۔ تیرے خاندان مین اس
نام کا کوئی نہین گزرا ہے۔ الغرض حضرت یحیی علیہ السلام
پیدا ہوئے اور ایساع کی بہن حنہ بہی اُنہون نے نذر
مانی تہی کہ اگر میرے ہان بیٹا پیدا ہوگا تو مین بیت المقدس
کی خدمت کے لئے چڑہاؤنگی۔ کیونکہ یہود مین یہہ دستور تہا
لیکن قدرت خدا سے لڑکی پیدا ہوئی اُسکا نام مریم رکہا۔
اور نذر پوری کرنے کے لئے ہیکل مین بہیجدیا۔ وہانکے کاہنون
مین گفتگو ہوئی۔ ایک کہتا تہا مین اسکی پرورش کرونگا
دوسرا کہتا تہا اسکو مین لونگا۔ زکریا علیہ السلام کہ جو اُنکے خالو
تہے بسبب قرعہ اندازی کے اسکے مستحق ٹہرے۔ پس زکریا
نے بیت المقدس مین انکے لئے ایک جدا جگہہ مقرر کردی
کہ سوائے اُنکے وہان اور کوئی نہ جاتا تہا۔ وہان ایکبار کیا
دیکہتے ہین کہ حضرت مریم بے موسم کا پہل کہا رہی ہین۔ پوچہا
یہہ کہانسے آیا کہا خدا کی طرف سے۔ پس اسوقت انکے دلمین
خیال آیا کہ جو بے موسم پہل کہلا سکتا ہے مجہہ بوڑہے کو بے
موسم اولاد بہی دے سکتا ہے۔ اسلئے دعا مانگی اور تین روز
تک بحکم الٰہی کسی سے کلام نکیا۔ ایک روز حضرت مریم
حیض سے پاک ہوکر غسل سے فراغت کرکے بیٹہی ہتین کہ
آدمی کی شکل مین اُنکو جبرئیل دکہائے دیئے تو اُنہون
نے دیکہکر خدا کی پناہ چاہی۔ اور کہا تو کون ہے اُنہون نے
کہا مین جبرئیل ہون خدا کے طرف سے اسلئے آیا ہون کہ
تجہکو بیٹا دون۔ وہ بولین مین نہ تو بیاہی ہون نہ آجتک کسی
مرد کے پاس گئی ہون پہر بیٹا ہونے کی کیا صورت۔ جبرئیل
نے کہا خدا تجکو یون ہی بیٹا دیگا۔ پس جبرئیل نے پاس جاکر
اُنکے کرتے کے گریبان مین پہونکدیا وہ حاملہ ہوگئین
اور بیت اللحم مین حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ یہود اُنکے
مارنے کو آئے کہ تونے حرام کا بچہ جنا۔ حضرت عیسی نے
لڑکپن مین کلام کرنا شروع کیا تو لوگ ڈر کر چلے گئے۔
مگر اسنے پیشتر حضرت یحیی علیہ السلام پیدا ہوچکے تہے
یہود کو مریم کے بارہ مین حضرت زکریا علیہ السلام پر بدگمانی
ہوئی۔ اُنکے مارنے کو دوڑے یہہ بہاگے ایک درخت
گنجان مین جا چہپے۔ یہود نے آرہ سے درخت کو چیرا
جس سے یہہ بہی چرکر دو ٹکڑے ہوگئے۔ انجیل سے معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت مریم کا نکاح انکے چچازاد بہائی یوسف بن یعقوب
بن متہان سے ہوا تہا کہ جو بڑہئی تہے۔ اور جب مریم اُنکے
پاس نہین تو حمل دیکہکر یہہ گہبرائے مگر خواب مین فرشتہ نے
انکو مطلع کردیا تو یہ اُنکی پاکدامنی کے مقر ہوئے شاید
یہہ بہی ہوا ہو۔ مگر یوسف مریم کے پاس نگیا۔ اُسوقت
ہیرودیس کو نجومیون کے کہنے سے یہہ معلوم ہوا کہ یہہ لڑکا
یہود کا بادشاہ ہوگا اور یہود کو غیر قومونکے ہاتہہ سے چہڑائیگا
اسلئے اسنے چاہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو قتل کرے۔ تب
خدا کے فرشتہ نے یوسف سے کہا کہ تو اس لڑکے اور اسکی
ماں کو لیکر مصر مین چلا جا۔ چنانچہ وہ وہان چلا گیا اور
ایک مدت تک حضرت عیسی نے وہان پرورش پائی۔ پس
جب یہہ سنا کہ یہہ بادشاہ مرگیا تو پہر یوسف اپنے وطن مین لے

اور اپنے گانون ناصرہ مین رہا - اسلئے حضرت عیسیٰ کے
لوگونکو نصاریٰ کہتے ہین - اب عیسیٰ ہوشیار ہوئے اور
طرح طرح کے معجزات یہود کو دکہا کر راہ راست پر آنے کی
تاکید کرتے تہے - مگر وہ سیاہ دل اُنسے اُنکے بدخواہ
ہو چلے تہے - اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جو اونٹ کے کپڑے
پہنے جنگلو مین رہتے اور نصیحت کرتے پہرتے تہے -
دریائے یردن پر حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰ کی
شاگردی کی اور اُنکے ہاتہہ سے غوطہ لیا جسکو نصارا
بپتسمہ کہتے ہین اور اصطباغ بہی - یحییٰ علیہ السلام کو ہیرودیس
نے اسلئے قید کر لیا تہا کہ وہ اُسکو ایک عورت کے گہر مین
رکہنے سے (کہ جسکا رکہنا اُسکو جائز نہ تہا) منع کرتے تہے - آخر
ایک روز ہیرودوس نے سالگرہ کا جلسہ کیا اور اس جلسہ مین اُس
عورت کی بیٹی نے ناچ کر سبکو خوش کیا - ہیرودیس نے کہا
مانگ کیا مانگتی ہے اُسنے بادشاہ سے پکا وعدہ کرا کے
اپنی مان سے پوچہا اُسنے کہا یحییٰ کا سر مانگ - بادشاہ نے
جلاد کو بہیجا اور وہ ایک لگن مین یحییٰ کا سر کاٹ کر لایا اور
اس قحبہ کو دیا اور اسنے اپنی مان کو دیا جس سے وہ بہت خوش
ہوئی - اسکے بعد حضرت عیسیٰ اپنے بارہ حواریونکے ساتہہ
جا بجا وعظ کہتے پہرتے تہے اور یہود کو ملامت کرتے تہے جس سے
یہود کو اُنسے سخت عداوت پیدا ہوئی اور اُنکے قتل کی تدبیرین
کرتے رہے آخر وہانکے بادشاہ پلاطوس کو آمادہ کیا - اور
ایک جگہہ سے حضرت کو گرفتار کرکے لے گئے - خدا کی قدرت
انہین مین سے ایک کو خدا نے مسیح کی صورت مین کر دیا اور
اُنکو صحیح سلامت آسمان پر بلا لیا - وہ شخص یہود کے ہاتہہ سے
بڑی اذیت کے ساتہہ مارا گیا - اور سُولی چڑہتے وقت اُسنے
بڑے جزع فزع کی - عام لوگ بلکہ کُل یہود و عیسائی یہی سمجہتے
ہین کہ عیسیٰ علیہ السلام سُولی دیئے گئے - اسوقت مین حضرت
مسیح کی عمر تینتیس ۳۳ برس کی تہی - اور یہہ واقعہ غلبہ سکندر کے تین سو
چہتیس برس بعد ہوا ہے - اسکے بعد حضرت مسیح (عیسیٰ) اپنے
حواریون کو دکہلائی دیئے اور اُنکو اپنے دین کی اشاعت
کی اور جناب رسول مقبول صلعم کی تشریف آوری کی بشارت دی
جیسا کہ انجیل برنباس مین مصرحاً مذکور ہے اور دیگر اناجیل مین
لفظ فارقلیط ہے - اُنکے بعد حواریون نے ملک شام اور یونان
اور افریقہ مین دین الٰہی کو رواج دیا - اور اسوجہہ سے نہ تنہا
یہودی بلکہ شاہ روم جو وہانکا حاکم اور بت پرست تہا
اور جسکو قیصر کہتے تہے حواریونکا دشمن جانی ہو گیا اور بہت کو
شہید کیا اور تکلیف دیکر مارا - یروسلم مین سب سے اول استفانس
کو شہید کیا - مگر جون جون لوگ اُنپر سختیان کرتے تہے -
اسیقدر اُنکے خوارق عادات سے دین حق پہیلتا جاتا
لیکن ایک یہودی نے عجب فریب کیا کہ لوگون مین مشہور
کیا کہ مجکو حضرت عیسیٰ کا دیدار ہوا ہے اور اُنہون نے مجکو
ایک کتاب بہی دی ہے سو وہ حواریو مین ملگیا - اور چونکہ
بڑا سینہ زور اور منہ زور تہا سب کو دبانے لگا اور سبکے
برخلاف اُسنے یہہ مسئلہ جاری کیا کہ حضرت عیسیٰ خدا تہے
خدا آدمی کی شکل مین ظاہر ہوا تہا وہ سب کے گناہ اُٹہا کر
لے گئے بس اسبات پر ایمان لانا کافی ہے شریعت

کچھ نہین۔ بلکہ شریعت پر عمل کرنے سے لعنتی ہوتا ہے۔ اگرچہ اس
بات پر شہر انطاکیہ مین حواریون نے بحث بہی کی۔ مگر اسکے مرید
زیادہ ہو گئے تہے۔ اسنے غلبہ پایا تھا مختصر یہ کہ دین عیسوی کو
بالکل پلٹ دیا اسکا نام پولوس ہے تین سو برس تک عیسائیون کو
کہین امن ملتا تہا۔ اسمین بار بار وہ حملہ اُنپر ہوئے کہ ہزارہا
لوگ قتل کئے گئے۔ کتابین جلائی گئین۔ چنانچہ انہین حوادث
مین حضرت عیسی کی اصلی انجیل جاتی رہی۔ اور لوگون نے
حضرت کے حالات تاریخ کے طور لکہنے شروع کئے۔ اور
عیسائی ان کتابون کو اپنی اصطلاح مین انجیل کہتے ہین
چنانچہ ستر اسی سے زیادہ جہوٹی سچی انجیلین مشہور ہوئین
لیکن انمین سے اب عیسائیون کے چار کتابین زیادہ معتبر
ہین۔ انجیل متی۔ انجیل مرقس۔ انجیل لوقا۔ انجیل یوحنا
بلکہ اسمین پولوس اور دیگر اشخاص کے خطوط بہی جمع کر لئے ہین
اور [illegible] حضرت عیسی [illegible]
نقش کرتے ہین۔ گو [illegible] قیصر کے [illegible]
عیسائیون پر [illegible] بیت المقدس کی
بربادی کی حضرت عیسی نے خبر دی تہی اسی طرح ظہور مین
آیا یعنی اُنکے چالیس برس بعد طیطوس نے یہودی کی سرکشی
سے آتش جنگ بہڑکی اور بیت المقدس کو جلا دیا اور بالکل
مسمار کر دیا اور تمام کتابین انکی جلا دین اور تلاش کر کے انکو
قتل کیا۔ پس [illegible] نام بہی سلطنت نہ رہی۔ [illegible]
مین قسطنطین کا مذہب [illegible] پا گیا [illegible] بادشاہ قسطنطین
جو بڑا ظالم تہا اسی امید پر کہ میرے سب ظلم عیسیٰ [illegible]

چوتہی صدی عیسائی مین عیسائی ہوا۔ اور زبردستی لوگون کو
عیسائی بنایا۔ اور بڑے سخت قانون جاری کئے۔ جس سے
روم اور یونان اور شام مین اس مذہب کی شہرت ہو گئی۔
اور پہر رفتہ رفتہ اور ملکون مین یہہ مذہب پہونچا۔ تخمیناً
آٹہہ سو نو سو برس سے انگلستان کے لوگ بہی کہ بت پرست
تہے عیسائی ہوئے اور روس اور جرمن وغیرہ ملکون مین بہی
یہہ مذہب رواج پا گیا۔ لیکن اسمین سیکڑون فرقے پیدا ہو گئے
مگر سب سے زیادہ دو گروہ ہین۔ اول رومن کیتہلک جسمین روس
و فرانس وغیرہ ہین۔ یہہ مذہب پولوس کے قدم بقدم پرانے
خیالات پرست۔ روم مین پوپ ایک پادری یا امام ہوتا
تہا کہ جو عیسی علیہ السلام کا نائب کہلاتا تہا۔ اسکی حکومت
و شوکت سب عیسائی سلاطین تسلیم کیا کرتے تہے۔ جسطرح
کہ اہل اسلام مین خلفاء کے خاندان کی ریاست تہی اسیطرح
اسکی عیسائیون مین پوپ کی بدعتین و بیہودہ باتین اسقدر ہین
کہ ہم تفصیل مین بیان کر سکین چنانچہ حال کے عیسائی بہی انکی
تصدیق کرتے ہین۔ تخمیناً تین سو برس ہوئے کہ ایک شخص
مارٹین لوتہر پوپ سے برگشتہ ہو گیا اور اسکے شاگرد
جان کالون وغیرہ اُسکے مددگار ہو گئے۔ اور انہون نے
ایک نیا مذہب نکالا اسکو پراٹسٹنٹ کہتے ہین۔ یہہ مذہب
انگلستان جرمن اور دیگر بلاد یورپ کا ہے۔ پہر اسمین [illegible]
بہت فرقے ہین۔ [illegible] اب بیت المقدس کا حال [illegible]
وہ یہہ کہ طیطوس کے بعد یہودیون نے ایکقدر بیت المقدس کو
آباد کیا تہا اور اسکا نام ایلیا رکہا تہا۔ بیت خانہ خدا [illegible] مگر

قسطنطین کی والدہ ہلانہ کو کسی پادری نے یہہ پٹی پڑہائی کہ
جس تل پر حضرت عیسی لٹکائے گئے ہتے وہ لاؤگی تو
حیات ابدی پاؤگی۔ پس وہ شام مین آئی اور اگر اس نے
سے بیت المقدس کو بہی خراب کرگئی اور یہہ حکم دی گئی کہ
تمام شہر کا پاخانہ اور قاذورات یہین پڑا کرے۔ پس لمبا
سال تک یہی نوبت رہی اور کسیکی جرات تعمیر کرنیکی نہوئی۔
یہانتک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسکو از سر نو تعمیر کیا۔ پہر
اُسکے بعد قدیم بنیادونپر ولید بن عبدالملک نے قائم کیا اور
بہت قبے بنائے کسیکا نام قبہ میزان اور کسیکا نام قبہ
معراج رکہا اور یہہ بنا اب تک قائم ہے۔

(ہدایۃ المقدماء ہدایۃ الحکماء)

مگر سلاطین عثمانیہ کے عہد مین اُسکی بہی تعمیر جدید ہوئی۔
یہہ مسجد خاص اہل اسلام کے قبضہ مین ہے اور اُسکے آس پاس
یہود و نصاریٰ کے لئے قبے بنے ہوئے ہین جیسا کہ نقشہ
سے معلوم ہوتا ہے پہلے تا ہم عیسائیون نے بنر گرجے کے
اغوا سے بیت المقدس لینے کا قصد کیا۔ اور کئی صدیون
تک لڑائیان رہین۔ مگر آخر کار صلاح الدین مصری خدا نے
غالب کہکر اپنا قدیم گہر سچے مذہب والونکو دیا۔ بحمد اللہ
اہل کتاب کے تمام معابد آجتک مسلمانونکے قبضہ مین ہین
واللہ الحمد۔ یہہ مختصر سا حال بنی اسرائیل کا ہے کہ جسکے جاننے
پر قرآن مجید کا سمجہنا موقوف ہے اور تفصیلاً کتب تاریخ مین
موجود ہے۔ قرآن مجید مین مختلف اغراض سے ان قصونکی
طرف بالالحاظ تقدیم و تاخیر اشارہ ہوا ہے پس ناظر کو چاہیئے کہ
کہ سب کو اپنے مقامات پر چسپان کرے۔

واضح ہو

کہ بعض ملحدون نے جسطرح اور معجزات کا انکار کیا ہے اسیطرح
بنی اسرائیل کے عبور قلزم کا انکار کیا ہے اور یہہ توجیہ کی
ہے کہ جزر و مد تہا یعنے جب سمندر کا پانی اُترا ہوا تہا۔
اُسوقت بنی اسرائیل کا گذر ہوا اور اُنکے پیچہے فرعون اور
اُسکا لشکر آیا تو اُسوقت دریا کا چڑہاؤ تہا وہ لوگ سب
ڈوب مرے نہ یہہ کہ موسیٰ کی عصا زنی سے سمندر کے دو
ٹکڑے ہوگئے تہے جیسا کہ اہل کتاب اور اہل اسلام کا عقیدہ
ہے اور اپنے اس دعوے پر اُنہوں نے ایک دلیل عقلی اور
ایک نقلی پیش کی ہے عقلی دلیل یہہ ہے **قولہ**

انفلق ماضی کا صیغہ ہے اور عربی زبانکا یہہ قاعدہ ہے کہ جب
ماضی جزا مین واقع ہوتی ہے تو اُسکی دو حالتین ہوتی
ہین اگر ماضی اپنے معنون پر نہین رہی بلکہ شرط کی معلول
ہوتی ہے تو اُسوقت و حرف ف نہین لاتے۔ اور جبکہ وہ
اپنے معنون پر باقی رہتی ہے اور جزا کی معلول نہین
ہوتی تب و حرف ف لاتے ہین جیسے کہ اس مثال مین
"ان اکرمتنی فاکرمتک امس الخ" اس مثال مین
جزا (یعنے گذشتہ کل مین تعظیم کا کرنا) شرط کا معلول
نہین ہے کیونکہ وہ اس سے پہلے ہوچکی تہی اسیطرح اس آیت
مین سمندر کا ہٹ جانا یا زمین کا کہل جانا ضرب کا
معلول نہین ہوسکتا الخ +

اقول اس کا جواب یہہ ہے۔ اوّل تو زبان عربی کا یہہ قاعدہ نہین

اگر ہے توکسی اہلِ زبان یا کتاب کا حوالہ دیجیے۔

(۲) بلکہ وہ قاعدہ یہہ ہے کہ ماضی جزا مین واقع ہو تو اگر مستقبل کے معنی مین ہے جیسا کہ درصورت ہونے لفظ قد کے ہوتا ہے تو ف کا لانا لازم نہین ورنہ ف اُسپر داخل کرتے ہین۔

واذا کان الجزاء ماضیا بغیر قد لفظا او معنی لم یلزم الفا (کافیہ) وانما بعد ان مدار اتیان الفاء وترکہ التاثیر المعنوی اعنی قلب الجزاء الی الاستقبال فانہ ان اثر فیہ تاثیرا تاما فلا حاجۃ الی الفاء وان اثر تاثیرا ناقصا فالوجہان وان لم یوثر فیہ اصلا فالفا لازمہ

اب کہان یہہ قاعدہ کہان وہ قاعدہ اپنا واقفیت کا کچھ ہے ٹھکانا

(۳) نہ یہان شرط ہے نہ جزا نہ کوئی کلمہ شرط ہے نہ کسی مفسر نے اسکو جزا قرار دیا ہے۔ صرف ف آنیسے معترض نے جزا سمجھکر ایک منصوبہ باندہ لیا ادرف سہاکر سوار اور جگہہ بھی آتی ہے بالخصوص تعقیب اور تفریع کے لئے اکثر مستعمل ہوتی ہے جیسا کہ سبب اور مسبب اور علت و معلول کے درمیان واقع ہوتی ہے جیسا کہ کسرتہ فانکسر قتلتہ فمات اور اس جملہ کی بھی جلالین وغیرہ تفاسیر مین یون تقدیر کلام کی ہے ان اضرب بعصاک البحر فضربہ فانفلق (جلالین)۔ جسطرح کہ ہماری زبان مین لفظ پس کا استعمال ہوتا ہے اور مسبب پر بیشتر اسکا استعمال آتا ہے جیسا کہ مینے اُسکو مارا وہ مرگیا مارنا سبب اور مرجانا مسبب ہے اسی طرح اس آیت مین ضرب عصیٰ سبب اور پہٹ جانا مسبب ہے + افسوس کہ معترض کو زبان عربی سے کچھہ بھی واقفیت ہنین ناحق زمین و آسمان کے

قلابے ملاتے ہین۔

دوسری دلیل نقلی

وہ یہہ ہے کہ **گلاڈیلٹ** نامی جسکو حکیم **بطلیموس** کہتے ہین جو سنہ عیسوی کی دوسری صدی مین تہا۔ اور مصر مین رہا کرتا تہا اسلئے وہ بحر احمر کے حال سے زیادہ واقف تہا۔

اُسنے بحر احمر کا نقشہ لکہا ہے اصل زبان یونانی ہے مگر اُسکا ترجمہ **لیٹن** ہو ۱۶۱۸ء مین لوئیس ۱۳ سیزدہم شاہ فرانس کے عہد مین چہاپا گیا تہا خوش قسمتی سے ہمارے پاس موجود ہے اُسمین تین ۳ جزیرے بحر احمر مع نام بتلائے ہیز اور اب وہ جزائر نہین (کیونکہ **علم جوالجی** سے یہہ بات ثابت ہے کہ جزائر بعض اسباب سے غرقاب ہوجایا کرتے ہین اور کبہی فجۃً نکل آتے ہین) اس سے ثابت ہوا کہ بحر احمر کا اُس زمانہ مین یہہ زور شور نہ تہا کہ جو اب اہل اسلام کے عہد مین بارہ ۱۲۰۰ سو برس سے ہے۔ اس سے یہہ یقین کامل ہوجاتا ہے کہ وہ مقام جہانسے بنی اسرائیل اُترے بلاشبہ جوار بہاٹے کے سبب اتہو یا پایاب ور ذنکو عمیق ہوجاتا ہوگا اور موسیٰ کو پایاب اُتر جانے کا رستہ معلوم تہا۔ پس حضرت موسیٰ بنی اسرائیل سمیت بحر احمر کی بڑی شاخ کی نوک مین سے جہان ہمنے نقشہ مین نقطہ کا نشان دیا ہے پار اُتر گئے۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اُتر گئے اسنے بہی انکا تعاقب کیا اور لشکر کو غلط رستے سے دریا مین ڈالدیا پانی بڑہ گیا جس سے سب ڈوب گئے یہودیونکی تقلید سے مفسرین نے ایک سیدھی بات کو

ایک معجزہ خارج از قانون قدرت بنا دیا حالانکہ قرآن سے ایسا ثابت نہیں۔ **جواب**

اول تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ یہ نقشہ بطلیموس کی نقشہ کے مطابق ہے؟ (دوم) یہہ کیا ضرور ہے کہ بطلیموس کے زمانہ میں جو موسی علیہ السلام کے سیکڑوں برس بعد ہے بحر قلزم کی جو شکل ہے کہ قواعد جغرافیہ اسوقت یہہ نئی حالت پیدا ہوئی حضرت موسی کے عہد میں نہ تھی اور ابتک ویسی ہی ہوگی۔ (سوم) اب بھی بحر احمر میں جزایر و جزر ہیں اس تقدیر پر زمانہ بطلیموس میں اور زمانہ حال میں فرق ثابت کرنا مدعی کے ذمہ ہے (چہارم) یہہ سب کچھہ تسلیم بھی کیا جاوے تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ بنی اسرائیل بحر قلزم کی نوک پر سے گذرے تھے جہاں کہ ایسا کنارہ تھا کہ پانی خشک ہو جاتا تھا جہاں کہ مدعی نے نشان کے لئے نقطے لگائے ہیں (پنجم) اگر یہہ تھا تو کیا فرعون کو اس کنارہ کا علم نہ تھا۔ اور جبکہ اسکے ساتھہ سیکڑوں اس ملک کے واقف تھے تو مقتضائے قانون فطرت یہہ تھا کہ وہ کنارہ سے بھی دو چار کوس ہٹ کر گاڑیوں کو خشکی میں سے لیکر نکلتے۔

(ششم) اگر کنارہ پاس تھا تو پھر سیکڑوں بنی اسرائیل پر کیا مصیبت پڑی تھی کہ وہ اس مقام سے گذرے کہ جہاں پانی پایاب ہوگیا تھا کیونکہ گارا کیچڑ تو پھر بھی باقی رہتا ہے کہ جسمیں چلنا بالخصوص بچوں اور خوف کے وقت مشکل ہوتا ہے بلکہ مقتضائے عقل یہ تھا کہ اس نوک سے دو ایک کوس کے فاصلہ سے خشک زمین سے گذرتے۔ مدعی کیا اسکی تاویل کرے گا؟

علاوہ اسکے قرآن مجید کے الفاظ سے پانی کا پھٹنا ثابت ہے آیت اول فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم (شعراء) یعنی ہم نے موسی کیطرف وحی بھیجی کہ اپنے عصا کو دریا پر مار تو اسنے مارا پس پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی مانند ہو گیا۔ مولانا صاحب اسجگہہ (شعراء) یہان ضرب کے معنی چلنے کے کہنا اور فی مقدر کرنا اور اضرب بعصاک فی البحر عبارت بنانا نہایت نادانی ہے اول تو بحر مفعول ہے اسکو مفعول فیہ کہنا پڑے گا۔ دوم پھر بھی اقرار لازم آویگا کہ موسی عصا کے ذریعہ سے دریا میں گزرے سو یہہ بھی خلاف قانون قدرت ہے تیسرے فانفلق الخ کے کیا معنی ہونگے (آیت دوم) فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی (طہ) کہ اے موسی بنی اسرائیل کے لئے دریا کے بیچ میں سے خشک رستہ نکال (آیت سوم) واترک البحر رھوا کہ دریا کو خشک چھوڑ (دخان) واذ فرقنا بکم البحر (بقرہ) اور ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا۔ اسیطرح تمام کتب تاریخیہ بالخصوص تورات سفر خروج کے ۱۴ باب میں ہے (۲۲) اور بنی اسرائیل دریا کے بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گزر گئے اور پانی کی انکے دائیں اور بائیں دیوار تھی + ۱۶ تو اپنا عصا اٹھا دریا پر مار اور اسے دو حصہ کر بنی اسرائیل دریا کے بیچوں بیچ میں سے سوکھی زمین پر ہو کے گذر جائے گی۔ تعجب ہے کہ مدعی کے نزدیک توریت میں تحریف نہیں ہوئی وہ تو معتبر نہو اور بطلیموس کا نقشہ معتبر مانا جاوے ۔

(واللہ الہادی)

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ عَفَوْنَا

اور جبکہ ہمنے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ کیا ۔ پھر اوسکے بعد تمنے بچھڑا بنالیا ۔ اور تمنے ستم کیا ۔ پھر اوسکے بعد ہمنے تمکو معاف کیا

عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

تاکہ تم شکر کرو ۔ اور جبکہ دی ہمنے موسیٰ کو کتاب اور فرقان تاکہ تم ہدایت پاؤ

ترکیب

واذ ظرف وعدنا فعل با فاعل وموسیٰ مفعول اول اربعین لیلۃ مفعول ثانی اتخذتم فعل انتم فاعل العجل مفعول اول الٰھا مفعول ثانی محذوف وانتم ظالمون جملہ اسمیہ حال ہے فاعل اتخذتم سے عفونا فعل با فاعل من بعد ذلک متعلق ہے فعل کے آتینا فعل ضمیر نحن فاعل موسیٰ مفعول اول الکتب معطوف علیہ والفرقان معطوف دونون مفعول ثانی لعل و اتہین اکثر مفسرین کے نزدیک معنے کے آتا ہے جسکے معنی ہین تاکہ بعض کہتے ہین کہ ... کے موافق خدا تعالیٰ بھی کلام کرتا ہے ورنہ اسکو ہر چیز کی ابتدا انتہا معلوم ہے ۔ اور سیبطہ ... متعلق ہے والقول ما قلنا فی المقدمہ ؛

تفسیر

ان آیات مین اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی وہ حالات بیان کرتا ہے ... فرعون سے ... کے بعد ہو دیکر تاکہ بنی اسرائیل شکر دلمین شکر گذار اور فرمانبردار ہون اول یہ کہ جب بنی اسرائیل نے قیام کو ... کیا اور ... پاس عرض کیے تو خدانے فرمایا کہ چالیس رات تو ہماری جناب مین پہاڑ پر عبادت کر تاکہ تمکو کلام اور احکام شریعت ملین یہ اسلیے کہ اس عرصہ مین جسمانی تعلقات کم ہو کر ملکیت کا ظہور ہوگا تو خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی صلاحیت ہوجاویگی اور اسی لئے اہل باطن چالیس روز کا چلہ کیا کرتے ہین ۔ چنانچہ حضرت موسیٰ پہاڑ پر تشریف لیگئے اور بنی اسرائیل سے تیس رات کا وعدہ کرگئے ۔ کیونکہ اول مین یہی حکم ہوا تھا پھر دس رات وہان اور رہنا پڑا تو بنی اسرائیل مین کھلبلی مچ گئی ۔ یہ مشہور ہوگیا کہ موسیٰ مرگئے بنی اسرائیل مین ایک شخص کا نام سامری تھا اُسنے کیا مکر کیا کہ بنی اسرائیل سے کہا کہ اب موسیٰ تو مرگئے اور تمہارے لیے خدا کا ہونا ضرور ہے تم مجھکو زیور دو تو تمہارے لیے خدا بنادون ۔ چونکہ مصر کے لوگ گائے بیل و بلی کو پوجتے تھے یہہ بنی اسرائیل بھی انکی صحبت سے خوگیر تھے ۔ اسلیے اسنے ایک بچھڑا بنایا سب بنی اسرائیل اُسکو سجدہ کرنے لگے ۔ اسمین حضرت موسیٰ جو پہاڑ پر سے تورتین کہ جنمین احکام لکھے تھے لیکر تشریف لائے تو بنی اسرائیل کی یہ حالت دیکھکر بڑی ناراض ہوئے ۔ اور اپنے بھائی ہارون پر خفا ہوئے کہ مین تمکو اپنا نائب بناکر گیا تھا تو کیون منع نکیا انہون نے عذر کیا کہ مین منع کرتا تو لوگ مجھکو مار ڈالتے ۔ یہ قصہ آگے بھی آویگا اور ہم بیان کرینگے پس خدا کی طرف سے یہہ حکم آیا کہ اس بچھڑے کو ریت کرکے دریا مین ڈلوادو اور لوگ اُسکی توبہ مین آپکو اپنی قتل کرین چنانچہ ایسا کیا تو موسیٰ نے روکر التجا کی تو یہہ حکم معاف ہوا اور خدانے درگذر کیا ۔ اور پھر موسیٰ پہاڑ پر گئے تو بہت سے احکام لائے اور غالباً یہی مجموعہ توراۃ تھا کہ جو تختیون پر لکھی ہوئی تھی ۔ اس بچھڑا پوجنے کی کیفیت اگلی آیت مین بیان فرماتا ہے ؛

(متعلقات)

(الکتب) سے مراد تو قطعاً توراۃ ہے مگر فرقان کہ جو بروزن غفران ہے جسکے معنے فرق کرنیوالی چیز کے ہین اسمین علما کے مختلف قول ہین بعض کہتے ہین کہ اس سے بھی توراۃ مراد ہے ۔ یہہ توراۃ کا وصف ہے کہ وہ حق و باطل مین فرق کرتی تھی ۔ بعض کہتے ہین اس سے حجت اور معجزات مراد ہے ؛ واللہ اعلم ؛

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۖ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ۖ وَمَا

اور سایہ کیا ہمنے تمپر ابر کا اور اوتارا تمپر من اور سلوی۔ (کہا ہمنے) کہ کہاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں۔ اور (بنی اسرائیل نے نافرمانی کرکے)

ظَلَمُونَا وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

ہمارا کچھہ نقصان نکیا۔ بلکہ اپنا ہی کچھہ بگاڑتے تہے۔ اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے کہا کہ اس شہر میں جاؤ پہر وہان دل بہر کر جہانسے چاہو کہاؤ۔ اور دروازہ مین

الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ ۚ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ

جہکے ہوئے سجدہ کرتا اور کہتا جاؤ حطۃ (یعنی ہم تمہارے گناہ معاف کرتے ہیں) تو ہم تمہاری خطائیں معاف کردینگے۔ اور نیکوکاروں کو زیادہ دینگے۔ پس ظالمون کی وہ بات تو اونسے کہی گئی تہی بدل دی۔

فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝

تب تو ہمنے ظالموں پر آسمانسے ایک بلا بہیجی اون کی بدکاری کی وجہ سے۔

ترکیب ظللنا فعل با فاعل علیکم متعلق ہے فعل سے اہتمام مفعول ورنہ منصوب ہے اور جب صدمراد ہوتا ہے تو تت زیادہ کرکے غمامہ بولتے ہین کلوا فعل با فاعل شیئا مفعول محذوف من ابتدائیہ اس محذوف کا طیبات مضاف مارزقنا کم مضاف الیہ انفسہم مفعول ہے یظلمون کا ای کانوا یظلمون انفسہم واذ قلنا فعل مع فاعل ادخلوا فعل اتم فاعل ہذہ موصوف القریۃ صفت یہ مجموعہ مفعول فیہ ہوا ادخلوا کا اور کل مقولہ ہوا قلنا کا رغدا منصوب ہے یا اسطرح سے کہ مفعول مطلق ہے ای اکلا واسعا یا حال ہے فاعل کلوا سے۔ سجدا جمع ساجد حال ہے فاعل ادخلوا سے ای متواضعین حطۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای سؤالنا حطۃ پہر یہ مجموعہ مقولہ ہے قولوا کا نغفر لکم جواب امر ہے اور اسلیے مجزوم ہے فبدل فعل الذین ظلموا جملہ فاعل بالذی قیل لہم مفعول اول محذوف قولا موصوف غیر الذی الخ اسکی صفت مجموعہ مفعول ثانی (تبیان) من السماء متعلق محذوف ہوکر صفت ہے رجزا کی ✚

(تفسیر)

بنی اسرائیل جب دریائے قلزم عبور کرکے بیابان تیہ میں آئے تو وہان گرمی کی بڑی شدت تہی خدا نے اپنا فضل کیا کہ ایک بادل کا سایہ بنا کر انکو دہوپ کی شدت سے بچایا۔ اور کہانیکا یہہ سامان کیا کہ من (یعنی دہنیے کی دانہ کی مانند گول گول سفید اور شیرین چیز رات کو برستی تہی اور صبح کو زمین پر جم جاتی تہی جسکو وہ تو دنیر پکا کر روٹی کی جگہہ کہاتے تہے) اور سلوی یعنی بٹیرین نازل کرتا تہا کہ انکے خیمونکے گرد بٹیرین جمع ہوجاتی تہین انکو اندہیرے مین یہ لوگ پکڑ لیتے تہے اور پہر گوشت پکا کر کہاتے تہے جیسا کہ توراۃ مین مشرحاً مذکور ہے اور پیشتر ہم بہی بیان کر آئے ہین ✚ یہہ آٹہوان انعام ہے کہ جسکو خدا تعالی یاد دلاتا ہے اُس سے پیشتر سات یاد دلا چکا ہے اور تفصیل اس قصہ کی یہہ ہے کہ جب بنی اسرائیل مشقت سفر سے گہبرائے تو خدا نے حضرت موسیٰؑ کو دریائے یردن کے اس کنارہ تک پہونچا کر کنعان کی تمام زمین دکہائی اور موسیٰؑ کو خبر دی کہ تو اس ملک مین نجانے پائیگا بلکہ تیری موت یہین ہوگی مگر بنی اسرائیل کو کہدیجو کہ مین تمکو یہہ ملک دیتا ہون اور عنقریب تم اس شہر یریحو کو کہ جسکو اریحا کہتے ہین فتح کروگے۔ پس جب تم ان شہرون مین داخل ہو تو خدا کی نعمتین اور طرح طرح کے میوے کہانا۔ مگر اسکے شکریہ مین بات ضرور ہے کہ جب دروازہ مین سے گزرو تو اپنی فتح اور بہادری پر نہ اترانا بلکہ سجدہ کرتے ہوئے یعنی عاجزی کرتے ہوئے اور خدا سے اپنے گناہونکی معافی مانگتے ہوئے جانا اسپر ہم تمہارے گناہ معاف کردینگے۔ اور جو تم مین نیک ہین انکو اسکے معاوضہ مین اور زیادہ عطا کرینگے پس جب حضرت یوشع بن نون کی عہد مین بنی اسرائیل نے یہہ ملک اور یہہ شہر فتح کیے تو بجائے تواضع اور استغفار کے سرکش اور بدکار بن گئے۔ اور طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی کرنے لگے۔ پس خدا نے ان پر آسمانی بلا نازل کی کہ دبا اور غیر بادشاہون کے ہاتہہ سے ہلاک ہوئے اپنے افعال بد کا نتیجہ پایا اب اے بنی اسرائیل تم عبرت کرو اور تجربہ لو۔

فائدہ۔ یہہ قصہ سورۂ اعراف مین بہی یاد دلایا ہے اسمین ان ہے واذ قیل لہم اسکنوا ہذہ القریۃ وکلوا منہا حیث شئتم وقولوا حطۃ وادخلوا الباب سجدا نغفر لکم خطایاکم وسنزید المحسنین ۝ فبدل الذین ظلموا منہم قولا غیر الذی قیل لہم فارسلنا علیہم رجزا من السماء بما کانوا یظلمون ✚ اپنے نکات کہ اس سورۃ مین اسکنوا فرمایا اور بقرہ مین ادخلوا کہا اور یہان یظلمون اور بقرہ مین یفسقون فرمایا وغیر ذلک (تفسیر کبیر وغیرہ کتب مین ملاحظہ کرنی چاہیین ✚

وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ

اور یاد کرو جبکہ موسے نے اپنی قوم کے لئے پانی چاہا تو ہمنے کہا کہ اپنی عصا کو پتھر پر مار پس پہوٹ نکلے اُس سے بارہ چشمے

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝

بیشک ہر شخص نے اپنا گہاٹ جان لیا (ہمنے کہا) کہاؤ اور پیو خدا کے دیئے رزق مین سے اور زمین میں فساد مچاتے نہ پہرو -

ترکیب

واذ استسقے فعل موسی فاعل لقومہ متعلق ہے فعل سے - ف تعقیب قلنا فعل نحن فاعل اضرب فعل انت فاعل بعصاک مین با استعانت جار مجرور متعلق ضرب کے ہوا - الحجر مفعول یہ سب جملہ مقولہ ہوا قلنا کا انفجرت فعل اثنتا عشرۃ فاعل ممیز عینا تمیز ای ضرب فانفجرت قد علم فعل کل اناس فاعل مشربہم مفعول مفسدین حال موکدہ ہے لا تعثوا سے - العثی فساد کرنا الانفجار پہوٹ نکلنا پانی کا ۰

تفسیر یہ نوان واقعہ ہے کہ جسمین خدا تعالی نے بنی اسرائیل پر بڑا احسان کیا تھا - جب بنی اسرائیل سین کا بیابان طی کرکے رفیدیم مین پہونچے تو اُس ریگستان مین پانی نہ تہا " سو لوگ موسی سے جہگڑنے لگے اور کہا کہ ہمکو پانی دے کہ پیوین الخ موسی نے خداوند سے فریاد کرکے کہا کہ مین اُن لوگون سے کیا کرون خدا تعالی نے موسی کو فرمایا کہ لوگون کے آگے جا اور بنی اسرائیل کے بزرگونکو اپنے ساتھ لے اور اپنا عصا جو تو دریا پر مارتا تہا الخ اس چٹان کو مار اس سے پانی نکلیگا تاکہ لوگ پیوین - چنانچہ موسی نے بنی اسرائیل کے سامنے یہی کیا (سفر خروج باب ۱۷) تب اُس چٹان سے بارہ چشمے بعدد اسباط بنی اسرائیل نکلے اور ہر سبط نے ایک چشمہ کو اپنے لئے معین کرکے خوب پانی پیا اور خدا نے فرمایا میری نعمتیں کہاؤ پیو مگر اُنکا شکریہ کرو نہ یہہ کہ بغاوت اور سرکشی اور بدکاری کرکے ملک مین فساد مچاؤ ؛ یہہ واقعہ کئی بار بنی اسرائیل پر گذرا ایک تو یہان پہر جب ایلیم مین آئے تہے تو وہان بارہ چشمے پانی کے اور ستر درخت کہجور کے ملے (خروج ب ۱۵) اور پہر جب بنی اسرائیل قادس مین گئے اور پانی نملا تو یہی واقعہ پیش آیا چنانچہ سفر عدد کے ۲۰ باب مین یہہ جملہ ہے - تب موسی نے اپنا ہاتہہ اُٹہایا اور اس چٹان کو دوبارہ اپنی لاٹہی سے مارا تو بہت پانی نکلا - حضرت موسی نے تو عصا مار کر پتہر مین سے پانی نکالا تہا کہ جو بسا اوقات خود بہی نکلا کرتا ہے ہزارون چشمے پتہرون سے نکلتے ہین مگر سید المرسلین نے تو انگلیون سے اسقدر پانی نکالا کہ جسکو سیکڑون آدمیون اور جانورون نے شکم سیر ہوکر پیا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ کتب مین ہے اور کئی بار ایسا ہوا - لیکن اس سورۃ مین جو ذکر ہے تو رفیدیم اور قادس کے واقعہ کا ذکر ہے -

واضح ہو کہ قدیم سے ظاہر بین لوگ معجزات انبیاء کا اور امور خارق عادات کا انکار کرتے چلے آئے ہین کیونکہ اُنکا سر اُنکی عقل کوتاہ مین مین جب نہین آیا تو سلوا انکار کیا اور کوئی تدبیر نسوجہی سو اس مقام پر بہی یہی تعجب کیا کہ لاٹہی کے مارنے سے اسقدر پانی نکلنا کہ جسکو لاکہون آدمی پیکر سیر ہون قانون قدرت کے خلاف ہے - حالانکہ یہہ نہین جانتے کہ پتہرونمین عجیب وغریب تاثیرات خدا نے رکہی ہین کیا ممکن نہین کہ وہ پتہر پانی کو زمین سے جذب کرکے نکالدیا ہو کو ہوا مین سے جذب کرکے اپنی قوت سے پانی کرکے بہاوے - مگر جب بعض مقلدین برہمو نے یہہ کہا کہ قرآن اور توریت مین واقعہ موجود ہے تو اُسکی یہہ تاویل کی کہ اضرب کے معنی چلنے کی ہوتے ہین اور حجر سے مراد پہاڑی حصہ ہے جسکا یہہ مطلب ہے کہ لاٹہی کو سہارے پہاڑ پر چڑہ یہہ غلط ہے - اول تو بقول اہل لغت ضرب کے معنی جہان چلنیکے ہوتے ہین فی آتا ہے سو یہان نہین دوسرا کوئی قائل نہین سوم فانفجرت کے پہر کیا معنی ؟ اور توریت کا جو حوالہ دیا وہ غلطی ہے کیونکہ جس مقام کا حوالہ دیا ہے وہ ایلیم ہے اور یہان رفیدیم کا ماجرا بیان ہوا ہے ،

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ

اور (یاد کرو) جبکہ تمنے موسیٰ سے کہا کہ ہم ایک کہانے پر صبر نہ کرینگے پس ہمارے لئے اپنے رب سے مانگ کہ وہ ہمارے لئے زمین کی پیداوار میں سے ساگ اور

قِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا

ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز پیدا کرے (موسیٰ نے) کہا کہ تم لینا چاہتے ہو بری چیز کو اچھی چیز کے بدلہ میں اور ترو

مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

کسی شہر میں بیشک جو مانگتے ہو تمکو ملیگا اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور کنگلاپن اور کمایا انہوں نے غضب الٰہی یہہ اس سے ہوا

كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

انکار کرتے تہے خدا کی آیات کا اور ناحق نبیوں کو قتل کرتے تہے۔ یہہ (غضب الٰہی) انکی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ہوا

ترکیب ۔ واذ قلتم فعل انتم فاعل یاموسیٰ الی بصلہا اسکا قول یہہ تمام جملہ معطوف ہوا اگلی جملہ پر۔ یخرج فعل ربک فاعل شیئًا مفعول محذوف من بیانیہ ما موصلہ تنبت الارض جملہ اسکا صلہ من بقلہا الخ اسکا بیان اور موضع اسکا نصب ہے حال ہونیکی وجہ سے ضمیر محذوف سے تقدیرہ ما تنبتہ الارض کائنا من بقلہا پس یہہ تمام جملہ بیان ہوا شیئًا کا اور یخرج جواب ہے امر یعنی ادع کا جواب ہے اسلئے مجزوم ہوا۔ قال فعل موسیٰ فاعل آ استفہامیہ تستبدلون فعل انتم فاعل الذی ادنی ای حقیر یہہ مفعول بالذی میں بای مقابلہ پس تمام جملہ استفہام انکاریہ ہوکر مقولہ ہوا قال کا اہبطوا سے آ جملہ انشائیہ فان لکم خبر ہے ان کی اور ما موصولہ سألتم جملہ صلہ یہہ مجموعہ اسم ان وضربت جملہ مستانفہ من اللہ موضع جر میں ہے صفت ہے غضب کی ذلک (اشارۃ الی ما سبق من ضرب الذلۃ والمسکنۃ والبوء بالغضب) مبتدا بانہم الخ اسکی خبر۔ بغیر الحق موضع نصب میں ہے بسبب حال ہونیکے ضمیر یقتلون سے تقدیرہ یقتلونہم مبطلین۔ ذلک اشارہ ہے جمیع امور مذکورہ کی طرف بتاویل ما ذکر مبتدا بما عصوا الخ خبر ۔

تفسیر ۔ اس بڑی آیت میں اذ قلتم سے لیکر بما سألتم تک تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روبرو کی واقعہ کیطرف اشارہ ہے کہ جسمیں یہہ احسان اور انکی سرکشی کو یاد دلاتا ہے۔ بنی اسرائیل نے چونکہ خدا سے سرکشی کی تو چالیس برس تک خدا نے انکو بیابان میں پہرایا اس عرصہ میں سوائے من و سلویٰ کے اور کوئی چیز بنی اسرائیل کو میسر آتی تہی۔ اور انسان کی طبیعت کا مقتضی ہے کہ ایک ہی کہانے پر عرصہ دراز تک بس نہیں کرسکتا۔ اسلئے بنی اسرائیل نے موسیٰ سے یہہ شکایت کی (جیسا کہ سفر عدد کے دسوین باب میں مذکور ہے) اور موسیٰ علیہ السلام کو یہہ منظور تہا کہ کسیطرح یہہ لوگ ملک کنعان میں پہونچیں اور وہاں کی قومیں حیتوں اور اموریوں اور عمالیق سے جنگ سے ڈر کر بیٹہ رہے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا منشا تہا کہ بنی اسرائیل ملک کنعان میں بسیں اسلئے انہوں نے فرمایا تمکو من و سلویٰ بے مشقت ملتا ہے اب اسکے بدلہ میں ککڑی پیاز وغیرہ وہ چیزیں جو مشقت سے حاصل ہوتی ہیں (اسلئے ادنیٰ ہیں) لینا چاہتے ہو؟ یہہ کیا عقل ہے۔ اور خیر اگر یہی ہے تو آگے بڑہو ممکن ہے نہ ڈرو کسی شہر میں چلو وہ سب چیزیں ملیں گی۔ **فائدہ** فوم جسکے معنی گیہوں ہیں بعض اہل لغت اسکے معنی لہسن کہتے ہیں روایات میں ثوم بہی آیا ہے اور توراۃ میں بہی لہسن لکہا ہے **فائدہ** مصر سے مراد کوئی معین شہر ہے نہ مصر فرعون۔ اب حضرت

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ

جو کوئی مسلمان اور یہودی اور نصرانی اور صابی الله پر اور روز قیامت پر ایمان لاوے اور

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۵

اچھے کام کرے تو انکا اجر انکے رب کے پاس ہے اور نہ ان پر کچھہ خوف ہے اور نہ وہ کچھہ غم کرینگے

علیہم السلام سے حضرت موسیٰ کے بعد کا وہ واقعہ ذکر فرماتا ہے کہ جو یہود پر وقتاً فوقتاً انکی سرکشی اور بدکاری سے گزرا وہ یہہ کہ یہود نے نافرمانی اور سرکشی اور کفر و بت پرستی اختیار کی اور ناحق بہت سے انبیا علیہم السلام کو قتل کیا۔ (جیسا کہ الیاس کے زمانہ میں اور پھر حضرت زکریا و یحییٰ کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ کو سولی پر چڑھایا اور اپنے زعم میں قتل کیا) تو اسلئے خدا نے انکی سلطنت اور شوکت کو مٹا دیا۔ اور ذلت اور خواری تمام قوموں کی آنکھہ میں پیدا کر دی۔ یہہ آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی ہے سو سچی ہوئی اب تک یہود کو سلطنت و شوکت عزت نصیب نہیں جہان کہین ہین غیر قوموں کے ماتحت ہین۔ یہہ بڑی عبرت کی بات ہے کوئی شخص اپنی علو خاندان و بزرگ زادہ ہونے پر ناز نکرے یہود انبیا علیہم السلام کی اولاد اور پہر سلطنت بہی انہین سلیمان و داؤد علیہم السلام کے عہد مین کس قوت کی تہی کہ جسکا بیان نہین لیکن اپنی شامت اعمال اور خدا کے غضب سے کس حد کے ذلیل و خوار ہین کر تو بہ ہر شخص خدا کے غضب سے ڈرتا رہے فسق و فجور سے باز آئے۔ خدا کی اطاعت کرے ورنہ وہ بڑے بڑے خاندانوں کو دم بہر مین خاک مین ملا دیتا ہے۔ انبیا زادونکو رسوا کر دیتا ہے۔

ترکیب انّ مشبہ بفعل الذین آمنوا الخ صلہ و موصول اسکا اسم من شرطیہ فی موضع ابتدا آمن باللہ الخ اسکی خبر فلہم اجرہم الخ جملہ جواب پہر یہہ تمام جملہ خبر ہوا انّ کی اور عائد محذوف ہے تقدیرہ من آمن منہم لفظ من مفرد ہے مگر معنی جمع کے دیتا ہے پس من مین لفظ کی رعایت کر کے صیغہ واحد لایا گیا اور معنی کی رعایت کر کے فلہم اجرہم الخ مین ضمیر جمع لائی گئی۔ اجرہم مبتدا فلہم خبر۔ اور اخفش کے نزدیک اجرہم جار کی وجہ سے مرفوع ہے اور عند ظرف ہے اور عامل اسمین معنی استقرار ہے

تفسیر

جبکہ اس سے اگلی آیت مین یہود کی ذلت اور نیز قہر الٰہی کا نازل ہونا بیان ہوا تہا جس سے یہود کو مایوسی ہوئی کہ اب ہمارا بارگاہ کبریا مین کہان ٹہکانا ہے؟ تو اسلئے خدا تعالیٰ نے اس آیت مین اس مایوسی کو مٹایا کہ ہمارے ہان کسی شخص کی ذات سے عداوت نہین صرف ایمان اور اعمال پر دار و مدار ہے پس خواہ کوئی مسلمان ہو خواہ یہودی خواہ عیسائی ہو خواہ صابی ہو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لا کر اچھے کام کرے گا اسکا اجر ضرور خدا کے ہان سے ملے گا اور نہ اسکو خوف عذاب ہے گا۔ (دنیا مین)[1] نہ مرنیکے بعد اسکو یہہ رنج ہوگا کہ ہائے ہمنے کیون عمر کو ضائع کیا۔ اور غلط مذاہب و لغو خیالات کی پابندی کو نجات کا رستہ سمجھکر جہنم کو پہونچے۔ اور اس بات کی طرف بہی اشارہ کر دیا کہ یہود اپنے دلمین غرہ نہ کرین کہ ہمین کچھہ خدا کو ارتباط خاص ہے۔ کیونکہ اسکو سب شخص برابر ہین جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے گا درجہ پاوے گا کوئی اپنے بزرگونکی عظمت پر گہمنڈ نہ کرے

متعلقات (۱) اسمقام پر اکثر لوگ یہہ سوال کیا کرتے ہین کہ انّ الذین آمنوا سے تو ایمان سمجہا گیا۔ پہر من آمن باللہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ **اسکا جواب** بعض یہہ دیتے ہین کہ الذین آمنوا سے وہ مراد ہین کہ جو صرف زبان سے ایمان ظاہر کرتے ہین یعنے منافقین یعنے خواہ منافق ہو خواہ وہ جو ظاہری ایمان کہتا ہے انمین سے جو حقیقی ایمان لا کر اعمال صالحہ کریگا خدا اسکے دل جیت لیگا۔ مگر اصل جواب یہہ ہے کہ الذین آمنوا سے حقیقی

[1] یعنے سکون اور اطمینان ہو جاوے گا۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۞ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۞

اور یاد کرو جبکہ ہمنے تم سے عہد لیا اور بلند کیا تمپر کوہ طور کو (اور کہا) جو کچھ ہمنے تمکو دیا ہے مضبوط ہو کر اور یاد رکھو جو کچھ اسمین ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو پھر تم پھر گئے اسکے بعد پس اگر تمپر خدا کا فضل اور اسکی رحمت نہوتی تو تم تباہ ہو جاتے۔

اول ایمان مراد ہین کہ جو زمانہ ماضی مین ان کے بعد ہین اور اُن سے غرض زمانہ آئندہ مین ایمان پر ثابت قدمی مقصود ہے یعنی خواہ یہود ہو خواہ حقیقی مومن ہو انمین سے جو ایمان پر قائم رہے گا الخ (تغییر کیسا) مگر ایک اور نکتہ ہے وہ یہہ کہ یہہ بات تو سب کے نزدیک مسلم تھی کہ جو ایمان لا کر عمدہ کام کریگا اجر پاویگا پس خدا تعالی اس صفت کو علی العموم بلا تعین قوم و شخص سب کے لئے ثابت کرتا ہے یعنی خواہ کوئی ہو جو ایسا کریگا اجر پاویگا خواہ وہ مسلمان ہو خواہ یہود یا نصرانی تاکہ مسلمانون کا راہ راست پر ہونا برہان سے ثابت ہو جائے۔ وللطفہ لایخفی علی صاحب الذوق السلیم +

ترکیب۔ اخذنا فعل نحن فاعل میثاقکم مفعول و حالیہ رفعنا فعل نحن فاعل الطور مفعول فوقکم ظرف متعلق ہے فعل کے قلنا محذوف خذوا ما اٰتینا کم الخ مقولہ بقوۃ حال ہے ضمیر خذوا سے ہے خذوا فضل اللہ الخ مبتدا خبر محذوف ہے لولا فضل اللہ حاضر کوفیونکے نزدیک لولا کے بعد اسکا اسم ہے

تفسیر

یہہ دسوان واقعہ ہے کہ جسمین خدا نے بنی اسرائیل سے توراۃ پر عمل کرنے کا اپنی مہربانی سے عہد لیا تھا۔ اور جسطرح مان باپ اولاد کو اسکی فائدہ کے لئے زبردستی دبا لیتے ہین اسیطرح خدا نے کوہ طور اٹھا کر ڈرایا کہ لو توراۃ پر عمل کرو اور اسکو یاد رکھو ورنہ دبکر مرتے ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے خدا سے عہد باندہا جیسا کہ سفر خروج کے انیسوین باب مین اشارہ ہے۔ لیکن بار بار [illegible] پھر گئے اور طرح طرح کی بدکاری اور بت پرستی مین مصروف ہوئے۔ جیسا کہ زبانہ سلاطین اور قضات مین واقع ہوا مگر خدا رحیم ہے۔ اُسنے اپنے فضل و رحمت سے پھر وقتاً فوقتاً انبیا بھیجے کہ جو بنی اسرائیل کو ہر طرح کی ہلاکی اور بربادی سے بچاتے رہے ورنہ نیست و نابود ہو جاتے پس خدا تعالی نے اس انعام کو یاد دلاتا ہے اور آنحضرت کو انکی سرکشی سے متنبہ کر کے تسلی دیتا ہے کہ باوجود اس قدر عہد مواثیق کے وہ خدا سے پھر گئے اور توراۃ کو نمانا۔ پس اگر وہ قرآن کو نہ مانین تو کچھ تعجب نہین ✽ **فائدہ** سورۂ اعراف مین بھی خدا تعالی نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ واذ نتقنا الجبل فوقہم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بہم الایۃ پس ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے پہاڑ کو اُنپر اُٹھا کر خوف دلایا تھا۔ وہ قادر ہے اور بعض تاویل کہ جو خرق عادات کے منکر ہین اسکی بھی تاویل کرتے ہین کہ پہاڑ کا اوپر اُٹھانا ثابت نہین ہوتا بلکہ اُس پہاڑ کی جڑ مین یہود کہڑے تھے اور پہاڑ کی کرنے سے ڈرتے تھے کہ اوپر نہ آ پڑے۔

یہود کبھی تو عام بنی اسرائیل کو کہتے ہین۔ مگر وجہ تسمیہ مین اختلاف ہے۔ قوی یہہ ہے کہ یہودا حضرت یعقوب کے بیٹے کا نام ہے۔ انکے نام سے یہ قوم نامزد ہوگئی اور نصری عیسائیون کو کہتے ہین اسلئے کہ ناصرہ شام مین ایک گاؤن ہے وہان آنحضرت مسیح رہتے تھے۔ اور یہہ لفظ عیسائیون مین سے ایک فریق خاص کے لئے بھی بولا جاتا ہے یعنی وہ [illegible] عرب کے لئے۔
صابی ایک قدیم فریق ہے کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کو مانتا ہے اور ستارون کو مدبر عالم جانکر پرستش کرتا ہے۔ اس فریق کے عقائد مدون کتاب [illegible] ہین اور [illegible] حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اسی فریق سے مقابلہ ہوا تھا۔ یہ لوگ عراق مین بھی ہوتے ہین۔ صبا اذا خرج من دین الی آخر +

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۚ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا

اور بیشک تمکو معلوم ہین وہ لوگ کہ جنہون نے تم مین سے سبت کے دن زیادتی کی تہی پس ہمنے اُنکو کہا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل پہٹکارے ہوئے پس کردیا ہمنے اس واقعہ کو عبرت

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

اُس زمانہ کے لوگونکے لئے اور پچہلے لوگونکے لئے اور (بنایا اسکو) نصیحت پرہیزگارونکے لئے۔

ترکیب - علمتم بمعنی عرفتم فعل انتم فاعل الذین اعتدوا الخ جملہ مفعول منکم حال ہے ضمیر اعتدوا سے ای المعتدین کائنین منکم فی السبت متعلق ہے اعتدوا سے خاسئین جو مشتق ہے خسا اذا ذل سے صفت ہے قردۃ کی اور ممکن ہے کہ خبر ثانی ہو یا کونوا کی فاعل سے حال ہو فجعلنٰہا ای العقوبۃ نکالا مفعول ثانی ہے۔

تفسیر - جب خدا تعالی بنی اسرائیل کو اپنے انعام یاد دلا چکا تو اسکے بعد کچہہ نافرمانی اور انعام پر ناشکری کرنیسے برے نتیجہ پیدا ہوتے ہین وہ یاد دلاتا ہے تاکہ لوگونکو عبرت و نصیحت ہو اور یہہ بہی معلوم ہو کہ اس قسم کے واقعات پر سوائے اُس شخص کے (کہ توریت کیا بلکہ مجموعہ عہد عتیق کا بڑا حاوی ہو) اور کوئی عادتًا واقف نہین ہو سکتا بالخصوص شخص کہ جو امی محض ہو اور جسنے یہود کے ملک میں پرورش بہی پائی ہو جسے جائے کہ اُنکی تعلیم و صحبت پس یہہ حالات بیان کرنا صریح اسبات کی دلیل ہے کہ خدا علام الغیوب اس شخص کو خبر دیتا ہے اور یہہ اُسکا سچا نبی ہے۔ تین پہلے اُس واقعہ کو بیان کرتا ہے۔ کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی برس بعد ہو ہے گزرا وہ یہہ کہ حضرت داؤد کے عہد مین سمندر کے کنارہ پر ملک شام مین کوئی شہر یا قصبہ تہا (جسکو بعض نے ایلہ کہا ہے) ہفتہ کے روز کہ جسکو سبت کہتے ہین موسیٰ علیہ السلام کے دین مین شکار کہیلنے یا اور کاروبار دنیاوی کرنیکی سخت ممانعت تہی جیسا کہ توریت مین موجود ہے۔ وہانکے لوگون نے کیا حیلہ کیا کہ پانی کی نالیان حوضون مین ڈالدین پس ہفتہ کے روز اُن نالیون کے ذریعہ سے حوضون اور تالابون مین مچہلیان جمع ہو جاتی تہین اور وہ نالیون کو بند کر دیتے تہے پہر اتوار کو پکڑ کر کہاتے تہے۔ جب یہہ پشت گزر گئی تو نئی پشت کے لوگ تو خاص ہفتہ کے روز بہی مچہلیان پکڑنے لگے ہرچند انبیاء اور صلحا سمجہاتے تہے مگر وہ نہ مانتے تہے پس خدا نے اُنپر قہر نازل کیا کہ طاعون مین مبتلا ہوئے۔ اور شدت ورم سے اُنکی شکلین بگڑ کر بندرون کیسی صورتین ہو گئین اور تین روز مین ہزارون آدمی مر گئے۔ چنانچہ سموئیل کی دوسری کتاب کے ۲۴ [1] باب مین مجملًا اس قصہ کیطرف اشارہ ہے۔ اور یہود مین یہہ واقعہ عبرت انگیز ہر شخص کے زبانزد تہا چنانچہ آنحضرت علیہ السلام کے ہمعصر یہود مدینہ بہی اسکو خوب جانتے تہے۔ اسلئے فرمایا لقد علمتم اس واقعہ کو سورۂ اعراف مین بہی خدا تعالی یاد دلاتا ہے۔ واسئلہم عن القریۃ التی کانت حاضرۃ البحر اذ یعدون فی السبت اذ تاتیہم حیتانہم یوم سبتہم شرعا و یوم لا یسبتون لا تاتیہم کذلک الآیۃ **مجاہد** نے کہا ہے کہ خدا نے اونکو سچ مچ بندر ہونے کا حکم نہ دیا تہا جسطرح احمق اور بیشرم کو گدہا اور کتا کہتے ہین اسیطرح اُنکو بندر فرمایا۔ مگر جب اس کلام کے حقیقی معنی جو ہمنے بیان کئے صحیح ہو سکتے ہین تو مجاز کی طرف رجوع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ **فائدہ** ان بندرون کو اُنکی نسل سمجہنا بیوقوفی ہے [2]

[1] کیونکہ اس باب کے اول درس مین ہے۔ بعد اس کے خداوند کا غصہ اسرائیل پر بہڑکا الخ۔

اور پہر اخیر مین وباکی بہی تشریح ہے۔ پس اگر یہہ واقعہ نہ تہا تو پہر اور کونسی بات غصہ بہڑکنے کی تہی

بیان کردہ ۱۲ منہ ۱۲

وَاِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ
اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خدا حکم دیتا ہے تم کو کہ ایک بیل ذبح کرو وہ بولے کیا آپ ہم سے دل لگی کرتے ہو؟ (موسیٰ نے) کہا خدا کی پناہ کہ میں جاہلوں میں ہوں

مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ
(بنی اسرائیل نے) کہا اپنے خدا سے ہمارے واسطے دعا کرو کہ وہ ہم سے بیان کرے کہ وہ کیسا ہے؟ کہا (موسیٰ نے) وہ یہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ بڈھا اور نہ بچھا اسکے

بَیْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ
درمیان میں ہو جوان اب تو کرو جو تم کو حکم دیا گیا ہے ۔ وہ بولے اپنے رب سے پوچھیے وہ ہم کو بتاوے کہ اسکا کیا رنگ ہو؟ (موسیٰ نے) کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسا زرد ہو جسکا

صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ۝ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ
رنگ گہرا ہو دیکھنے والوں کو خوش معلوم ہوتا ہو وہ بولے اپنے رب سے پوچھو کہ وہ کیسا ہے اسلئے کہ بیلوں میں ہمیں اشتباہ ہو گیا اور ہم اگر

شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا
خدا نے چاہا تو پا لینگے ۔ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسا بیل ہو کہ جو نہ ہل میں جتا ہو اور نہ پانی میں جتا ہو عمدہ ہو

شِیَةَ فِیْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝
اسمیں کوئی داغ دھبہ نہ ہو بولے اب آپنے ٹھیک بات بتائی ۔ پس اسکو ذبح تو کر دیا مگر کرنیوالے نہ تھے۔

ترکیب قال فعل موسیٰ فاعل لقومہ متعلق ہے۔ ان اللہ یامرکم الخ مقولہ ان تذبحوا بقرۃ نزع خافض کیوجہ سے محلاً منصوب ہے بان تذبحوا قالوا فعل ہم فاعل آ استفہامیہ تتخذ فعل انت فاعل نا مفعول اول ہزوا بہ ای ہزوا بہ مفعول ثانی اور جواب استفہام معنی اعوذ باللہ میں کس لئے کہ ٹھٹھا کرنا جاہلوں کا کام ہے مراد یہہ کہ میں دل لگی نہیں کرتا ۔ ما مبتدا ہی خبر جملہ مفعول یبین کا قال فعل فاعل انہ یقول الخ مقولہ انہا میں ہا اسم بقرۃ خبر موصوف لا فارض و لا بکر عوان تینوں اسکی صفت ما موصلہ تؤمرون صلہ جملہ مفعول فافعلوا کا صفرا صفت اول بقرۃ کی فاقع اسم فاعل لونہا اسکا فاعل مجموعہ صفت دوم تسر الناظرین جملہ صفت سوم ان شاء اللہ شرط تقدیرہ ان شاء اللہ ہدایتنا جواب اسکا لمہتدون شرط جمیں آگئی اور مبرد کے نزدیک جواب محذوف ہے بقرۃ موصوف لا ذلول صفت تثیر الارض حال ہے ضمیر ذلول سے تقدیرہ لا ذلول فی حال اثارتہا اور ممکن ہے کہ صفت بقرۃ کی ہو ۔ و لا تسقی الحرث صفت بقرۃ کی اور مبتدا محذوف کی خبر بھی ہو سکتی ہے ۔ اور اسیطرح مسلمۃ اور لا شیۃ فیہا شیۃ وشی سے مشتق ہے اصل شیۃ کی وشیۃ ہے واؤ حذف ہوا الآن میں الف لام زائدہ ہے زجاج کے نزدیک مبنی ہے اس لئے کہ اسمیں معنی اشارہ کے ہیں جسکے معنی ہیں ہذا الوقت مبتدا جئت خبر بالحق جار مجرور متعلق بہ جئت کا ہو و التقدیر ذکرت الحق او جئت کی ت سے حال بھی ہو سکتا ہے ای جئت و معک الحق ؎

تفسیر تشدیدات میں سے دوسرا واقعہ خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے اور بنی اسرائیل کی عادت عدول حکمی و طبیعت نکتہ چینی ظاہر کرتا ہے کہ اگر قرآمیں نکتہ چینی بیان کریں تو کچھ تعجب نہیں جبکہ انکے اسلاف نے موسیٰ کے صدہا معجزات دیکھکر ایک ایسے حکم میں کتنی نکتہ چینیاں کیں جسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ بڑی گران قیمت کو وہ بیل میسر آیا ۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں کسی شخص نے اپنے مورث مالدار کو قتل کر کے غیر جگہ ڈالدیا اور خون کا دعویٰ اوروں پر کیا یہہ مقدمہ حضرت موسیٰ کے روبرو پیش ہوا حضرت نے حکم دیا کہ ایک بیل کو ذبح کر کے اس کا کوئی

پارچہ اس میت پر رکہدینگے وہ آپ بول اُٹھیگا اور اپنے قاتل کو ظاہر کردیگا۔ لوگونکو اسبات سے تعجب ہوا اور یہہ سمجھے کہ موسیٰ دل لگی کرتی ہین آپنے کہا استغفر اللہ
دل لگی جاہلونکا کام ہے۔ پہر وہ یہہ سمجھے کہ جانئے وہ بیل کس قسم کا ہو کہ جسکا پارچہ لگنے سے مردہ بول اُٹھیگا (حالانکہ یہہ بات معجزہ سے تہی نہ
کہ بیل کی تاثیر سے) اسلئے موسیٰ سے اُتنے پتے پوچہنے لگے آخر اس صفت کا ایک بیل بڑی گران قیمت سے خرید کر
ذبح کیا اور اُسکا ایک ٹکڑا میت پر رکہا اُسنے اپنا قاتل بیان کردیا۔ کہ جو قصاص مین مارا گیا اور حصہ سے بہی محروم رہا۔
اس جگہہ صرف بیل ذبح کرنیکا قصہ ہے اور اگلی آیات مین واذ قتلتم نفسا مین میت کے بدنپر گوشت مارنیکا ذکر ہے۔ ہرچند یہہ دونو
باتین ایک ہی قصہ سے متعلق ہین مگر چونکہ دونومین ایک جداگانہ نکتہ ہے اسلئے دونونکو جدا جدا بیان کیا۔ اول مین یہہ نکتہ ہے کہ
بنی اسرائیل کو چونکہ نبی کے قول مین تردد ہوا اور زیادہ نکتہ چینیاں کین تو وہانسے قیدین بڑہ گئین آخر دشواری ان اوصاف کا بیل نہایت
گران قیمت کو دستیاب ہوا۔ پس لازم کہ جس بات کا نبی حکم دے اسکو بے تامل عمل مین لاوے اسلئے نبی صلعم نے فرمایا کہ اگر جس بیل کو چاہتے
بنی اسرائیل ذبح کردیتے کافی تہا مگر انہون نے تشدد کیا تو انپر تشدد ہوتا گیا (رواہ مسلم وغیرہ) اور اسلئے احکام الہی مین زیادہ تراشنے کو نیکو
برا سمجہتے تہے کیونکہ لوگ پوچہینگے اسپر قید شرعی لگ جائیگی مطلق مقید ہوکر خوامخواہ دقت واقع ہوگی بلکہ قرآن مجید مین خدانے بہی
اسبات کو منع کردیا۔ لاتسئلوا عن اشیاء فرمادیا۔ اور یہہ بہی اسمین اشارہ ہے کہ بنی اسرائیل اولاد ابراہیم ہونیکا دعوی
کرکے زبردستی سے جنت و نجات کے وارث بنتے ہین اور انکی بزرگونکی یہہ حالت تہی کہ نبی کے فرمانے سے ایک بیل بہی بمشکل
ذبح کیا اور وہ ایسے فرمانبردار تہے کہ خواب مین اشارہ پاکر بیٹے کی قربانی پر آمادہ ہوگئے۔ پہر جب بزرگونکی پیروی نہین تو
بزرگ زادہ ہونیسے کیا فائدہ ؟

دوسرے قصہ مین یہہ اشارہ ہے کہ جسطرح خدانے اُس مردہ کو زندہ کردیا کہ جسکی بنی اسرائیل معترف ہین تو اسیطرح سب مردونکو قیامت مین مرکر زندہ ہونگے کیون

فائدہ اول۔ علماء مفسرین نے لکہا ہے کہ یہہ بیل ایک شخص کا تہا۔ مرتے وقت اُسنے ایک لڑکا یتیم اور یہہ بیل چہوڑا اور
خداتعالی سے عرض کیا کہ مین آپکے سپرد کرتا ہون۔ یہہ لڑکا اپنی والدہ کا نہایت فرمانبردار تہا پس جب بنی اسرائیل مین یہہ قصہ پیش آیا تو
یہہ تمام صفات اُس بیل مین پائی گئین بنی اسرائیل نے اُسے خریدنا چاہا اُسنے اپنی والدہ کی اجازت پر منحصر رکہا اسکی والدہ نے اسقدر قیمت لی کہ جو
مدت العمر اُس فرزند سعادتمند اور اسکی بیوہ کو کافی ہوگئی۔ خداتعالی نے اُس نیک مرد کے توکل کا اور اُس فرمانبردار فرزند کی اطاعت کا ثمرہ دکہایا۔

فائدہ دوم۔ بیل کے ذبح کرنے مین ایک تو یہی سر تہا۔ اور دوم چونکہ بنی اسرائیل نے بیل کی پرستش کی تہی اسلئے اسکی قربانی سے
انکے دلونمین سے اس جانور کی عظمت کا دور کرنا ہی مقصود تہا۔ اور بہی کوئی سر ہو تو وہی جانتا ہے ۔

فائدہ سوم۔ علماء نے یہان بہت کچہہ موشگافی کی ہے کہ آیا ابتدا بیل معین تہا یا غیر معین۔ پہر ایسا ہی کیون کہا کیت
ہی کیون نکہا؟ وغیرہ ذلک۔ اب خداتعالی دوسری بات کو ذکر کرتا ہے

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ۖ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ

اور (یاد کرو) جبکہ تمنے ایک شخص کو قتل کرکے اُسمین اختلاف کیا اور اللہ کو تو ظاہر کرنا تھا اوسچیز کا کہ جسکو تم چھپاتے تھے پس ہمنے حکم دیا کہ اس (میت) کو اس بیل کا ٹکڑا

يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

اللہ مردونکو زندہ کردیتا اور تمکو اپنی نشانیان دکہایا کرتا ہے تاکہ تم سمجہو

ترکیب واو حرف عطف ایک جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہوتا چلا آتا ہے اذ کر محذوف عامل اللہ مبتدا مخرج الخ جملہ اسکی خبر ما موضع نصب مین بسبب مخرج کا اور یہ الذی کے معنی مین ہے اور عائد محذوف ہے - کذالک کاف موضع نصب مین ہے کس لیئے کہ نعت ہے مصدر محذوف کی تقدیر یحیی اللہ الموتی احیاء مثل ذالک اور تم کی اصل تدارءتم ہے بروزن تفاعلتم تخفیف کیلئے کہ ت کو د سے بدل کر دال کو دال مین ساکن کرکے ادغام کردیا - چونکہ ابتدا بسکون متعذر تہی ہمزہ وصل اول مین لائے اِدّٰرءتم ہوا -

تفسیر یہہ دوسرا واقعہ ہے کہ جسمین خدا تعالی نے نبی کے ہاتہہ سے ایک معجزہ دکہایا وہ یہہ کہ حکم دیا کہ اس بیل کا پارچہ بعض کہتے ہین زبان بعض کہتے ہین دم اس میت پر دہردو یہہ جی اُٹھیگا - چنانچہ ایسا کیا اور اُسنے زندہ ہوکر اپنا قاتل بتلادیا - اب اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم مردونکو اسطرح زندہ کردیا کرتے ہین اور تمکو اپنی نشانیان دکہایا کرتے ہین تاکہ تم ایمان لاؤ اور خدا کو قادر مطلق سمجہو - یہہ تو سر مخفی ہے کہ بیل کے ذبح کرنے کی کیون مشقت ڈالی یون ہی اُسکو کیون زندہ نکردیا اسکو وہی جانتا ہے مگر دو فائدہ اسکے ظاہر ہین - اول حشر کا ثبوت دوم اُنکی سرکشی بر تازیانہ **واضح ہوکہ** دہریے ایسے خوارق کے منکر ہین اور چاہتے ہین کہ اہل ادیان بالخصوص مسلمان بہی منکر ہوجاوین اسلیئے بعضنے ان آیات کے معانی کو بدلا اور بے تک بہت سی باتین بنائین اور پہر اپنی توجیہ باطل پر آپ ہی اعتراضات کرکے اُنکو اُٹہانا چاہا مگر اُٹہا نہ سکا اول شبہ کا جواب یہہ دیا کہ اضربوہ کی ضمیر میت کیطرف اور ببعضہا کی ضمیر مونث نفس کیطرف پہرتی ہے یہہ جواب غلط ہے اسلیئے کہ نفس کا اطلاق جسم مردہ پر نہین آتا زندہ کو کہتے ہین اور ٹکڑا بہی نفس کا نہین ہوتا بلکہ جسم کا پہر اوسکی طرف ضمیر کسطرح سے راجع ہوسکتی ہے ؟ دوسرا شبہ موتی اور یحیی کے معنی پر ہے کیونکہ موتی کے معنی نامعلوم اور یحیی کے معنی ظاہر کرنیکے ماول نے لیے ہین اسکا جواب دیتے ہین کہ آیت وکنتم امواتا فاحیاکم مین بہی یہی معنی مراد ہین اور لفظ مخرج اور تکتمون جو مقابلہ مین پڑا ہے اس معنی کیلئے قرینہ ہے یہہ **جواب** بہی غلط ہے - اول تو آیت مذکورہ مین یہہ معنی مراد نہین اور جو ہو ہون تو ایک جگہہ مجاز تسلیم کرنیسے ہر جگہہ حقیقی معنی متروک نہین ہوسکتی اور نہ یہہ قرائن اس معنی کے لئے ہوسکتے ہین دوم مخرج اور تکتمون تو یہی چاہتا ہے کہ یحیی کے معنی زندہ کرنا اور موتی میت کی جمع کے معنی مراد لیئے جاوین تاکہ اُنکی خفیہ خیانت کا اظہار پایا جاوے تیسرا شبہ کذلک کے معنی درست نہین ہوتی اسکا جواب یہہ ہے کہ فاظہرہ اللہ مقدر مانکر تشبیہ درست ہوجاویگی اور مقدر ماننا نہ خلاف عقل ہے نہ نقل یہہ جواب بہی غلط ہے کیونکہ بریکم آیتہ کہ وہ تمکو اپنی نشانیان دکہاتا ہے صریح دلیل ہے کہ یہہ فعل خارق عادت ہے کہ جو غیر محسوس خدا تعالے کی وجود کامل کی دلیل بنایا گیا ہے - ورنہ اسطرح کی تو ملکے اور شعبدے آیات الہی نہین ہوسکتی - اگر عقل ہو تو سمجہو مگر تمہارے دل تو پتہر سے بہی زیادہ سخت ہوگئے

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً ۚ وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ

پھر اسکے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے پس وہ پتھر کی مانند ہیں یا سختی میں اُنسے بھی زیادہ اور بیشک بعض پتھر تو ایسے بھی ہیں کہ جن سے نہریں پھوٹ نکلتی

الْأَنْهَارُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَمَا

ہیں اور بعض ایسے ہیں جو پھٹتے ہیں پھر اُنسے پانی نکلتا ہے اور بعض ایسے ہیں کہ خدا کے خوف سے نیچے گرتے ہیں اور

اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿﴾

اللہ تمہارے کام سے بیخبر نہیں ہے

ترکیب ثم استبعاد قسوہ کیلئے ہے نہ کہ تراخی کیلئے قست فعل قلوبکم فاعل من بعد ذالک متعلق ہے فعل سے ہی مبتدا کالحجارۃ مستقر کے متعلق ہوکر خبر ہے۔ اور ممکن کہ کاف اسمیہ بمعنی مثل اور متعلق نہو۔ او بمنزلہ اس او کے ہے کہ جو او کعب میں ہے اشد معطوف ہے کاف پر تقدیرہ او ہی اشد قسوۃ تمیز ہے لما میں ل تاکید اور ما موصولہ موضع نصب میں ہے۔ کیونکہ اسم ان ہے اور یتفجر منہ الانہار جملہ فعلیہ اسکا صلہ اور من الحجارۃ خبر ان ہے۔ اور اسی پر وان منہا لما یشقق کو قیاس کرنا چاہئے من خشیۃ اللہ موضع نصب میں ہے یہبط سے کا تعلق ہبط

تفسیر خدا تعالےٰ بنی اسرائیل کو فرماتا ہے کہ ان واقعات اور عجائبات قدرت کی دیکھنے کے بعد تمکو مساوات ہوگئی۔ اور جلکی گھڑی کی طرح ہوگئے اور گناہ کرنے کرتے تمہارے دل پتھر کیطرح سخت ہوگئے جیسطرح پتھر میں اثر نہیں ہوتا اسیطرح تمہارے دلونمیں انبیاء علیہم السلام کی نصیحت اثر نہیں کرتی بلکہ پتھرونسے تو کچھہ فائدہ بھی ہے اور وہ کچھہ اثر بھی قبول کرتے ہیں کس لیئے کہ بعض میں سے تو پانی کے چشمے پھوٹ کر نکلتے ہیں کہ جنسے خلق فیض پاتی ہے۔ اور بعض میں سے پانی جھڑتا ہے جبکہ وہ ابخرات کے زور سے پھٹ جاتے ہیں اور بعض پتھر پہاڑ کے چوٹی سے گرتے ہیں گویا کہ ہیبت الٰہی سے لرز کر سجدہ میں گرتے ہیں اور تمہارے دلونمیں تو یہہ بھی وصف نہیں یا وہ گویا پتھر ونسے سخت ہیں سو اگر یہہ لوگ خاتم النبیین صلعم کو نمانیں یا اُنکے معجزات اور پر اثر وعظ پر قہقہہ اڑادیں تو اُسے کچھہ عجب نہیں اس سے کوئی عرب یا اور قوم یہہ نہ سمجھے کہ نبی علیہ السلام کی نبوت اور فیض ہدایت کا قصور ہے بلکہ اُنکی استعداد میں قصور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہود کی سخت دلی کی مذمت فرمائی اور اُنکو سانپون کے بچے کہا ❊

متعلقات

قساوۃ۔ غلظت اور سختی کو کہتے ہیں جیسے کہ پتھر میں ہوتی ہے۔ اور دل کی قساوت یہہ ہے کہ اُسمیں خوف وعبرۃ کی جگہہ نرہے تفجرا۔ کھلجانا پھوٹ پڑنا۔ چونکہ پہاڑونمیں بعض جگہہ تو بڑے زور سے پانی نکلکر اُس سے دریا اور نہریں بہتی ہیں جیسا کہ دریائے گنگا اور جمنا کا منبعہ۔ اور بعض پہاڑونمیں ابخرات کی شدت سے پتھر پھٹ کر اُنسے تھوڑا تھوڑا پانی رسنے لگتا ہے اسلئے اِن دونون باتونکو جُدا جُدا بیان فرمایا۔ اور جو دونون کو ایک سمجھکر کلام الٰہی پر اعتراض کرتا ہے وہ جاہل ہے

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْ

(اے مسلمانو) کیا تمکو یہہ توقع ہے کہ (یہود) ... ایمان لےآوینگے حالانکہ انمین سے ایک ایسا گروہ بہی تہا کہ جو کلام خدا سنتا تہا پہر اسکو سمجھنے کے بعد بدل ڈالتا تہا

ہُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَہُمْ

حالانکہ وہ خوب جانتے تہے۔ اور جب وہ مسلمانون سے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم بہی ایمان لائے اور جب ایک دوسرے کو تنہا ملتا ہے تو کہتے ہین کہ کیا تم مسلمانون سے وہ بات

بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

کہدیتے ہو کہ جو خدا نے تمپر ظاہر کی تاکہ اس سے تمکو تمہارے رب کے روبرو الزام دیوین کیا تم نہین سمجھتے کیا وہ (یہودی) نہین جانتے کہ بیشک اللہ جانتا ہے

يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

وہ چھپاتے ہین اور جو کچہہ وہ ظاہر کرتے ہین

ترکیب ان یومنوا مین حرف جر محذوف ہے تقدیرہ فی ان یومنوا وقد کان جملہ حالیہ ہے تقدیرہ افتطمعون فی ایمانہم وشانہم الکذب والتحریف ومنہم موضع رفع مین ہے صفت ہے فریق کی اور یسمعون الخ جملہ کان کی خبر اور فریق اسم ہے اذا حرف شرط لقوا الخ شرط قالوا آمنا جواب شرط اور اسیطرح اذا خلا بعضہم الخ شرط قالوا الخ جواب شرط بما فتح اللہ مین ما موصولہ ہے اور ممکن ہے کہ موصوفہ اور مصدریہ ہو۔

خلاصہ خدا تعالے مسلمانونکو تسلی دیتا ہے کہ تم ان یہودیونسے کیا امید رکھتے ہو کہ وہ دین اسلام کو قبول کرینگے انسے یہ امید کہو کیسلیئے کہ یہہ وہ شریر قوم ہے کہ جسمین ایسے لوگ تہے کہ جو کلام خدا کو سنکر اور خوب سمجہکر پہر اپنی خواہش نفسانی سے بدل ڈالتے تہے اور یہہ بہی جانتے تہے کہ یہہ فعل سخت گناہ ہے۔ پس جس کلام کو یہہ برحق سمجہتے تہے اور جس نبی پر ایمان لائے ہوئے تہے اسکی نسبت انکی یہہ کارروائی ہتی تو اور کا کیا ذکر ہے؟ **علما** کے اسمین مختلف قول ہین بعض کہتے ہین کہ حضرت موسیٰ کے روبرو یہود یہہ حرکت کرتے تہے کہ توراة کو سنکر اور سمجہکر پہر اسکے برخلاف عمل کرتے تہے اور کلام الٰہی کو نمانتے تہے یہی انکی تحریف تہی۔ بعض کہتے ہین کہ موسیٰ کے بعد علماء یہود نے اپنے اغراض نفسانیہ سے توراة مین تحریف کی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی بشارات کو تاویلات اور الفاظ کی کمی زیادتی کرکے بدل دیا اسلیئے حواری عہد عتیق کا حوالہ دیتے ہین اور انمین وہ حوالے نہین پائے جاتے ہین کسی کتاب عہد عتیق مین نہین کہ عیسیٰ ناصری کہلائیگا حالانکہ حواری کہتے ہین کہ انبیا نے یہہ بات فرمائی ہین۔ اور بہت سے شواہد ہین۔ اور اسیطرح جناب رسول خدا صلعم کی بشارات مین تصرف بیجا کیا۔ اور یہی قول صحیح ہے اور اس بات کا ثبوت علماء اسلام نے کتب مناظرہ مین بڑی شد ومد سے کیا ہے اب خدا تعالے یہود کی خصلتونسے مطلع کرکے نبی علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے خدا تعالی فرماتا ہے کہ ان یہود کی بیدینی یہانتک ہے کہ ایمان و کفر کو ایک سرسری بات سمجھہ رکہا ہے پس جب مسلمانونسے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے۔ اور جب آپسمین اکیلے ملتے ہین تو ایک دوسرے کو ہمات پر ملامت کرتا ہے کہ تم توراة اور دیگر کتب انبیا سے مسلمانونکے روبرو وہ باتین کیون پیش کیا کرتے ہو کہ جنسے انکے دین کا برحق ہونا پایا جاتا ہے کسلیئے کہ پہر جسطرح تمکو اور باتونسے الزام دیتے ہین اسیطرح عند اللہ بہی تمکو ملزم کرینگے اور خدا کے سامنے تمہارے پاس کوئی حجت اسلام قبول کرنے کی نرہیگی۔ اسکے جواب مین خدا تعالے فرماتا ہے کہ خدا سے کوئی بات مخفی نہین خواہ وہ ظاہر کرین خواہ چھپاوین۔ مگر وہ بہرحال ہر بات جانتا ہے اپنے خود اپنے نبی کی زبانی اور اسکے علماء کی معرفت ان باتونکو ظاہر کردیگا وہ ہرحال مین خدا کے نزدیک اسلام قبول نکرنے پر ملزم ٹہرینگے کیا وہ اس بات کو نہین جانتے؟ عند ربکم کے معنی مین علماء کی مختلف توجیہات ہین مگر قوی اور مناسب یہہ ہے ای فی حکمہ۔ اسکے بعد خدا تعالے علماء یہود کی بے دینی اور جہالت ظاہر کرتا ہے ۰

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی

اور جبکہ ہمنے بنی اسرائیل سے قول لیا کہ خدا کے سوا اور کسیکی عبادت نکرنا اور ماں باپ اور قرابت داروں اور

وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا

یتیموں اور بیکسوں سے سلوک کیجیو اور لوگونسے اچھی بات کہیو اور نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا پھر بجز چند آدمیونکے تم میں سے

قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

نافرمانی کرکے سب پھر گئے۔

ایمان لانے کے بعد اچھے کام کئے وہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ خواہ کوئی ہو پس اب تمکو ایمان اور اعمال صالحہ کیطرف متوجہ ہونا ضرور ہے ان بیہودہ خیالات سے کچھہ کام نہیں چلتا یہہ تیسری برائی ہے جو بیان ہوی

ترکیب

اذ ظرف متعلق ہے اذکر کے اخذنا فعل با فاعل میثاق یعنی عہد مفعول لا تعبدون الی آخرہ جواب قسم ہے جو اخذنا سے مستفاد ہے اسے احلفناہم او قلنا لہم باللہ لا تعبدون دوم یہہ کہ ان مراد ہو والتقدیر اخذنا میثاق بنی اسرائیل علی ان لا تعبدوا الا اللہ پس حرف جر حذف ہوا پھر ان حذف ہوگیا پھر مضارع مرفوع ہوگیا جیساکہ اس مصرع میں ؎ الا ایہذا الزاجری احضر الوغی ؛ اور بعض قراءت میں ان لا تعبدوا بھی آیا ہے پس اس تقدیر پر میثاق سے بدل ہو جاوے گا یا بنزع خافض اس کا معمول ہوگا۔ نافع اور ابن عامر اور ابو عمرو اور عاصم اور یعقوب نے لا تعبدون تا کیساتھہ پڑھا ہے اور باقی لوگوں نے ی کے ساتھہ اور بالوالدین احسانا متعلق ہے مضمر کے ساتھہ اسے احسنوا احسانا وذی القربی اسکا عطف الدین پر ہے وقولوا اسے قلنا لہم قولوا قولا حسنا بضم الحاء وسکون السین وبفتحہما جیساکہ حُزن اور حَزن دونوں درست ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ثانی صورت میں صفت ہے مصدر محذوف کی اور اول میں مضاف محذوف ہے۔ اسے ذا حسن وانتم معرضون جملہ حال موکدہ ہے فاعل تولیتم سے ؛

تفسیر

پہلے سے ایکر چند آیات تک خدا تعالی یہود کے اس خیال باطل کو رد کرتا ہے کہ جو وہ کہتے تھے کہ ہمکو صرف چند روز عذاب ہوگا اول بار تو یوں رد کیا تھا کہ تمنے خدا سے قرار لیا ہے کہ وہ تمکو چند روز سے زیادہ عذاب نکریگا۔؟ حالانکہ قرار نہیں لیا پھر کس اعتماد پر یہہ کہتے ہو۔ اب یہاں ایک دلیل قائم کرتا ہے کہ جسکو وہ بھی تسلیم کرتے تھے وہ یہہ کہ خدا نے تمسے عہد لیا تھا کہ تم خاص اسکی عبادت کرنا ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور بیکسوں سے سلوک کرنا اور اچھی بات کہنا اور نماز پڑھنا زکوۃ دینا پس بجز تھوڑے سے لوگونکے تمنے اس عہد کو توڑ دیا اب کہو کہ جو ایسا عہد موثق توڑ دے وہ اس جرم کی عوض میں ہمیشہ جہنم میں رہے گا کہ نہیں ؟

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ

اور یاد کرو جب ہمنے تم سے عہد لیا کہ آپس مین خونریزی نکرنا اور نہ اپنے لوگونکو جلا وطن کرنا پہر تم نے اقرار کر لیا

تَشْهَدُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْکُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ

حاضر ہوکر۔ پہر تم ہی وہ ہو کہ جو قتل کرتے ہو اپنے لوگونکو اور اپنی ایک گروہ کو انکے گہروں سے باہر کرتے ہو ۔ انپر گناہ اور زیادتی سے

عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ یَّاْتُوْکُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْکُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ

چڑہائی کرتے ہوئے اور اگر (یہی لوگ غیر قوموں کے) قیدی ہوکر تمہارے پاس آتے ہیں تو تم انکو فدیہ دیکر چہڑا لیتے ہو حالانکہ انکا نکال دینا تمپر حرام تہا

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِکَ مِنْکُمْ اِلَّا خِزْیٌ

پس کیا تم ایمان رکہتے ہو کتاب کے ایک حصہ پر اور منکر ہو دوسرے حصہ کے پس جو تم میں سے ایسا کرے اسکی یہی سزا ہے کہ دنیا مین

فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

رسوائی اور قیامت کے روز سخت عذاب مین ڈالے جاوین۔ اور اللہ تمہارے کام سے غافل نہین

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ۫ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝

یہی لوگ ہین کہ جنہوں نے آخرت کے بدلہ مین دنیا کی زندگی کو لیا پس نہ انکے عذاب مین کمی ہوگی اور نہ انکی مدد کو کوئی پہونچیگا۔

ترکیب عطف کلی جو ایک جملہ کا دوسرے جملہ پر چلا آتا ہے۔ اخذنا فعل با فاعل میثاقکم مفعول لا تسفکون الخ بدل ہے میثاق سے انتم مبتدا ہٰؤلاء

علی حذف مضاف خبر ای مثل ہٰؤلاء اور تقتلون اور تخرجون حال ہین اور عامل نمین معنی تنبیہ تظاہرون الخ جملہ موضع نصب مین ہے اسلیے کہ یہ حال ہے

فاعل تخرجون سے تظاہرون اصل مین تتظاہرون تہا ایک ت حذف ہوگئی اور بعض ت ثانی کو ظ سے بدلکر ظ کو ظ مین ادغام کرکے مشدد

پڑہتے ہین۔ عدوان مصدر ہے بروزن کفران بمعنے ظلم اُساریٰ جمع اسیر ہے حال ہے فاعل یاتو سے اور بعض نے اسکو اسریٰ بہی پڑہا ہے تفادوہم

جواب شرط ہے۔ ہو ضمیر شان مبتدا محرم خبر اخراجہم مرفوع بسبب محرم کے۔ اور یون بہی ہوسکتا ہے کہ اخراجہم مبتدا اور محرم خبر مقدم اور جملہ خبر ہو۔

اور ہو اخراج کیطرف بہی رجوع ہوسکتا ہے۔ اور یہ جملہ معترضہ ہے ما نافیہ جزاء الخ اسم خزی خبر فی الحیٰوۃ الدنیا صفت موصوف کا مجموعہ خزی کی صفت ہے

تفسیر حضرت کے زمانہ کے وہ یہود جو مدینہ مین تہے یہ پہلی آیت سے یہ کہتے تہے کہ یہ جو کچہہ برائیان ہین تو ہمارے بزرگونکی ہین پس ہم چونکہ بنی یعقوب ہین تو ہم آتش

دوزخ سے باستثنا چند روز بری ہین اسلیے اس آیت مین انکے قبائح بیان کیے کہ تم کیا بہلے ہو؟ اس عہد مین تم بہی شریک ہو کہ باہم خونریزی نکرین نہ لوگونپر

ظلم سے چڑہائی کرکے انکو جلاوطن نکرین سو تم بہی اس عہد شکنی مین شامل ہو۔ مدینہ مین دو قوم آباد تہین ایک اوس دوسرے خزرج اور

پاس یہود کی بہی دو گروہ تہے ایک قریظہ دوسرے النضیر ان دونون قومونمین باہم صدہا سال سے سخت عداوت اور جنگ جدل تہا

تہا۔ اسلیے قریظہ نے اوس سے باہم عہد دوستی محکم کیا اور نضیر خزرج کا طرف دار رہا اوس اور انکے حلیف قریظہ پر جب چڑہائی ہوتی تو اسوقت کو وہ لوگ تیر بلند کیا

کرتے تہے جبتک نبی صلعم مدینہ مین آئے تہے تب تک یہی حال رہا آخر حضرت کی برکت سے انصار کے دونو قبیلونے [illegible] کہا یعنے مان لیا اور

انصار کے ساتہ ملکر دوسرے یہود پر چڑہائی کرتے تہے اور قتل جلاوطنی مین کوئی دقیقہ باقی نرکہتے تہے مگر جب دشمن بچہڑا بنکے یوں جاوے جبات تمہارے گروہ مین

قوم کو جبکہ انکو فدیہ (یعنے کچہہ بیہ تاوان ہین) دیکر چہڑا لیتے تہے۔ خدا تعالی انکو الزام دیتا ہے کہ ہمدل کی زمین مین خدا کی نافرمانی اور انبیاء کا قتل کرنا

جانکر معاندانہ انکار کرنا اور خدا کی عہد عبادت و صلہ رحمی کو

پس وہ اپیل تمہین کو دنیا اور آخرت مین کہانا پڑیگا جسکو تم فلاف

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ

اور بولے کہ ہمارے دل غلاف میں ہیں (نہیں بلکہ) ان پر ان کے کفر کے سبب اللہ نے لعنت کر دی ہے سو کمتر ایمان لاتے ہیں اور جبکہ ان کے پاس خدا کی طرف سے کتاب (قرآن) آئی

اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ

جو سچا بتلاتی ہے اس کتاب کو جو ان کے پاس ہے (اور اس سے پیشتر (اسکی برکت سے) کافروں پر فتحیابی چاہا کرتے تھے) پھر جب ان کے پاس وہ شخص (محمد) کہ جسکو پہچان لیا تو اس کے منکر ہو گئے پس منکروں پر خدا کی مار ہے

ترکیب قالو فعل ہم جمع ضمیر فاعل قلوبنا مبتدا غلف (بضم لام جمع غلاف اور لام کا سکون بھی ہو سکتا ہے کیونکہ مضموم کو ساکن بعض موقع میں عرب دیتے ہیں جیسا کہ کُتُب اور کُتْب ہ) خبر جملہ مقولہ ہے۔ بل اضراب کے لئے بکفرہم کی ب لعن سے متعلق ہے فقلیلاً منصوب ہے اسلئے کہ صفت ہے مصدر محذوف کی اور ما زائدہ ہے ای فایماناً قلیلاً یومنون لما حرف شرط جاء فعل ہم مفعول کتب موصوف من عند اللہ صفت مصدق صفت دوم اور بعض نے مصدقاً بھی پڑھا ہے اس تقدیر پر یہہ حال ہے۔ پس مجموعہ فاعل۔ جواب شرط انکروہ محذوف ہے، وکانوا فعل ضمیر فاعل من قبل متعلق ہے فعل سے یستفتحون الخ جملہ خبر کانوا یہہ سب جملہ حال ہے ضمیر ہم سے یا جملہ معترضہ ہے فلما جاء الخ شرط کفروا جواب شرط ہے

(تفسیر)

جبکہ قرآن مجید نے انکی تمام شبہات باطلہ اور خیالات فاسدہ کا کما ینبغی بطلان کر دیا اور کوئی جواب معقول در حجت صحیحہ اسلام کے قبول نکرنے میں ان کے پاس نہ رہی تو جاہلانہ یہہ جواب دیا کہ ہم اپنے دین قدیم پر نہایت ثابت قدم ہیں۔ آپکی ہم کوئی بات قبول نکرینگے کس لیے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں جس وجہ سے غیر دین کی بات ہم قبول کر نہیں کر سکتے۔ اسکے جواب میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ غلاف و لاف کچھہ نہیں بلکہ انکے کفر کی وجہ سے خدا نے ان پر پھٹکار ڈالدی ہے یہی حجاب اکبر ہے۔ اسی لئے کمتر ایمان لاتے ہیں ÷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے پھر وہ بڑھتے بڑھتے تمام دل پر چھا جاتا ہے۔ یہانتک کہ پھر اسمیں کوئی حق بات اثر نہیں کرتی اور خدا نے جو یہہ فرمایا ہے کلا بل ران علی قلوبہم الایہ تو اس سے یہی مراد ہے اور اگر توبہ استغفار کرتا ہے تو وہ نکتہ مٹ جاتا ہے (رواہ الترمذی) اسمیں کوئی شک نہیں کہ معصیت کی ظلمت دلکو گھیر لیتی ہے سو یہی غلاف اور پردہ اور دیوار ہے کہ حق پر نہیں لگنے دیتا اور آئندہ اور گناہ سخت بلکہ کفر بھی اسکے نزدیک ایک ادنی سی بات ہو جاتی ہے بلکہ بری باتیں اچھی اور اچھی بری دکھائی دینے لگتی ہیں۔ معاذ اللہ پھر آخرت میں یہی پردہ آتش دوزخ بنکر ہمیشہ دلکو جلاتی رہے نار تطلع علی الافئدۃ سے یہی مراد ہے ÷ اب خدا تعالےٰ انکی دلوں پر غلاف پڑنے کی تاثیر بیان فرماتا ہے کہ جب ان یہود کے لئے خدا کیطرف سے ایک ایسی کتاب آئی کہ جسمیں اصول دین موسیٰ کی تصدیق ہے اور جو مشرکین کے مقابلہ میں یہود کی لئے بمنزلہ شاہد عدل کے ہے یعنے قرآن مجید تو اسکے بھی منکر ہو گئے اور لطف یہہ ہے کہ (موجب بشارت توریت وزبور و دیگر کتب انبیاء مثل سموئیل و حزقیل و دانیال) ایک نبی آخر الزمان کے یہود منتظر تھے کہ جسپر مخالفوں کے مقابلہ میں زمانہ کو پابند کر رکھا تھا اور مدینہ کے یہود بنی اسد اور بنی غطفان وغیرہ قبائل عرب سے جب شکست کہا کر عاجز

اللہم ربنا انا نسئلک بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجہ لنا فی آخر الزمان وکتابک الذی تنزل

کہ الٰہی ہمکو برکت نبی آخر الزمان محمدؐ اور برکت قرآن مجید ہمارے دشمنوں پر فتحیابی کر (رواہ الحاکم) بیہقی

روایت کیا کہ ہمارے محلہ بنی عبد الاشہل میں ایک یہودی رہتا تھا اسنے ہمسے عالم آخرت کے ثواب

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى

[illegible] اپنی جانون کے عوض [illegible] کہ انکار کرتے ہین اُس چیز کا کہ جسکو خدا نے نازل کیا اس ضد سے کہ خدا نازل کرتا ہے اپنے فضل

مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

[illegible] پس کما لایا اُنہون نے غصہ پر غصہ — اور کافرونکو عذاب ہے ذلت کا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جو خدا نے نازل کیا ہے اُسپر ایمان لاؤ کہتے ہین ہمتو اُسپر ایمان لاتے ہین جو ہمپر نازل کیا گیا (اور وہ اُسکے سوا سبکے منکر ہین) حالانکہ وہ

الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ

(قرآن) حق ہے تصدیق کرنیوالا ہے اُسکی جو اُنکے پاس ہے۔ تو (اے محمد) اُنسے کہہ کر پہر تم کیون خدا کے نبیونکو اگلے زمانہ مین قتل کیا کرتے تہے اگر تم ایماندار تہے۔ اور

لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ معجزات لیکر آیا پہر اُسکے بعد تم نے بچہڑا بنا لیا اور تم ظالم ہو

عنقریب ملک عرب مین کسی طرف سے ایک نبی مبعوث ہوگا جو ہماری باتون کو ثابت کریگا ہمنے پوچہا وہ کب ظاہر ہوگا اُسنے یثرب کیطرف نظر کرکے کہا اگر یہہ لڑکا عمر طبعی تک جیتا رہیگا تو دیکہیگا سلمہ کہتے ہین چند روز بعد آنحضرت کی خبر مشہور ہوئی پس جب مدینہ مین آئے تو ہمنے اُس یہودی سے کہا اب تو پہر کیون ایمان نہین لاتا اُسنے خجل ہوکر کہا یہہ وہ شخص نہین ہے پس جب وہ نبی ظاہر ہوئے تو تمام اوصاف پہچانکر منکر ہوگئے منکرون پر خدا کی لعنت ہے۔

ترکیب بئس فعل ذم ما نکرہ موصوفہ اشتروا بہ انفسہم جملہ اسکی صفت یہہ سب جملہ ہے ان یکفروا الخ بتاویل مصدر خبر مبتدا محذوف جملہ مخصوص بالذم (یہان اور بہی احتمالات ہین) بغیاً مفعول لہ ہے یکفروا کا ان ینزل الخ ای لان ینزل الخ یہہ جملہ بغیاً کا مفعول لہ ہے یعنی اُنکی ضد اسلیے ہے کہ خدا اپنے فضل سے جسپر چاہتا ہے نازل کرتا ہے بنی اسرائیل کا مقید نہین + اذا قیل الخ شرط قالوا الخ جواب شرط ویکفرون الخ جملہ حال ہے اُس ضمیر سے جو قالوا مین ہے اور یہہ ضمیر ما کی طرف رجوع ہے وراء کی ہمزہ ی سے بدلی گئی ہے لانہ یقال تواریت اور ابن جنی کے نزدیک ہمزہ اصلی ہے دراصل مین مصدر ہے ظرف بنایا گیا۔ مصدقاً حال موکدہ ہے اور عامل اسمین معنی حق ہین اور اسمین ضمیر مستتر ذوالحال ہے ان کنتم الخ شرط جواب محذوف دلالت کرتا ہے اسپر جملہ ما قبل وانتم ظالمون حال ہے فاعل اتخذتم سے یا الگ جملہ۔

تفسیر پہلی آیت کا تمہ ہے یعنی ان یہود نے جو قرآن مجید کا اس ضد کی راہ انکار کردیا کہ خدا تعالیٰ کیون جسپر چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے وحی نازل کرتا ہے اسواسطے ہمارے خاندان بزرگ مین سے نبی آخرالزمان مبعوث نکیا تو اُنکی اس سعی اور اس تجارت کا کہ جسمین اُنہون نے اپنی جان اور معرفت دیکر کفر لیا اچہا نتیجہ نہوا یہہ بہت بُرا کام کیا جسکے عوض اُنپر دوچند غضب الٰہی ہوگا اول تو انبیاء علیہم السلام کی قتل و تکذیب اور اُنپر غضب الٰہی تہا۔ اب نبی آخرالزمان کی انکار و عداوت سے اور بہی اُنپر غضب الٰہی نازل ہوا جسکا ثمرہ آخرت مین ذلت ظہور کریگی + یہاں اس بات کا اثبات ہے کہ یہود کا کفر و انکار شبہ اور شک کی وجہ سے نہ تہا۔ جب اُنسے یہہ کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو نازل کیا ہے اُسپر ایمان لاؤ تو اُسکے جواب مین بجائے اقرار کے یہہ کہتے ہین ہم اُسپر ایمان لاتے ہین جو ہمارے انبیاء پر نازل ہوا ہے (سو یہہ جواب صریح عناد ہے کیونکہ اسکی کیا خصوصیت کہ جو ہمپر نازل ہوا ہے) پس وہ اور کلام الٰہی کا انکار کرتے ہین کہ جسمین اُنکے اصول دین کی تصدیق ہے اور وہ حق ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْاؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَ

اور (یاد کرو) جبکہ ہمنے تمسے عہد لیا اور تمپر کوہ طور کو اُٹھایا کہ جو ہمنے تمکو دیا ہے (توراۃ) اُسکو مضبوط ہوکر لو اور بولے ہمنے سُن لیا اور نہ مانا اور

اُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ

انکے دلوں میں انکے کفر کے سبب بچھڑے کی محبت پلادی گئی تو کہہ کہ بری بات ہے کہ جسکا تمہارا ایمان تمکو حکم دیتا ہے اگر تم مومن ہو کہہ کہ اگر آخرت کا

الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ

گھر خدا کے نزدیک سب کے علاوہ خاص تمہارے ہی لئے ہے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو اور وہ اُسکی ہرگز کبھی

اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۛۚ

آرزو نہ کرینگے بسبب اُس عمل کے کہ جو انہوں نے کیا ہے اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ اور ضرور تو اُنکو زندگانی پر سب سے زیادہ حریص پاویگا اور مشرکوں میں سے ایسے بھی ہیں کہ

يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

جنمیں سے ہر ایک آرزو کرتا ہے کہ کاش ہزار برس کی عمر دی جاوے اور وہ عذاب سے بچ ہی نہیں سکتا اگر عمر بھی دیجاوے اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔

اب اسکا انکار کرنا اور اسکا انکار کرنا ہے خدا تعالیٰ اس امر میں بھی اُنکو قائل کرتا ہے کہ اچھا اگر اپنے انبیاء پر جو کلام نازل ہوتا تھا اگر تم اسپر ایمان رکھتے تھے تو پھر ان انبیاء کو کیوں قتل کرتے تھے پس تم اس دعوی میں بھی سچے نہیں سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ خود حضرت موسیٰ جو تمہارے پاس بیشمار کھلے کھلے معجزات لائے تمنے اُنکو بھی نمانا اُنکی غیبت میں مرتد ہوکر بچھڑے کو پوجنے لگے پھر جب اُنسے تمہاری یہہ کیفیت ہے تو اوروں کو تم ظالم اور سرکش کب مانتے ہو؟

ترکیب قالوا فعل فاعل سمعنا وعصینا مفعول واشربوا فی قلوبہم العجل اے حب العجل بکفرہم ای بسبب کفرہم یہہ جملہ بتقدیر قد حال ہے ضمیر قالوا سے قل بئسما یامرکم الخ جواب ہے اُنکے قول سمعنا وعصینا کا + قل فعل یا فاعل ان کانت الخ جملہ شرطیہ مقولہ الدار موصوف الآخرۃ صفت مجموعہ اسم کان لکم متعلق ہے کانت کے خالصۃ خبر کان عند اللہ ظرف خالصۃ کے من دون الناس سب خالصۃ کے موضع نصب میں ہے ہولتی میں خلص کذا من کذا یہہ سب جملہ شرط اور فتمنوا الموت شرط اول اور ان کنتم صادقین شرط ثانی دونوں کے ساتھ متعلق ہے (جلالین) ابدا ظرف ہے بما قدمت کا ومن الذین اشرکوا میں دو وجہ ہیں ایک یہہ کہ یہہ عطف الناس پر ہے معطوف ہے اے احرص من الناس (الذین فی زمانہم) واحرص من الذین اشرکوا یعنی المجوس دوم یہہ کہ جملہ مستانفہ مانا جاوے اے من الذین اشرکوا قوم یود احدہم لو ہم میں ... ہے ما ہو بمزحزحہ ما نافیہ ہو ضمیر راجع احد کیطرف اور بمزحزحہ خبر ما اے وما ذلک التمنی بمزحزحہ من العذاب متعلق ہے مزحزحہ سے ان یعمر ہو ... رفع میں ہے بسبب مزحزحہ کے اے وما الرجل بمزحزحہ تعمیرہ **سنۃ** کی اصل سنو ہے بدلیل سنوات کہ جسکے معنی سال اور برس ہیں الزحزحۃ دور کرنا

تفسیر یہان یہہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ تمہارا دعویٰ نؤمن بما انزل علینا بھی صریح غلط ہے اول تو تمنے خود موسیٰ علیہ السلام کے معجزات بینات کا انکار کیا اور انبیاء کو قتل کیا دوم جس کتاب کو تم اپنا ایمان سمجھتے ہو اُسکو بھی تو تمنے نمانا حالانکہ جب تمکو دی گئی تھی تو اُسوقت کوہ طور کو تمپر بلند کیا اور تمنے یہہ جان لیا کہ اگر اب اسکو نہیں لیتے ہیں تو ہمپر پہاڑ گرتا ہے پس اسوقت بھی تمہارا یہہ حال تھا کہ تمنے سمعنا کہا یعنی مان لیا اور دلمیں عصینا یعنی نہیں مانا۔ اسکا باعث یہہ تھا کہ باوجود بیشمار معجزات و کرامات دیکھنے کے تمنے بچھڑا بنا کے پوجا وہ خباثت تمہارے دلمیں اسطرح پلائی گئی کہ جسطرح زمین پانی کو پیتی ہے پھر جب سنوں کے نبات اُگاتی ہے اسیطرح تمہارے دل کی زمین میں خدا کی نافرمانی اور انبیاء کا قتل کرنا اور دلمیں عصینا کہنا اور خدا کی منزل کتابوں کا انکار کرنا اور نبی آخرالزمان اور قرآن کو حق جانکر معاندانہ انکار کرنا اور خدا کی عہد عبادت وصلہ رحمی کو توڑنا وغیرہ وغیرہ خبیث و ناپاک خاردار پر زہر جڑی بوٹیاں اُگتی ہیں جنکا کڑوا پھل تمہیں کو دنیا اور آخرت میں کھانا پڑیگا جسکو تم فلاح

اور ایمان مکمل کہتے ہو وہ بھی بتلاؤ۔ اور اگر تمہارے ایمان کا یہی فتویٰ ہے کہ تم ایسی باتیں کرو تو اے نبی اُنسے کہدے کہ یہہ برا فتویٰ ہے +

منجملہ اور ایمانی باطلہ کے یہود کو ایک یہہ بھی سودا رخام تہا کہ جنت خاص ہمارے لئے ہے اور کوئی ملت مذہب اسکے پیرو مستحق جنت نہین۔ اسلئے ہم کہہ سکتے ہین کہ توریت کے بعد کوئی توریت کی ہم پلہ آسمانی کتاب موسیٰ کے بعد پھر کوئی ایسا نبی نہین کہ ہم اُسکی پیروی کرین اسلئے ہم علاوہ انکے اور دیگر انبیا اور کتب کو کچھہ اصل نہین سمجھتے اور اُنکا انکار کرتے ہین۔ یہہ خیال چونکہ انسان کی سعادت کے حق مین سم قاتل تہا اور یہہ ایک ایسا خیال فاسد ہے کہ تنہا یہود ہی نہین بلکہ اور اقوام ہنود و مجوس و نصاریٰ کے لئے بھی رد ترشتے آسمانی اور حیات جاودانی اور ترقی دینی کے لئے سد راہ ہے تو اسکو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس مین اسطرح باطل کیا کہ انسے کہہ اگر تمکو ایسا ہی یقین کامل ہے کہ دار آخرت خالص ہمارا حصہ ہے تو تمکو لازم ہے کہ موت کی آرزو کرو کہ اسکے وسیلہ دار آخرت مین اپنے درجات کو حاصل کرو کسلئے کہ جنکو وہانکے ثواب نعما کا یقین کامل یا روحانی مشاہدہ ہوجاتا ہے تو وہ اس عالم کا ازبس مشتاق ہو کر اسکی سیڑھی موت کی آرزو کیا کرتا ہے اسلئے نبی صلعم دم اخیر بار بار یہہ فرماتے تہے اللھم الرفیق الاعلیٰ (رواہ البخاری) کہ الٰہی جلد مجکو عالم قدس مین پہنچادے اور اپنے دیدار فیض آثار سے مشرف ہونیلو نہین ملادے۔ اور اسلئے سچے مومن شہادت کے اسدرجہ پر مشتاق ہوتے ہین کہ دنیا و ما فیہا کو اسکے آگے کچھہ نہین سمجھتے چنانچہ جنگ اُحد مین ایک صحابی نے جب آنحضرت سے درجات آخرت سنے تو از حد مشتاق ہو کر اپنا توشہ دان پہینک عدو کے مقابلہ کو چلا اور کہا کہ اب چلکر جنت مین کہاونگا اور اُسکو حجاب جسمانی اُٹھا کر خدا نے جنت کا مشاہدہ کرا دیا جسکے شوق مین شہید ہوگیا اور اسیطرح خدا کے مشتاق ہمیشہ یہی آرزو کیا کرتے ہین انہین کے حق مین خدا تعالیٰ فرماتا ہے من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ ومنھم من ینتظر اور اُنہین کو خدا نے زندہ فرمایا ہے اور اسلئے صحابہ و تابعین مین ہر شخص شہادت کا سخت آرزو مند تہا چنانچہ جب سعد بن وقاص رضہ نے ایران کے سردار رستم بن فرخ زاد کو نامہ لکہا تو اُسمین اخیر یہہ فقرہ تہا فان معی قوما یحبون الموت کما تحبون الاعاجم الخمر کہ در نہ میرے پاس وہ لوگ ہین کہ خدا کی راہ مین قتل ہونیکو اسطرح چاہتے ہین کہ جسطرح ایرانی شراب پر مرتے ہین ؎ درمیان من و آن یار حجابست تمام ؛ کاش این پردۂ دوری زمیان برخیزد ؛ مگر جنکو وہانکا یقین نہین ہوتا تو وہ اپنی جان چہپاتے اور حرام و حلال جسطرح سے ہو دنیا اور اُسکی تلذذات فانیہ کے لئے جان کہپاتے ہین اور جب کسی صدمۂ دنیا سے تنگ آتے ہین تو بے صبر ہو کر موت کی آرزو کرتے ہین کہ کاش اس مصیبت سے چہوٹین لہذا اس موت کی آرزو حرام ہے چنانچہ نبی صلعم نے فرمایا لایتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ (صحاح ستہ) کہ کسی ضرر دنیا سے موت نہ مانگو پس خدا تعالیٰ پیشینگوئی کرتا ہے کہ یہہ لوگ کہ جنکے دنیا دار ہین اُنکا یہہ دعویٰ زبانی ہے وہ اپنے اعمال بد کی نتیجہ کو دلمین خوب سمجھہ رہے ہین اسلئے وہ ہرگز کبہی اسکی آرزو نکرینگے بلکہ آپ اے نبی علیک السلام انکو سب سے زیادہ زندگانی دنیا کا حریص دیکہینگے + اور اسلئے انکے نزدیک دنیا کے آگے کسی چیز کی وقعت نہین + اور انپر کیا موقوف ہے جو لوگ روحانی برکت سے بے نصیب ہین اور انکو انبیا علیہم السلام کے نور نبوت کا حصہ نہین ملا یعنی مشرکین انمین سے بہی ایسے لوگ ہین کہ اس جہانکی ملمع کاری پر غش ہین اسلئے عمر طویل کی آرزو کرتے ہین ایک دوسرے کو دعا مین کہتے ہین کہ ہزار برس کی عمر ہو۔ اور بالفرض انکی ہزار برس کی ہی عمر ہو تو کیا ؟ وہ جو کچھہ اُنکے اعمال بد اُس عالم مین عذاب مشکل ہے اُس سے دور نہین ہوسکتے انجام کار موت ہوگی اور وہان اپنے کیے کو یاد ینگے اور اب جو کچھہ وہ کر رہے ہیں خدا سے مخفی نہین +

فائدہ بما قدمت ایدیھم کے لفظی معنی یہہ ہین بسبب اُس چیز کے کہ جو اُنکے ہاتہوں نے آگے بہیجی۔ مگر مراد یہہ کہ جو کچھہ اعمال اُنہوں نے کیے اُسکے سبب سے۔ زبان عرب مین انسان کے افعال کو اُسکے ہاتہوں کی طرف منسوب کر دیتے ہین کس لیے کہ غالباً اعمال و افعال کا ذریعہ انسان کے ہاتہہ ہیں۔ اور اسیطرح انسانکو اُسکے جزو اعظم سے

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

کہہ جو کوئی دشمن ہے جبرئیل کا (تو وہ خدا کا دشمن ہے) کیونکہ اسنے تو اس (قرآن) کو تیرے دل پر خدا کے حکم سے اتارا ہے جو تصدیق کرتا ہے اپنی سے پہلی کتابوں کی اور ہدایت اور مژدہ ہے مومنوں کے لئے

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِينَ ۝ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ۝

جو کوئی خدا کا اور اسکے فرشتوں کا اور اسکے رسولوں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ ان کافروں کا دشمن ہے اور بیشک ہم نے بھیجی ہیں تیرے پاس کھلی ہوئی آیتیں اور انسے انکار نہیں کرتے مگر فاسق

بھی تعبیر کیا کرتے ہین رقبہ یعنے گردن بولکا انسان مراد رکہتے ہین +

یہان اس آیت سے یہہ بھی بتلادیا کہ انسانپر آخرت مین جو کچھہ مصیبتین نازل ہونگی طوق و زنجیر گرز آتشین سانپ بچہو ڈسینگے آگ مین جلیگا یہہ سب اسکے اعمال بد ہین کہ جو اپنی مناسبت تونمین ظہور کرینگے اور متشکل ہوکر اپنے پہنچاوینگے جسطرح کہ عالم خواب مین انسانکی خیالات اور دیگر معانی اپنی مناسب صورتونمین متشکل ہوکر دکہائی دیتے ہین - اور یہہ کچھہ تعجب کی بات نہین اس عالم حسی مین کسقدر چیز کو انقلابات و استحالات ہین کہ بیان سے باہر ہین غذا مین انسانکی پیٹ مین جاکر خون صفرا و سودا بنتی ہو پہرمنی ہوجاتی ہین - پہر وہ منی عورت کے رحم مین جاکر کچھہ سی بنجاتی ہے یعنے انسان + اور یہہ بھی ثابت ہوگیا کہ یہود (بلکہ ہر شخص صاحب عقل سلیم) اپنے اعمال بد کے نتیجہ ڈرتے ہیتے گو زبانی بہت کچھہ باتین بناتے ہیتے +

ترکیب - قل من کان من شرطیہ اور جواب اسکا فہو عدو اللہ وغیرہ محذوف باذن اللہ موضع حال مین ہے ضمیر فاعل نزل سے جو جبرئیل کیطرف پہرتی ہے والتقدیر نزلہ و معہ الاذن او ماذونا لہ مصدقا حال ہے نزلہ کے ہا سے اور اسیطرح ہدی و بشری +

تفسیر - جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ مین تشریف لائے اور یہود کو ہدایت کرنی شروع کی تو یہودیون نے اپنے چند علماء کو (کہ جنکے سرغنہ عبد اللہ بن صوریا ساکن فدک تہا) آپکے پاس بہیجا ان لوگون نے آنحضرت سے عرض کیا کہ ہم آپسے چند وہ باتین پوچھتے ہین کہ جنکو سوا انبیاء کے اور کوئی نہین جانتا اگر آپنے صحیح جواب دیا تو آپ قطعی وہ نبی ہین کہ جنکی خبر موسیٰ نے دی ہے چنانچہ انہون نے سوال کیے اور آپنے صحیح جواب دیئے اور ان علماء یہود نے وہ جواب تسلیم کرلیے تب آپنے پوچھا کہ اب کیون مجہپر ایمان نہین لاتے انہون نے کہا ایک وجہ ہے وہ یہہ ہے کہ آپکے پاس جو وحی لاتا ہے وہ جبرئیل فرشتہ ہے اس سے ہمکو سخت دشمنی ہے کیونکہ اسنے کئی بار ہمپر عذاب الٰہی پہنچایا ہے -

(رواہ ابن جریر و ابن حاتم والطبرانی واحمد وغیرہ) خداتعالیٰ انکے اس شبہ کا جواب دیتا ہے کہ جبرئیل جو کچھہ کرتا ہے حکم الٰہی سے کرتا ہے - اور یہہ قرآن جو حضرت کے قلب پر نازل کیا ہے تو اسکے حکم سے پس جو اسکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے دوم تم خود اس قرآن مین غور کرو کہ یہہ کیسا ہے وسیلہ کیطرف نظر نکرو اس سے کوئی عقل سلیم انکار نہین کرسکتا کیونکہ جو لوگ کہ انبیاء کے مقلد ہین تو یہہ مصدقا لما بین یدیہ ہے کہ سب اگلی کتابونکی تصدیق کرتا ہے اسکے اصول اور عمدہ مطالب حرف بحرف قانون الہام کے مطابق ہین اس صورت مین اسکا انکار انکا انکار ہے اور جو کسی سابق نبی یا کتاب کے مقلد نہین بلکہ جو کتاب لائق عقل سلیم کے موافق ہو اور جسمین تمام باتین مصالح دین و دنیا کو حاوی ہون اسکو مانتے ہین تو انکو بھی اس سے انکار نکرنا چاہیئے - یہہ ہدی یعنے ہدایت ہے + اور جو صاحبان قلب سلیم مین خدا سے محبت رکہتے ہین اور اوسکے شوق اور تسلی بخش باتونکی طالب ہین انکو بھی اسکا ماننا ضرور کیونکہ یہہ بشری للمومنین ہے کہ اہل ایمان کو تسلی اور خوشخبری اس سے حاصل ہوتی ہے یہہ تین اوصاف جب اس قرآن مین ہین پہر اسوجہ سے انکار کرنا کہ اسکو جبرئیل لائے ہین محض حماقت ہے +

یہہ بات کہ جبرئیل ہمارے دشمن ہین کل یہود کا مقولہ نہ تہا بلکہ انکا کہ جو مدینہ اور اسکے اطراف مین رہتے تہے -

أَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ
اور کیا جب کبھی عہد باندھیں گے کوئی عہد باندھا تو نہیں میں سے ایک فریق نے اسکو پھینکدیا بلکہ ان میں سے اکثر تو اسکا اعتبار ہی نہیں کرتے ہیں اور جبکہ آیا پاس انکے خدا کی طرف سے وہ رسول کہ
عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
جو بتاتا ہے اوس چیز کو جو اون کے پاس ہے تو اہل کتاب کے ایک فریق نے خدا کی کتاب کو اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکدیا گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں

فانہ نزلہ علی قلبک۔ ہم مقدمہ کتاب میں بیان کر چکے ہیں کہ بندہ کو علاقہ جسمانی کی وجہ سے ہر وقت خدا سے وہ اتصال روحانی نہیں رہتا کہ جو بسبب تجرد ملائکہ بالخصوص اخص المقربین حضرت جبرئیل کو ہے اسلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے الفاظ مخصوصہ جبرئیل حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب وحی القا کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ عام دستور ہے کہ مثلاً کوئی مضمون کانوں تک پہنچتا ہے پھر اسکے ذریعہ سے قلب میں جاتا ہے اسیطرح خاصان خدا کو بلا ذریعہ سماعت قلب تک کلام کی رسائی ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت بڑی بڑی سورتوں کو جبرئیل سے سنکر یاد ہو لیتے تھے باقی وحی کی اقسام اور اسکی اسرار ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں اور جو یہود جبرئیل کے منکر ہیں انکا رد بھی بخوبی کر چکے ہیں۔ اسکے بعد خدا تعالیٰ یہود کو الزام دیتا ہے کہ جو شخص خدا اور اسکے رسولوں اور ملائکہ بالخصوص جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہے تو وہ خدا کا دشمن رہا یہہ بات علماء یہود بھی مانتے تھے اور اب بھی مانتے ہیں کہ ملائکہ پر ایمان لانا ضرور ہے اس بنا پر جو ملائکہ بالخصوص اعظم ملائکہ جبرئیل یا میکائیل کا دشمن ہے قطعی کافر ہے ۔ ملائکہ کے بعد جبرئیل و میکائیل کا نام لینا تخصیص بعد تعمیم ہے کہ جو انکی شرف و فضل کی دلیل ہے اور یہہ تخصیص فصحا و بلغاء کے کلام میں بلکہ اردو زبان میں بھی بکثرت مستعمل ہے پس جو بعض ناسمجھ پادریوں نے اسپر اعتراض کر کے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت میں عیب لگایا ہے یعنیہ ایسی بات ہے کہ کوئی احمق کسی حسین میں یہہ عیب کرے کہ اسکی ناک منہ پر کیوں ہے؟ یا اسکے دو آنکھ کیوں ہیں؟

فائدہ بعض روایات سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کا یہود سے اسبارہ میں کچھہ کلام ہوا جسپر حضرت عمر نے یہود سے کہا کہ جبرئیل جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں پس جو انکا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ۔ پھر جب حضرت عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو اسی مضمون کی یہہ آیت نازل ہوئی ۔ یہانسے بعض ناسمجھ پادری یہہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہہ جملہ آنحضرت نے عمر سے سیکھ کر قرآن میں درج کیا۔ اول تو آنحضرت نے عمر سے سیکھکر حضرت عمر سے یہ نہیں معلوم ہوتا لفظوں میں توارد ہو جائے تو اس سے کیا شاگردی یا استفادہ ثابت ہو سکتی ہے۔ سوم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں کہ کبھی مرشد کا فیض صحبت شاگردوں میں وہ اثر کرتا ہے کہ جو بات اپنا دل کہنی چاہتا ہے وہی شاگرد کے منہ سے پیشتر نکلجاتی ہے ؛

ترکیب

أَ و واو عطف کے لئے اور ہمزہ استفہام انکاری کے لئے اور یہہ عطف کلام مقدم پر یعنے اکفروا الخ بعض کہتے ہیں واو زائدہ ہے بعض کہتے ہیں یہہ اَو ہے واو کو متحرک کر دیا۔ عہداً مفعول مطلق من غیر لفظہ مذکور اور ممکن ہے کہ مفعول بہ ہو۔ نبذہ الخ جملہ جواب کلما ۔ اسی طرح لما جاء جملہ شرط۔ مصدق صفت رسول نبذ فعل فریق الخ فاعل کتاب اللہ مفعول وراء ظرف یہہ سب جملہ جواب شرط کانہم الخ موضع حال میں ہے۔

تفسیر

یعنے یہہ خدا کہ اس قرآن کو جبرئیل لائے ہیں اسلئے ہم اسپر ایمان نہیں لاتے یہود عذر ہے کس لئے کہ فی نفسہ اسکی آیات واضح اور روشن ہیں انمیں کوئی ایسی بات نہیں کہ جسکو عقل سلیم نہ مانے پس انکا انکار نا فرمانوں کا کام ہے کہ جنکی عادت ہمیشہ سے نافرمانی چلی آتی ہے کس لئے کہ ان یہود نے جب کوئی عہد خدا سے رسول کی معرفت باندھا یا کوئی عہد کیا ہے تو انمیں ایک فریق نے جھٹ اسکو توڑ دیا اور ہلکا سمجھکر پھینکدیا اور ایک فریق کی کیا خصوصیت ہے بلکہ

انکے بادی بھی انہین ہوئے معتقد ہو کر مسلمان نبی ہی شبہ پیش کیا کرتے ہین چنانچہ بعض تو اسی دین رہے اور کتابین لکھدی الین۔ اس شبہ کا جواب خدا اشارۃً تو مایود الذین کفروا مین دیا تھا
یہ لوگ سب باتین اسی شک حسد سے کرتے ہین کہ خدا نے ہمارے خاندان مین نبوت کیون ختم نہین کیا اسلئے انکو شبہات مین ڈالتے ہین تاکہ تم اس فیض نبوت سے محروم ہو مگر اس جگہ اس شبہ کو خوب کھولکر
ارشاد ہوا کہ اگر ہم کسی حکم کو کسی مصلحت سے موقوف کرتے ہین یا موخر کرتے ہین تو اسمین بندونکی سراسر بہتری ہوتی ہے ہم اس سے بہتر یا اسکی مانند سہل العمل اور کوئی حکم دیتے ہین ✤

واضح ہو کہ نسخ **لغت** مین یہہ شے کی مٹا دینے یا نقل و تحویل ہے (عند القفال) جیسا کہ بولتے ہین نسخت الریح آثار القوم کہ ہوا نے لوگونکے پاؤنکے نشان مٹا دئے اور اسیطرح بولتے ہین
نسخ الکتاب الی کتاب اخر کہ ایک جلد سے کتاب کو دوسری طرف نقل کیا اور **اصطلاح** علما مین نسخ ایک ایسے حکم شرعی کا قائم کرنا ہے کہ جسکے بعد اس سے پیشتر کا حکم شرعی جو موقت تھا اٹھ جاوے اول حکم کو
منسوخ دوسرے کو ناسخ کہتے ہین یہود و نصاریٰ ایسے نسخ کے مطلقاً منکر ہین۔ اور یہہ انکار صرف اسلئے ہے کہ قرآن مجید کا حکم نہ ماننا پڑے اور دین اسلام پر اعتراض کی گنجایش ہے مگر انکا یہہ انکار بالکل بیجا ہے (۱)
اسلئے کہ توریت مین بہت سے احکام ایسے ہین کہ جنمین نسخ پایا جاتا ہے اور عیسائیون نے تقدیس سبت دیگر احکام موکدہ توریت منسوخ کردیا بلکہ یعقوبی پولوس تمام شریعت موسوی کو باطل کہدیا اور اسپر عمل کرنیکو
موجب لعنت قرار دیا چنانچہ اسکی تشریح مع حوالہ فصل باب مقدمہ مین ہو چکی ہے اب اس سے بڑھکر کیا نسخ ہوگا؟ (۲) اسلئے کہ عقلاً بھی اس قسم کے نسخ مین کوئی قباحت یا خدا تعالیٰ کی نسبت کوئی
عیب نہین ثابت ہوتا کیونکہ اعتقادات اور اخبار کی نسبت تو کوئی مسلمان بھی نسخ کا قائل نہین توریت انجیل و دیگر کتب انبیا کو ہم سارے مین کوئی منسوخ نہین کہتا باقی رہے احکام سو انکی دو قسم
ہین ایک تو اصل شرائع جیسا کہ خدا کی عبادت بت پرستی کی ممانعت حق اللہ ادا کرنا انصاف ظلم و تکبر سے بچنا قتل کی حرمت وغیرہ اسی قسم کے احکام مین بھی ہم نسخ کے قائل نہین تمام شریعتو
اور کل انبیاء کے احکام یکسان ہین دوم فروعات شرعیہ جو کہ یہہ ہین زنا اور زانی یا مسقدر ہے پاکی و ناپاکی کی طہارت کے طور یہ بیان طریقہ پر نماز اور اسکی عبادت انکا اور اسکے طریقہ پر کرنا
وغیرذلک سو اس قسم کے احکام مین نسخ واقع ہوا ہے اور ضرور ہونا چاہئے کیونکہ خدا علام الغیوب کا مقصد شریعت سے اپنے بندونکی بھلائی اور انکے حال پر رحمت ہے اور یہہ ظاہر ہے کہ زمانہ
اور قوام بلاد کا ہمیشہ ایک طور نہین رہتا وقتاً فوقتاً انقلاب ہوتا رہتا ہے مثلاً جب قوم شراب کی عادی ہو تو اس قسم کے مفاسد کی نسبت تنہا شراب کو حرام کیا جاوے
بلکہ اسکی دواعی اور یاد دلانے والی باتونکو بھی منع کردیا جاوے اور شراب کے برتنون کا مطلقاً استعمال ہی ناجائز کردیا جاوے پھر جب انکی عادت جاتی رہے تو ان برتنونکے استعمال کی اجازت
دیکر انپر سہولت کردینی ضرور ہے اب اسمین خدا کے علم مین کیا قصور لازم آتا ہے اسپر بھی اعتراض کرنا اور بے موقع استدلال مین اول قسم کے احکام کو پیش کرنا یا اعتقادیات
مولانا انصاف کی گردن پر چھری پھیرنا ہے معاذ اللہ من ذلک اب رہا **نسخ قرآنی** کہ آیا اسکی آیات مین نسخ تلاوت یا نسخ حکم یا دونون کا نسخ خواہ دوسری آیت یا
حدیث سے واقع ہوا ہے یا نہین سوا **ابومسلم بن بحر** وغیرہ اسکا مطلقاً انکار کرتے ہین اور اکثر علما اسکے قائل ہین وہ کہتے ہین کہ بعض آیات کا آنحضرت کے عہد مین
صرف حکم منسوخ ہوا جیسا کہ والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا اس آیت مین سال بھر کی عدت وفات تھی پھر چار مہینے دس روز کی رہ گئی وغیرہا من الآیات اسکو منسوخ الحکم کہتے ہین اور
بعض ایسی ہین کہ جنکے الفاظ منسوخ التلاوۃ اور حکم باقی ہے جیسا کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموہما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم وغیرہ ذلک سو یہہ نسخ مین داخل ہین اور بعض ایسی ہین کہ جو
حضرت اور تمام صحابہ کے دلسے بھلادی گئین چنانچہ بیہقی اور ابوداود نے روایت کی ہے کہ ایک صحابی شبکو تہجد پڑھنے کھڑا ہوا اور ایک سورۃ کو پڑھنا چاہا ہر چند یاد کیا مگر ایک حرف بھی یاد
نہ رہا صبحکو حضرت سے اور دیگر اشخاص سے بیان کیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہہ سورۃ منسوخ التلاوۃ ہو گئی سب کے دلونسے بھلادی گئی اور اسکے نقوش بھی مٹا دئیے گئے۔ اور اسیطرح صحیح بخاری مین حضرت
عائشہ سے مروی ہے کہ یہہ آیت عشر رضعات معلومات یحرمن قرآن مین پڑھی جاتی تھی مگر اسکا ماقبل اور مابعد اور اسکا محل بالکل نسیاً منسیاً کردیا گیا اور اسیطرح کے بہت سی آیات مین
یہہ آیت ننسہا کا مصداق ہین۔ مگر اس سے قرآن مین کوئی تحریف و تغیر نہین ہوسکتا کیونکہ یہہ باتین مصلحت الٰہیہ سے آنحضرت کے عہد مین ہو چکین انکے بعد پھر ایک حرف کی کمی یا زیادتی
ظہور مین آئی۔ اور دلیل اس مذہب پر یہہ آیت ما ننسخ الایۃ و دیگر آیات ہین **ابومسلم** کہتے ہین کہ نہ احکام مین نسخ ہوا ہے کسلئے کہ جسکو تم منسوخ کہتے ہو وہ اور جہت سے تھا اور یہہ جو
ناسخ ہے اور جہت سے ہے اور نسخ مین اتحاد جہت شرط ہے اور نہ تلاوت آیات مین جن آیات کو تم منسوخ التلاوۃ کہتے ہو یہہ در اصل قرآن مجید کی آیات نہین کیونکہ قرآن منقول نقل متواتر
ہے اور یہہ روایات خبر آحاد ہین اور بعض تو موضوع یا ضعیف ہین درپردہ یہہ بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم تفسیر کے طور پر یہہ جملے کہ جنکو لوگ منسوخ التلاوۃ سمجھے ہین تفسیر و تلاوت مین پڑھتے اور بعض صحابہ
انکو آیت سمجھ لیا یا سمجھکر اپنے مصاحف مین لکھ لیا مگر جب حضرت نے تمام قرآن شریف حفظ کو یاد کرایا اور متفرق اجزا مین کاتب سے لکھوایا اور ان دیوانے ان جملونکو قرآن نہین پایا تو منسوخ التلاوۃ
سمجھ لیا۔ اور اس آیت سے استدلال صحیح نہین کسلئے کہ اس سے مراد توریت و انجیل کے احکام مین اور لفظ آیت کچھ آیات قرآنیہ ہی کیلئے مخصوص نہین بلکہ احکام پر بھی اسکا اطلاق ہوتا ہے
ہو اسیطرح اور آیات سے بھی استدلال صحیح نہین۔ **فقیر** صاحب معارف کہتا ہے کہ نسخ حکم آیات ثابت ہے اور اتحاد جہت کی قید بلا دلیل ہے اور جمہور کا استدلال دیگر آیات سے صحیح ہے مگر نسخ تلاوۃ

اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَکُمْ کَمَا سُئِلَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّتَبَدَّلِ الْکُفْرَ

کیا تم بھی (اے مسلمانو) چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے سوال شروع کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسےٰ سے سوال کئے گئے اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے میں

بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ وَدَّ کَثِیْرٌ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ لَوْ یَرُدُّوْنَکُمْ مِّنْ بَعْدِ اِیْمَانِکُمْ

لیوے تو وہ بھولا سیدھے رستہ سے اکثر اہل کتاب تو یہ چاہتے ہیں کہ کسیطرح تمکو ایمان لانے کے بعد پھر

کُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِھِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

کافر کردیں اپنے حسد کی وجہ سے بعد اسکے کہ انپر حق ظاہر ہوچکا تم معاف کرو اور جانے دو جبتک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اللہ ہر چیز پر قادر ہے ٭

ترکیب

اَم اس جگہ منقطع ہے والتقدیر بل اتریدون ان تسالوا کما میں کاف موضع نصب میں ہے مصدر محذوف کی صفت ہے اے سوالا کما اور ما مصدریہ ہے سواء السبیل بمعنی وسط السبیل ظرف ہے ضل کا ود فعل کثیر من اہل الکتاب فاعل لو مصدریہ یردونکم جملہ بتاویل مصدر مفعول ۔ کفارا حال ہے کم سے جو یردونکم میں ہے اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی ہو کس لئے کہ یرد بمعنی یصیر ہے حسدا مفعول لہ ہے فاعل ود سے یا یردونکم سے من عند انفسہم کائن کے متعلق ہوکر صفت ہوا حسدا کی ٭

تفسیر

یہودی اہل اسلام کو طرح طرح کے شکوک و شبہات میں مبتلا کیا کرتے تھے تاکہ یہ لوگ دین سے برگشتہ ہوجاویں اور باوجودیکہ انکو آنحضرت علیہ السلام کی نبوت کا بشارات کتب انبیاء و معجزات سے یقین ہوچکا تھا مگر حسد کے مارے پھر یہ باتیں کرتے تھے جس پر بعض سیدھے سادھے مسلمان آنحضرت علیہ السلام سے اُلٹے سیدھے سوالات کرتے تھے کوئی یہ سمجھکر کہ نسخ احکام تو ہوتا ہی ہے یہ سوال کرنا کہ فلاں احکام قایم ہونے چاہئیں اور یہہ احکام باعث مشقت ہیں اُٹھہ جانے چاہئیں بعض پوچھتے تھے کہ اس حاملہ کے پیٹ میں بیٹا ہے یا بیٹی اور اسی قسم کی لغو اور محال باتوں کو پیش کرتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کردیا کہ کیا تم بھی اپنے رسول سے ایسے سوالات کیا چاہتے ہو کہ جیسے موسےٰ سے ان یہود کے بزرگوں نے کرکے غضب الٰہی اپنے اوپر ڈہایا تہا سو تم ایسا نکرو کیونکہ یہ کفر ہے اور جو ایمان چھوڑکر کفر میں پڑتا ہے وہ نجات اور حیات ابدی کے سیدھے رستہ سے بہکتا ہے اور یہہ یہودی تو اپنے جبلّی حسد سے تمکو پھر کفر میں لایا چاہتے ہیں حالانکہ اسلام کا حق ہونا انپر ظاہر ہوچکا ہے ۔ اس حسد کے مقابلہ میں تم ان سے جتنے المقدور گزر کرو ۔ یہاں تک کہ دنیا یا آخرت میں جو کچھ خدا کی طرف سے انپر عذاب مقرر ہے وہ نازل ہو بادے ٭

وَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ

اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو کچھ نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجوگے تو اسکو خدا کے ہاں پاؤگے بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے

ترکیب

واقیموا الخ جملہ انشائیہ معطوف ہے فاعفوا پر وما تقدموا میں ما شرطیہ من خیر بیان ہے ما کا یہ سب جملہ شرط تجدوہ الخ جواب شرط

تفسیر

یعنی تم کسی مشکک و مغوی کے بہکانے میں نہ آؤ ایمان پر ثابت قدم رہکر عالم آخرت کے لئے کہ جہاں تمکو ہمیشہ رہنا ہے روح کو منور کرو بدنی عبادتوں میں سب سے اعلےٰ نماز ہے اسکو ادا کرتے رہو اور مالی عبادت سے بہی غافل نہ ہو زکوٰۃ دو اور علاوہ اسکے ہر قسم کی نیکی اور خلق خدا سے بہلائی اور اپنے بیگانوں کے ساتھ نیک سلوک جو کچھ کروگے وہ ضایع نہ جائیگا انسان کے سب اعمال عالم مثالی میں موجود رہتے ہیں مرنیکے بعد سب کو وہاں جاکر ضرور پاوےگا کسی عمل کی جزا سے خدا غافل نہیں تم جو کچھ کر رہے ہو وہ سب دیکھ رہا ہے +

فوائد

(۱) ام تریدون سے لیکر ان اللہ بما تعملون بصیر تک ایک مضمون متصل تھا۔ اسکا اصل شان نزول تو وہی ہے کہ جو ہمنے بیان کیا کہ لوگ یہودیوں کے بہکانے سے آنحضرت علیہ السلام سے بیجا سوالات کرتے تھے جن میں نفع دنیا نہ نفع آخرت بلکہ ضرر ایمان تھا اسلئے منع کردیا گیا مگر بعض مفسرین نے ان سوالوں کے متعلق مختلف روایتیں بیان کی ہیں **ابن عباس** اور مجاہد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن امیہ مخزومی نے مع چند قریش حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر یہہ کہا کہ ہم آپ پر جب ایمان لائینگے کہ آپ ہمارے لئے مکہ کے خشک پہاڑوں سے چشمہ جاری کردیں یا کوئی وہاں انگور اور کھجور کا باغ پیدا ہوجاوے یا کوئی سنہری گھر یا آپ سیڑہی لگا آسمان میں چڑہ جاویں یا ہمپر کوئی خدا کی کتاب اترے کہ جس میں یوں لکھا ہو کہ اے عبداللہ تو محمد پر ایمان لا اور ضحاک و جبائی اور ابی مسلم کہتے ہیں کہ یہ خطاب اہل اسلام کے ان لوگوں سے ہے کہ جو بیجا سوالات کرتے تھے اور یہی صحیح ہے +

(۲) حسد کسیکی نعمت خداداد کا زوال چاہنا ہے خواہ وہ نعمت اپنے لیئے چاہیئے جیسا کہ کسیکا باغ یا مکان یا روپیہ یا عورت اپنے لئے چاہے یا اپنے لئے نچاہے اور یہ حسد **حرام** ہے اس آیت و دیگر آیات و احادیث سے یہ وہ مرض بد ہے کہ جو انسان کی تمام برائیوں کا سرچشمہ اور نیکیوں کا جلانیوالا چنگارہ ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حسد نیکیوں کو اسطرح جلاتا ہے کہ جسطرح آگ لکڑیوں کو ابلیس کو اسی مرض نے ہلاک کیا تھا اور **غبطہ** حلال ہے وہ یہہ کہ کسیکی برائی تو نچاہے مگر خدا سے اسطرح کی نعمت اپنے لئے بہی مانگے اور اسیکو منافسہ بہی کہتے ہیں۔ اور اس پر بہی مجازاً کبہی اطلاق حسد ہوتا ہے جیسا کہ صحیحین میں ہے لا حسد الا فی اثنین رجل آتاہ اللہ مالا الحدیث (۳) یہاں سے یہہ معلوم ہوا کہ جن باتوں سے مسلمانوں کے عقائد میں شبہ پڑے ان کا سننا

وَقَالُوا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور کہتے ہیں (اہل کتاب) کہ بجز یہود یا نصاریٰ کے اور کوئی ہرگز جنت میں داخل نہوگا۔ یہ تو اُنکے ڈھکوسلے ہیں تو (اے محمدؐ) اُنسے کہہ کہ تم (اسبات پر) اپنی دلیل تو لاؤ اگر سچے ہو

بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى

بلکہ جس نے اللہ کے سامنے اپنا مُنہ جھکایا اور وہ ہونیکی کرنیوالا تو اُسی کے لیے ہے اُسکا بدلا اُسکے ربکے ہاں اور نہ انپر کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے اور یہود نے کہا کہ عیسائی کسی راہ پر نہیں

عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ

اور عیسائیوں نے کہا کہ یہود کسی راہ پر نہیں حالانکہ وہ سب کتاب بھی پڑھتے ہیں اسیطرح کہی تہی بے علموں نے ان کی سی بات۔ پس آپ اللہ اُنمیں فیصلہ کردیگا جس امر میں کہ وہ اختلاف کررہے ہیں

بھی حرام ہے۔ اِس بناء پر مستورات کا پادریوں کے مدارس میں تعلیم کے لئے جانا اور انکے مدارس کی ملازمت کرنا یا انکی ان امور میں اعانت کرنا حرام ہے بلکہ تبدل کفر بالایمان اور یہی حال دیگر مذاہب کا ہے۔ نعوذ باللہ منہ +

ترکیب

وقالوا فعل با فاعل لن یدخل الجنۃ الخ جملہ مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ تامّہ خبریّہ ہوکر معطوف ہوا و دّ پر۔ الا محل رفع میں ہے لسبب یدخل کے۔ ہود جمع ہائد کی ہے جیسا کہ عائذ کی عُود۔ بعض کہتے ہیں کہ اس جمع کا مُفرد نہیں وفیہ ما فیہ نصاریٰ جمع نصران کی ہے جیسا کہ سکاری سکران کی۔ تلک مبتدا امانیہم خبر قل فعل انت ضمیر فاعل ہاتوا امر حاضر معروف معتل اللام تصریفہ ہاتا ہاتی ہاتا ہاتاۃ مثل رامی یرامی مُرا ماۃ۔ وہاتو مثل رامُوا اور اصل اسکی ہاتیو تھی تعلیل ہوگئی برہان مضاف کم مُضاف الیہ۔ مجموعہ مفعول ہوا ہاتوا کا پھر یہ سب جملہ مقولہ ہوا قل کا من شرطیہ اسلم فعل ضمیر ہو راجع من کی طرف وہ فاعل ذی الحال وجہہ مفعول للہ متعلق فعل وہو محسن جملہ اسمیہ حال یہ تمام جملہ شرط فلہ اجرہ الخ تمام جملہ اسمیّہ جواب شرط وقالت فعل الیہود فاعل لیست النصاریٰ الخ جملہ اسکا مقولہ وقس علیہ۔ وہم تیلون الخ جملہ خبریہ حال ہے قالت سے کذلک کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ صفت ہے مصدر محذوف کی مثل قولہم یا بدل ہے محل کاف سے یا مفعول ہے لایعلمون کا۔

تفسیر

پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ اہل کتاب دلی آرزو کرتے ہیں کہ کسیطرح تمکو پھر کفر میں مبتلا کردیں اور اسی لئے تمہارے دل میں شکوک وشبہات ڈالتے ہیں اور ان شبہات کو خدا تعالیٰ نے زائل کردیا تہا اسکے بعد اب انکے ایک اور مکر و فریب کو زائل کرتا ہے انہوں نے یہ تمہارے کافر کرنیکے لئے اور اپنی اس دلی آرزو پورا کرنیکے واسطے یہی کہتے ہیں کہ جنت ہمارا حصہ ہے چنانچہ مدینہ کے یہودیوں نے مسلمانوں سے یہہ کہا کہ تم ہزار عبادت کرو کیسے ہی نیک ور موحد بنجاؤ مگر جنت میں سوا یہود کے اور کوئی نہیں جائیگا

اور نجران کے عیسائیوں نے کہا کہ حیات ابدی اور تسلی اور جنت حقیقی وہ خاص عیسائیوں کا حصہ ہے بغیر اسکے کہ کوئی مسیح کو
خدا اور خدا کا بیٹا اور تمام گناہوں کا کفارہ سمجھے کبھی نجات نہ پائیگا تسلی اور روح کو اطمینان اسی مذہب میں حاصل ہوتا ہے
(جیسا کہ آجکل کے پادری بھی یہی کہا کرتے ہیں اور جب دلائل سے عاجز ہو جاتے ہیں تو سیدھے سادے لوگوں کو ایسی ابلہ فریب
باتوں سے پرچایا کرتے ہیں) خدا تعالی انکی اس دلیل پوچ کو ہی رد کرتا ہے کہ یہہ تو تمہارے دلوں کے خیالات خام ہیں اگر سچے ہو
تو کوئی قوی دلیل لاؤ بلکہ نجات ابدی اور جنت کا مستحق ہونا خدا کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے (سو یہہ بات مذہب اسلام میں
منحصر ہے جسکے نام میں فرمانبرداری پڑی ہے کسی نبی اور کسی کتاب الہامی سے اور کسی حکم الٰہی سے اسکو انکار نہیں) اور صرف
تمہارے مقابلہ ہی میں اے مسلمانو یہ لوگ ایسی باتیں نہیں بناتے بلکہ باہم بھی ایک دوسرے کو یہی کہتا ہے چنانچہ یہود کہتے ہیں
کہ نصاری سراسر بدراہ ہیں اور نصاری یہود کو سراسر بدراہ بتاتے ہیں اور لطف یہہ کہ دونوں ایک کتاب کے مقر اور اسکو پڑھتے ہیں
یعنی تورات و صحف انبیاء پھر اس پر یہہ بے انصافی اور اختلاف اور یہہ خیالات کچھ انہیں میں نہیں بلکہ ان سے پیشتر عرب کے بت پرست
جو جاہل تھے وہ بھی کہا کرتے تھے کہ بغیر فلاں بت کی نذر و نیاز کے انسان کی نجات اور قضاء حاجات نہیں ہو سکتی پس حق مذہب
ہے تو ہمارا ہے اور دیگر مذاہب ہیچ و پوچ ہیں حالانکہ انکا گمراہ ہونا تو تمام عقلاء کے نزدیک متفق علیہ ہے پھر کیا انکے خیالات سے
دین حق میں کچھ فرق آسکتا ہے اسیطرح انکے بیہودہ خیالات ہیں قیامت کو ہم ان میں فیصلہ کرینگے کہ کون حق پر اور کون
ناحق پر تھا +

متعلقات

(۱) جب خدا تعالی نے یہود اور نصاری کے جھوٹے دعوی کو رد کیا اور اسپر دلیل طلب کی تو یہہ کہہ سکتے تھے کہ تمہاری خاص کر
جنت میں جاوینگے مگر یہہ نکہا کیونکہ اسکے مقابلہ میں دوسرا شخص کہہ سکتا تھا کہ تمہارا ہی یہ دعوی بلا دلیل ہے ہر شخص اپنے ملت و
مذہب کے مقابلہ میں اور مذاہب کو غلط سمجھا کرتا ہے ۔ بلکہ ایک ایسی بات کہی کہ جس کا کوئی بھی اہل عقل انکار نہیں کرسکتا اور جسکو ہر ملک
اور ہر مذہب کے لوگ بالاتفاق مانتے ہیں وہ یہہ کہ نجات خدا تعالی کی فرمانبرداری اور نیکوکاری پر منحصر ہے جسکو کہ اسلام ہی کہتے
ہیں اس میں عرب و عجم ہندو عیسائی یہود کی کچھ خصوصیت نہیں کیلئے کہ خدا تمام عالم کا خدا ہے اسکو اپنے سب نیک اور فرمانبردار
بندوں سے مساوی تعلق ہے ۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تمام ہدایتوں کا یہی اصل اصول ہے پس
جو شخص تعصب قومی یا تقلید رسمی سے اس کتاب اور نبی کو نہیں مانتا وہ ہرگز مستحق نجات نہیں جب اور کوئی مستحق نجات نہیں
تو انکا انحصار باطل ہوکر اسکا انحصار صحیح ہوگیا لازم کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت کردیا +

(۲) اسلام لغت میں جھکنے اور مطیع ہونیکو کہتے ہیں اور جہاں زیادہ اطاعت اور فرمانبرداری مطلوب ہوتی ہے تو الآن
یا سر جھکانا بولتے ہیں اور چونکہ مذہب اسلام میں خدا تعالی کی جدید فرمانبرداری ہے جان سے اور مال سے تو اس لئے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا

اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے کہ جسنے اللہ کی مسجدوں میں اُسکے نام لینے کی ممانعت کردی اور انکے اُجاڑنے میں کوشش کی انکو تو یہی لائق تھا کہ ان میں ڈرتے

خَآئِفِيْنَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

ہوئے جاتے انکو دنیا میں رُسوائی ہے اور انکو آخرت میں بڑا عذاب ہے

نام ہی اسلام قرار پایا - (۳) یہود و نصاریٰ چونکہ یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ہمارے سوا اور کوئی جنت کا مستحق نہیں تو اسکے ردمیں صرف یہی نہ فرمایا کہ اُدھر لوگ ہی جنت میں جاوینگے یا خاص اور ہی داخل ہوں گے بلکہ جنکے یہ اوصاف ہوں گے (اسلام یعنی ایمان و احسان یعنی ہر قسم کے نیک عمل اور خدا تعالیٰ سے ارتباطِ قلبی) وہ صرف جنت میں داخل ہوں گے بلکہ لاخوف علیہم کہ آیندہ وہاں سے نکلنے اور کسی مصیبت مرض و افلاس موت وغیرہ سے اُنکو کوئی خوف نہ رہیگا ولاہم یحزنون اور نہ پچھلی باتوں پر اُنکو کبھی کوئی غم ہوگا نہ رنج پاس آویگا - دو باتوں کے مقابلہ میں دو باتیں ذکر کرکے پوری تسلی بخشدی + اے عیسائیو اب غور کرو اس کلام ربانی سے سچی تسلی اور حقیقی اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے یا پولوس کے تراشے ہوئے اس مسئلہ سے کہ شریعت سے تم آزاد ہوگئے جو چاہو کرو - سب گناہ حضرت مسیح اُٹھا لینگے ؟ یہ بات تو نفس کو شتر بے مہار کرنیکے حق میں شیطان کے افسوں سے بڑھکر ہے معاذ اللہ خدا اور الہام کی یہ شان نہیں +

ترکیب

مَن استفہامیہ انکاریہ محل رفع میں ہے بسبب مبتدا ہونیکے اور اظلم اسکی خبر ہے یعنے اُس سے کوئی زیادہ ظالم نہیں مِمَّن میں مَن نکرہ موصوفہ یا بمعنی الذی ہے - اَن یذکر موضع نصب میں ہے اسلئے کہ یہ مساجد مفعول منع سے بدل الاشتمال ہے تقدیرہ ذکر اسمہ فیہا خراب بمعنی تخریب اُولٰئک مبتدا، ما کان لہم الخ جملہ اسکی خبر - الا خائفین حال ہے ضمیر یدخلوہا سے +

تفسیر

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ اس قسم کی باتیں (کہ ہم ہی جنت میں جاوینگے) مشرکین عرب بھی کہتے ہیں کہ جنکو اہل کتاب بھی بدتر سمجھتے تھے اس آیت میں مشرکین عرب کے اور ضمناً یہود کے وہ حالات بیان کردیے کہ جن سے اُنکو بھی معلوم ہوجاوے کہ یہ کام اہل جنت کے نہیں تقریرہ اسے اہل کتاب جنت کے لیے جس طرح تم دعویٰ کرتے ہو اسیطرح مشرکین عرب بھی کرتے ہیں کہ جنکا فعل شنیع یہ ہے کہ وہ اُسکے بندوں کو اُسکی مسجدوں (مسجد الحرام - اور مسجد ابوبکر - اور مکہ اور اُسکے اطراف میں وہ مقامات کو جو اہل اسلام نے عبادت کے لیے خاص کئے تھے) خدا کا نام لینے نہیں دیتے بلکہ اُنکی بربادی اور بے رونقی میں کوشش کرنے میں اور دسنا جلنا کو ڈھانے سے چنانچہ ایسے چبوتروں کو اُکھاڑ پھینکتے تھے اور مسجدِ حرام میں جب اُسکا نام لینے کی ممانعت کردی تو اُسکی ہی

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب سو تم جدھر منھ کروگے وہیں خدا کا منہ ہے (یعنی ذات) اللہ وسیع اور دانا ہے اور کہتے ہیں خدا نے بنا لیا ہے بیٹا وہ پاک ہے۔ بلکہ اُسیکا ہے جو کچھ کہ آسمانوں

وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

اور زمین میں ہے سب اُسیکے فرمانبردار ہیں پیدا کرنیوالا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جب کرنا چاہتا ہے کوئی کام تو اسکو یہی کہتا ہے کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے

بربادی میں کوشش کی اور یہ مکانات تو اس قابل ہیں کہ وہاں ادب اور خوف سے جانا چاہئے سو ایسے لوگوں سے بڑھکر کون ظالم ہے؟ اور جس حال میں کہ تم ان مشرکین عرب کے مددگار ہو اور ان مسلمانوں سے اسلئے کینہ رکھتے ہو کہ وہ خاص اللہ کا نام لیتے اور اُسکی عبادت کرتے ہیں تو تم بھی اُنکے شریک حال ہو تو ایسے لوگوں کو تو دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم ملتا ہے نہ کہ جنت پھر اس حال پر یہ دعوی کہ ہمیں جنت میں جاویں گے ؎ باین نواری توقع ملک داری ایکبار نبی صلعم مسجد الحرام میں نماز پڑھتے تھے کہ ابوجہل نے گلے میں پٹکا ڈالکر یہانتک کھینچا کہ حضرت کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔ ایک بار کفار نے نماز پڑھتے میں حضرت پر مُردہ اُونٹ کی ناپاک انتڑیاں اور اوجھڑی ڈالدی۔ ایکبار ابو ذر کو خانہ کعبہ کے پاس ایسا مارا کہ لہو میں سر سے پاؤں تک رنگین ہو گئے۔ حضرت ابوبکر کے چبوترہ کو جسپر وہ عبادت کرتے اور قرآن پڑھتے تھے توڑ ڈالا۔ ایکبار جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مدینہ سے عمرہ کے لئے مکہ میں آئے تو مشرکین مکہ نے بمقام حدیبیہ آپ کو روکدیا۔ اسیطرح ہزاروں ستم کئے خدا پرستوں کو ستایا اور اب بھی لوگ کہیں کہیں ستاتے اذان یعنی اُسکا نام پکار کر لینے سے منع کرتے ہیں اُسکی عبادتگاہ کو ڈھاتے ہیں لیکن جو ایسا کرتا ہے اُسکو خدا دُنیا میں بھی ذلیل و رسوا کرتا ہے جیسا کہ مشرکین عرب اور اُنکے معین و مددگار یہود و نصاری کو کیا اُنکی قدیم سلطنتوں کے تخت اُلٹ دیئے ان مظلوموں کو روئے زمین کا حاکم کردیا آخرت میں بجائے جنت کے جہنم میں جلتے ہیں سچ ہے خدا پرستوں کا ستانا اچھا نہیں ؎ ما آبگینہ ایم شویم از شکست تیز ٭ آزار ما بد آنکہ بود دست ما

ترکیب

للہ خبر مقدم المشرق والمغرب مبتدا موخر جملہ مستانفہ ہوا فاینما شرط تولوا مجزوم ہے بسبب شرط فثم وجہ اللہ جملہ اسمیہ خبریہ جواب شرط اللہ اسم اِنّ واسع خبر موصوف علیم صفت جملہ مستانفہ۔ وقالو فعل ہم ضمیر فاعل اتخذ فعل اللہ فاعل ولداً مفعول بہ جملہ ملکر مقولہ ہوا۔ سبحانہ جملہ معترضہ بدیع بمعنی مُبدع مضاف السموات والارض مضاف الیہ مجموعہ خبر مبتدا محذوف کی سا ہو واذا قضی الخ شرط فانما یقول الخ جواب شرط ٭

تفسیر

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ مشرکین باوجود دعوی نجات خاصہ کے خدا کی مساجدوں کو برباد کرتے ہیں اسجگہ یہ بات کھولدی کہ اُنکے

برباد کرنے سے خدا کی عبادت کا سلسلہ منقطع نہیں ہو سکتا کیونکہ تمام مشرق و مغرب خدا کے لئے ہے جدہر چاہو مونہہ کرکے اور جسجگہ میں بیٹھ کر عبادت کروگے وہیں خدا تعالیٰ حاضر و ناظر موجود ہے (اسلیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے میرے لئے تمام روی زمین کو مسجد کر دیا یعنے عبادت کی کوئی جگہہ خاص جسطرح کہ اور اُمتوں کے لئے تھی نرہی (مشکوٰۃ) خدا تعالیٰ وسیع ہے اور ہر بات جانتا ہے +

مفسرین کے اسکے **شان نزول** میں اور بھی اقوال ہیں چنانچہ عبداللہ بن عامر نے روایت کیا ہے کہ ہم جہاد میں ایک اندہیری رات میں آنحضرت کے ساتھ نماز میں مشغول ہوئے اندہیرے کی وجہ سے قبلہ نہ معلوم ہوا کسی نے کسیطرف کسی نے کسیطرف منہ کرکے نماز پڑہی پہر صبح کو معلوم ہوا کہ قبلہ رخ نماز نہ پڑہی گئی اور ہم نے یہہ بات آنحضرت سے ذکر کی تو یہہ آیت نازل ہوئی کہ مشرق و مغرب سب خدا کے لیئے ہے ہر طرف میں اُسکا جلوہ ہے ایسے عوارض میں تعلق جہت کچھ شرط نہیں (تفسیر کبیر) امام رازی اور ابن ماجہ نے بھی ایسا ہی مضمون نقل کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نماز سفر کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی کہ سفر میں جو شخص سواری میں بیٹھ کر نوافل پڑھنا چاہے اور اُس کی سواری کا مونہہ قبلہ کیطرف نہو تو کچھہ مضایقہ نہیں اُسیطرف مونہہ کرکے نماز پڑھ لے اُسکو بھی ترمذی اور نسائی اور ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے **ابن عباس** اور مجاہد اور حسن اور قتادہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ اسکے نازل ہونیکا یہ سبب ہوا تھا کہ جب آنحضرت کو بیت المقدس کیطرف سے خانہ کعبہ کیطرف مونہہ کرکے نماز پڑہنے کا حکم ہوا تو یہود نے طعن کیا اُس پر یہہ آیت نازل ہوئی کہ ہر طرف اُسکا جلوہ ہے اور مشرق و مغرب سیکا ہے کچھہ وہ جسم نہیں کہ مشرق کی طرف ہے یا مغرب کی طرف یا جنوب یا شمال کی طرف ۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہہ آیت تحویل قبلہ کے لئے نہیں ہے جسکا بیان آگے آتا ہے +

پہر اور بہی ان مدعیوں کے لغو اعتقاد بیان فرما کر اُنکو شرماتا ہے کہ ان مدعیوں نے یہہ بہی اعتقاد کر رکہا ہے کہ خدا نے بیٹا جنا ہے اگرچہ تمام یہود اسکے قائل نہیں اور نہ تہے مگر مدینہ کے یہود میں سے کعب بن اشرف اور کعب بن اسد اور وہب بن یہودا یہہ کہتے تہے کہ عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں (وقالت الیہود عزیر ابن اللہ) اور نصاری تو باتفاق چند فریق تمام کلیسا حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تہے اور اب بہی اس نجس اعتقاد کو موجب نجات جانتے ہیں اور پولوس نے اسکا رواج دیا ہے اِس پولوس اور اُس کے شاگردوں کی کتابوں ہیں کہ جنکو عیسائی انجیل اور کلام خدا کہکر دلخوش کرتے ہیں یہہ کفر اب تک موجود ہے اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تہے (الکم الذکر ولہ الانثی) +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اِس بات سے پاک ہے مگر وہ عقل کے اندہے اسقدر کہنے سے کب اس بدعقیدہ سے باز آسکتے تہے اسلیئے اسکے بعد اسکے بطلان پر ایک **برہان قاطع** اسطرح سے قایم کی کہ جسکو حکما فلاسفہ بہی سمجھہ سکیں اور عرب کے اور دیگر ملکوں کے ان پڑہ بہی سمجھکر اِس خیال سے باز آویں ۔ برہان عامی کی تقریر یہہ ہے (۱) باپ بیٹے میں مجانست اور مماثلت

ضرور ہے نا یہ شبہ تو باپ کے کمالات وصفات میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں اور نالائق کم اور خدا تعالیٰ میں تین باتیں سب کے
نزدیک مسلم الثبوت ہیں اول آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا جو بدیع السموات والارض میں مذکور ہے دوم اُس کے احکام تکوینی
کا ہر چیز پر نافذ ہونا ہر بات پر قادر مستقل ہونا جو اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون سے سمجھا جاتا ہے سوم مخلوقات میں سے ہر ایک
چیز کا اُسکے آگے مسخر ہونا جو کل لہ قانتون میں مذکور ہے حالانکہ یہ تینوں باتیں اُسکے سوا کسی میں بھی نہیں پائی جاتیں حضرت
مسیح اور عزیر اور فرشتوں نے آسمان و زمین تو کیا ایک پہاڑ کے پتھر کو بھی پیدا نہیں کیا اور ہر بات پر اُنکی قدرت نہ تھی خود
حضرت مسیح بقول نصاریٰ دار پر کھینچے جانے کے وقت کس آہ وزاری کے ساتھ چلاتے رہے مگر مخالفوں سے نجات نہ پا سکے
اسیطرح عزیر بخت نصر کا کچھ نہ کر سکے اور ایران کے بادشاہوں کی مدد و حکم بغیر بیت المقدس کی مرمت نہ کر سکے یہی حال فرشتوں کا
ہے اور اسیطرح عالم کی ہر چیز اُنکے آگے مسخر نہیں وہ خود اپنے ہی وجود اور عدم اور صحت و مرض پر حکمراں نہیں پائیوں کہو
(۲) عالم میں دو قسم کے تصرفات ہیں ایک یہ کہ ابتدا کسی چیز کا پیدا کرنا سو یہ کامل تصرف ہے یا پیدا کی ہوئی چیزوں
میں اُلٹ پھیر کر کے ایک نئی صورت پیدا کر دینا یہ تصرف ناقص ہے۔ اگر بغور دیکھا جاوے تو یہ دونوں تصرف خدا تعالیٰ کے قبضہ
میں ہیں اول میں کسیکو کچھ بھی حصہ نہیں مگر دوسری قسم میں کسیقدر مشابہت سی پائی جاتی ہے جیسا کہ معمار اور بڑھئی اینٹوں
اور لکڑیوں میں تصرف کر کے ایک مکان یا تخت بنا دیتا ہے یا کمہار مٹی اور گارے میں تصرف کر کے عمدہ عمدہ برتن اور مورتیں
بناتا ہے اور باپ اور بیٹے میں جو کچھ تصرف ہے تو از قسم ثانی ہے بلکہ وہ بھی ازحد ناقص کس لئے کہ باپ کا صرف یہی کام ہے کہ بچہ جننے
کی ماں کے رحم میں منی ڈالتا ہے جس سے پھر بتدریج بچہ پیدا ہوتا ہے سو جسکو اول اور دوم قسم کی قدرت کاملہ حاصل ہو وہ اس
تیسری قسم ارذل کیطرف کیوں محتاج ہونے لگا وہ تو بدیع السموات والارض ہے کہ ہر ایک آسمان و زمین کو ابتداءً پیدا کر دیا (۳)
علاوہ اسکے جو کوئی بیٹے کا خواستگار ہوتا ہے تو دو بات کے لئے ایک یہ کہ کوئی اُسکا اپنا اور حکم بردار ہو سو لہ ما فی السموات والارض
کل لہ قانتون آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسکی مخلوق و مملوک ہے بیٹا تو مخلوق و مملوک بھی نہیں ہوتا اور ہر چیز اُسکی فرمانبردار
اور اُسکے آگے مسخر ہے پھر ایک یا دو یا دس پانچ کو بیٹا بنا کر فرمانبردار کرنا کیا فائدہ؟ دوم یہ کہ بوقت ضرورت کام آوے اور اُسکی
پیری میں اسکا نایب بنکر کام کیا کرے سو یہ بھی نہیں کس لئے کہ وہ بدیع السموات والارض ہے ایسا قادر قدیم ہے کہ آسمانوں
اور زمین کو پیدا کر دیا اُسکو ضرورت اور پیری کب لاحق ہو سکتی ہے وہ ازلی ابدی ہے اُس پر ضعف و ناتوانی کا کیا دخل ہے
اور نائب بنا کر اُسکو کام لینے کی کیا حاجت ہے اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون اُسکے حکم سے فوراً ہر چیز موجود ہو جاتی ہے
اور **برہان خاصی** کی یہ تقریر ہے۔ یہ مقدمہ بدیہی ہے کہ ولد اور والد میں مجانست ضرور ہے اور خدا کے لئے اگر کوئی
ولد ہو تو مجانست لازم آوے اور یہ محال ہے تو ولد کا ہونا بھی محال ہے۔ مجانست کا محال ہونا اسطرح ہے کہ جب دو چیزیں باہم

ہمجنس ہوتے ہیں تو انمیں ایک فصل ممیز بھی ضرور ہوتی ہے تو ہر ایک کے لئے دو جز حقیقت قرار پاوینگے ایک جنس دوسری فصل اور جو مرکب ہوتا ہے تو حادث ہوتا ہے پس خداوند تعالیٰ کا حادث ہونا ثابت ہوجاویگا - اور یہ محال ہے - خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس دلیل کے دوسرے مقدمہ کے بطلان پر (یعنے مجانست کے بطلان پر) اس آیت میں اشارہ کردیا لہ ما فی السموات والارض کل لہ قانتون کہ خدا کی ہر چیز مملوک و مخلوق و مسخر ہے پھر اُس کا ہم جنس کون ہے پھر اس آیت بدیع السموات والارض میں اور بھی مباینت کلی بیان کردی کہ کوئی ما فی السموات والارض سے یہ نہ سمجھ لے کہ خود آسمان و زمین قدیم اور واجب الوجود ہوں بلکہ یہ آسمان اور زمین اور جو کچھ انکے اندر ہے سب حادث اور ممکن ہے سبکا وہ خالق ہے پس ولدیت کیسی اور مجانست کیسی اسکے بعد صفات میں بھی تفاوت صریح بیان کردیا وہ یہ کہ اذا قضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون کہ اُسکی یہ قدرت ہے کہ جو کسی دوسرے میں نہیں یعنے جب وہ کُنْ کہتا ہے اُسیوقت وہ چیز پیدا ہوجاتی ہے - خاص اس آیت سے اور بھی دلائل نفی ولدیت پر مستنبط ہوسکتے ہیں مگر یہاں اُردو خوانوں کی استعداد فہم پر نظر کرکے اسی قدر پر بس کرتا ہوں ؂

فوائد

(۱) بعض عیسائی جب ان دلائل سے عاجز ہوجاتے ہیں تو لاچار ہوکر ایک اور حیلہ کرتے ہیں وہ یہ کہ ہماری مراد بیٹے ہونے سے اس قسم کا بیٹا نہیں یعنی اسکے حقیقی معنی مراد نہیں مسلمان حقیقی معنی خیال کرکے اعتراضات کرتے ہیں مگر جب اُنسے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا مجازی معنی لیتے ہو یا کچھ اور اول شق میں تو اسکے معنے محبوب اور معزز کے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے اور بھی انبیاء پر بائیبل میں لفظ ابن اس معنی کرکے بولا گیا اور اب دُنیا شریعت محمدیہ میں اسکی ممانعت ہوگئی ہے اور اگر کچھ اور مراد ہے تو اسکو بیان کرو مگر الوہیت میں شریک کروگے تو پھر انہیں دلائل سے رد کیا جاویگا کس لئے کہ دو الہ ہو نہیں سکتے بعض پادری لاچار ہوکر یہ کہدیتے ہیں کہ یہ سر الٰہی ہے ہم اسکو بیان نہیں کرسکتے جیسا کہ تمہارے ہاں آیات متشابہات مگر یہ بھی عذر بدتر از گناہ ہے کس لئے کہ ہم آیات متشابہات کے ایک خاص معنی تجویز کرکے اُسکے ماننے کو باعث نجات تو نہیں کہتے بلکہ مجملاً تسلیم کرنے پر بس کرتے ہیں اور تم لفظ ابن اور اب کی نسبت ایسا نہیں کرتے بلکہ اسکے معنے باپ اور بیٹا قرار دیکر سب کو سمجھاتے اور اسکو موجب نجات ٹھہراتے ہو پھر اسپر قیاس کرنا بڑی غلطی ہے فی الحقیقت یہ ایسا لغو اور غلط عقیدہ ہے کہ ہر دانشمند کو تنفر طبعی ہے اسلئے آجکل یورپ میں لاکھوں آدمی اس عقیدہ سے بلکہ مذہب نصرانی سے نفرت کرکے کچھ اسلام کی طرف اور کچھ الحاد کی طرف مائل ہوتے چلے جاتے ہیں صرف پادری اور مشن کے ملازم یا چند سادہ لوح عیسائی ہیں جو اسکو مانتے ہیں واللہ الہادی وغیرہ از منتہ المقاصد والمبادی (۲) ابداع لغت میں ایسی چیز پیدا کرنے کو کہتے ہیں کہ جو نئی ہو اور اسی سے بدعت ہے یعنے دین میں کوئی نئی بات نکالنا اور اسی لئے قرآن میں ما کنت بدعا من الرسل آیا کہ میں انوکھا رسول

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ

اور بے علم کہتے ہیں کیوں نہیں ہم سے کلام کرتا اللہ یا کیوں ہمارے پاس کوئی آیت نہیں آتی۔ اسیطرح کہہ چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے انہیں کی سی بات یکساں ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ

انکے دل ہم نے بیان کردیں تمہیں یقین والوں کے لئے۔ ہمنے تجھکو دین حق دیکر خوشی اور ڈر سنانے بھیجا ہے۔ اور تجھ سے کچھ پرسش نہیں دوزخیوں کی

نہیں ہوں اعلاہ جو بدیع السموات الخ لیا موجد السموات نہ لیا آتیں یہ اشارہ ہے کہ اگر حضرت عیسی کو بغیر باپکے اور آدم کو بے ماں باپ کے اس نے پیدا کیا تو اس وجہ سے وہ خدا کے بیٹے نہیں ہوسکتے خدا نئی نئی اور طرح طرح کی چیزوں کا پیدا کرنیوالا ہے

ترکیب

قال فعل الذین موصول لایعلمون صلہ مجموعہ فاعل لولا کلمہ تحضیض یکلمنا اللہ جملہ معطوف علیہ او تاتینا آیہ معطوف مجموعہ مقولہ ہوا قال فعل الذین من قبلہم صلہ موصول فاعل کذلک مفعول مقدم مثل مضاف قولہم مضاف الیہ مجموعہ بدل ہے یا بیان ہے کذلک سے تشابہت فعل قلوبہم فاعل جملہ فعل حال ہے بتقدیر قد الذین سے بالحق جار مجرور موضع حال ہیں ہے تقدیرہ ارسلناک معک الحق بشیرا و نذیرا دونوں حال ہیں کاف ارسلناک سے ؂

تفسیر

پیشتر خدا تعالی نے انکا دعا باطل بیان کیا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی کے لئے بیٹا ہے ہم اسکے ذریعہ سے نجات حاصل کرلینگے اس دعاوی باطل کرکے یہاں یہ بات ثابت کرتا ہے کہ اس قول کا منشا جہالت ہے کیونکہ وہ رسول کے مقابلہ میں یہ کہتے ہیں کہ کسلئے خدا ہمسے خود کلام نہیں کرتا اور کیوں ہماری پاس آیات نہیں بھیجتا رسول کے ذریعہ سے کیوں کلام کرتا اور آیات بھیجتا ہے؟ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہہ کہ انکو ابتک ہم کلامی کا واسطہ نہیں جسسے معلوم ہوا کہ اب جو کچھ ذات وصفات کے بارہ میں کہتے ہیں یا محض اپنی عقل سے یا کسی اس شخص سے سنکر جو خدا سے ہم کلام ہوتا ہے ہم کلام تو رسول ہوتا ہے اسکا تو یہ لوگ انکار ہی کررہے ہیں دوم یہہ کہ انکی عقل بھی سلیم نہیں کسلئے کہ خدا نور محض بندہ کثیف محض وہاں تک ہر شخص کو کس طرح سے رسائی ہوسکے اسکے لئے تو وہ نفوس مقدسہ درکار ہیں جو تمام بنی آدم میں ممتاز ہیں جنکو انبیاء کہتے ہیں پس جب عقل کا یہ حال ہے تو ان قول کا کیا اعتبار ہے کہ خدا کے لئے بیٹے ہیں اس جہالت پر یہ دعوی کہ ہم جنت میں جاوینگے۔ اسکے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ کچھ آپ پر منحصر نہیں انسے پہلے اور لوگ بھی ایسی باتیں کہہ چکے ہیں آپ رسول برحق ہیں لوگونکو عذاب نجات کا مژدہ اور ڈر سنانا آپ کا کام ہے آپ ازلی بدبختوں اور جہنمیوں کے ذمہ دار نہیں ہیں جو نہ مانے اسکا قصور ہے نہ کہ آپکی رسالت کا پس انہوں نے جسطرح خدا کی ذات میں بیٹے ہونیکا عیب لگایا اسیطرح

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ

اور ہرگز راضی نہونگے تجھ سے یہود اور نہ نصارے جبتک کہ تابع نہو تو اُنکے مذہب کا۔ تو کہدے ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی ہدایت ہے اور اگر تو بعد اسکے کہ

بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۞ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ

تیرے پاس علم آچکا ہے انکی خواہشوں کا تابع ہوگا تو پھر تیرے لئے اللہ کے ہاتھ سے نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ مددگار + جسکو ہمنے کتاب دی ہے اور وہ اسکو پڑھتے ہیں جیسا کہ اسکے پڑھنے کا حق

{ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞
وہی اسپر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو اسکے منکر ہیں سو وہی نقصان پانیوالے ہیں + }

آپ کی نبوت میں کلام کیا تو کچھ تعجب نہیں۔ اسکے بعد اور بھی تسلی دیتا ہے +

ترکیب

ولن ترضی فعل عنک اسکے متعلق الیہود و نصاریٰ فاعل حتی تتبع فعل انت فاعل ملتہم مفعول جملہ غایۃ قل فعل انت فاعل ان ہدی اللہ اسم ان ہو ضمیر فصل الہدیٰ خبر جملہ مقولہ ولئن میں لام تاکید ان شرطیہ اتبعت الخ شرط مالک الخ جواب شرط الذین موصول اتینہم الکتاب جملہ خبریہ صلہ یتلونہ حق تلاوتہ حال مقدرہ ہم سے یا الکتاب سے حق منصوب بوجہ مفعول مطلق ہونیکے تقدیرہ یتلونہ تلاوۃ حقا اولئک مبتدا یومنون بہ جملہ خبر مجموعہ خبر الذین ومن شرطیہ یکفر بہ جملہ شرط فاولئک ہم الخاسرون جواب شرط +

تفسیر

اسجگہ خدا تعالیٰ آنحضرت کو یہ بات تبلاتا ہے کہ آپکے معجزات سے اور اس کلام الٰہی سے یہود و نصاریٰ کو تعصب و ہوا نفسانیت سے انکار ہے وہ یہ نہیں چاہتے کہ ہم اور کی بات کو مانیں خواہ وہ حق ہو یا ناحق خواہ آسمانی فرشتہ ہی نے آکر کیوں نہ کہی ہو چنانچہ نصاریٰ کا پیر و مرشد **پولوس** یہ کہتا ہے کہ اگر تمکو آسمان کا فرشتہ بھی کلام الٰہی سناوے تو اسکو بھی نہ مانیو (نامہ گلاتیون کا اول باب) معاذ اللہ اس تعصب کا ٹھکانا ہے بلکہ اسپر بھی بس نہیں وہ خود آپکو آپنے مذہب باطل کا مرید بنانا چاہتے ہیں تو اُنسے کہدے کہ تمہارے مرشدوں کی خیالات باطلہ ہدایت نہیں کہ مجھکو اُنکا ماننا ضرور ہو ہدایت تو وہی ہے کہ جو خدا کی طرف سے ہے۔ اور اے نبی آپ ہرگز اُنکے خیالات باطلہ کا اتباع نکیجئے کیونکہ آپکے پاس وحی اور دین حق آچکا ہے اور جو ایسا کروگے تو خدا کے غضب سے پھر تمکو کوئی بچا نہ سکیگا اور وہ اپنی اہل کتاب ہونے پر ناز نہ کریں کیونکہ درحقیقت اہل کتاب تو وہی ہیں کہ جو اُسکو عمدہ طرح پڑھتے یعنے اُسپر عمل کرتے اور اسپر یقین رکھتے ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور نجاشی کہ جنہوں نے موافق بشارات حضرت موسیٰ اور پیشین گوئی حضرت عیسیٰ کی آپکو سچا رسول جانا اور آپ پر ایمان لائے ورنہ اور تو سب زیاں کار ہیں درحقیقت جسطرح بلاوجہ یہودی حضرت عیسیٰ کا انکار کرتے ہیں اسیطرح یہودی بلکہ نصاریٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہیں **اھواء** ہوا کی جمع ہے جسکے معنے خواہش نفس کے ہیں اسمیں نکتہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ

اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمکو دی تھی اور یہ کہ میں نے تمکو جہان پر بزرگی دی تھی اور ڈرو اس دن سے کہ جسدن کوئی کسیکے کچھ کام آویگا

شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اور نہ اسکی طرف سے بدلہ قبول ہوگا اور نہ سفارش فائدہ دیگی اور نہ انکی مدد کی جائیگی

مذہب میں جو باتیں حق ہیں وہ حق ہیں اُنکے اتباع کا مضائقہ نہیں کیونکہ یہ مذہب نیا ایکطرف سے پہلے ہیں ہاں جو کچھ پچھلے لوگوں کے زوائد اور مشایخ کی قلعی چڑہائی ہوئی ہے وہ ہوا ہے اُسکا اتباع نچاہیے اُسکی اصلاح کو نبی آخرالزماں علیہ السلام بھیجے گئے ہیں اور چونکہ انکی کتابوں میں اصل و زوائد کو مخلوط کر دیا گیا ہے اسلئے اُنکے اتباع سے منع کیا گیا ؛

ترکیب

یا حرف ندا بنی مضاف اصل میں بنین جمع ابن بمعنی پسران اضافت سے ساقط ہوگیا اسرائیل مضاف الیہ مجموعہ منادی اذکروا فعل امر حاضر معروف ضمیر انتم فاعل نعمتی مفعول موصوف التی موصول انعمت علیکم جملہ صلہ عائد محذوف مجموعہ صفت صفت موصوف کا مجموعہ معطوف علیہ وانی فضلتکم علی العلمین جملہ معطوف پھر سب ملکر مفعول ہوا اذکروا کا - اذکروا اپنے فاعل او مفعول سے ملکر جملہ ندائیہ ہوا - واتقوا الخ اسکی ترکیب بیان ہوچکی وہاں دیکھ لو ؛

تفسیر

اس سورہ میں خدا تعالی نے جب بنی اسرائیل سے کلام شروع کیا تھا تو وہاں بھی یہی فرمایا تھا کہ یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی الایہ اور پھر جب اُنکی نصیحت اور اُنکے مکائد پر نصیحت سے فراغت پائی تو پھر کلام کو تمام کرتے وقت بھی یہی فرمایا کہ ای بنی اسرائیل تم احسانات کو یاد کرو کہ میں نے تمہارے ساتھ مختلف اوقات اور مختلف مقامات میں کیا کیا احسان کئے یہانتک کہ تمہارے خاندان کو ایکوقت میں دنیا کے تمام خاندانوں سے افضل و اشرف کر دیا تھا اور تم نے پھر جسقدر نافرمانیاں کیں اُنکے بُرے نتایج دنیا میں بھگتے اب اگر تم اپنی نافرمانی اور سرکشی سے باز نہیں آتے تو یہ بھی یاد رہے کہ میں جسطرح کریم و رحیم غصہ کا دھیما ہوں اسیطرح قہار و جبار بھی ہوں پھر تم روز قیامت سے ڈرتے رہو کہ جہاں کسیکی سفارش کام آتی ہے نہ کچھ معاوضہ لیا جاتا ہے نہ کوئی مددگار مدد کرکے چھڑا سکتا ہے - یہ کمال بلاغت ہے کہ اول موردِ نزاع کو قایم کرکے اُسپر بہت کچھ دلائل لائے جائیں اور پھر نتیجہ میں وہی دعوی ذکر کیا جاوے اور نیز نصیحت قبول کرانیکے حق میں یہ بات کہ منافع اور رحمت سے اُمید دلائی جاوے اور پھر انجام کا خوف بھی دلایا جاوے ؛ اکسیر کا اثر رکھتی ہے ؛

(اسکے بعد)

خدا تعالی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسیقدر حالات بیان فرماتا ہے کہ جنکی نسل سے ہونے پر یہود و نصاری او مشرکین عرب کو

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ

اور (یاد کرو) جبکہ ابراہیم کو اُسکے ربنے کئی باتوں میں آزمایا سو اُسنے اُنکو پورا کر دیا خدانے کہا کہ ہم تمہارا لوگوں کا پیشوا کیا چاہتے ہیں وہ بولا میری اولاد میں سے بھی (خدانے) فرمایا میرا قرار ظالموں

بڑا ناز تھا تاکہ خود اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری کی کیفیت معلوم ہوجاوے اور انہیں کے بیان سے نبی آخرالزما

کا برحق ہونا ثابت ہوجاوے اور ان کا ابراہیم علیہ السلام کے عہدۂ نبوت سے محروم ہونا معلوم ہوجاوے ✤

ترکیب

واذا محل نصب میں ہے اذکر محذوف سے ۔ ابتلی فعل ابراہیم مفعول ربہ فاعل بکلمات متعلق ہوا ابتلی کے فاتم فعل ضمیر ہو راجع

ابراہیم کیطرف فاعل ہن مفعول راجع کلمات کیطرف قال فعل ضمیر ہو راجع رب کی طرف فاعل انی الخ جملہ مقولہ ۔ انی میں ی اسم

ان جاعلک الخ جملہ خبر ک مفعول اول جاعل کا اماما مفعول ثانی للناس متعلق جاعل کے یہ تمام جملہ یا ابتلی کا بیان ہے یا جملہ

مستانفہ ہے ومن ذریتی اسکا عطف کاف پر ہے لے و بعض ذریتی کما تقول وزیدا فی جواب سا کرمک لے واجعل فریقا من ذریتی

اماما لا ینال فعل عہدی فاعل الظلمین مفعول سب جملہ مقولہ ہوا قال کا جو جواب ہے سوال ابراہیم کا ✤

تفسیر

مکہ بلکہ تمام عرب کے لوگ اور یہود اور نصاری سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے (بلکہ اب بھی مانتے ہیں) اور ہر

فریق کو اسبات پر بڑا غرہ تھا کہ ہم ابراہیم کی نسل ہیں اور انکے طریقہ کے پیرو ہیں خدانے اُنکے لئے اور اُنکی اولاد کے لئے برکت کا

وعدہ کرلیا ہے سو وہ ہمکو ہر حال میں کافی ہے خدا تعالے اسکے جواب میں فرماتا ہے کہ تم ابراہیم کے طریق پر نہیں

وہ ہمارا نہایت فرمانبردار تھا جسنے اُسکو کئی باتوں میں آزمایا وہ سچا نکلا بیٹے کی قربانی کا حکم دیا وہ ہمہ تن آمادہ ہوگیا

اور ستارہ پرستوں کی محبت اور برادری بلکہ وطن چھوڑنیکو کہا اُسنے ویسا ہی کیا سب کو چھوڑ ملک شام میں آ رہ رکھتا

عرب میں خدا کے لئے عبادت خانہ بنانے اور اسکی محافظت کے لئے اپنی اولاد بسانیکو کہا اُسنے اپنے پیارے بیٹے اسمعیل

کو وہاں بسایا اور خانہ کعبہ بنایا نمرود نے آگ میں ڈالا ایمان پر قایم رہکر اُسمیں گرنا منظور کیا (عن الحسن) توحید قائم

کرنے اور نماز و زکوۃ و طہارت ظاہریہ و باطنیہ و ختنہ وغیرہا ۔ اسکے صلہ میں ہمنے اُس سے کہا کہ ہم تجھکو تمام عالم کا پیشوا یعنے

نبی بنانا چاہتے ہیں اُس نے کہا کہ الٰہی میری اولاد میں سے بھی انبیا اور بابرکت لوگ پیدا کیجیو تاکہ تیری خدمتگزاری

اور فرمانبرداری ہمیشہ میرے خاندان میں رہے ہمنے کہا البتہ ایک گروہ تیری اولاد میں سے ایسا ہوگا مگر جو بدکار ہونگے

اُنکے لئے میرا اقرار نہیں اُنکو یہ برکت نصیب نہوگی ✤

پس اے بنی اسرائیل اور اے عرب کے مشرکو تم کو لازم ہے کہ اپنے مسلم الثبوت بزرگ کی پیروی کرو خدا کی اور اُسکے

نبی آخر الزمان کی اطاعت کرو کہ جسکے سبب خود ابراہیم نے دعا کی ومن ذریتی اگر تم دل سے دین ابراہیمی کے مطیع ہو تو تمکو لازم ہے کہ اس نبی ابراہیمی کا اتباع کرو واسے اہل کتاب تم اس بات کا خیال نکرو کہ یہ نبی ہمارے خاندان سے کیوں نہیں ہے ابراہیم نے صرف اپنے بیٹے اسحاق ہی کے خاندان کے لئے برکت نچاہی تھی بلکہ اسمعیل کے لئے بھی۔ چنانچہ سفر پیدائش کے سترہویں باب میں یہ ہے اور اسمعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھ میں اسے برکت دونگا اور اسے برومند کرونگا اور میں اسے بڑی قوم بناؤنگا سو یہ اسمعیل کے خاندان سے ہے اور اگر تم اطاعت نکروگے تو تمکو ابراہیم کی برکت سے کچھ حصہ ملیگا

فوائد

(١) کلمات کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں قوی وہی ہے جو ہمنے بیان کیا مگر کلمات سے عجائب صنع باری اسجگہ مراد لینا خلاف نقل وعقل ہے (٢) امام کے معنے پیشوا کے ہیں جسکا فرد کامل نبی ہے اور خلیفہ اور قاضی اور جماعت کے امام پر بھی صادق آتا ہے مگر مراد نبی ہے توراۃ سفر پیدایش کے بارہویں باب میں بھی اسکا ذکر ہے اور خداوند نے ابراہام کو کہا تھا کہ تو اپنے ملک اور اپنے قرابتیوں کے درمیان سے اور اپنے باپ کے گھر سے اس ملک میں جو میں تجھے دکھاؤنگا نکل چل اور میں تجھے ایک بڑی قوم بناؤنگا اور تجھکو مبارک اور تیرا نام بڑا کرونگا اور تو ایک برکت ہوگا اور انکو جو تجھے برکت دیتے ہیں برکت دونگا اور اسکو جو تجھپر لعنت کرتے ہیں لعنتی کرونگا اور دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پاوینگے بلاشک یہود اور عیسائی اور مسلمان اور مجوس سب حضرت ابراہیم کو پیشوا جانتے ہیں ❊

(٣) ذریت کے معنی نسل بوزن فعیلۃ ذر بمعنی خلق سے مشتق ہے اور ممکن ہے کہ ذر بمعنی تفریق سے مشتق ہو کیونکہ انسان کی نسل مخلوق بھی ہے اور پھیلتی بھی ہے (٤) لاینال عہدی الظلمین سے انبیاء علیہم السلام کا فسق وفجور سے بری ہونا ثابت ہوتا ہے دو وجہ سے **وجہ اول** یہہ کہ عہد سے مراد امامت ہے اور ہر نبی امام ہے۔ اور امام فاسق نہیں ہوتا جیسا کہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے پس نبی بھی فاسق نہوگا **وجہ دوم** اگر عہد سے مراد نبوت ہے تو کوئی ظالم یعنی فاسق نبی نہونا چاہئے اور اگر امامت ہے تو ہر نبی امام ہے اور امامت فاسق کو پہنچتی نہیں۔ رہی یہ بات کہ فاسق کیوں ظالم ہے سو اسکا ثبوت یہ ہے کہ ظلم وضع شی فی غیر محلہ یعنے بیجا کرنا سو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے کہ جو گناہ ہونکی وجہ سے اسکو سعادت اخرویہ سے محروم رکھتا ہے اس بیجا حرکت سے وہ ظالم ہے **خلاصہ** یہہ کہ کچھ حقوق العباد ہی میں تعدی کرنیکا نام ظلم نہیں بلکہ حقوق الہی میں تعدی کرنا بھی ظلم ہے۔ اسجا یہ **شبہ** ہوتا ہے کہ اگر یہ ہے تو پھر انبیاء علیہم السلام نے کیوں اپنے آپ کو ظالم کہا جیسا کہ یونس نے کہا انی کنت من الظلمین اور حضرت آدم کہتے ہیں ربنا ظلمنا انفسنا اسکا جواب یہ ہے کہ اس ظلم سے مراد معصیت ہے کہ جو منافی عصمت انبیاء ہے اور کبھی اچھے لوگ ذرا سی لغزش اور بھول و

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا

اور جبکہ ہمنے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے مرجع اور امن کی جگہ بنایا۔ اور ٹھیرا دو مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ۔ اور ہمنے ابراہیم اور اسمعیل سے عہد لیا کہ میرے گھر کو پاک رکھیں

بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۱۲۵﴾

طواف کرنیوالوں اور عتکاف کرنیوالوں اور رکوع اور سجدہ کرنیوالوں کے لئے

چونکہ لوگ عاجزی اور استغفار کے موقع میں ظلم تعبیر کرتے ہیں سو اس مقام پر انبیاء اس زلت کو ظلم کہہ رہے ہیں سو یہ ظلم نہیں کہ جو منافی عصمت ہے شیعہ اس آیت سے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضہ کی امامت یا خلافت کا ابطال اس طرح پر کیا کرتے ہیں کہ بقول اہل سنت بھی یہ لوگ معصوم نہ تھے پس فاسق ہوئے اور فاسق کے لئے امامت نہیں پہنچتی نہیں سکا جواب یہ ہے کہ عصمت شرط نہونیسے یہ لازم نہیں آتا کہ فاسق یا ظالم ہوا کرے سو ہاں مومن صالح ہیں کہ جو فاسق و ظالم نہیں حالانکہ انکے معصوم ہونیکا کوئی بھی قایل نہیں۔ اسیطرح یہ بزرگوار تھے اور جن روایتوں میں انکی نسبت معصیت مذکورہ ہے وہ سب غلط اور متعصب لوگوں کی بناوٹ ہیں۔ ایسے بے بنیاد شبہ پر شیعہ نے حضرت امام حسین کی اولاد میں سے بعض لوگوں کو معصوم مانکر نبوت بلکہ خدائی کے درجہ پر پہنچا دیا ہے جسپر محققین شیعہ سخت تاسف کرتے ہیں +

ترکیب

واذ معمول ہے عامل محذوف کا البیت مفعول اول جعلنا کا مثابۃ مفعول ثانی وامنا اسپر معطوف اتخذوا امر حاضر معروف انتم فاعل من معنی فی ویجوزان یکون للتبعیض ویجوزان یکون زائدۃ مصلی ظرف مفعول ہے اتخذوا کا وعہدنا فعل با فاعل الی ابراہیم و اسمعیل متعلق ہے عہدنا سے ان طہرا الخ میں ان مفسرہ ہے بمعنی اسے اس تقدیر پر یہ عہد کی تفسیر ہے اور ممکن ہے کہ مصدریہ ہوے الرکع راکع کی جمع اور السجود ساجد کی +

تفسیر

پہلی آیت میں اس بات کا ذکر تھا کہ ہمنے ابراہیم کو کئی باتوں میں آزمایا تو پورا پایا چونکہ اور باتوں کو اہل کتاب بھی تسلیم کرتے تھے مگر منجملہ انکے ایک بڑی بھاری بات کعبہ کی تعمیر اور اسکا حج مقرر کرنا تھا اسکے اہل کتاب منکر تھے اور حج کو ایک لغو حرکت جانتے تھے کہ یہ صرف عرب کے جاہلوں کا طریقہ ہے حضرت ابراہیم کا طریقہ نہیں اور نہ اس کعبہ کو ابراہیم نے بنایا ہے نہ حاجیوں اور طواف کرنے والوں کے لئے مقرر کیا ہے سو انکو جہت عبادت اور قبلہ بنانا ہی رسم مشرکین ہے محمد مشرکین کی رسم کو سبب ملک و حب قوم سے نباہ رہے ہیں اور اسلئے دل سے چاہ رہے ہیں **پس** ان آیات میں خدا تعالی انکے اس خیال باطل کا رد کرتا ہے کہ خانہ کعبہ کو لوگوں کے لئے ثواب حاصل ہونیکی جگہ یعنی مرجع اور امن کی جگہ ہمیں نے بنایا ہم حکم دیتے

کہ سب لوگ مقام ابراہیم کو مصلے بنائیں یعنی وہاں نماز پڑہیں اور ہمیں نے ابراہیم اور اُسکے بیٹے
اسمٰعیل کو بڑی تاکید سے یہ کہا تھا کہ تم میرے اس گھر کو طواف کرنیوالوں اور اعتکاف کرنیوالوں اور نمازیوں کیلئے
پاک و صاف رکھیو۔ یعنی یہ بھی منجملہ اُن باتوں کے ہے کہ جن میں ابراہیم آزمائے گئے ✦ اسمیں مشرکین عرب
کی طرف بھی تعریض ہے کہ تم باوجودیکہ ملت ابراہیمی کی پابندی کا دعوےٰ کرتے اور خانۂ کعبہ کی تعظیم بھی کرتے ہو مگر
تم ملت ابراہیمی کے برخلاف ہو کیونکہ ابراہیم کو ہم نے جو اس گھر کے بنانیکا حکم دیا تھا تو نماز و طواف و اعتکاف عبادت
الٰہی کے لئے حکم دیا تھا نہ یہ کہ اسمیں بُت رکھکر اُنکی پرستش کی جائے اور تعظیم میں بھی تم پورے نہیں کیونکہ یہ جگہ
جاے امن ہے تم مسلمانوں کو یہاں امن سے آنے نہیں دیتے ✦ اس مقام پر چند **تحقیقات** قابل غور ہیں ✦

(**تحقیق اول**) مثابۃ ثاب یثوب مثابۃ اذا رجع سے مشتق ہے جسکے معنی رجوع کرنا یا رجوع کی جگہ عرب بولتے ہیں۔
ثاب الماء جبکہ وہ بہکر نہر میں آکر مجتمع ہو جاتا ہے اور اسی سے **ثواب** یعنی نیکی کرنے والے کی نیکی لوٹکر اُسکے پاس
آتی ہے جبکہ وہ اُسکا اجر پاتا ہے۔ اس مقام پر مثابۃ ظرف ہے ت زائد ہے جیسا کہ مقام و مقامۃ میں ہے یہ قول
فرا اور زجاج کا ہے اور قفال کہتا ہے کہ ت مبالغہ کے لئے ہے جیسا کہ نسابۃ اور علامۃ میں ہے۔ مثابۃ کے معنی
مرجع کے ہیں کہ خدا نے اہل ایمان کے دل میں خانہ کعبہ کا شوق جذب مقناطیسی کی طرح ڈالدیا ہے اسلئے آدمی اٹھوال
دور دراز سے وہاں آتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا اثر ہے فاجعل افئدۃ من الناس تہوی الیہم
نیز یہاں آکر ثواب آخرت نصیب ہوتا ہے اسلئے اس لفظ کے معنی ثواب پانے کی جگہ بھی ہیں۔ البیت سے مُراد
خانہ کعبہ ہے (۲) واتخذوا کو نافع اور ابن عامر نے بفتح خا بلفظ ماضی بھی پڑہا ہے اسکا عطف جعلنا پر قرار دیا
ہے یعنی لوگوں نے مقام ابراہیم کو مصلے بنایا اور جمہور تو بلفظ امر پڑہتے ہیں ✦ **مقام** ظرف کا صیغہ یعنے کھڑے
ہونے کی جگہ۔ پس مقام ابراہیم بقول ابن عباس وہ پتھر ہے کہ جس پر چڑھکر حضرت ابراہیم کعبہ کی دیواریں چُنتے
تھے اور جوں جوں دیواریں بلند ہوتی جاتی تہیں وہ پتھر بھی بلند ہوتا جاتا تھا اور حضرت اسمٰعیل نیچے سے پتھر اونکو
دیتے اور یہ دعا کرتے جاتے تھے ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ تفسیر کبیر ✦ اس پتھر پر حضرت ابراہیم کے پانو
کا نشان بھی تہا کہ جو لوگوں کی کثرت سے ہاتھ پھیرنے کی وجہ سے اب بخوبی معلوم نہیں ہوتا۔ بیہقی نے اپنی سنن
میں روایت کیا ہے کہ یہ پتھر جناب رسول اللہ صلعم کے عہد میں اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں کعبہ سے متصل تہا عمرؓ
کے عہد میں جو سیلاب آیا کہ جسکو ام نہشل کہتے ہیں یہ پتھر بہ گیا اور حضرت عمرؓ نے اسکو منگاکر کعبہ کے پاس ایک جگہ میں
رکھدیا اور اُسکے اردگرد پتھروں کی دیوار چُن دی چنانچہ ابتک وہ پتھر وہیں ہے اور اُسکے گرداگرد جالیاں بنی ہوئی ہیں

اس تقدیر پر آیت کے یہ معنی ہیں کہ اس پتھر کو نماز کی جگہہ بناؤ اسلئے امام اعظم اور امام شافعی وغیرہما علماء یہ فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ کے
بعد دو رکعت نماز اس پتھر کے سامنے پڑھنا چاہیں کہ یہ بمنزلہ امام کے ہے اگر ہجوم ہو اور ازدحام ہو تو اسکے متصل پڑھ لے چنانچہ صحیح مسلم
وغیرہ کتب حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کعبہ کا طواف کرکے مقام ابراہیم کی طرف قصد کیا اور اسکے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ کر یہ آیت
پڑھی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے اور کتب صحاح ستہ میں یہ بھی ہے کہ اول امر میں حضرت عمر نے آنحضرت سے استدعا کی تھی سو یہ آیت
نازل ہوئی۔ چونکہ یہ پتھر متبرک ہے اسلئے ایسے مقامات پر اسکے متصل عبادت الہی کرنا باعث قبولیت ہے یہ دو رکعت امام اعظم
کے نزدیک واجب ہیں اور امام شافعی سنت یا فرض کہتے ہیں مگر استحباب موکدہ پر سب کا اجماع ہے (تفسیر عزیزی) امام احمد وغیرہ
علماء کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم سے مراد کل حرم ہے اور اصلی نماز سے مراد دعا کرنا ہے کچھ اس پتھر کی خصوصیت نہیں (۴۳) جس جگہ
خدا تعالیٰ کی تجلیات اور برکات کا ظہور ہو ایسے مقامات کی محبت اور عظمت اسی کی طرف سے لوگوں کے دلوں میں پڑ جاتی ہے
علاوہ اسکے کبھی غیرت الہی ایسے مقامات مقدسہ کی گستاخی کرنے والیکو سزا بھی دیتی ہے کہ جس سے لوگوں کے دلوں میں ہیبت
پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کے عہد سے لیکر آنحضرت کے زمانہ تک بلکہ اب تک لوگوں نے بارہا ان باتوں کا مشاہدہ کیا ہے
اساف اور نائلہ مرد اور عورت تھے انہوں نے اسجگہ حرکت بیجا کی اسکی شامت سے پتھر کے ہو گئے چنانچہ زمانہ جاہلیت میں انکی
صورت مسخ شدہ کعبہ کے دروازہ پر عبرت کے لئے لٹکی رکھی تھی اسیطرح ابرہہ ہاتھی لیکر کعبہ کو گرانے آیا مع لشکر ہلاک ہوا ان
وجوہات سے عرب کے مشرک بھی اس گھر کی نہایت تعظیم کرتے تھے اور ایام حج میں کوئی کسیکا مال لوٹتا نہ تھا بلکہ شہر مکہ کی بھی عزت وحرمت
کرتے تھے اسلئے اسجگہہ کو خدا نے امن کیجگہ فرمایا اور مثابۃ کے بعد امنا کا لفظ آیا کیونکہ جو زیارت گاہ ہے تو وہاں امن بھی ضرور ہے
(۴۴) اگرچہ دنیا کے سب گھر خدا کی ملک ہیں اور وہ گھر اور مکان سے پاک ہے مگر اسوجہ سے کہ یہ گھر خاص اسکی عبادت کے لئے
بنایا گیا اور اسکے حکم سے اسکا دربار اور محل تجلیات قرار پایا تو اپنی طرف مضاف کرکے بیتی یعنی میرا گھر فرمایا۔ **واضح ہو** کہ خدا نے
انسان میں دو قوتیں ودیعت رکھی ہیں ایک عقل دوسرے شوق ومحبت یہ دونوں قوتیں اسکے لئے بمنزلہ دو پاؤں کے
ہیں کہ جو اسکو شہر مقصود تک پہنچاتے ہیں نہ تنہا عقل کافی ہے نہ تنہا شوق۔ انبیائی طریق اور حکمائی طریق میں یہی تو فرق
ہے کہ حکماء صرف عقل کے پابند ہیں انبیاء عقل کے ساتھ شوق سے بھی کام لیتے ہیں جو منازل عقل سے سالہا سال میں طے
نہیں ہوتے انکو شوق یا عشق دم بھر میں طے کرا دیتا ہے۔ اس نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذہب میں
جسقدر عقل کو معتبر رکھا ہے (اسی لئے کوئی حکم شرعی خلاف عقل نہیں بخلاف اور ادیان کے) اسی طرح عشق پر مدار رکھا ہے
اگر آپ بغور دیکھیں گے تو ہر عبادت اسلامیہ کو دونوں جزوں سے مرکب پاوینگے نماز میں اسکی ثنا وصفت سوال متعلقات
عقل کے متعلق ہیں سر آگے سجدہ میں رکھنا دست بستہ کھڑا ہونا شوق کے متعلق ہے اسی طرح حج میں اسکی ثنا وصفت عا

و استغفار عقل کے متعلق ہے عاشقانہ ہیئت بناکے کہ جسکو احرام کہتے ہیں اُسکے گھر کے اردگرد قربان ہونا منیٰ اور عرفات وغیرہ مقامات میں باوازِ بلند لبیک پکارنا سب حضرت عشق کا جلوہ ہے مگر کلام اسمیں ہے کہ اس مکان کو حج و جہت قبلہ کے لئے کیوں مخصوص کیا سو اسکی چند وجوہ ہیں۔ (وجہ اوّل) یہ ہے کہ یہ مسجد ان بزرگواروں کے ہاتھ سے خدا نے تعمیر کرائی کہ جو تمام نبی آدم اور کل موحدین کے پیشوا ہیں یعنی حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ پس جو یہاں آسکے اسکو ضرور ہے کہ آکر خدا تعالےٰ کی عبادت اور اُس سے دعا و استغفار کرے کیونکہ ایسے معابد کا مشاہدہ اُن بزرگوں کے وقائع گزشتہ کی یادگاری کے لئے بڑا بھاری وسیلہ ہے اور ان واقعات کا دل پر نقش ہو جانا انکی پیروی کرنے کا سبب ہے بالخصوص جبکہ ہزارہا آدمیوں کا مجمع ہو اور جو وہاں نہیں آسکے تو اسطرف منہ کرکے حتے المقدور عبادت کریں کیونکہ عبادت کے وقت اسطرف منہ کرنا اُس معبد اور اُن بزرگوں کے خلوص کو یاد دلاتا ہے جس سے نفس کو عبادت کی طرف کامل توجہ ہوتی ہے ✦

(وجہ دوم) ہر جگہ کی ایک خاصیت ہوتی ہے دیکھئے جس جگہ خدا کے نافرمانوں کا مجمع ہوتا ہے وہاں توں تک قہر کے آثار نمایاں رہتے ہیں اور فرمانبرداروں کی جگہ میں آثار رحمت نمودار رہتے ہیں۔ اسی لئے جنگ تبوک میں جب نبی صلعم اور صحابہ کا ان بستیوں کے پاس گزر ہوا کہ جنکو خدا نے برباد کردیا تھا تو فرمایا کہ یہاں سے جلدی نکل چلو پس جس جگہ اسکے مقدس لوگوں نے اسپر عیان فدا کی ہے اور وہاں اسکی تجلی اور نزول برکات کا بھی ازحد ظہور ہے (چنانچہ تورات سفر استثنا کے ۳۳ باب میں ہے۔ خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے انپر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا ✦ اور فاران مکہ کو کہتے ہیں جیسا کہ تورات سفر پیدائش کے اکیسویں باب میں اسمعیل علیہ السلام کی نسبت یہ لکھا ہے۔ اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیرانداز ہوگیا اور وہ فاران کے بیابان میں رہا۔ اور یہ متفق علیہ ہے کہ اسمعیل علیہ السلام مکہ میں رہتے تھے پس جب فاران مکہ ہے اور وہاں خدا تعالےٰ جلوہ گر ہوا) تو خدا کے طالبوں اور اُسکے عاشق صادقوں پر لازم ہے کہ ایکبار تو ہیئت عاشقانہ بناکر اسکے دربار میں آئیں اور جو وہاں نجا سکیں تو وہ اپنا شوق ظاہر کریں کہ اس تجلی گاہ کیطرف بوقت عبادت منہ کریں تاکہ انوار و برکات کا حصہ پاویں

(وجہ سوم) کعبہ چونکہ اسلام کا مبدء ہے اور ملت اسلامیہ کا حیز طبعی اور ہر چیز کا اپنے مبدء اور حیز طبعی کیطرف میلان طبعی امر ہے (ارضی چیزیں خود بخود اُوپر سے نیچے آیا کرتی ہیں) پس اسلام کو ادہر رجوع کرنا ضرور ہوا منجملہ اور دینیات کے حج اور نماز اسلام کے رکن ظاہری ہیں بخلاف روزہ اور کلمہ کہنے اور زکوٰۃ دینے کے اور زیادہ تر مذہب انہیں دونوں باتوں سے ہوتا ہے اسلئے ان دونوں چیزوں کا کعبہ کیطرف رجوع ہونا ضرور ہوا مگر چونکہ پانچ وقت نماز کعبہ کے پاس پڑھنا نہایت مشکل امر تھا اسلئے اسمیں صرف حتے المقدور اسکی طرف منہ کرنا ہی کافی سمجھا گیا اور حج چونکہ عمر بھر میں ایکبار ہوتا ہے تو یہ بغیر کعبہ کے جائز قرار نہ دیا گیا ✦

(تحقیق پانچویں کعبہ کی تاریخ میں) بیہقی نے شعب الایمان میں اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے

کہ جب حضرت آدم جنت سے زمین پر آئے تو وحشت تنہائی سے گھبرا کر عرض کی کہ بار خدایا اسجگہ نہ کوئی مسقف مکان ہے نہ ملکر
عبادت کرنیکا سامان ہے وہاں سے حکم ہوا کہ تو ہماری عبادت کے لئے ایک گھر بنا کہ یہ سب گھروں سے اول گھر ہو گا کیونکہ اسکے بعد تیری
اولاد بہت سے مکانات بنائیگی آدم نے عرض کیا کس جگہ جبرئیل نے کعبہ کی جگہ تبلائی آدم نے پتھروں کی بنیاد زمین تک چنی اُسپر ایک
خیمہ نورانی جو ملاء اعلیٰ میں ملائکہ کا طواف گاہ ہے اور جسکو بیت المعمور کہتے ہیں) رکھا پس آدم وہاں طواف کرتے اور اُسکی طرف منہ
کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ طوفان نوحؑ میں وہ سب مفقود ہو گیا اور ایک سرخ ٹیلہ سا بعد طوفان کے باقی رہا لیکن پیچھے لوگ وہاں آکر اکثر عبادت
و دعا کرتے تھے تو آثار قبولیت پاتے تھے پھر جب حضرت ابراہیمؑ عرب میں حضرت اسمٰعیلؑ سے ملنے آئے تو انہوں نے اسی بنیاد پر بحکم
الٰہی اس مکان کو بنایا اور تفصیل اسکی یہ ہے۔ طوفان نوح کے بعد جب حضرت نوح کی اولاد پھیلی تو مسیح سے تخمیناً دو ہزار دو سو بہ
برس پیشتر شہر **بابل** اور اُسکے برج کی بنیاد ڈالی گئی یہ شہر ملک **عراق** میں بیچ دجلہ اور فرات کے میان دو آب میں بلکہ بقول بعض فرات
کے کنارہ پر تھا اور اُسکے قریب دریائے دجلہ کے کنارہ پر شہر **نینوا** تھا جہاں کہ حضرت یونسؑ پیدا ہوئے تھے اس شہر کو نینوس بادشاہ نے
آباد کیا تھا۔ یہ بھی بابل کیطرح بڑا شہر تھا پچیس فرسخ کے دور میں اسکی شہر پناہ تھی اسیطرح بابل تھا اسکی شہر پناہ تیس گز چوڑی
اور سو گز بلند تھی بخت نصر بھی اسی شہر کا بادشاہ تھا ان لوگونکو بابلی اور سریانی اور کسدی بھی کہتے ہیں طوفان کے بعد یہیں
مختلف زبانیں پیدا ہوئی ہیں اور یہاں کے لوگوں میں بڑے علوم و فنون تھے مگر اب یہ شہر بالکل جاتا رہا ہے سیاحوں کو بجز کھنڈرات کے
اور کچھ دکھائی نہیں دیتا حضرت ابراہیم تارح کے بیٹے ہیں کہ جنکو **آزر** بھی کہتے ہیں اور آزر **ناحور** کے بیٹے ہیں اور ناحور **ساروغ** کے اور جنکو سروج
بھی کہتے ہیں اور سروج **رعو** کے بیٹے ہیں اور رعو **فالغ** کے جسکو فلجم کہتے ہیں اور فلج **عابر** (عبر) کے اور عابر **شالح** (سلح) کا اور شالح
ارفخشذ (ارفکسد) کے اور یہ **سام** کے بیٹے ہیں اور سام حضرت **نوح** کے بیٹے ہیں (توراۃ سفر پیدائش باب ۱۱) مگر صحیح یہ ہے
کہ شالح کا باپ قینان اور قینان کا باپ ارفخشذ ہے + ابراہیمؑ قصبہ **اہواز** میں پیدا ہوئے تھے کہ جو بابل کے پاس تھا بعض کہتے ہیں
خاص بابل میں پیدا ہوئے تھے واللہ اعلم عند اللہ۔ کلدانی لوگ عموماً بت پرست تھے چنانچہ حضرت ابراہیم کے والد بھی بت بناکر بیچا
کرتے تھے اور وہ لوگ آفتاب ماہتاب و ستاروں کو بھی پوجتے تھے خدا تعالیٰ نے ابتدا عمر سے ابراہیمؑ کو نبوت سے ممتاز کیا تھا
انہوں نے بت پرستی اور ستارہ پرستی سے انکار کیا کہ یہ نہ کسیکو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان یہ قابل پرستش نہیں کیونکہ یہ طلوع غروب
کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ متغیر اور مخلوق ہیں نہ خالق اس امر میں بہت کچھ جھگڑے ہوتے رہے آخر کار نمرود نے جو شاہ **ضحاک** کیطرف
سے عراق کا حاکم تھا بعض کہتے ہیں مستقل بادشاہ تھا حضرت ابراہیم کو جلتی آگ میں ڈالدیا لیکن وہ فضل خدا سے صحیح و سالم نکل آئے پھر چند
آدمی حضرت ابراہیم پر ایمان لائے اور خدا نے ابراہیم کو حکم کیا کہ تو یہاں سے ہجرت کر چنانچہ ابراہیم اپنی بیوی **سارہ** اور اپنے بھتیجے **لوطؑ** بن حاران
کو لیکر ملک **شام** میں آئے اور **حران** میں ٹھیرے پھر جب قحط پڑا تو وہاں سے **مصر** گئے مصر کے بادشاہ نے جو سارہ کے حسن جمال کا شہرہ سنا اسکو بلا لیا

بلایا مگر جب قصد کیا تو خدا نے اسکا ہاتھ شل کر دیا آخر اُس نے سارہ کو مع ساز و سامان ابراہیمؑ کے پاس بھیجدیا اور اسکے ساتھ اپنے
خواصوں میں سے ایک نوجوان عورت ہاجرہ بھی دی ابراہیمؑ وہاں سے لوٹ کر پھر ملک شام میں آئے اور کنعان میں حبرون
کے پاس مقام کیا۔ سارہ کے اولاد نہوتی تھی اُس نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تم ہاجرہ کے پاس جاؤ شاید اس سے میرا گھر آباد ہو پس ہاجرہ
حاملہ ہوئیں تو تکبر سے سارہ نے اُنپر سختی کی ہاجرہ بھاگ کر اور جگہ چلی گئیں وہاں فرشتہ نے ظاہر ہوکر اُسکو بشارت دی کہ تم حاملہ
ہو ایک بیٹا جنیگی اُسکا نام اسمٰعیل رکھنا سو ہاجرہ نے اسمٰعیلؑ کو جنا اور ابراہیمؑ کی عمر اُسوقت چھیاسی برس کی تھی پھر ننانوے برس
کی عمر میں ابراہیمؑ نے بحکم الٰہی اپنا اور اپنے تمام نوکروں کا اور اسمٰعیل کا کہ اُنکی اُسوقت تیرہ برس کی عمر تھی ختنہ کیا اور سَو برس
کی عمر میں خود سارہ کے پیٹ سے بھی ایک لڑکا پیدا ہوا اُسکا نام اسحاقؑ رکھا اور اُنکے دودھ چھٹنے کی شادی میں کسی بات پر خفا
ہوکر سارہ نے ابراہیمؑ سے کہا کہ لونڈی اور اُسکا بیٹا میرے بیٹے کے ساتھ ہرگز وارث نہوگا اسکو اور اسکی ماں کو کسی جنگل میں چھوڑ آ
گو یہ بات ابراہیمؑ کی نظر میں نہایت بُری معلوم ہوئی خدا نے ابراہیمؑ سے کہا کہ تو اس بات سے برا نہ مان آخر الامر حضرت ابراہیمؑ انکو
لیکر منزل بمنزل اُس جگہ پہنچے کہ جہاں اب کعبہ ہے جسجگہ اب چاہ زمزم ہے وہاں ایک درخت تھا وہاں ہاجرہ کو اور اسمٰعیل کو بٹھا دیا
اور ایک مشک پانی کی بھر کر اور کچھ کھجوریں اور روٹیاں اُنکے پاس رکھکر چلے مگر دل اس سے کچھ رنجور تھا مجبور آنکھوں میں آنسو اور
دلمیں آہ و نالہ لیکر واپس پھرے اور جب اُنکی نظر سے غائب ہوگئے تو ایک جگہ ٹھہر کر گریہ زاری کے ساتھ خدا سے دعا کی ربنا انی اسکنت
من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم الخ الٰہی میں نے تیرے گھر کے پاس کہ جہاں کھیتی نہیں اپنی اولاد کو آباد کیا تاکہ تیری
عبادت کریں پس تو لوگوں کے دل اُنکی طرف مائل اور اُنکو ہر طرح کے سامان خورش بہم پہنچا اور اب جو کچھ یہاں کا حال ہے وہ تجھکو
خوب معلوم ہے اُسوقت وہاں آبادی تھی نہ پانی نہ کوئی سبزہ و ترکاری بلکہ دو خشک پہاڑوں میں چٹیل میدان تھا حضرت ہاجرہ نے اُنکی
کیطرف دیکھکر یہ کہا کہ الٰہی اگر تیرے حکم سے بیابان میں ڈالی گئی ہوں تو مجھ ضعیفہ و بیکس کا تو ہی والی ہے (روایات صحیحہ سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل اُسوقت شیرخوار بچے تھے) پس ابراہیمؑ تو ملک شام میں چلے آئے ادھر جب تک مشک میں پانی رہا تو ہاجرہ خود پیتی رہیں اور اسمٰعیل کو
دودھ پلاتی رہیں پس جب پانی ہو چکا اور پیاس کا سخت غلبہ ہوا اور بچہ بھی پیاس کے مارے زمین پر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگا تو ہاجرہ مضطر
ہوکر پانی کی تلاش میں نکلیں اور قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی تھی کہ جسکو صفا کہتے ہیں اُسپر پانی دیکھنے کو چڑھیں کہ کہیں کوئی آدمی
یا جانور دکھائی دیوے تو وہاں پانی تلاش کرے لیکن پہاڑی پر اسقدر چڑھیں کہ انکا نظر سے غائب نہو وہاں ادھر اُدھر بہت کچھ
دیکھا کچھ نظر نہ آیا مایوس ہوکر وہاں سے اُتریں اور اُسکے محاذی دوسری پہاڑی مروہ کیطرف متوجہ ہوئیں اور رستہ میں خیال آیا کہ
مبادا کوئی درندہ آکر میرے بچے کو نہ کھاجائے اس خیال سے کہ اُس میدان کے نشیب میں کہ جسکو بطن الوادی کہتے ہیں جلدی جلدی
دوڑنا شروع کیا اور دامن اُٹھا کر تیزی سے چلیں جبکہ نشیب سے کہ جو اس پہاڑ کے نیچے تھا نکل کر ہموار جگہ پر آئیں تو دوڑنا موقوف کیا کیونکہ اسے
کہ اُس جگہ سے انکا بچہ نظر آتا تھا پس جب وہ پہاڑی پر پہنچیں تو اُسیقدر بلندی پر چڑھکر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا مگر کچھ نظر نہ آیا پھر صفا کیطرف

متوجہ ہوئیں اور اسی نشیب میں پھر اسیطرح سے دوڑ کر چلیں اسیطرح صفا سے مروہ تک سات بار اس بیقراری کیساتھ آمد و رفت
کا اتفاق ہوا اس مقام پر حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حج میں جو صفا اور مروہ پر سات بار سعی کرنیکا حکم ہے اسلئے ہے کہ لوگ ہاجرہ
کی بیکسی اور اضطراب اور خدا کی فریادرسی کو یاد کریں اور اپنے تئیں خدا تعالیٰ کے آگے ایسی حالت بیچارگی میں پیش کریں کہ
رحمت نازل ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ بیکسیوں کی صورت بنانی اور انکی طرح گریہ وزاری کرنی بھی نزول رحمت کا باعث ہے اسلئے بوقت
مصائب استسقاء وغیرہ میں امراء اور بادشاہوں کا فقیرانہ حالت بنا کر دعا کرنا باعث حل مشکلات ہوتا ہے اور تمام خدا پرست قوموں کا دستور
ہے اسپر طعن کرنا عقل کا قصور ہے۔ آخر جب مروہ پر آواز آئی کہ کچھ اندیشہ نہ کر پھر یہی آواز سنی تو لوٹ کر بچہ کے پاس آئیں تو کیا دیکھتی
ہیں کہ بچہ کے پاس سے ایک پانی کا چشمہ جاری ہے زمین میں سے پانی خود بخود نکل رہا ہے ہاجرہ دیکھکر بہت خوش ہوئیں اور
اس پانی کے اردگرد مٹی اور پتھروں سے آڑ بنا کر حوض کی طرح اسکو جمع کر لیا اور اپنی مشک کو بھر لیا کہ مبادا یہ پانی تمام ہو جاوے اور ہم
پھر پیاسے مرنے لگیں (آنحضرت فرماتے ہیں کہ خدا ہاجرہ پر رحم کرے اگر وہ اسوقت بند نہ لگاتیں تو زمزم جاری چشمہ ہو جاتا) اسکے بعد فرشتے نے
انکو تسلی دی کہ تم خاطر جمع رکھو یہاں خانۂ خدا ہے اسکو یہ لڑکا جوان ہو کر باپ کے ساتھ تعمیر کریگا اور اسجگہ کے رہنے والوں کو خدا ضائع نہیں کرتا
اسجگہ ایک ٹیلا تھا اسکے آس پاس سے برساتی پانی کے نالے بہا کرتے تھے۔ اسمٰعیل اور انکی والدہ وہاں تنہا رہنے لگے اتفاقاً قوم جرہم کا
ایک قافلہ ملک یمن سے ادھر آنکلا دور سے دیکھتا ہے کہ ایک جگہ بہت پرند اڑ رہے ہیں آپس میں کہنے لگے کہ جہاں یہ جانور اڑ رہے ہیں یہاں
پانی ہوگا ہم کئی بار ادھر سے آئے گئے ہیں پہلے تو کبھی یہ بات نہ دیکھی تھی ایک شخص کو بھیجا دیکھتا ہے کہ ایک عورت اور اسکا بچہ بیٹھا ہے
اور پانی کا چشمہ زمین سے جاری ہے قافلہ وہاں آیا اور ہاجرہ سے وہاں رہنے کی اجازت مانگی انہوں نے تنہائی سے بچنے کے لئے انکے رہنے
کو غنیمت جانا مگر یہ شرط کی کہ اس پانی میں تمہارا کوئی حق اور حصہ نہو گا انہوں نے اس شرط کو تسلیم کر لیا اور وہیں رہنے لگے اور اب
ایک چھوٹا سا گاؤں بس گیا اور کچھ اور لوگ بھی آ رہے اسمٰعیل نے ان لوگوں سے عربی زبان سیکھی اور نوعمری میں اپنی لیاقت اور
کرامت موروثی کو لوگوں کے دل میں نقش کر دیا کہ جس سے وہاں کے سردار نے نہایت آرزو سے اپنی بیٹی کا نکاح انسے کر دیا
اس عرصہ میں ہاجرہ کا انتقال ہو گیا۔ اس عرصہ میں سارہ کے ہاں اسحاق جو پیدا ہوئے تھے بڑے ہو گئے تو انکا کچھ رنج کم ہوا تو حضرت
ابراہیم انکی اجازت سے اسمٰعیل کے دیکھنے کو عرب میں آئے اور شرط یہ تھی کہ اسمٰعیل کے گھر میں شب باش نہوں پس جب آئے اور پوچھا
تو معلوم ہوا کہ انکی والدہ ہاجرہ انتقال کر گئیں اور وہ باہر شکار کو گئے ہیں کیونکہ انکی یہی گزر اوقات تھی حضرت ابراہیم اسمٰعیل کے گھر پر آئے
انکی بیوی سے حال پوچھا اس نے اثناء کلام میں تنگی معاش کا بھی ذکر کیا حضرت ابراہیم یہ سمجھکر کہ اب اور ٹھیرتا ہوں تو شب باش نہو جاؤنگا
وہاں سے واپس آئے اور چلتے ہوئے یہ کہہ آئے کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہدیجو اور کہنا کہ تمہارے گھر کا سردل اچھا نہیں اسکو بدل دو جب
شام کو اسمٰعیل آئے تو حال معلوم ہوا سمجھ گئے کہ میرے والد ابراہیم تھے عورت نے پیغام ادا کیا انہوں نے فی الفور اس عورت کو چھوڑ دیا اور دوسری
عورت سے نکاح کیا دوبارہ پھر اسی شرط پر حضرت ابراہیم انکے ملنے کو آئے دوسری بیوی نے نہایت خاطر تواضع کی معاش کے بارہ میں شکر گذاری کی

اور اُن سے کہا حضرت آپ ٹھہریے اُنہوں نے عذر کیا اور چلتے وقت یہ کہا کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ یہ سردل اچھا ہے اسکو رہنے دو شام کو اسمعیل آئے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم تھے اور اس معاکے معنے بتلائے کہ تجھکو میں ہمیشہ رکھونگا۔ تیسری بار کچھ عرصہ تک رہنے کی اجازت لیکر پھر حضرت ابراہیم آئے اور گھر میں ٹھہرے اور اسمعیل سے ملاقات ہوئی باپ بیٹے گلے لگ کر بڑی دیر تک روتے رہے۔ ابراہیم نے اسمعیل سے کہا کہ خدا نے مجھکو کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا اگر تو مجھکو مدد دے تو بہتر اُنہوں نے عرض کیا بسر و چشم پس ابراہیم کو تعین اس جگہہ کی معلوم نہ تھی خدا کی طرف سے ایک ابر اُسی مقدار کا کہ جسقدر تعمیر کعبہ مقصود الٰہی تھی نمودار ہوا اور وہ ایک جگہہ پر ٹھہر گیا ابراہیم نے اُسی مقدار پر کعبہ بنایا یعنی ایک لمبا چوکھونٹا مکان بنایا جسکا چوڑان مشرقی جانب سے حجر اسود سے رکن یمانی تک بیس گز تھا اور مغربی جانب سے رکن یمانی سے لیکر رکن غربی تک بائیس۲۲ گز اور طول میں شمالی دیوار حجر اسود سے رکن شامی تک تینتیس۳۳ گز لمبی اور جنوبی دیوار رکن غربی سے لیکر رکن یمانی تک اکتیس۳۱ گز کی تھی۔ سب ہیئت مجموعی شکل مستطیل مگر عرض کے دونوں سرے برابر نہ طول کے دونوں دیواریں برابر تھیں اور بلندی اس مکان کی نوگز تھی اور دروازہ کی کچھہ کرسی نہ تھی حضرت ابراہیم تعمیر کرتے تھے اور حضرت اسمعیل پتھر اور گارا دیتے جاتے تھے اور یہ پتھر کہ جسکو مقام ابراہیم کہتے ہیں پاڑ تھا اسپر چڑھکر چنتے تھے۔ اور یہ شکل تھی

حطیم
رکن شامی
رکن غربی
خزانہ کعبہ
دروازہ
چاہ زمزم
رکن یمانی
حجر اسود
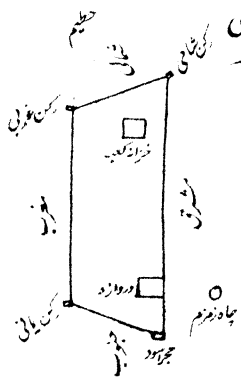
واضح ہو کہ رکن خانہ کعبہ کی گوشوں کا نام ہے اس چوکھونٹے مکان کے چار گوشہ ہیں اور ہر ایک گوشہ یا کونے کا ایک نام ہے جنوب و مشرق کے رخ باہر کیجانب دو ڈیڑھ گز بلندی پر کونہ میں ایک سیاہ پتھر مدور توے کی برابر لگا ہوا ہے اُسکو حجر اسود کہتے ہیں اور جنوب و غرب میں بلندی قد آدم پر ایک سرخی نما پتھر کا ٹکڑا ہے اُسکو رکن یمانی کہتے ہیں اور شرقی و شمالی کونہ کا نام رکن شامی ہے اسلئے کہ بجانب ملک شام ہے اور دوسرے کو غربی کہتے ہیں۔ جب ایک مدت بعد حضرت ابراہیم کا بنایا ہوا مکان پہاڑی نالہ کے سبب سے گر گیا تو بنی جرہم نے پھر اُسکو اسیطور سے تعمیر کیا پھر ایک عرصہ کے بعد جو یہ عمارت گر گئی تو عمالیق نے اُسکو پھر تعمیر کیا (عمالیق بنی حمیر کا ایک قبیلہ تھا) اسکے بعد جب یہ عمارت بھی ٹوٹ پھوٹ گئی تو قصی بن کلاب نے اسکو بنایا اور اسکی چھت لکڑیوں سے پاٹ دی اور اسپر غلاف سیاہ ڈالا یہ عمارت مدت تک رہی یہانتک کہ جناب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دس بارہ برس کی ہوگی کہ ایک عورت نے پردہ کعبہ کے پاس بخور روشن کرنا چاہا تو پردہ میں آگ لگ گئی اور تمام عمارت جلگئی پھر قریش نے چاہا کہ اس عمارت کو پھر تعمیر کریں۔ ان دنوں میں قحط سالی تھی قریش نے کعبہ تو بنایا مگر کئی تصرف اُسمیں کر دیئے
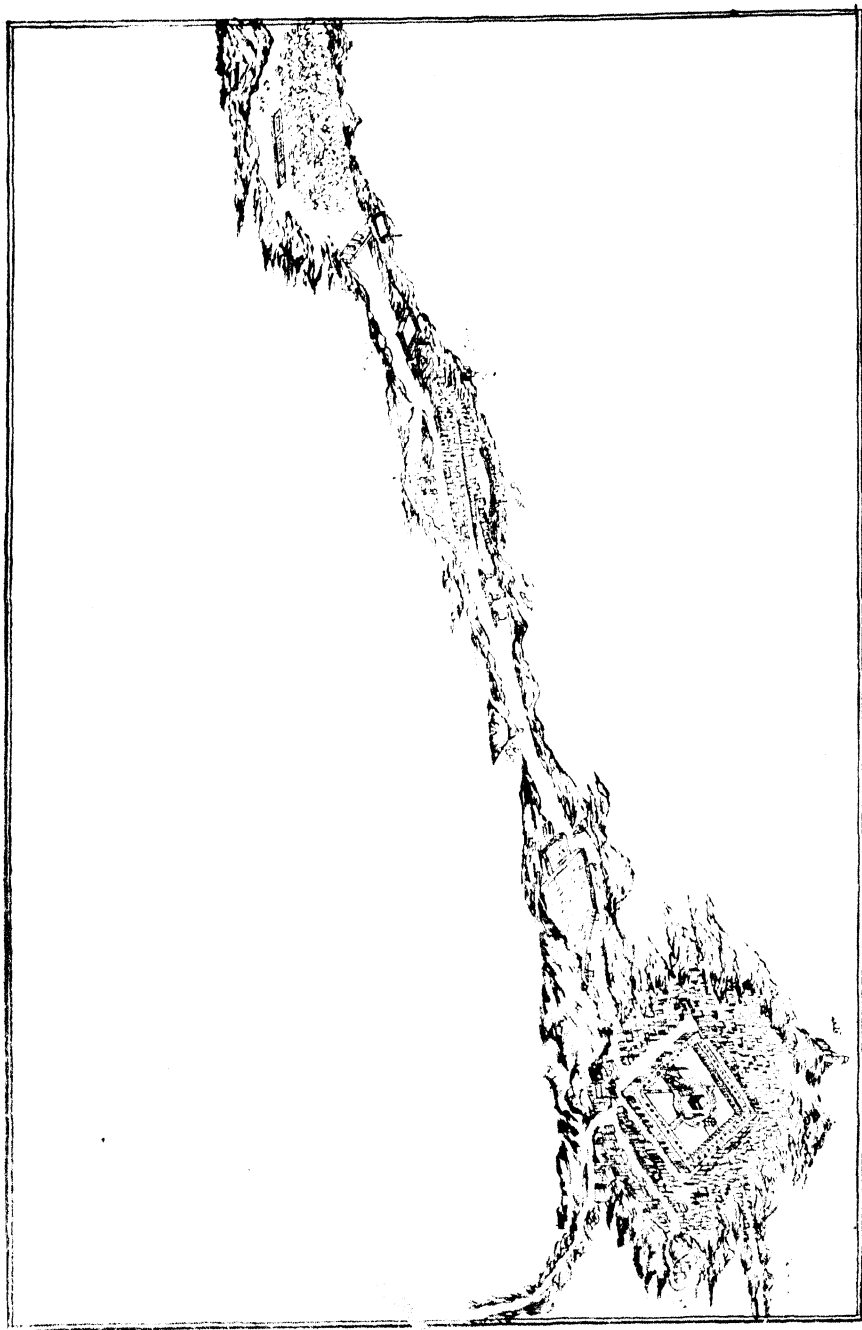
اوّل - یہ کہ حطیم کی جانب سے کئی گز زمین چھوڑ کر کعبہ کی دیوار غربی اُٹھائی - **دوم** یہ کہ دروازہ کی چوکھٹ تخمیناً دو گز
اونچی کر کے لگائی تا کہ اُنکی مرضی بغیر ہر شخص اچھی طرح کعبہ میں داخل نہو سکے - **سوم** یہ کہ کعبہ کے اندر لکڑی کے ستونوں کی
دو صف قایم کیں ہر ہر صف میں تین تین ستون تھے چنانچہ جب مکہ کو آنحضرت نے فتح کیا اور کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھی تو انہیں
ستونوں کے بیچمیں پڑھی تھی **چہارم** یہ کہ دیواروں کو دوچند بلند کر دیا **پنجم** یہ کہ رکن شامی کے قریب کعبہ کی چھت پر چڑہنے کیلئے زینہ بھی بنایا
جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ میں غلبہ و شوکت کے ساتھ تشریف لائے تو جسقدر اہل مکہ نے کعبہ کے اندر
اور اُسکے آس پاس ابراہیم اور اسمٰعیل اور دیگر اشخاص کی مورتیں رکھ چھوڑی تھیں سب کو نکال کر پھینکدیا اور توڑ دیا
یہ بت ہمیشہ سے نہ تھے بلکہ **عمر بن لحی** کے عہد سے کہ جو آنحضرت سے تخمیناً تین سو سال پیشتر تھا اور اُسوقت کعبہ بناء
قریش پر قایم تھا - ایک بات رہگئی وہ یہ کہ جب قریش کعبہ کی تعمیر کر چکے اور حجر اسود کو لگانا چاہا تو باہم اختلاف ہوا ہر شخص
کہتا تھا کہ میں اسکو اپنے ہاتھ سے قایم کروں سبنے متفق ہو کر یہ امر آنحضرت کے سپرد کیا آپنے کہا اسکو ایک چادر پر رکھلو
اور اسکو ہر رئیس ہاتھ سے اُٹھاوے چنانچہ سب اس بات پر بڑے راضی ہوئے - آنحضرت نے ایک بار **عائشہ** رضہ سے کہا
کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں کعبہ کو پھر قدیم بنیاد ابراہیم پر بناؤں اور دروازہ زمین سے ملادوں اور دو دروازہ رکھوں ایک سے
لوگ داخل ہوا کریں دوسرے سے خارج اس عرصہ میں آنحضرت دنیا سے تشریف لیگئے پھر جب **عبد اللہ** بن زبیر رضہ خلیفہ
ہوئے اور اُنہوں نے یہ حدیث اپنی خالہ حضرت عایشہ سے سنی تو حضرت کے ارادہ کو پورا کر دیا یعنے بدستور قدیم کعبہ کو بنا کر بنایا
اور دو دروازہ رکھے ستائیسویں رجب سن چونسٹھ ہجری میں اس تعمیر سے فراغت پائی - اسکے تھوڑے دنوں کے بعد بنی امیہ
کا دور دورہ ہو گیا اور **حجاج** بن یوسف نائب عبد الملک بن مروان کو تعمیر عبد اللہ بن زبیر رضہ ناپسند ہوئی کعبہ کو
گرا کر پھر بنیاد قریش پر بنایا اور صرف ایک دروازہ مشرقی جانب میں رکھا اور اندر سے قد آدم بہت لمبے اونچا دروازہ لگایا
اور ایک ٹکڑا طولانی جانب میں سے اُسی طرح باہر رکھا کہ جسکو حطیم کہتے ہیں یہ تعمیر سن چوہتر ہجری میں ہوئی (بعضے کہتے ہیں
کہ حجاج نے کل کو نہیں گرایا بلکہ عبد اللہ بن زبیر کے تفرقات میں تصرف کیا تھا) پھر بنی العباس کے عہد میں ہارون رشید
نے قصد کیا کہ بناء عبد اللہ بن زبیر پر پھر کعبہ کو بناوے مگر علماء نے منع کیا کہ بار بار بنانا اور گرانا کھیل ہو جاویگا سو وہ بناء
حجاج سلطان **مراد بن احمد خان** - سلطان روم کے عہد تک قایم رہی اور شاہان اسلام اُسی عمارت کی مرمت
کرتے رہے مگر یہ عمارت جب بہت کہنہ ہو گئی تو سن ایک ہزار چالیس ہجری میں سلطان مراد نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا
اور سوا اُس کونہ کے کہ جس میں حجر اسود لگا ہوا ہے سبکو گرا کر پھر نئے سر سے بنیاد حجاج کے موافق اُسیطور سے کعبہ کو
بنایا اور اندر سنگ مرمر کا فرش بچھایا اور اندر کی دیواروں میں بھی اکثر سنگ مرمر لگا ہوا ہے اور کسی عمدہ لکڑی کے دو صف

ستونوں کے ہیں ایک ایک صف میں تین تین ستون ہیں اور اندر سے چھت پر نفیس مخملی چھت گیری ہے اور اوپر سے پختہ ہے اور باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چنی ہوئی ہیں اُنکی لپائی نہیں ہوئی ہے مگر نہایت نفیس ریشمی سیاہ پردہ تمام عمارت پر پڑا رہتا ہے جس پر بخط ثلث کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہوتا ہے اور نصف طول سے اوپر کئی بالشت چوڑا تار چوبی حروف سے کچھ اور بھی نہایت خوشنمائی سے لکھا ہوا ہوتا ہے اُس میں سلطان وقت کا نام بھی ہوتا ہے یہ پردہ ہزار ہا روپیہ کی تیاری سے مصر میں بنتا ہے اور ہر سال بڑے تجمل کے ساتھ آتا ہے کہ جو دیکھنے سے متعلق ہے اور سال گزشتہ کا پردہ شریف مکہ و دیگر اراکین کو ملجاتا ہے اُن سے اہل اسلام تبرکا لاتے ہیں کعبہ کا وہ ٹکڑا کہ جو تعمیر میں قریش نے چھوڑ دیا تھا وہ ایک چھٹا ہوا ہے اور ایک قوسی شکل سے سنگ مرمر کی دیوار تخمیناً گز بھر اونچی بطور نمونہ بنیاد قدیم پر ہوئی ہے اسکو لوگ **حطیم** کہتے ہیں یہ تھوڑی سی جگہ ہے اسیطرف کعبہ کا سنہری پرنالہ پڑتا ہے کہ جسکو **میزاب** کہتے ہیں یہاں انسان کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے اور اسمیں ایک سر ہے کہ جسکے بیان کرنیکا یہاں موقع نہیں۔ چونکہ زمین اکثر بلند ہوجایا کرتی ہے بالخصوص آبادیوں میں جس لئے دو سو سال بعد بہت کرسی دینے کی ضرورت پڑتی ہے مگر کعبہ کو اب تک اُسی قدیم زمانہ کی زمین پر قایم رکھا ہے۔ کعبہ کے آس پاس دس بارہ قدم کے فاصلہ تک ہموار زمین ہے اُسپر بھی سنگ مرمر کا فرش ہے اُسکو **مطاف** کہتے ہیں یعنے اسی فرش پر لوگ کعبہ کے ارد گرد طواف کرتے ہیں اور اُسکے اخیر میں بیشمار ہانڈیوں کا حلقہ ہے وہ رات کو سب روشن کیجاتی ہیں اسکے بعد چو طرفہ بڑا صحن کشادہ ہے اور اسمیں سیاہ کنکریوں کا فرش ہے مگر یہ زمین گاؤ دم ہے یعنے جوں جوں یہ صحن پھیلتا جاتا ہے اتنا ہی اونچا ہوتا جاتا ہے پھر اسکے اخیر میں چوطرفہ کئی کئی درجہ کے دالان بنے ہوئے ہیں جنکے سنگ مرمر کے ستون ہیں اور اوپر چھوٹے چھوٹے قبہ بنے ہوئے ہیں پھر ان دالانوں کے باہر کی دیواریں اور دروازہ بازار کی طرف بھی ہیں مگر باہر کے دروازہ سے جو اندر دیکھو تو تمام حرم ایک حوض یا تالاب سا پستی میں معلوم ہوتا ہے اس تمام عمارت کو **حرم کعبہ** کہتے ہیں یہ لاکھہا روپیہ کی عمارت سب سلطان مراد کی بنائی ہوئی ہے مع خانہ کعبہ کے جو لوگ اس عمارت کعبہ کو عمارت حجاج سمجھے گئے ہیں وہ تاریخ کعبہ سے بیخبر ہیں۔ اب ہم کعبہ کے اُن مقامات مشہورہ کو بیان کرتے ہیں کہ جنکے جاننے پر بہت سے مسائل شرعیہ موقوف ہیں +

(۱) **میقات** وہ مقامات ہیں کہ جب کوئی باہر سے وہاں آوے اور مکہ میں حج وغیرہ کے لئے آنا چاہے (شافعی) یا اسکی بھی قید نہیں بلکہ کسی کام کے لئے آئے (ابوحنیفہ) تو بغیر **احرام** باندھے نہ آوے یہ اسلئے کہ بیت اللہ کی تعظیم و عظمت مدنظر رہے کیونکہ جب دنیا کے بادشاہوں کے دربار میں بغیر عجز و انکسار و آداب دربار نہیں آسکتا تو وہ تو اللہ جل جلالہ کا دربار

عام ہے وہاں کے آداب ضرور ملحوظ ہونے چاہئیں[1]۔ اور وہ مقامات یہ ہیں **ذُوالحلیفہ** اُنکے لئے کہ جو مدینہ کیطرف مکہ میں آنا چاہیں عام ہے کہ اہل مدینہ ہوں یا نہوں یہ مقام مدینہ سے مکہ کی طرف دو فرسخ پر ہے۔ **جُحفہ** (کہ جو ذوالحلیفہ کے محاذی ہے) اُنکے لئے کہ جو شام کے رستہ سے آنا چاہیں **قرن** نجد کے رستہ پر ہے اُنکے لئے کہ جو اُس رستہ سے آنا چاہیں **یلملم** یمن کے رستہ پر ہے یہ سمندر کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جو لوگ کہ ہندوستان یا ایران سے عدن ہوکر جدہ میں جاتے ہیں تو جدہ اور عدن کے بیچمیں یہ پہاڑی مشرقی کنارہ پر دکھائی دیتی ہے انکو بھی وہیں سے احرام باندہنا پڑتا ہے جیسا کہ اہل یمن کو **ذات عرق** - یہ ایک جگہ مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے یہ اہل عراق کے لئے ہے اور جو اس راستہ سے آویں ان مقامات کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بالہام الٰہی فرمائی ہے عن جابر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مہل اہل المدینۃ من ذی الحلیفۃ والطریق الاخر الجحفۃ (ولاہل الشام الجحفۃ - بخاری) ومہل اہل العراق من ذات عرق ومہل اہل نجد قرن ومہل اہل الیمن یلملم رواہ مسلم مہل یعنی تلبیہ کہنے اور احرام باندہنے کی جگہ ۰

(۲) **حرم** شہر مکہ کے چو طرفہ کئی کئی میل تک کی جگہ کا نام ہے آنحضرت کے عہد میں صرف ٹیلوں کے نشان تھے اب سلاطین روم نے اُسکے ہر حد و دپہ دروازہ بنا دئے ہیں۔ جدہ کیطرف بھی کہ بہت کئی میل کے فاصلہ پر ایک بڑا دروازہ بنا ہوا ہے اور مدینہ کے رستہ میں بمقام **تنعیم** دروازہ بنے ہوئے ہیں - ان حدود کو پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے بالہام مقرر کیا ہے کہ انکے اندر نہ کوئی شکار کہیلے نہ کوئی کسی کو قتل کرے نہ لکڑی کاٹے نہ گہاس اکہاڑے یہ سب امور تعظیم بیت اللہ کے لئے ہیں ایام جاہلیت میں بھی عرب ادب کرتے تھے - ان حدود کے باہر جو زمین ہے اُسکو **حل** کہتے ہیں - کہ یہاں یہ امور حلال ہیں اور کعبہ اور اُسکے اردگرد جسقدر مکانات ہیں اُنکو بھی حرم کہتے ہیں اس مقام پر علاوہ رعایت احکام سابقہ کے جو احکام کہ مساجد سے متعلق ہیں وہ بھی جاری ہیں یعنی کوئی ناپاک مرد اور عورت اس مسجد شریف میں داخل ہو نہ اس حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کرے الغرض ان تمام عمارت کو مسجد بلکہ افضل المساجد سمجھے ۰

(۳) **حجر اَسوَد** یعنی سیاہ پتھر یہ گول تھہ تخمیناً دو ڈیڑھ فٹ کے دور میں ہے اسکا رنگ نہایت سیاہ ہے اسکو عقیق سیاہ تصور کرنا چاہئے یہ کعبہ کے شرقی وجنوبی گوشہ میں باہر کیجانب گز بھر کی بلندی سے چاندی کے حلقہ میں جڑا ہوا ہے خدا جانے کسی صدمہ سے اُسکے کئی ٹکڑے ہوگئے تھے جنکو ملاکر ایک جگہ جمع کر دیا ہے - اس پتھر کو نہ کوئی مسلمان پوجتا ہے نہ اسکو خدا روا جانتا

[1] امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے عن ابن عباس قال وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاہل المدینۃ ذا الحلیفۃ الخ فہن لہن ولمن اتی علیہن من غیر اہلہن ممن کان یرید الحج والعمرۃ رواہ البخاری ومسلم - کہ جو ان مقامات سے گزر کر مکہ میں حج وعمرہ کے لئے جاوے تو احرام باندہکر جاوے - امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے لا یجاوز احد المیقات الا محرما کہ ان مقامات سے بغیر احرام باندہے کوئی تجاوز نکرے اس میں حج وغیرہ کی قید نہیں - لمعات ۱۲ منہ

یا ٹھیک ہے یہ بات تا اسلئے کہ یہ پتھر حضرت ابراہیم کا قائم کیا ہوا ہے اور جنت سے حضرت آدم کے ساتھ آیا تھا اسلئے اسکو مقدس سمجھتے ہیں اور چونکہ جناب خاتم النبین صلی اللہ علیہ سلم نے اسکو ان بزرگوں کی یادگار سمجھکر محبت سے بوسہ دیا تھا (جیسا کہ جب ہم اپنی محبوب کی کیسی چیز کو پاتے ہیں تو چومتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ اور یہ چومنا اور آنکھوں سے لگانا در اصل اُس شخص کی محبت و عظمت کا اظہار ہے کہ جسکی یہ نشانی ہے) بالخصوص طواف کعبہ کے وقت حج و عمرہ میں کہ جو نہایت دنیا سے نفرت اور خدا اور اُسکے برگزیدوں سے محبت کا وقت ہوتا ہے اسلئے تمام اہل اسلام بھی اسی غرض سے طواف کے وقت بالخصوص ایام حج میں اسکا بوسہ دینا دستور ہو گیا اور ازدحام کیوجہ سے بوسہ نہ دے تو اشارہ ہی کر دے یہ دستور ایک عمدہ طریقہ اور انبیا کی سنت ہے کیونکہ اسمیں نبی علیہ السلام کا اتباع اور اسکے بزرگوں کے ساتھ محبت اور انکے طریقہ کو دل سے پسند کرنے پر دلالت کرتا ہے تو ایسی حالت میں خدا تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی کی امید بھی ہے جسکا ثمرہ ہے کہ گناہوں کی معافی ہی ہو پس وہ جو اس بارہ میں احادیث صحیحہ وارد ہیں وہ سب برحق ہیں اور اعتراض کرنا حماقت اور تعصب جاہلانہ ہے عقل سلیم کے نزدیک اسمیں کوئی قباحت نہیں یہ اور بات ہے کہ کوئی بیوقوف اسکو بت پرستی سمجھے۔ یا نماز کے مخصوص کا اسکو نشان جیسی قرار دیکر پادریوں پر اعتراض کرے ۔

(۴) **زمزم** یہ وہی چشمہ ہے کہ جسکو خدا نے حضرت اسمٰعیل کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر کیا تھا۔ یہ چشمہ چند مدت کے بعد خشک ہو گیا لیکن اسکے انعام کی یادگاری اور تبرک کے لئے پھر اسی مقام پر کنواں کھودا گیا۔ یہ کنواں حوادث دہر سے کئی بار کھلا بند ہوا مگر اب اس زمانہ میں نہایت عمدہ کنواں کعبہ کے متصل حرم میں بنا ہوا ہے اسپر سنگ مرمر کا قبہ بنا ہے اور گرد جالیاں ہیں ایک دروازہ ہے اسمیں سے جا کر لوگ پانی بھرتے ہیں شب و روز پانی کھینچا جاتا ہے مگر ٹوٹتا نہیں۔ یہ پانی دوا کا باری ہے مگر شہر مکہ میں عام استعمال کے لئے نہر زبیدہ کا پانی کام میں آتا ہے یہ نہر زبیدہ ہارون رشید بادشاہ کی بیوی نے بنائی تھی کہ جہیں دور سے اسکا پانی آکر مکہ میں بڑے بڑے حوضوں میں بھرتا اور ایک عالم کو سیراب کرتا ہے یہ بہت چھوٹی نہر ہے ہمیشہ جاری ہے اہل اسلام اس پانی کو اس علاقہ سے متبرک سمجھتے ہیں برخلاف عیسائیوں اور ہنود کے کہ وہ دریائے گنگ و جمن و یردن میں غوطہ لگانے اور چشمہ اینکو گناہوں کی معافی کے لئے صابن سمجھتے ہیں

(۵) **مقام ابراہیم** بقول جمہور وہ پتھر ہے کہ جس پر حضرت ابراہیم کھڑے ہو کر کعبہ بناتے تھے اسپر نشان قدم بھی ہیں اور بقول بعض تمام حرم ہے۔ (۶) **صفا** حرم کے متصل جنوب شرق میں ایک پہاڑی ہے اب تک اوپر اور گرد آبادی ہو گئی ہے اور چند سیڑھیاں بنا دی گئی ہیں (۷) **مروہ** یہ اسکے مقابل میں حرم سے شرق و شمال کیجانب چھوٹی سی پہاڑی ہے اب یہاں بھی آبادی ہے اور ان دونوں پہاڑیوں کے بیچ میں جہاں حضرت ہاجرہ دوڑ کر چلیں تھیں اور پہلے وہاں جنگل اور کنکر تھے اب نہایت عمدہ بازار ہے اور اس دوڑ کے چلنے کی جگہ پر دو منارہ سبز بنا دیئے گئے ہیں جنکو **میلین اخضرین** کہتے ہیں (۸) **منٰے** شہر مکہ دو پہاڑوں کے بیچ میں لمبا ہے پھر یہی سلسلہ پہاڑوں کا شرق و شمال کیطرف دور تک چلا گیا مکہ سے تین میل پر اسی سلسلہ کے میدان میں یہ مقام ہے یہاں اب

بہت سے مکانات تعمیر ہو گئے ہیں ایام حج میں تین روز تمام لوگ یہاں رہتے ہیں۔ اسجگہہ حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل کے ذبح کرنے کا قصد کیا تھا اور یہیں شیطان نے مجسم دکھائی دیکر اُن کو تین جگہہ بہکانا چاہا تھا حضرت ابراہیم نے اُسپر کنکریاں ماریں تھیں اب تینوں مقامات پر نشان کے لئے تین چہوٹے چہوٹے منارہ بنا دئے ہیں اُنکو **جمرات** کہتے ہیں۔ ایک کو **جمرۂ اولےٰ** دوسرے کو **جمرۂ وسطےٰ** تیسرے کو **جمرۂ عقبےٰ** + اب ایام حج میں مسلمان بہی دستور ابراہیم کو جاری رکھنے کے لئے اُن کو سات سات کنکریاں مارتے ہیں تاکہ اُس حالت کو یاد کرکے ہمیشہ نفس کے مقہور کرنے کا عہد کیا جاوے۔ اور اسی مقام پر لوگ حج میں عرفات سے لوٹ کر دسویں تاریخ احرام کہولتے اور قربانیاں کرتے ہیں +

(۹) **مزدلفہ** یہ اُسی شرقی و شمالی سمت میں منیٰ سے دو تین میل آگے بڑہکر ایک میدان ہے پہر اُس سے دو تین میل آگے عرفات ہے۔ عرفات سے لوٹتے وقت شب کو یہاں ٹہیرتے ہیں +

(۱۰) **عرفات** اُسی سمت میں آگے بڑہکر ایک بڑا لمبا چوڑا پہاڑوں کے بیچ میں میدان ہے نویں ذی الحجہ کو یہاں سب حاجی آتے ہیں اور غروب آفتاب تک اسی میدان میں خیموں اور بغیر خیموں میں رہتے ہیں۔ یہاں دعا مانگتے ہیں اور شام کے وقت امام ایک پہاڑی پر چڑہکر خطبہ پڑہتا ہے جس میں خدا کی توحید و تقدیس اور گناہوں سے معافی اور اسکی حمد و ثنا اور احکام حج کا بیان ہوتا ہے دن غروب ہوتے ہی یہاں سے تمام خلق خدا چل پڑتی ہے اور مغرب و عشا کی نماز لوٹ کر مزدلفہ میں پڑہتے ہیں اور پہر صبح کو یہاں سے اُٹھکر منیٰ میں آکر قربانی کرتے ہیں شیعہ لوگ دسویں کو بہی عرفات میں رہتے ہیں +

آگے چلکر

ہم اسرار و احکام حج بیان کرینگے اب ان آیات کی تفسیر کرتے ہیں کہ جن میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل سے کعبہ تعمیر ہونے کا ذکر ہے +

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

اور جبکہ کہا ابراہیم نے اے رب اسکو امن کا شہر کرنے - اور یہاں کے باشندوں کو میووں کی روزی دیجیو اسکو کہ جو انمیں سے اللہ اور قیامت پر ایمان لاوے (اللہ نے) فرمایا جو کافر ہی اسکو بھی

قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

(کسیقدر فائدہ دیگا پھر اسکو کھینچکر ڈالدونگا عذاب میں اور وہ برا ٹھکانا ہے)

ترکیب

و عطف جملہ بر کلام سابق قال فعل ابراہیم فاعل رب اجعل الخ جملہ مقولہ - اجعل معنی صیر ہذا مفعول اول بلدا مفعول ثانی موصوف آمنا صفت جملہ معطوف علیہ وارزق معطوف بر اجعل انت اسکا فاعل اہلہ مفعول من الثمرات متعلق ہے ارزق سے من الخ اہلہ سے بدل بعض ہے من موصولہ آمن منہم باللہ والیوم الآخر جملہ اسکا صلہ قال فعل اللہ اسکا فاعل ومن کفر الخ جملہ اسکا مقولہ - من بمعنی الذی کفر اے یکفر اسکا صلہ محلاً منصوب ہے تقدیرہ قال وارزق من کفر پس ارزق فعل محذوف ہے اسپر فامتعہ دلالت کرتا ہے ؎

تفسیر

خدا تعالی فرماتا ہے یہ خیر و برکات اور یہ تمام رسوم شریعت جو کعبہ سے متعلق ہیں ابراہیم کی دعا سے ظہور میں آئی ہیں یاد کرو جبکہ ابراہیم بنا ر کعبہ سے فارغ ہوئے تو ہمسے دعا کی کہ الٰہی اگر تونے کعبہ کو مثابہ اور امن بنایا ہے تو اسجگہ ایک شہر دار الامن بھی بنا دے تاکہ آنے والوں کے لئے ہر قسم کا آرام رہے اور یہ لوگ ہمیشہ اس گھر کی خبر گیری کیا کریں) اور یہاں کے رہنے والوں کو جو کہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں میوے بھی کھلانا کیونکہ یہ خشک پہاڑ ہے اگر ایسا نہو گا تو یہاں قیام مشکل ہوگا - حضرت ابراہیم نے پیشتر عہد نبوت کے اپنی ذریت کے لئے عموماً دعا کی تھی اُسپر خدا تعالی نے فرمایا کہ کافر اسکے مستحق نہیں یہاں حضرت ابراہیم نے دعا میں اس بات کا لحاظ کرکے رزق روزی کی مسلمانوں کے لئے خاص کرکے دعا کی چونکہ نبوت اور رزق روزی میں فرق ہی نبوت کا ہر شخص سزاوار نہیں بخلاف رزق روزی کے کہ وہ اسکی رازقیت کے طفیل سے سب نیک بد کو ملتی ہے اسلئے خدا تعالی نے فرمایا کہ چند روز کافروں کو بھی میں دنیا سے بہرہ مند کرونگا یعنی تا حیات دنیا پھر اسکے بعد تو وہ کھینچکر عذاب جہنم میں ڈالدئے جاوینگے کہ جو نہایت خراب جگہ ہے **ف** خدا تعالی نے حضرت ابراہیم کی یہ **دعا قبول** کی کہ شہر کو دار الامن ہی کردیا کہ ہمیشہ یہاں کا ہر کوئی ادب کرتا تھا کوئی کسیکو یہاں نہ مارتا تھا اور ثمرات کے لئے یہ تدبیر کی کہ مکہ سے تھوڑی دور فاصلہ پر ایک ایسا قطع شاداب سرسبز بنایا کہ جہاں روئی زمین کے اعلے سیر حاصل زمینوں سے بڑھکر میوے پیدا ہوتے ہیں آنار انگور اور بہت سی عمدہ عمدہ چیزیں وہاں سے آکر مکہ میں ارزاں اور تر و تازہ فروخت ہوتے ہیں اسجگہ کا نام **طایف** ہے ؎

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ

اور جبکہ ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اٹھاتا تھا اور اسمعیل بھی (اور دعا کرتے تھے) اے رب ہمارے ہم سے قبول کر تو ہی ہے سننے جاننے والا اے ہمارے رب اور ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار رکھیو اور

ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار رکھنا اور ہمکو ہمارے حج کرنیکے دستور بتلا اور ہم پر مہربانی رکھ تو ہی ہے معاف کرنیوالا مہربان۔ اے ہمارے رب اور انکی نسل میں انہیں میں کا ایک رسول بھی معبوث

اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

تیری آیتیں سنادے اور انکو کتاب اور حکمت سکھاوے اور انکو پاک بناوے تو ہی ہے زبردست حکمت والا +

ترکیب

واذ یرفع فعل ابراہیم فاعل القواعد جمع قاعدۃ بمعنی بنیاد مفعول من البیت کائنۃ کے متعلق ہوکر حال ہے قواعد سے واسمعیل معطوف ہے ابراہیم پر یہ دونوں ذی الحال اور یقولان محذوف فعل با فاعل ربنا تقبل منا الخ اسکا مفعول یرفع اپنے فاعلوں اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ اجعلنا میں نا مفعول اول مسلمین مفعول ثانی لک متعلق ہے مسلمین سے و حرف عطف پر نا من ذریتنا مفعول اول امۃ موصوف مسلمۃ صفت لک متعلق مسلمۃ سے یہ سب مفعول ثانی یتلوا علیہم اور یعلمہم اور یزکیہم سب جملہ رسولا کی صفت واقع ہوئے ہیں

تفسیر

اسجگہہ خدا تعالی حضرت ابراہیم اور اسمعیل کے خلوص اور اس دعا کا ذکر کرتا ہے کہ جس میں حج کے احکام کی طرف اور نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی طرف مجملاً اشارہ ہے فرماتا ہے کہ اسوقت کو یاد کرو کہ جب ابراہیم و اسمعیل کعبہ کی دیواریں چنتے جاتے اور نہایت عجز و انکسار سے یہ دعا کرتے جاتے تھے کہ الٰہی ہماری اس سعی کو قبول کیجیو کیونکہ تو جو کچھہ ہم زبان سے دعا کرتے ہیں خوب سنتا ہے اور دل کے حال سے بھی خوب واقف ہے اے خدا ہمکو ہمیشہ اپنی فرمانبرداری میں رکھیو کبھی کوئی کام تیری مرضی کے خلاف ہم سے سرزد نہو اور ہمارے بعد بھی ہماری اولاد میں سے اپنے فرمانبردار لوگ پیدا کیجیو تاکہ تیری غلامی ہم میں ہمیشہ پائی جائے اور اس گھر کی خدمتگاری میری نسل میں رہے اور ہمکو ہمارے لئے جو کچھہ آپنے عبادت اور حج کے دستور قایم کئے ہیں وہ بھی تعلیم کردے کہ اسکے مطابق ہم کریں اور جو کچھہ ہمسے بمقتضاء بشریت اسمیں فروگذاشت ہوجاوے تو معاف کردیجیو اور ہمیشہ مہربانی رکھیو کس لئے کہ تو ہی بڑا معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اور اے رب ہماری نسل میں سے ایک ایسا رسول معبوث کرنا کہ جو لوگوں کو تیری آیتیں پڑہکر سنایا کرے اور اسیپر بس نکرے بلکہ اس سلسلہ کے جاری رکہنے کے لئے لوگوں کو تیری کتاب تعلیم بہی کرے اور تعلیم کے بعد حکمت یعنی اسرار شریعت اور رموز احکام بھی بتلاوے تاکہ لوگوں پر جبر معلوم نہو بلکہ وہ اپنے فیض نبوت اور انوار معرفت سے لوگوں کو آراستہ بہی کرے کہ پھر وہ باطنی برکتوں کے لئے نبی کا نمونہ اور ہدایت کا سرچشمہ رہیں کیونکہ اسکی مصلحت اور فوائد کو بہی تو جانتا ہی اور ہر چیز پر تو قادر بہی ہے +

فوائد

[۱] مناسک، منسک کی جمع ہے۔ اور منسک بفتح سین بمعنی فعل اور بکسر سین بھی موضع ہے۔ نسک کے معنے عبادت کرنا ہے اور اسلئے عابد کو ناسک کہتے ہیں۔ پھر خدا کے نام پر قربانی کرنیکو بھی عبادت ہونیکی وجہ سے منسک کہنے لگے اور ذبیحہ کو نسیکہ۔ اور اسیوجہ سے افعال حج کو بھی مناسک کہتے ہیں چنانچہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خذوا عنی مناسککم لعلی لا القاکم بعد عامی ہذا اور اسیلئے جہاں اور جن مقامات میں افعال حج ادا کئے جاتے ہیں اُنکو مناسک بولتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکل امۃ جعلنا منسکا ہم ناسکوہ اسجگہ بعض مفسرین مناسک سے شرائع حج مراد لیتے ہیں اور بعض عموماً عبادات مراد رکھتے ہیں واللہ اعلم

[۲] اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہم السلام کی دعا کو یاد دلایا تاکہ یہ بات معلوم ہو (۱) یہہ کہ کعبہ کی تعمیر کوئی امر منجملہ عادت یا کار دنیا نہ تھا بلکہ نہایت دینی کام تھا کہ جسکے بعد وہ اپنی اس سعی کے مقبول ہونیکی دعا کرتے تھے (۲) یہہ کہ وہ خود اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے خدا کا فرمانبردار اور اس گھر کا خدمتگذار ہونا اور شرائع حج و اسلام کا برپا اور قایم رکھنا دل سے چاہتے اور واجعلنا مسلمین و ارنا مناسکنا کہہ کے دعا کرتے تھے (۳) اُنکی دلی آرزو اور خدا سے بڑی التجا یہ تھی کہ وہ اُنکی نسل میں سے ایک رسول نہایت اولوالعزم پیدا کرے کہ جسکا مصداق سوائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں کس لیئے کہ ابراہیم و اسمعیل کی نسل میں سے اور کوئی ایسا شخص نہیں ہوا ہے کہ جو ایسا رسول ہو کہ جو تعلیم کتاب اور حکمت کرتا اور تزکیہ کرتا اور آیات الٰہی پڑھکر سناتا تھا۔ توراۃ میں جو اسمعیل علیہ السلام کی نسل میں برکت کا خدانے وعدہ کیا ہے اور فاران سے خدا کا جلوہ گر ہونا فرمایا ہے اُسکا ظہور بجز ذات بابرکات کے اور کوئی شخص معلوم نہیں ہوتا یہ ظاہر ہے کہ حضرت سے بیشتر کیسی بت پرستی اور ظلم و جہل کی تاریکیاں عرب پر عموماً محیط تہیں اور نسل اسمعیل میں مکہ یا اُسکے اطراف میں ایسا کوئی نہیں گذرا کہ جسکی بدولت لوگوں نے علم و حکمت و تزکیہ حاصل کیا اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انی عند اللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینہ وساخبرکم عن بدء امری انا دعوۃ ابراہیم وہو یرفع القواعد من البیت ربنا وابعث فیہم رسولا منہم وبشری عیسی ورویا امی التی رات حین وضعتنی روت انہ یخرج منہا نور اضاءت لہ قصور الشام بصری رواہ احمد والبیہقی عن کثیر الصحابۃ ۔ کہ میں علم الٰہی میں اسوقت خاتم النبیین تھا کہ جب آدم کی سرشت بھی نہوئی تھی اور میں تمکو اپنی ابتداء حالت سے مطلع کرتا ہوں وہ یہہ کہ میرے لئے ابراہیم نے اسوقت دعا کی ہے کہ جب وہ خانہ کعبہ چن رہے تھے اور میرے لئے عیسیٰ نے بشارت دی ہے اور میرے حق میں میری والدہ ماجدہ نے بوقت ولادت یہ دیکھا تھا کہ اُنسے ایک ایسا نور پہیلتا ہے کہ جس سے شام کے محل روشن ہوگئے پس جو شخص کعبہ کا اور حج اور اُسکے شرائع کا انکار کرتا ہے اور جو خاتم النبیین کو نہیں مانتا ہے وہ حضرت ابراہیم سے برگشتہ ہے ۔

[۳] جسطرح کہ حضرت ابراہیم نے تین دعائیں کعبہ کے بناتے وقت کیں تہیں ربنا تقبل الخ ربنا واجعلنا مسلمین لک الخ

ربنا وابعث فیہم رسولا اسیطرح یتیسری دعا میں رسول کے لئے تین اوصاف کی استدعا کی تیلو علیہم آیاتک یعلمہم الکتاب والحکمۃ ویزکیہم اور اس کا سر یہ ہے کہ رسول کی اُمت میں مختلف استعداد کے لوگ ہوتے ہیں کہ جنکے چار مرتبہ ہیں (۱) عام لوگ ہیں جنکو خدا تعالیٰ کی آیات اور اس کا کلام مقدس پڑہکر سنایا جاتا ہے اسلئے تیلو علیہم آیاتک کہا (۲) مرتبہ اور (۳) مرتبہ خاص لوگوں کا ہے کہ اُنکو وہ کتاب سکہائی جاتی ہے یہ عام علماء کا مرتبہ ہے اور بعض کو حکمت یعنی شریعت کے اسرار تبلائے جاتے ہیں یہ مرتبہ **علماء مجتہدین** کا ہے ان دونوں گروہوں کے لئے یعلمہم الکتاب والحکمۃ فرمایا اور یہ اسلئے کہ اگر نبی کی اُمت میں یہ دو گروہ نہوں تو اُسکی ہدایت کا سلسلہ بعد اُسکے منقطع ہوجاوے اور چونکہ جس رسول کے لئے حضرت ابراہیم دعا کرتے ہیں وہ خاتم النبین ہے اُسکے بعد اور نبی کے آنے کی حاجت نہیں اسلئے اُسکے علوم کے وارث علماء و ائمہ مجتہدین ہونے چاہئیں کہ آپکے بعد اس سلسلۂ ہدایت کو قایم رکہیں اور اسی لئے آنحضرت نے یہ فرمایا ہے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل **ف** یہاں سے یہ بہی معلوم ہوا کہ ظاہر الفاظ قرآن کے معانی کے علاوہ اور بہی کچھ اسرار کتاب میں ہیں کہ جو خاص لوگوں کا حصہ ہے اور یہہ امر بدیہی ہے اسلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں کی اس علم دین کے حاصل کرنے میں مختلف حالات ہیں الخ (رواہ البخاری) پس وہ جو بعض جہلاء صرف ظاہری مطالب پر انحصار کرکے ان لوگوں کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں قرآن کے سمجھنے کے لئے کیا چاہئے الخ وہ بیخبر ہیں ۔

۴ مرتبہ اخص الخواص لوگوں کا ہے کہ جن کا جوہر روح آئینہ کیطرح برکت نبی علیہ السلام سے پاک اور صاف ہے اور اسمیں پورا پورا انوار نبوت کا انعکاس ہوتا ہے جس طرح کہ آئینہ میں ہو بہو ہر کی چیز دکھائی دیتی ہے یہ لوگ نبی کے قایم مقام ہوتے ہیں اُنکو **اولیاء اللہ** کہتے ہیں سو اُنکے لئے یزکیہم کہا - یہ لوگ صحابہ میں تو عموماً تہے شام کے یہود و نصاریٰ نے سیکڑوں کرامات اُن لوگوں کی مشاہدہ کی ہیں اگر میں ایک ایک صحابی اور تابعین کا حال لکہوں تو کتاب دراز ہوجاوے **شواہد النبوت** اور حلیۃ الاولیاء وغیرہا کتب محققین عیسائیوں کی کتاب **اعمال حواریین** سے بدرجہا فوقیت رکہتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ وہ اُسکو انجیل مسیح کہکے لوگوں کو دہوکے میں ڈالتے ہیں ہم اُنکو قرآن نہیں کہتے مگر بعد میں بہی بہت سے پائے گئے اور پائے جاوینگے **پس** جو شخص کعبہ اور اُسکے حج و شرائع اور خاتم النبین کا منکر ہے تو وہ حضرت ابراہیم کا منکر اور اُنکے دین سے برگشتہ ہے اسلئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ

اور کون ملت ابراہیم سے منہ پھیرتا ہے مگر وہ جو خود بیوقوف بنا ہو اور ہمنے تو اسکو بزرگی دی ہے دنیا میں اور وہ آخرت میں بھی اچھے ہیں جب اسکو اسکے رب نے کہا

اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

کہ فرمانبردار ہو جا اُنہنے کہا حکم مانا میں رب العالمین کا اور یہی وصیت کر گیا ہی ابراہیم اپنی اولاد کو اور یعقوب بھی کہ اے میری اولاد اللہ نے تمہارے لئے یہ دین پسند کیا پھر نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر +

ترکیب

ومن واسطہ استفہام انکاری کے مبتدا، یرغب عن ملت ابراہیم جملہ اسکی خبر الا من میں من محلا منصوب ہے بجہت استثناء اور ممکن ہے کہ مرفوع ہو ضمیر یرغب سے بدل ہوکر پس یہ موصولہ ہے اور سفہ فعل ضمیر ہو مستتر اسکا فاعل نفسہ مفعول یہ جملہ صلہ۔ فی الاخرۃ متعلق ہے صالحین سے اذ ظرف ہے اصطفینا کا اور اسکی علت ہے یا منصوب ہے باضمار اذکر۔ وصی فعل بہا ای بالملۃ ابراہیم فاعل بنیہ مفعول ویعقوب معطوف ہے ابراہیم پر اے ووصی یعقوب بنیہ یابنی الخ یہ جملہ بیان ہے اُس وصیت کا وانتم مسلمون حال ہے فلا تموتن سے والتقدیر لا تفارقوا الاسلام حتی تموتوا وانتم مسلمون +

تفسیر

یعنے تم جو امور مذکورہ کا انکار کرتے ہو تو ملت ابراہیمیہ کا انکار کرتے ہو کیونکہ یہ امور جو اسلام کے اصول قرار دئے گئے ہیں ملت ابراہیمیہ کے اصل ہیں) اور ملت ابراہیم کا بجز اُس شخص کے کہ جو از خود نادان اور احمق ہو جائے اور کون انکار کرسکتا ہے کس لئے کہ ابراہیم وہ شخص ہیں کہ جنکو خدانے برگزیدہ کیا ہے دنیا میں بھی سب موحدین اُنکو پیشوا جانتے ہیں اور ہر جگہہ ذکر خیر اُنکا جاری ہے اور آخرت میں بھی خدا تعالی کے ہاں اُنکے مراتب بلند ہیں اور اُنکی یہ بزرگی اسلیئے ہے کہ جب خدانے اُن سے یہ فرمایا کہ ہمارا حکم بردار ہو جا اُنہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی جان اور دل سے تابعدار ہوں۔ پھر اے یہود اور اے عرب اور اے نصاری وغیرہم تم کیوں ملت ابراہیمیہ سے انکار کرتے ہو حالانکہ خود ابراہیم نے پھر اُنکے بعد یعقوب علیہ السلام نے بوقت وفات اپنی اولاد کو یہ وصیت بھی کی تھی کہ ہمیشہ اس دین الٰہی پر رہنا ایسا نہو کہ اسکے برخلاف ہو کر مرو + **فوائد**

۱ رغب کے بعد جب لفظ عن آتا ہے تو اُسکے معنے نفرت اور کراہت کے ہو جاتے ہیں اور جب اسکے بعد فی یا الی آتا ہے تو اُس کے معنے رغبت کے ہوتے ہیں +

۲ سفہ کہ جسکو سفاہت بھی کہتے ہیں لغت میں ہلکاپن اور خفت کا نام ہے پس چونکہ احمق خفیف الحرکات ہوتا ہے اسلئے اُسکو سفیہ کہتے ہیں۔ یہ لفظ لازمی اور متعدی دونوں طرح سے مستعمل ہوتا ہے۔ اور از خود بیوقوف ہونے سے یہ مراد ہے کہ سب باتیں جانکر پھر غور نکرے اور عقل سلیم کے برخلاف عمل میں لاوے **عقل سلیم** حکم کرتی ہے کہ ضرور اس گوناگوں عالم کا

کوئی خالق و مالک ہے اور اسیلئے تمام جہان کے انسان شائستہ اور غیر شائستہ خدا تعالےٰ کے وجود کو بغیر آنکھ کے دیکھے تسلیم کرتے ہیں وہ یہ بھی عقل کا فتویٰ ہے کہ خدا نے جسطرح انسان کو اُمور دنیاوی میں سب حیوانات سے اشرف پیدا کر کے تمام مہمات کا سرانجام کیا ہے اسیطرح اُسنے اسکے لئے **آخرت** کے رہنما بھی بھیجے ہیں کہ جنکی معرفت ان اُمور کو کہ جو دنیا اور آخرت میں مضر ہیں اور جنکی تاریکی روح پر پھیلتی ہے حرام کر دیا اور جنکی ضرورت تھی اُنکو فرض و واجب کر دیا اور اس قانون کو **ملت** کہتے ہیں پس جب یہ ہے تو عقل چاروں طرف میدان وجود میں آنکھ اُٹھا کر دیکھتی ہے کہ وہ کون کون سے لوگ ہیں کہ جنکی معرفت خدا نے اس مہم کا اہتمام کیا ہے سوان میں بیشتر حضرت **ابراہیم** علیہ السلام پر نظر پڑتی ہے کس لئے کہ باستثنا چند اقوام غیر مہذب تمام روئے زمین کے خدا پرست ان کو دینی بزرگ بلکہ تمام دینی بزرگوں اور مقدسوں کا جد امجد جانتے ہیں (ولقد اصطفیناہ فی الدنیا۔ کا محصل یہی ہے) اور اُنکو عالم آخرت میں ہر طرح سے فائز المرام بھی مانتے ہیں۔ (وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین کا یہی مطلب ہے) پس جو شخص باوجود علم ان امور کے پھر حضرت ابراہیم کے طریقے سے روگردانی کرتا ہے تو از خود احمق بنتا ہے۔ اور یہ بات بیشتر بیان ہو چکی ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے پیدا ہونیکی اور ملت ابراہیمہ کے مہتمم ہونیکی ابراہیم و اسمعیل نے دعا کی ہے کہ جسکے ظہور کی حضرت موسےٰ نے بھی تورات میں خبر دی ہے اور یہ کہ اس نبی کی شریعت انہیں اصول ملت ابراہیمہ پر قایم ہے پس جو اسکا انکار کرتا ہے وہ ملت ابراہیمہ کا منکر ہے +

۳ حضرت ابراہیم کے آٹھ بیٹے تھے بڑے اسمعیل اُن سے چھوٹے اسحاق یہ نبی ہیں۔ پر قتورہ کنعانیہ کے پیٹ سے **زمران - یقسان - مدان - مدیان - اسباق - شوخ** پیدا ہوئے مدیان کی اولاد میں سے حضرت شعیب تھے۔ اور یقسان سے صبا اور ددان پیدا ہوئے تھے اسمعیل مکہ میں اور اسحاق شام میں اور یہ بیٹے اور اطراف جوانب میں آباد ہوئے تھے **اسمعیل** کے بارہ بیٹے تھے جن میں سے بڑے سے چھوٹا **قیدار** تھا کہ جسکی نسل سے جناب سید المرسلین پیدا ہوئے۔ اسحاق کا بڑا بیٹا **عیص** اور جو اسکے عقب میں پیدا ہوئے **یعقوب** ہیں انکو اسرائیل بھی کہتے ہیں یہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کے جد امجد ہیں انکے بارہ بیٹے تھے **لیاہ** کے پیٹ سے روبن شمعون لاوی۔ یہودا پیدا ہوئے اسکے بعد اشکار اور زبلون پیدا ہوئے پھر راحیل کی لونڈی سے **دان** نفتالی ہوئے۔ پھر لیاہ کی لونڈی زلفہ سے جاد۔ آشر۔ پیدا ہوئے پھر خود راحیل کے پیٹ سے جو لیاہ کی چھوٹی بہن تھی یوسف۔ بنیامین پیدا ہوئے یہاں خدا تعالیٰ عرب اور تمام اہل کتاب کو فرماتا ہے کہ اگر تم ابراہیم اور یعقوب کو مانتے ہو تو انہوں نے مرنیکے قریب بڑی تاکید سے اس ملت پر قایم رہنے کی اپنی اولاد کو وصیت کی تھی اب تم اُنکی وصیت سے اعراض کرتے ہو +

أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ

کیا تم (اے بنی اسرائیل) موجود تھے جس وقت کہ یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم میرے بعد کسکی عبادت کروگے کہا ہم تیرے خدا کی عبادت کرینگے جو تیرے بزرگوں ابراہیم

وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اور اسمٰعیل و اسحاق کا خدا واحد ہے اور ہم تو اسی کے فرمانبردار ہیں یہ ایک جماعت تھی کہ جو گزر گئی وہ جو کچھ کر گئے تو اپنے لئے اور تم جو کچھ کیا تو اپنے لئے اور تم سے کچھ پرسش نہ ہوگی انکے عمل کی

ترکیب

ام منقطعہ اے بل کنتم علی جہتہ التوبیخ ـ شہداء خبر کان اذ ظرف شہداء ـ حضر فعل یعقوب مفعول الموت فاعل وقری بالعکس اذ بدل ہے اذ سابق سے قال فعل ضمیر ہو راجع یعقوب کی طرف فاعل لبنیہ متعلق قال سے ما بمعنی من استفہامیہ معمول تعبدون قالوا کا فاعل ہیں الٰہک والٰہ آبائک مفعول ـ ابراہیم الخ بدل آباء سے الٰہا واحدا صفت وموصوف بدل ہے الٰہ اول سے اور ممکن ہے کہ حال موطیہ ہو کقولک رایت زیدا رجلا صالحا یہ سب جملہ جواب ہوا اذ قال لبنیہ کا یہ اذ اپنے جواب سے ملکر بدل ہوا اذ اول کا اور پھر تمام جملہ استفہام توبیخی ہوا ونحن لہ مسلمون جملہ یا حال ہے فاعل نعبد سے یا معطوف ہے نعبد پر تلک مبتدا امۃ موصوف قد خلت صفت لہا ما کسبت صفت ثانیہ مجموعہ خبر ولا تسئلون الخ جملہ مستانفہ ٭

تفسیر

پہلی آیت میں ذکر تھا کہ حضرت ابراہیم اور یعقوب نے اس ملت پر قایم رہنے کی وصیت کی تھی اس پر یہود نے یہ کہا کہ ہرگز یعقوب نے یہ وصیت نکی تھی بلکہ یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی اس پر خدا تعالیٰ اُن سے بطور توبیخ کے پوچھتا ہے کہ تم جو یہ جھوٹا دعوی کرتے ہو کیا وصیت کے وقت کہ موت کا قریب زمانہ ہوتا ہے تم حاضر تھے جبکہ یعقوب نے مصر میں جاکر لوگوں کو بت اور ستارے اور بیل اور بلی وغیرہ اشیاء کو پوجتے دیکھا اور اسبات کا خوف پیدا ہوا کہ مبادا میرے بعد یہ بھی کہیں انکی صحبت میں بت پرست نہو جائیں تو سب اولاد کو بلاکر پوچھا کہ تم میرے بعد کسکی عبادت کروگے اُنہوں نے کہا آپکے خدا کی جو کہ آپ کے باپ دادا ابراہیم واسمٰعیل واسحق کا خدا واحد ہے اور ہم تو ہمیشہ اُسیکے فرمانبردار رہیں گے ـ اور اب بھی ہیں ـ اور یہ ظاہر ہے کہ تم اسوقت موجود نہ تھے پھر کس لئے انکار کرتے ہو؟ اور اس بات پر ناحق مغرور ہو کہ "ہم اُن بزرگوں کی اولاد ہیں خواہ مخواہ جنت میں جاوینگے اور علاوہ اسکے ہم پورے پورے اُنکے متبع ہیں اور ہمارے اعمال انہیں کے موافق ہیں اب کچھ بازپرس ہوگی تو ہم اُنکے اعمال کو پیش کردینگے،، اسپر خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم کو اُن سے کیا علاقہ ہے وہ پاکباز لوگ تھے سو گزر گئے اُن کے اعمال سے اُنکو نفع ہوگا اور تم جو کچھ بدلہ پاؤگے تو خاص اپنے اعمال کا اور نہ تم سے کوئی قیامت کے روز اُنکے اعمال پوچھیگا ٭

فوائد

۱ - اس مقام پر بعض ناسمجھ ایک سوال کیا کرتے ہیں وہ یہہ کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا وقت موت آیا تو اُس وقت وہ ملک کنعان میں تھے کیونکہ مرنے سے پیشتر اُن کو حکم ہوا تھا کہ تو اس ناپاک جگہہ سے چل دے اور تیری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے تو اپنے باپ دادوں کے ملک میں جا اور اُن میں جا کر مل جا چنانچہ وہ تمام اولاد سے رخصت ہو کر ملک کنعان میں آئے اور وہیں قبا ان سے ملحق ہو گئے پس وہاں اولاد کہاں تھی کہ جو اُن سے وصیت کرتے وہ تو ملک مصر میں تھے اس کا **جواب** بہت آسان ہے وہ یہہ کہ جب فرشتے نے مصر میں اُن سے پیام موت دیا تھا جب سے ہی موت کے حاضر ہونے کا زمانہ سمجھا گیا سو اُس وقت اُن کی تمام اولاد موجود تھی اُنسے وصیت کی اور ممکن ہے کہ کچھ لوگ اُن کے ساتھ بھی آئے ہوں +

۲ حب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُن سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے تو اُن کو مناسب تھا کہ یوں کہتے اللہ کی یا جس نے آسمان و زمین پیدا کیا ہے پھر کیوں کہا کہ تیرے خدا اور تیرے بزرگوں ابراہیم و اسمعیل و اسحق کی خدا کی عبادت کریں گے اس میں کیا نکتہ ہے اس میں یہ نکتہ ہے (۱) یہ کہ وہاں کے لوگ عناصر اور ستاروں کو خالق جانتے اور اُن کو الہ کہتے تھے پس اگر یہ ہی الہ یا آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا کہتے تو صاف معلوم نہ ہوتا کہ ان کی اس سے کون شخص مراد ہے جب کہا تیرا اور تیرے باپ دادوں کا خدا تو وہ احتمال جاتا رہا (۲) اس سے دینی بزرگوں کی پیروی اور اُن کی **تقلید** کی طرف اشارہ ہے کہ ہم چون و چرا اُن بزرگوں کے طریقہ پر چلیں گے - بلا شک از خود ٹکریں مارنے سے کسی کامل اور رسیدہ کا دامن پکڑ لینا اور اُس کی تقلید کرنا باعث امن ہے - اسی طرح جزئیات مسائل میں آئمہ مجتہدین کی پیروی اور تقلید کرنا از خود شتر بے مہار ہونے سے بہتر ہے پس تقلید مشرکین و جاہلین پر (کہ جس کی مذمت قرآن و حدیث میں ہے) اس تقلید کو محمول کرنا سخت بے انصافی ہے +

۳ - حضرت اسمعیل علیہ السلام گو حضرت یعقوب علیہ السلام کے باپ نہ تھے مگر چونکہ حقیقی چچا تھے اور اُسکو عرف میں باپ کہتے ہیں اس لئے ابا میں ان کا ذکر کیا یا یوں کہو کہ آبا کے معنے حقیقی مراد نہیں بلکہ بزرگ سو اس میں حضرت اسمعیل بدرجہ اولے ہیں +

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا

اور کہتے ہیں (یہود و نصاریٰ) یہودی یا نصاریٰ ہو جاؤ تو راہ پاؤ گے۔ تو کہدے نہیں بلکہ پابند ہوں ملت ابراہیم کا خالص اور وہ مشرکوں میں نہ تھا۔ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر

وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ

اور جو نازل ہوا ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور اسکی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیوں کو انکے رب کی طرف سے ملا

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝

(ہم فرق نہیں کرتے کسی میں بھی ان میں سے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں)

ترکیب

قالوا فعل ضمیر ہم راجع یہود و نصاریٰ کی طرف فاعل کونوا فعل انتم فاعل ہوداً او نصاریٰ خبر جملہ مفعول قالوا ای قال الیہود کونوا ہوداً و قالت النصاریٰ کونوا نصاریٰ تہتدوا جواب امر۔ ملۃ منصوب ہے بتقدیر نتبع حنیفاً حال ہے ابراہیم سے اور ممکن ہے کہ فاعل نتبع سے ہو۔ وما کان من المشرکین جملہ مستانفہ قولوا فعل با فاعل آمنا باللہ الخ جملہ مفعول وما انزل معطوف ہے اللہ پر وقس علیہ۔ احد چونکہ حیز نفی میں ہے تو جمع کے معنی دیتا ہے اس لئے لفظ بین کی اضافت احد کی طرف درست ہوئی اور بعض کہتے ہیں احد بمعنی فریق ہے اور بین ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے ۔

تفسیر

یہودی کہتے تھے قدیم مذہب ہمارا ہے بے اسکے ہدایت ممکن نہیں اسی طرح عیسائی اپنے مذہب کی فوقیت جتلاتے تھے اسکے جواب میں خدا فرماتا ہے اگر بزرگوں کی تقلید اور مسلم لوگوں کی پیروی پر مدار ہدایت جانتے ہو تو ابراہیم قابل اتباع ہے پھر دیکھو وہ تثلیث و کفارہ و الوہیت مسیح وغیرہ اصول مذہب تنصر سے بالکل پاک تھے وہ ہرگز مشرک نہ تھے کہ جو ان باتوں کو روا رکھتے اس بزرگ کا طریقہ اسلام تھا اسلمت لرب العالمین انکا شیوہ تھا اور اگر اس سے قطع نظر کرکے صحیح اور ٹھیک رستہ ہدایت کا تلاش کرتے ہو تو وہ یہہ ہے کہ انصاف بلا تفریق سب بزرگان خدا یعنی انبیاء پر اور خدا پر ایمان لاوے سو یہ بات عین اسلام ہے نہ عین مذہب یہودیت و تنصر پھر کس طرح سے اسکو چھوڑ کر مذہب یہودیت یا تنصر سے نجات اور ہدایت حاصل ہو سکتی ہے ۔

متعلقات

حنیفاً حنیف بمعنی مستقیم اور جسطرح تفاولاً اندھے کو بصیر اور سانپ و بچھو کے ڈسے کو سلیم کہتے ہیں اسی طرح لنگڑے کو حنیف کہتے ہیں پس جو خدا کی فرمانبرداری میں مستقیم ہوا اور ادھر ادھر نہ بھٹکے وہ حنیف ہے بعض کہتے ہیں حنیف لغت میں میلان کرنیوالے کو کہتے ہیں اور چونکہ حضرت ابراہیم نے جمیع ادیان سے خدا کی طرف میلان کیا تھا اس لئے انکا لقب حنیف ہوا

اور اسی لئے ہر موحد کا یہ لقب ہے ۔ (تفسیر کبیر) ۔

الاسباط سبط کی جمع ہے لغت میں سبط شاخ دار درخت کو کہتے ہیں اس مناسبت سے اسکا اطلاق خاندان اور قبیلہ پر ہوا ۔ (سبط پوتے اور اسکی اولاد کو کہتے ہیں اور چونکہ امام حسنؓ و حسینؓ قبیلہ سادات حسنی و حسینی کا منشا ہیں اسلئے انکو سبط رسول اللہ کہتے ہیں ۔ کبیر) پس جس طرح عرب میں لفظ قبیلہ استعمال ہوا اسی طرح بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کو اسباط کہنے لگے ۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے انکی اولاد انکے نام سے مشہور ہوئی مگر یوسف کی جگہ انکے دونوں بیٹے قائم ہوئے پس ہر ایک جماعت کو سبط کہتے تھے ۔ سبط فلاں سبط فلاں ۔ اس جگہ مراد وہ انبیا ہیں کہ جو ان بارہ قبیلوں میں گزرے ہیں جیسا کہ عزیرا و شعیا او ریسیا او شموئیل علیہم السلام ۔ واضح ہو کہ ہر دین میں تین باتیں ہوتی ہیں ۔ **اوّل** اصول عقائد جیسا کہ خدا تعالےٰ کو وحدہ لاشریک جاننا اور اسکی تمام صفات کمالیہ پر ایمان لانا اسکے انبیاء کو برحق سمجھنا قیامت کا اعتقاد کرنا وغیرہ ۔ **دوم** قواعد کلیۂ شریعت کہ جنکی طرف جزئیات احکام اور فروع مسائل رجوع کرتے ہیں اور ہر حکم میں ان کلیات کا ضرور لحاظ ہوتا ہے گویا کہ وہ کلیات مقصود اصلی ہوتے ہیں اور یہ فرعیات اسکے محافظ دیکھو نماز اور زکوٰۃ ایک حکم اصلی ہے کیونکہ یہ بدنی اور مالی عبادت ہے مگر نماز کی صورت کہ پہلے وضو کرے اس طرح سے اور اتنی رکعت پڑھے اور انمیں یہ اذکار ہوں یہ سب باتیں اس حکم اصلی کی محافظ ہیں اس پر اور سب باتوں کو قیاس کر لیجئے ۔ اگرچہ شارع کا حکم دونوں کے بجالانے کا برابر ہے مگر اصل شریعت انہیں قواعد مرعیہ کا نام ہے ۔ اور انکے محافظات کے تغیر کا بھی نبی کے سوا اور کسی کو اختیار نہیں ۔ **سوم** وہ احکام جزئیہ کہ جنکو محافظ شریعت کہتے ہیں ۔ اول قسم میں تمام انبیا علیہم السلام اور کل خدا کے برگزیدہ متفق ہوتے ہیں بلکہ جسقدر مذاہب دنیا میں پائے جاتے ہیں اگر انکے بانی انبیا تھے تو گو لوگوں کی افراط و تفریط سے اس دین کی شکل بالکل بگڑ گئی ہو مگر جب اس افراط اور تفریط کے تودے کو کھود کر دیکھو گے تو اس شکل کے نیچے وہ جواہرات دبے ہوئے ملیں گے یہ احکام نہ کبھی منسوخ ہوتے ہیں نہ زمانہ کی رفتار سے بدلتے ہیں ۔ ان میں ایک پچھلا نبی پہلے انبیا کا متبع کہا جاویگا اسی لئے نبی صلعم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۔ کہ اگلے انبیا کی ہدایت کا اتباع کر ۔ اور اسی لئے فرمایا قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط الخ تمام برگزیدوں کا ماننا دین اسلام میں فرض ہے سو اسکی صداقت کی دلیل ہے ۔ قسم دوم کو ملت کہتے ہیں ان میں بھی تفاوت اور اختلافات بہت کم ہوتا ہے مگر بعض امور کسی قوم اور کسی زمانہ کے لائق نہیں ہوتے ہیں تو انمیں تغیر و تبدیل ہوتا ہے مثلاً حج کہ شریعت موسوی میں فرض نہوا کس لئے کہ یہود کی استعداد میں قصور تھا وہ صرف اہل ظاہر تھے اسرار باطنیہ سے بے بہرہ بالخصوص محبت

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۭ صِبْغَةَ اللّٰهِ

پس اگر وہ (اہل کتاب) ایمان لاویں تمہاری طرح تو ہو آئے اور اگر وہ پھر جاویں تو وہ ضدی ہیں میں پھر کفایت کرتا ہے تجھکو انسے خدا اور وہ سنتا جانتا ہے۔ اسکا رنگ دیکھو

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝

اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ سے اور (کہو) ہم تو اُسی کی عبادت کرتے ہیں ؛

وفا کے رستے سے ناواقف تھے سوا خوف اور طمع کے اور کچھ نہ جانتے تھے پس اُنکے لئے اُسی قسم کے احکام صادر ہوئے پھر جب اہل کمال پیدا ہوئے کہ جوظاہر و باطن میں منور تھے اور اُنکے قلوب میں محبت اور وجد و شوق کی استعداد تھی تو پھر وہی احکام کہ جو حضرت ابراہیمؑ کے عہد میں تھے قائم ہوئے منجملہ اُنکے حج ہے چونکہ ان امور میں حضرت ابراہیمؑ اور جناب خاتم النبیین علیہ السلام نہایت متشابہ ہیں تو اسلئے حضرت کو حکم ہوا ملۃ ابراہیم حنیفا کہ ملتِ ابراہیمؑ کا اتباع کر ؛ قسم سوم ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتی اگر ہمیشہ قائم رکھا حکیم مطلق کی شان سے نہایت بعید ہے اس قسم کو شریعت کہتے ہیں۔ موسیٰ کے بعد جسقدر انبیاء بنی اسرائیل تھے شریعتِ موسےٰ کے تابع تھے مگر جناب خاتم النبیین اس امر میں کسی پہلی شریعت کے تبع نہ تھے بلکہ آپکی شریعت اس جلوۂ کمال کے زمانہ میں مستقل تھی فاحفظ ہذا التحقیق ؛ اسکے بعد بھی جو کوئی بے سمجھ پادری نسخ شریعت پر اعتراض کرے تو اُسکی استعداد فہم کا قصور ہے ؛

ترکیب

فان شرطیہ آمنو فعل بافاعل بمثل میں ب زائدہ مثل صفت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ ہے تقدیرہ ان آمنوا ایمانا مثل ایمانکم۔ پس یہ جملہ شرط ہے اور یوں بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ مثل زائد ہو جیسا کہ لیس کمثلہ شئی میں ک زائد ہے اور ما موصولہ ہے جس سے مراد قرآن اور نبی ہے اور بہ کی ضمیر اُسکی طرف پھرتی ہے تقدیرہ ان آمنوا بما آمنتم بہ یعنی جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اگر اُسپر یہ لوگ لاوینگے تو راہ پاوینگے۔ فقد اہتدو جملہ جواب شرط۔ اور اسی طرح وان تولوا صبغۃ اللہ منصوب ہے فعل محذوف سے اے الزموا صبغۃ اللہ ومن استفہام انکاری کے لئے مبتدا۔ احسن ممیز صبغۃ تمیز مجموعہ خبر ؛

تفسیر

یہود و نصاریٰ کے دعوے کا الزامی اور تحقیقی جواب دیکر خدا تعالےٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ ہدایت اسلام میں ہے جیسا کہ اُوپر کی آیت میں بیان ہوا پس اگر یہ لوگ بھی مسلمانوں کی طرح ایمان لاوینگے ہدایت پاوینگے ورنہ ضدی ہیں سو اے نبیؐ اُنکی ضد اور دشمنی سے امر حق کے ظاہر کرنے میں کچھ تردد نہ کیجئے خدا تجھکو اُنکے شر سے محفوظ رکھیگا وہ دانا بینا ہے (چنانچہ خدا نے اپنے وعدہ کو پورا کیا

قُلْ اَتُحَاجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

کہہ (اے نبی) کیا تم ہم سے اللہ میں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال اور ہم اسی کے لئے مخلص ہیں یا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحق

وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی ۗ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۗ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

اور یعقوب اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے کہہ کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو چھپائے گواہی کو جو اس کے پاس ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۞

تمہارے کام سے یہ ایک امت تھی جو گزر گئی انکے لئے ہے جو کر گئے اور تمہارے لئے جو تم نے کیا اور تم سے انکے اعمال کی پرسش نہ ہوگی

حضرت کو انکے شر سے محفوظ رکھا یہ پیشین گوئی صادق ہوئی) + عیسائیوں میں قدیم دستور ہے کہ جب کوئی انکے مذہب میں داخل کرتے ہیں یا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسکو حوض میں غوطہ دیتے ہیں بعض عیسائی جیسا کہ کلیسا ء عرب اس پانی میں کچھ زردی وغیرہ رنگ کا بھی آمیز کرتے تھے اور بجائے غوطہ کے صرف رنگین کرنے ہی پر بس کرتے تھے اسکو اصطباغ یعنی بپتسمہ کہتے ہیں +
اس ظاہری رنگ پر انکو بڑا اعتماد تھا اور اسکو نجات کی کنجی سمجھتے تھے اسکے حق میں خدا فرماتا ہے کہ اس ظاہری رنگ سے کیا دل رنگین ہوسکتا ہے کوئی کسی حوض میں ہزار غوطہ لگائے اور سر سے پاؤں تک تمام میں رنگا جائے مگر کیا فائدہ؟ رنگ تو خدائی رنگ ہے یعنے کلمہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ جو انسان کی روح اور دل کو رنگین کردیتا ہے۔ خدا کے اس رنگ باطنی سے کونسا رنگ اچھا ہوسکتا ہے؟ انسان اس رنگ میں رنگین ہوکر ہمیشہ اسی کی عبادت میں مستغرق رہتا ہے **ف** یہودیوں و عیسائیوں کے دعوے کا براہین مسلمہ سے ابطال کرکے اسکے برخلاف دعوٰی کہ نجات و حقیقی ہدایت دین اسلام میں ہے نہایت پرزور اور عمدہ دلائل سے ثابت کردیا اور یہ بات جتلادی کہ اسلام کے مقابلہ میں اصطباغ وغیرہ رسوم ظاہریہ کچھ فائدہ مند نہیں ہے +

ترکیب

قل فعل با فاعل أ ہمزہ استفہام انکاری تحاجوننا الخ جملہ استفہامیہ سکا مقولہ۔ ام معادلۃ للہمزۃ فی قولہ تعالیٰ اتحاجوننا یعنی ان دونوں باتوں میں سے کونسی کرتے ہو۔ ہم سے خدا میں جھگڑا کرتے ہو کہ وہ خاص ہمارا ہی خدا ہے بغیر یہودی یا نصرانی ہوئے نجات ممکن نہیں اسپر کوئی دلیل و برہان رکھتے ہو یا محض تقلید اور افترا سے کام لیتے کہ یہ کہو کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحق یہودی یا نصرانی تھے اور ہم انکے پیرو ہیں مقصود یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں ام اللہ مبتدا، والخبر محذوف لئے ام اللہ اعلم ام متصلہ ہے لئے ا انتم اعلم استفہام انکاری ہے شہادۃ موصوف عندہ ثابت کے متعلق ہوکر صفت اول من اللہ کائنۃ کے متعلق ہوکر صفت ثانی ہوئی لئے لا احد اظلم ممن فعل کذا +

تفسیر

یعنی یہود جو کہتے ہیں کہ ہدایت کا مدار یہودیت پر ہے اور عیسائی کہتے ہیں مدار ہدایت مذہب عیسوی پر ہے اور کبھی

کہتے ہیں کہ جنت میں یہودی ہی جاوینگے نصرانی کہتے ہیں کہ ہمیں اسکے مستحق ہیں تو اے نبی لسنے یہ کہہ کہ کیا تمہارا ہی
خدا ہے کہ جس میں تم ہم سے جھگڑا کرتے ہو اور اُس سے اپنی جداگانہ خصوصیت جتلاتے ہو حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا
سب کا رب ہے اور ہر شخص اپنے اعمال کی جزا و سزا پاتا ہے باوجود اسکے تم اُس سے ناز و تجبر سے پیش آتے ہو اور ہم
سراسر عجز و نیاز اور اس سے دلی خلاص رکھتے ہیں پھر کیا وجہ کہ تمہارے خانہ ساز ڈھکوسلوں پر کہ جنکو نہ عقل سلیم
تسلیم کرتی ہے نہ نقل) نجات اور ہدایت کا انحصار ہو اگر وہ اپنے دعوی کی دلیل سے عاجز ہوکر یہ کہیں کہ اسلئے یہودیت
یا عیسائیت پر مدار نجات ہے کہ ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و اسباط و بزرگان دین یہودی یا عیسائی تھے تو یہ بھی غلط
ہے صدہا ہزارہا سال کی بات وہ جانتے ہیں یا خدا خوب جانتا ہے حالانکہ وہی خوب جانتا ہے نہیں بلکہ یہ لوگ خود بھی
واقف ہیں کہ ان بزرگوں سے صدہا بلکہ ہزارہا سال بعد یہ مذہب قرار پائے ہیں بھلا ان بزرگوں کے عہد میں
سبت وغیرہ رسوم اور عقیدہ تجسم الشکل الٰہی کا جو مذہب یہود میں ہے کہاں تھا اسیطرح الوہیت مسیحؑ اور
تثلیث اور کفارہ اور عشاء ربانی اور بپتسمہ کو جو کہ مذہب عیسوی کے اُصول ہیں کون جانتا تھا اور ان بزرگوں
میں سے کس کا عقیدہ ایسا تھا پھر اسپر لطف یہ ہے کہ یہ لوگ اسباط کا بھی یقین رکھتے ہیں اور انکی کتابوں
اور روایتوں میں بھی ہے کہ ان بزرگواروں نے نجات حاصل کی تھی اور وہ راہ ہدایت پر تھے پھر کسطرح
سے اس شہادت کو چھپا کر کہتے ہیں کہ مدار نجات اور انحصار ہدایت یا نصرانیت پر ہے اسپر اس شہادت کو چھپانے
اُس سے کون زیادہ ظالم ہے۔ خدا تعالےٰ اُن کے تعصب و عناد اور شر و فساد سے بے خبر نہیں اُنکو سزا دیگا
ان بزرگوں کا نام یہ لوگ عبث لیتے ہیں وہ اچھے لوگ تھے گزر گئے اُنکے لئے اُنکے اعمال ہیں انکے لئے انکے اعمال۔

تمت

فہرست مضامین

فہرست مضامین	صفحہ
علوم عقلیہ ونقلیہ جو مسلمانون نے ایجاد کئے	۳
شان نزول فاتحہ	۷
نکات متعلقہ بالفاظ بسم اللہ	۹
تفسیر الحمد	۱۸
اسرار کہ جو الفاظ سورہ الحمد مین ہین	۲۶
اہدنا الصراط المستقیم کے اسرار	۴۵
اسرار مجموعہ سورہ	۶۲
علم شریعت وطریقت وحقیقت	۶۲
سورہ الحمد کا توراۃ- زبور- دساتیر رگوید- انجیل کے ساتھہ مقابلہ	۷۰
فضائل سورہ	۷۵
آمین- اور قرارت فاتحہ کی بحث	۷۶
سورہ بقرہ کی سورہ الحمد سے مناسبت	۸۰
وہ دلائل جو کہ الم ذلک الکتاب الخ سے دین اسلام کے برحق ہونے پر مستفاد ہین	۸۶
حروف مقطعات کے متعلق بحث	۹۱
وما انزل من قبلک کی تحقیق	۱۰۱
مذہب برہمو اور نیچر اور اونکے بانی کی سرگذشت	۱۳۲
جنت اور اسکے نعماء کی بحث اور مخالفونکے لئے جواب باصواب	۱۴۶
آسمان اور زمین کی پیدائش کی تحقیق در اسمین حکماء کے مذاہب اور امر حق کا اظہار	۱۶۰
حضرت آدم کا خطاء عمدی سے بری ہونا	۱۸۰
حضرت آدم دنیا مین اول کہان آکر رہے	۱۸۳
تاریخ بنی اسرائیل مع جغرافیہ	۱۹۷
عبور قلزم کے متعلق بحث	۲۱۹
ہاروت و ماروت اور سحر کے متعلق بحث	۲۴۶
ناسخ ومنسوخ کی بحث	۲۴۸
دلایل اسبات پر کہ کعبہ کیطرف مونہہ کرنا کیون ضرور ہوا	۲۷۰
تاریخ کعبہ من ابتداء تا زمانہ حال مع نقشہ مسجد حرام ونقشہ منی وعرفات	۲۷۱
مقامات مشہورہ کی تشریح	۲۷۶
اصول مذاہب کا بیان	۲۸۹